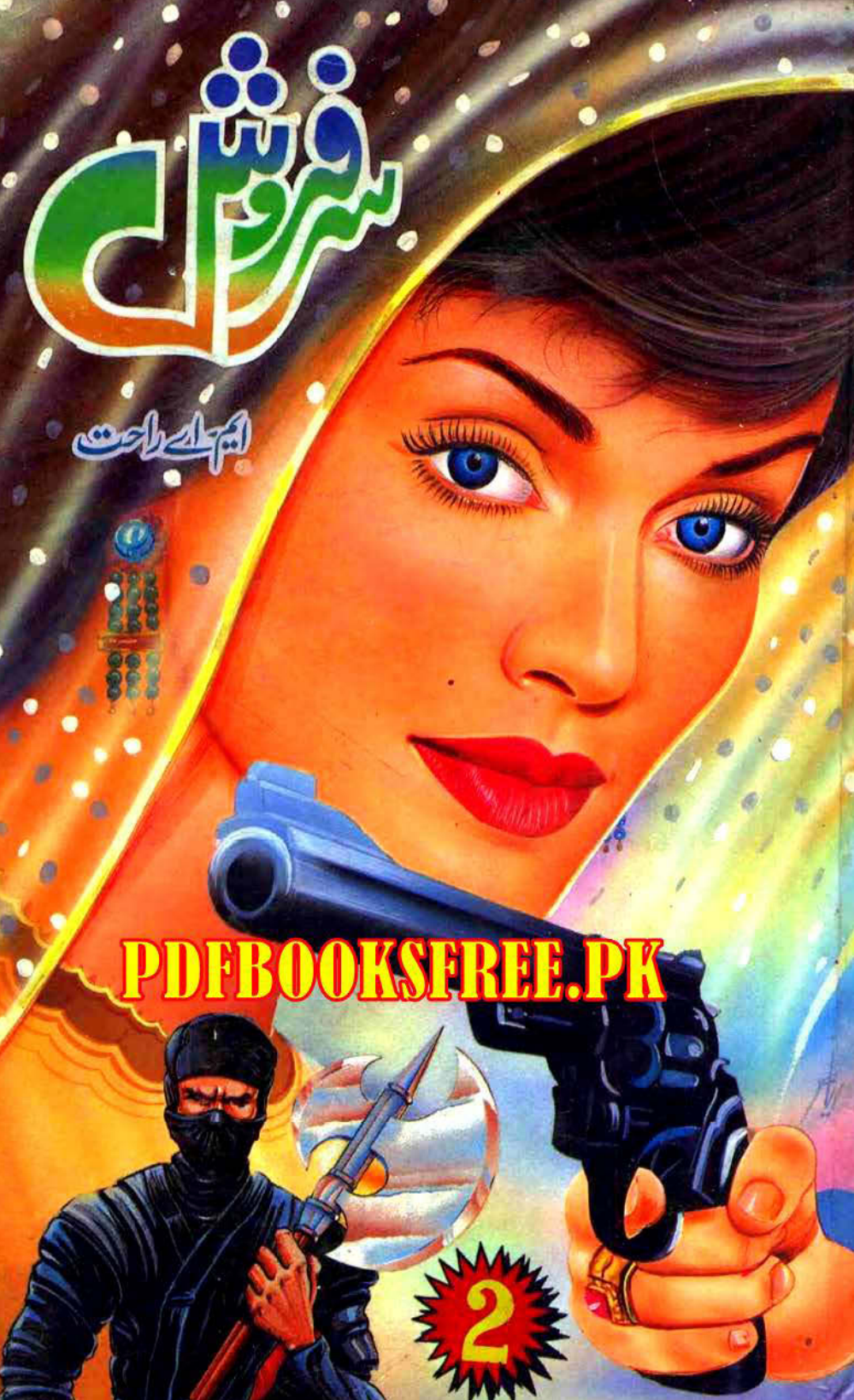

سرفروش
ایم اے راحت
PDFBOOKSFREE.PK
2

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


دوسرے دن' تقریباً بارہ بجے تک میں دفتر میں کام کرتی رہی' کچھ ایسے معاملات تھے جن پر کام کرنا ضروری تھا۔ دفتر کے ساتھیوں سے بھی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی' ساڑھے بارہ بجے میں اپنی جگہ سے اٹھی اور ذہن اس جانب راغب کر لیا۔ پھر میں نے جو فیصلہ رات کو اپنے بستر پر کیا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ شہریار سے ابھی تک کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا تھا' اسے اگر کوئی ایسی اہم بات کرنا ہوتی تو یقینی طور پر دفتر میں اطلاع دیتا' دوپہر کے ایک اخبار میں' نادر خان کے قتل کا مختصر سا واقعہ درج تھا جسے میں نے دفتر ہی میں دیکھا تھا۔ بہرطور اس طرف توجہ نہ دے کر میں اپنے کام کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور میرا رخ رحمان بخشی کی کوٹھی کی جانب ہو گیا۔ یہ فیصلہ میں نے رات کو بستر پر لیٹ کر کیا تھا کہ مجھے رحمان بخشی کے اہل خاندان کو ٹٹولنا چاہئے ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے۔

رحمان بخشی کی کوٹھی سوگ میں ڈوبی ہوئی تھی اور لوگ آجا رہے تھے میں نے اپنی کار بھی ان کاروں کے ساتھ کھڑی کر دی جو کوٹھی کے باہر کے حصے میں کھڑی ہوئی تھیں۔ ویسے ایک احساس ہوا تھا مجھے وہ یہ کہ اس وقت میں نے آکر غلطی کی ہے' یہاں دوسرے لوگ بھی موجود ہیں۔ بہرطور اب آگئی تھی تو کچھ کرنا ہی چاہتی تھی ایک طرح سے یہ خطرناک بات بھی تھی کیونکہ رحمان بخشی کے قتل کے وقت میں وہاں موجود تھی ہو سکتا ہے میری نشاندہی کی جائے' لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا روز قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ میں آگے بڑھی تو مجھے کامران بخشی کی بیوی نظر آگئی۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔

وہ چند قدم آگے بڑھی پھر رک گئی میں نے گردن خم کر کے اسے ہیلو کیا۔ پھر بولی "میرا نام لبنیٰ ہے کیا آپ بہت مصروف ہیں خاتون۔"

"نہیں" اس نے کہا۔

"آپ کے چند لمحات لینا چاہتی ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"آپ براہ کرم چند لمحات انتظار کیجئے۔ ڈرائنگ روم میں کچھ لوگ موجود ہیں اس لئے میں آپ کو....." ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سامنے کامران بخشی آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اس کے قدم ہماری جانب اٹھ گئے اور چند لمحات میں وہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ نظر آرہی تھیں اور چہرہ اترا اترا تھا۔ میں نے اس وقت بھی اسے دیکھا تھا جب رحمان بخشی کا قتل ہوا تھا وہ بہت زیادہ متاثر نظر آرہا تھا۔ اس وقت سے اب تک اس کی کیفیت میں کافی تبدیلی بھی رونما ہو گئی تھی میں نے ہمدردی کی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے گردن خم کی اور آہستہ سے بولی.....

"کامران صاحب میں آپ کے غم میں برابر کی شریک ہوں بلاشبہ رحمان بخشی صاحب کی اچانک اور ناگہانی موت نے آپ کے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے لیکن ایک بات میں اور بھی عرض کرنا چاہتی ہوں قاتلوں کو ان کی زندگی لینے کے بعد اس آسانی سے بچ کر نہیں نکلنا چاہئے اور میرے خیال میں آپ بھی انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔"

"میرے بس میں ہوتا تو میں تو میں....." کامران بخشی شدت جذبات میں جملہ پورا نہ کر سکا تھا۔

"پولیس یہ کام کر رہی ہے اور میں بھی اسی سلسلے میں سرگرم ہوں شاید آپ کو یاد ہو گا کہ اس وقت میں بھی پولیس کے ساتھ موجود تھی جب یہ سانحہ پیش آیا۔ ہو سکتا ہے آپ کو اس بارے میں تفصیلات پولیس کے ذریعے حاصل ہو گئی ہوں لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان حالات کے بارے میں بتا سکتی ہوں جو اس وقت پیش آئے تھے میری گزارش ہے کہ تھوڑی سی میری اس معاملے میں آپ مدد کیجئے گا میں آپ سے اپنا مکمل تعارف کرانا چاہتی ہوں۔"

"لیلیٰ صاحبہ! میں آپ کو جانتا ہوں۔" کامران بخشی نے کہا اور میں چونک پڑی۔

"وہ کیسے؟"

"آپ صحافی خاتون ہیں دراصل میرے کچھ صحافی دوست ہیں ایک بار آپ ہمیں نظر آئی تھیں تو انہوں نے آپ کا مکمل تعارف کرایا تھا ویسے بھی میں آپ کا اخبار پڑھتا ہوں اور آپ کے کالم میزان کو بھی دیکھتا رہتا ہوں۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے کہ میرا اور آپ کا شناسائی کا رشتہ نکل آیا اگر آپ کے صحافی دوستوں نے میرا آپ سے مکمل تعارف کرایا ہو گا تو پھر یہ بھی بتایا ہو گا آپ کو کہ میں خصوصی طور پر ایسے معاملات میں دلچسپی لیتی ہوں اور اپنے طور پر ایسے معاملات کا تجزیہ کر کے ان کی رپورٹ شائع کرتی ہوں۔"

"آ آیئے براہ کرم تشریف لایئے اس ون ظاہر ہے آپ کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہو سکا۔ مجھے کچھ تفصیلات پولیس کے ذریعے حاصل ہو گئی تھیں لیکن آپ سے گفتگو کر کے مجھے



سکون ملے گا آو نجمہ! تم بھی آؤ....." کامران بخشی نے اس لڑکی سے کہا جو اس کی بیوی تھی اور پھر وہ ہمیں اپنے کمرے میں لے گیا۔

"آپ کی مصروفیات کا مجھے اندازہ ہے کافی مہمان آئے ہوئے ہیں آپ کے ہاں۔"

"نہیں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ اپنے طور پر آئے ہیں اور پھر ہمارے کچھ اور عزیز ان سب کو سنبھالے ہوئے ہیں میری تو کیفیت اتنی خراب ہے کہ میں کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا دراصل میرے ابو میرے دوست تھے میرے علاوہ اور کوئی میرا بھائی وغیرہ بھی نہیں ہے تنہا ہم دونوں باپ بیٹے ہر معاملے میں شریک تھے اب میں اکیلا رہ گیا۔" کامران بخشی کی آواز بھرا گئی میں نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کہا.....

"جو گزر جاتی ہے ہم اس پر صرف افسوس کر سکتے ہیں لیکن اپنے آپ کو سنبھالنا بے حد ضروری ہے میں مسز بخشی کے بارے میں بھی سوچ رہی ہوں اس وقت ان کی حالت کافی خراب تھی اب۔ کیا کیفیت ہے؟"

"وہ بس سکتے کی سی کیفیت میں ہیں یوں تو ہر جانے والا اپنے پیچھے بہت سے دکھ چھوڑ جاتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں آسانی سے بھلایا نہیں جاتا میرے ابو بھی انہی میں سے تھے۔" چند رسمی باتوں کے بعد میں مطلب پر آگئی' میں نے کہا..... "رحمٰن بخشی کے بارے میں یہ بات آپ کو معلوم ہو گئی ہو گی کہ مولوی عبدالجبار کے قتل کے سلسلے میں ہم ان سے ملاقات کرنے آئے تھے کہ یہ سانحہ پیش آگیا.....؟"

"ہاں مجھے تعجب ہے کہ مولوی عبدالجبار کا قتل میرے والد سے کیسے متعلق ہو گیا اور ان سے اس سلسلے میں کیا معلومات حاصل کی جانی تھیں۔"

"سنا یہ گیا ہے کہ مولوی عبدالجبار صاحب آپ کے ہاں اکثر آتے رہتے تھے؟"

"ابو کے پرانے شناسا تھے کہیں کسی زمانے میں ملاقات ہو گی ان کی بلکہ میرے خیال میں یہ ملاقات یقینی طور پر شہباز خیل میں ہوئی ہو گی۔"

"شہباز خیل؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"پہاڑی علاقہ ہے اور ایک زمانے میں ابو اس علاقے میں فارسٹ آفیسر رہ چکے تھے۔"

"وہ طویل عرصے تک وہاں رہے تھے یہ بہت زیادہ پرانی بات بھی نہیں ہے دس یا گیارہ سال ہوئے ہوں گے جب انہوں نے یہ سلسلہ ختم کیا تھا۔"

میرے ذہن میں مسرت کی ایک لہر اٹھی اور میں نے کامران بخشی سے کہا "آپ نے یہ بات پولیس کو بتائی ہے؟"

"نہیں پولیس نے مجھ سے بہت زیادہ معلومات حاصل بھی نہیں کیں۔ کیوں کوئی خاص بات ہے اس میں.....؟"

"نہیں' نہیں دراصل بس یونہی میں اپنے طور پر معلومات حاصل کر رہی تھی۔ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سوچا کہ اگر پولیس کو یوں معلومات ہو گئی ہیں تو ہو سکتا ہے اس نے اس سلسلے میں کوئی کاروائی کی ہو۔"

"اس میں کوئی خاص بات تو نہیں ہے" کامران بخشی بولا.....

"خیر چھوڑیئے آپ تو یہ بتا سکتے ہیں کہ مولوی عبدالجبار صاحب جب یہاں آتے تھے تو بخشی صاحب کا ان کے ساتھ کیا رویہ ہوتا تھا؟"

"پر احترام ویسے بھی ابو اپنے پرانے شناساؤں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے یہ ان کے اس وقت کی یادگار تھے جب وہ پوری طرح عملی زندگی میں تھے۔ حالانکہ اب بھی انہوں نے اپنے آپ کو عملی زندگی سے ریٹائر نہیں کیا تھا لیکن بہرحال اپنی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی کارکردگی میں کافی کمی ہو گئی تھی شاید یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ میرے ابو نے زندگی کو بہت ہی مشکل طریقے سے گزارتا اور بڑی محنت کرکے ہم لوگوں کو یہ خوشیاں نصیب ہوئی تھیں" میں پر خیال انداز میں کامران بخشی کو دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔ "آپ لوگوں کا بھی مولوی عبدالجبار صاحب سے براہ راست رابطہ تھا؟"

"نہیں ان سے ہماری کوئی خاص بات کبھی نہیں ہوئی بس وہ آتے تھے نجمہ ان کے لئے چائے وغیرہ بھجوا دیا کرتی تھی اور بس وہ لوگ تھوڑی دیر گفتگو کیا کرتے تھے اور اس کے بعد مولوی عبدالجبار چلے جاتے تھے کوئی ایسی خاص بات ہمارے علم میں کبھی نہیں آئی جو قابل ذکر یا باعث توجہ ہوتی۔"

"ہوں مولوی عبدالجبار صاحب کے ساتھ کبھی کوئی اور شخص بھی یہاں آیا میرا مطلب ہے کوئی ایسا آدمی جو صرف انہی سے واسطہ رکھتا ہو؟" کامران بخشی کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا.....

"نہیں کبھی نہیں وہ ہمیشہ تنہا ہی آتے تھے اور کچھ دیر بیٹھتے تھے۔"

"اچھا ایک بات اور بتایئے مولوی عبدالجبار صاحب کا یہاں آنا کب سے تھا؟" کامران بخشی کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے پانچ چھ سال ہو گئے وہ مہینے پندرہ دن میں ایک آدھ بار ضرور آتے تھے۔"

"آپ کو یہ یاد ہے کہ جب وہ پہلی بار آئے تو بخشی صاحب نے ان کا کس طرح استقبال کیا؟"

"نہیں اس سلسلے میں کوئی بات میرے علم میں نہیں ہے۔" میں نے کچھ دیر سوچا اور اس کے بعد کامران بخشی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی انتہائی شکر گزار ہوں کامران صاحب کہ آپ نے اس ذہنی انتشار کے باوجود تعاون کیا اجازت چاہتی ہوں ظاہر ہے آپ بھی بے حد مصروف ہیں۔"



"لبنیٰ صاحبہ آپ کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے وہ میرے لئے اس وقت باعث حیرت تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آجائے گا جب مجھے خود آپ سے رجوع کرنا ہو گا براہ کرم میرے والد کے قاتلوں کو تلاش کیجئے میں آپ کے ساتھ ہر تعاون کے لئے تیار ہوں' انہیں کیفر کردار تک پہنچانا میری بھی اتنی ہی ذمے داری ہے جتنی پولیس کی۔"

"اس ذمے داری کو میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ کامران صاحب اور آپ اطمینان رکھئے گا بالآخر بخشی صاحب کے قاتل منظرعام پر آجائیں گے۔" اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑی تھی۔

کوئی بہت ہی اہم بات معلوم نہیں ہوئی تھی لیکن ایک تصور میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا اور مجھے اس سے خوشی ہو رہی تھی کہ کم از کم ایک قدم آگے بڑھانے کا موقع ملا اس کے بعد مجھے شہریار کی تلاش ہوئی میں نے ایک جگہ رک کر اس کے آفس فون کیا جہاں وہ موجود نہیں تھا پھر احتیاطاً گل بدر کو فون کرکے دیکھا تو فون شہریار نے موصول کیا۔

"اوہو تم یہاں موجود ہو....."

"اور تم کہاں ہو.....؟ شہریار نے پوچھا۔

"آرہی ہوں" میں نے فون بند کر دیا۔ اور کچھ دیر کے بعد دفتر میں داخل ہو گئی شہریار میرا انتظار کر رہا تھا۔

"میں بھی تمہیں دفتر فون کر چکا ہوں۔" اس نے کہا۔

"ہاں کام سے نکل گئی تھی تم نادر خان کی سناؤ۔" میں نے کہا۔

"نادر خان کے بارے میں ابھی تک کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی پولیس نے کچھ لوگوں کو معلومات کے لئے اٹھایا ہے مگر میرے خیال میں کوئی ایسا نہیں ہے جو کار آمد ثابت ہو۔"

"اس کی کسی سے دشمنی تو نہیں تھی؟"

"معلومات حاصل کی گئی ہیں خاص طور پر اس خیال کے تحت کہ وہ جس علاقے کا باشندہ تھا ان علاقوں میں خاندانی دشمنیاں چلتی ہیں۔ لیکن اتفاق ہے کہ شہباز خیل وہ جن چند گنے چنے خاندانوں میں سے ایک خاندان کا باشندہ تھا ان علاقوں میں خاندانی دشمنیاں چل رہی ہیں۔"

شہریار نے سادگی سے کہا مگر میں اچھل پڑی۔

"کونسے علاقے کا تھا وہ۔"

"شہباز خیل۔" شہریار نے بتایا اور میرے دماغ کی چرخیاں چلنے لگیں۔ شہباز خیل..... وہ جگہ جہاں رحمان بخشی فارسٹ آفیسر کی حیثیت سے تعینات رہ چکا تھا اور جہاں کے حوالے سے مولوی عبدالجبار اس سے ملاقات کرنے آتے تھے کیا مولوی صاحب کا تعلق اس علاقے سے تھا؟ اگر مولوی عبدالجبار بھی شہباز خیل کے رہنے والے تھے تو پھر یقیناً نادر خان اور رحمان بخشی کا ان سے کوئی ایسا تعلق تھا جو پراسرار نوعیت کا حامل تھا۔ کیا ان کے قتل میں ان دونوں میں سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کسی کا ہاتھ تھا؟ کیا پراسرار فون کال کرنے والا یہی بتانا چاہتا تھا لیکن وہ خود کون تھا اور پھر رحمان بخشی اور نادرخان کو کس نے قتل کیا؟ اب صورتحال یہ تھی کہ واقعات کی کڑیاں ملتی جا رہی تھیں اور کسی بھی لمحے یہ کڑیاں جڑ سکتی تھیں بشرطیکہ راستے میں گڑبڑ نہ ہو۔

اور میں سوچ میں ڈوب گئی' شہریار نے مجھے چونکا دیا۔

"انہی واقعات کے بارے میں سوچ رہی ہوں جن لوگوں کو پولیس نے تفتیش کے لئے حاصل کیا ہے ان میں کوئی نادرخان کا ہم وطن بھی ہے؟"

"نہیں۔"

"یہ بات معلوم کی گئی تھی؟"

"ہاں۔"

"پھر یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کے خاندان کی یا اس کی کسی سے دشمنی نہیں ہے۔"

"شہریار تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا "کیا خیال ہے لیٹی کیا یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب....."

"میرا مطلب ہے ویسے تو ہر کیس ابتداء میں اتنا الجھا ہوا نظر آتا ہے مگر بعد میں سب ٹھیک ہو جاتا ہے اس بار کیا اندازہ ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار نے سر پکڑ لیا۔ یہ رات میرے لئے سخت مصروف رات تھی اب تک جو کچھ ہوا تھا اس کی ترتیب کرکے وہ نکتہ تلاش کرنا تھا جو اصل مجرم کی نشاندہی کرے طریق کار وہی تھا یعنی ایک سادہ کاغذ ایک قلم..... اور تفصیل مرحلے وار..... نمبر ایک مولوی عبدالجبار سات سال قبل کہیں سے آئے تھے بیمار بیٹے کے ساتھ..... سات سال کے بعد انہیں قتل کر دیا گیا' نمبر دو..... وہ خوشحالی زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی سے کوئی مدد نہیں لیتے تھے ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا.....؟ نمبر تین رحمان بخشی شہباز خیل میں فارسٹ آفیسر تھا مولوی جبار اس کے پرانے شناسا تھے کیا یہ شناسائی شہباز خیل کی تھی؟ یا کہیں اور کی.....؟ اگر کسی شکل میں رحمان بخشی عبدالجبار کا کفیل تھا تو کیوں.....؟ بیمار بیٹے کے علاج کے سلسلے میں انہوں نے رحمان بخشی سے مدد طلب کیوں نہ کی اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب وہ بیٹے کے علاج ہی کے لئے آئے تھے تو بعد میں اس سے کنارہ کش کیوں ہو گئے تھے؟ مجھے فیض اللہ کے کچھ الفاظ یاد آئے اور میں چونک پڑی۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ پونا ایک بجا تھا بس ایسے ہی ٹیلیفون کے پاس پہنچی اور فیض اللہ کے تھانے کے نمبر گھما دیئے۔ دوسری طرف سے فون موصول کیا گیا اور میں نے فیض اللہ کے بارے میں پوچھا.....

"انچارج صاحب موجود نہیں ہیں۔"



"کب گئے؟" میں نے سوال کیا۔

"شام کو چلے گئے تھے آپ کون ہیں....." سوال کیا گیا مگر میں نے فون بند کر دیا تھا۔ فیض اللہ نے کہا تھا کہ فون پر رحمان بخشی کے بارے میں اطلاع دینے والے کا لہجہ کچھ بگڑا بگڑا تھا میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا وہ لہجہ سرحدی تھا.....؟ بہرحال یہ بات بعد میں معلوم کی جا سکتی تھی چنانچہ فون بند کرکے میں اپنی جگہ آ بیٹھی اور وہ سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ سات سال کے بعد مولوی عبدالجبار کو قتل کیا گیا کیا کوئی خاندانی دشمن قاتل نے اتنے عرصہ کے بعد ان کا پتہ چلایا' اگر ایک شخص قاتل تھا تو دوسرا کون تھا جو مولوی صاحب کے ماضی کے شناساؤں کے بارے میں انکشاف کر رہا تھا۔ اگر اسے یہ معلوم تھا کہ یوں دونوں ہی رحمان بخشی اور نادرخان قاتل کی نشاندہی کر سکتے ہیں تو اس نے یہ کام خود ہی کیوں نہ سرانجام دیدیا' بس یہیں آکر معاملہ بگڑ جاتا تھا اور عقل کام کرنا چھوڑ دیتی تھی۔ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا چنانچہ میں میز پر پہنچ گئی پھر دوسرے دن اخبار کے دفتر سے فیض اللہ کو فون کیا اور وہ مل گیا۔

"لیٹی بول رہی ہوں۔" فیض اللہ نے سلام کیا تو میں نے کہا "کوئی خاص بات فیض اللہ صاحب....."

"نہیں مس لیٹی اور کوئی خاص بات نہیں سوائے اس کے کہ نادرخان کو بھی قتل کر دیا گیا رحمان بخشی کی طرح۔"

"یہ اطلاع پرانی ہو چکی ہے۔"

"اس کے بعد کی اطلاعات تو آپ ہی مجھے دیں گی کیونکہ اس کیس کا مکمل چارج شہریار کے پاس ہے۔"

"ایک بات بتاؤ فیض اللہ تمہیں دونوں بار فون پر جو اطلاع دی گئی ہے وہ ایک ہی آدمی کی آواز تھی۔"

ہاں زبان اردو مگر لہجہ کوئی اور تھا۔"

"کہاں کا ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے پہاڑی۔"

"جان بوجھ کر تو نہیں بگاڑا جا رہا تھا۔"

"حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا۔"

"ہوں بستی والوں کا کیا حال ہے؟"

"ٹھنڈے پڑ گئے ہیں ویسے بہتوں کا بھلا بھی ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب....."

"گھر کے سامنے دیگیں چڑھی ہوئی ہیں مسلسل مولوی صاحب کے نام کا لنگر ہو رہا ہے۔"

"اوہ اچھا۔" میں نے ہنس کر کہا اور فون بند کر دیا" گویا یہ شبہ بھی درست ثابت ہوا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اب مسئلہ یہ تھا کہ قاتل کہاں ہے اگر اس کا کام صرف اتنا تھا کہ مولوی جبار کو قتل کر دے تو اس قتل کے بعد رحمان بخشی اور نادرخان کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بہت دیر تک بیٹھی سوچتی رہی تھی۔ پھر شہریار کا فون آگیا۔

"ہیلو لبنیٰ....."

"ہوں..... کہاں ہو کیا کر رہے ہو....."

"اوہو خیریت....."

"خیریت ہی ہے ٹرک اڈے گئے تھے نادرخان ہی کے معاملے میں یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہاں اس کے خاندان کا کوئی اور شخص بھی موجود ہے مگر وہ معاملہ الٹا ہو گیا۔ ان لوگوں نے پولیس پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ وہ سمجھے پولیس کچھ لوگوں کو گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ ایک ایس آئی زخمی ہو گیا وہ تو شاہ صاحب ساتھ تھے ورنہ گولی چل جاتی' حالانکہ ہم نے ان لوگوں کو چھوڑ دینا تھا جنہیں پوچھ گچھ کے لئے لائے تھے کوئی سختی بھی نہیں کی گئی تھی ان کے ساتھ مگر اس کے باوجود۔"

"تم خیریت سے ہو نا؟"

"ہاں ہاں بات جلدی ہی سنبھل گئی تھی۔"

"دفتر کب پہنچو گے۔"

"مصروف ہوں شاہ صاحب کے ساتھ کچھ بھی نہیں کر سکتا....."

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے۔"

"کوئی خاص بات تو نہیں....."

"بالکل نہیں اپنے کام نمٹاؤ جب بھی وقت ملے آجانا" میں نے کہا پھر رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا تین بجے دفتر سے نکل آئی اور سیدھی اپنے پرائیویٹ دفتر پہنچی گل بدر سے کھانا لانے کے لئے کہا اور وہ کھانا لینے چلا گیا۔ میں کرسی سے پشت لگا کر بیٹھ گئی تھی پھر جب کھانا کھا رہی تھی تو گل بدر نے کہا.....

"ایک بات پوچھوں بی بی صاحب....."

"ہوں!"

"آپ ظلمت خان کو کیسے جانتا ہے۔"

"کون ظلمت خان.....؟"

"اس کا تصویر فائل میں لگا ہے۔ ہم فائل صاف کر کے رکھ رہا تھا کہ ہم نے ظلمت خان کا تصویر دیکھا۔"

"کونسے فائل کی بات کر رہے ہو گل بدر" میں نے کہا اور گل بدر نے جو فائل میرے سامنے لاکر رکھا اسے دیکھ کر نوالہ میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ یہ مولوی جبار کی فائل تھی جو ہم نے



ترتیب دی تھی۔ اسی میں وہ تصویر لگی ہوئی تھی جو میری فرمائش پر شہریار نے فراہم کی تھی۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گل بدر کو دیکھتے ہوئے پوچھا.....

"اس کا نام ظلمت خان ہے گل بدر....."

"جی بی بی صاب۔"

"ایک بات بتاؤ گل بدر' تم پہاڑی علاقے کے رہنے والے ہو نا۔"

"جی بی بی صاب۔"

"کونسا گاؤں ہے تمہارا.....؟"

"شہباز خیل....." گل بدر نے جواب دیا اور مجھے چکر آگیا۔

"او میرے خدا....." میرے منہ سے نکلا میری اس کیفیت سے گل بدر حیران ہو گیا تھا۔ اس کے کچھ سوچنے سے پہلے میں بول پڑی "تمہیں اپنے گاؤں سے آئے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا؟"

"ابھی دو سال ہوا....."

"اس دوران کیا کرتے رہے؟"

"بس بی بی صاحب محنت مزدوری کی ایک مل میں نوکری کیا اور کوئی اچھا نوکری تلاش کرتا رہا پر یہ نوکری مل گیا فس کلاس والا۔"

"تمہارے گاؤں کے اور لوگ بھی ہوں گے یہاں.....؟"

"ہمیں نہیں معلوم..... ہم زیادہ تر اپنے گاؤں سے باہر رہا دوسرے رشتے دار لوگ تھا جن کے پاس ہم پڑھتا تھا۔"

"یہاں کسی کو نہیں جانتے.....؟"

"نہیں بی بی صاحب اپنا بہت سا بھائی ہمارا دوست ہے مگر ہمارے گاؤں کا کوئی نہیں ہے۔"

"بیٹھ جاؤ اور مجھے ظلمت خان کے بارے میں بتاؤ" میں نے کہا اور گل بدر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔

"ظلمت خان شہباز خیل کا رہنے والا تھا۔ جوانی میں وہ بہت اچھا آدمی تھا پھر اس کا فضل خان کی بیٹی سے محبت ہو گیا فضل خان نے اسے اپنے آدمیوں سے پکڑوا کر ٹیکرے پر باندھ دیا اور اس کو جوتا لگوایا۔ ظلمت خان خاموش رہا۔ تین دن کے بعد فضل خان نے اسے چھوڑ دیا اور ظلمت خان بستی سے چلا گیا۔ چار سال تک اس کا پتہ نہیں چلا پھر جب فضل خان نے اپنی بیٹی کا شادی کیا تو ظلمت خان رائفل لے کر آگیا اس نے بولا گل جانہ کا شادی اس کے ساتھ ہو گا اس نے گل جانہ کے ہونے والے شوہر کو گولی مار دیا اور بھاگ گیا۔ اسے بہت تلاش کیا گیا مگر وہ نہیں ملا۔ پھر اس نے ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا اور خوب دولت جمع کیا۔ تین سال کا بعد فضل خان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نے گل جانہ کا نکاح اپنے ایک رشتے دار سے پڑھا دیا اور اس کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ یہ بات کئی سال تک چھپا رہا پھر کسی طرح ظلمت خان کو پتہ چل گیا اور اس نے افروز خان کا بہن کو اغوا کر لیا افروز خان گل جانہ کا شوہر تھا ظلمت خان اس کو بولا کہ وہ گل جانہ کو طلاق دے گا تو اس کا بہن اس کو ملے گا فضل خان بولا اگر افروز خان گل جانہ کو طلاق دیا تو وہ اس کا خاندان ختم کر دے گا۔ افروز خان تھوڑا دن خاموش رہا پھر ایک دن وہ خاموشی سے گل جانہ اور اس کا بیٹا کو لے کر چلا گیا اور زمان خیل جا کر اس نے گل جانہ کو طلاق دیدیا۔ ظلمت خان نے اس کا بہن اسے واپس کر دیا اور گل جانہ اور اس کے بیٹے کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ فضل خان نے خون خرابہ کرنا چاہا مگر جرگے نے اسے روک دیا کیونکہ دوسرے لوگ کا کوئی قصور نہیں تھا بعد میں ظلمت خان نے گل جانہ سے شادی کر لیا۔ گل جانہ پہلے شاید ظلمت خان سے محبت کرتا تھا مگر بعد میں وہ اپنے شوہر سے محبت کرنے لگا تھا۔ وہ شریف عورت تھا کافی دن اس نے ظلمت خان کے ساتھ گزارا مگر جیسے ہی اسے موقع ملا وہ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس آگیا۔ مگر فضل خان نے اسے اپنے گھر میں نہیں رکھا تھا۔ وہ ایک جھونپڑے میں اپنے بچے کے ساتھ رہنے لگا اور محنت مزدوری کرنے لگا ادھر فضل خان نے بیٹی کو تو اپنے ساتھ نہیں رکھا مگر اس نے اپنا آدمی ہوشیار کر دیا تھا اور وہ ظلمت خان کا تاک میں تھا مگر ظلمت خان بہت چالاک تھا وہ ادھر نہ آیا اور بہت وقت گزر گیا پھر جب فضل خان کا آدمی ست ہو گیا تو ظلمت خان آیا اس نے گل جانہ کو اپنے ساتھ چلنے کو بولا وہ نہیں گیا تو اس نے اس کا گردن کاٹ کر مینک دیا اور اس کے بچے کو لے کر خاموشی سے نکل گیا یہ ظلمت خان کا کہانی ہے۔"

میں سکتے کے عالم میں یہ کہانی سن رہی تھی عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی یہ انوکھی داستان سن کر بہت دیر تک کچھ نہ بول سکی میرا ذہن مختلف خیالات میں الجھ گیا تھا پھر میں نے گل سے پوچھا "تم اس تصویر کو اچھی طرح پہنچاتے ہو گل بدر؟"

"جی بی بی صاحب! ہم اسے بہت بار دیکھا"

"وہ اس لڑکے کو لیکر کب نکلا تھا؟"

"اس بات کو تو دس سال ہو گیا"

"کہاں گیا تھا وہ؟"

"اگر یہ بات فضل خان کو معلوم ہو جاتا تو وہ اس کا قبر تک پیچھا کرتا"

"مگر اس تصویر میں تو وہ کافی عمر رسیدہ اور بوڑھا ہے۔"

"ظلمت خان نے جب گل جان سے شادی کیا اس وقت بھی اس کا بال سفید ہو گیا تھا گل جان کا عمر بھی بہت ہو گیا تھا۔ پر بی بی صاحب یہ عشک مشک بڑا خانہ خراب ہوتا ہے" الجھن کے باوجود مجھے ہنسی آگئی گل بدر بھی منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا تھا پھر میں نے پوچھا۔

"افروز کہاں گیا گل بدر؟"



"افروز خان دوسرا شادی کیا بی بی صاحب اس کا بہت سا بچہ ہے" گل بدر نے جواب دیا بعد میں خاموش ہو گئی یہاں آکر مجھے بھی پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ گل بدر کے انکشاف سے تو یہ سب کچھ بہت مشکل ہو گیا تھا شام کو پانچ بجے شہریار آگیا اس دو روز میں بہت کچھ سوچتی رہی تھی شہریار نے یہ کہانی سنی گل بدر سے بہت سے سوالات کئے حساب کتاب لگایا اور بولا۔ "بات صاف ہو گئی"

"کیا؟"

"فضل خان یا اس کے آدمی بالآخر ظلمت خان کو پانے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے انتقام لے لیا۔

"ان لوگوں کے ہاں دشمنیاں طویل عرصہ چلتی ہیں فضل خان کی غیرت پر حملہ کیا گیا اس کی بیٹی کو قتل کیا گیا اس نے ظلمت خان کی تلاش جاری رکھی اور بدلے ہوئے نام کے باوجود اسے پالیا اور اس سے انتقام لے لیا ظلمت خان ڈاکو تھا اس نے لوٹ مار کی دولت چھپائے رکھی اور پھر اسے لیکر یہاں آگیا۔ دکھاوے کے لئے اس نے خود کو دوسروں کے سامنے غریب رکھا مگر ضرورت آسانی سے پوری کرتا رہا اور پھر وہ بیٹا اس کا نہیں تھا وہ اس کا علاج کیوں کرتا یہ بھی اس نے دکھاوے کے لئے کیا تھا فطری طور پر وہ برا انسان نہیں تھا اور مقصد پورا ہونے کے بعد اس نے پھر اچھائیاں اپنا لیں۔"

"ہوں پھر اب....."

"اس کہانی کا انکشاف تم ہی کرو گی۔"

"اور قاتل....."

"گھاس کھا گئی ہو اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد قاتلوں کا رکنا ضروری تھا سیدھے ریلوے اسٹیشن پہنچے ہوں گے اور شہباز خیل پہنچ گئے ہوں گے" میں مسکرائی اور شہریار مجھے گھورنے لگا۔

"اب اس میں بھی ذہانت کا مظاہرہ کرو گی' اس میں بھی کلیاں پندھنے نکالو۔"

"رحمان بخشی' نادر خان ان دونوں کا قتل کس خانے میں فٹ کرو گے۔"

"بیکار باتیں مت کرو بھئی وہ کوئی اور چکر بھی ہو سکتا ہے؟"

"اور فیض اللہ کو ملنے والی فون کالیں؟"

"کہنا کیا چاہتی ہو تم" شہریار بولا۔

"مولوی عبدالجبار یا ظلمت خان فضل خان کے انتقام کا شکار ہوا اور اس کے لئے مضبوط جواز بھی ہے مگر ان باقی دو افراد کے قتل کی بھی تو کوئی وجہ ہو گی اور پھر تم اس فون کال کو کیوں نظرانداز کر رہے ہو' میں نے فیض اللہ کو فون کر کے معلوم کیا تھا فون پر سنائی دینے والے لہجے کے بارے میں اس نے بتایا تھا تمہیں یاد ہے۔"

"بگڑا ہوا لہجہ تھا ظاہر ہے وہ فضل خان ہو گا۔" شہریار نے جلدی سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"فضل خان اگر قاتل ہے تو اس نے نادر خان اور رحمان بخشی کو کیوں قتل کیا اگر وہ یہاں آیا تھا تو اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے اپنے نواسے کو ساتھ کیوں نہ لے گیا"

"یہ اس کی غلطی ہے میری تو نہیں اور پھر ایک پاگل کو لے جانے کی کیا تک تھی۔"

"آخری بات شہریار وہ یہ کہ رحمان بخشی بھی شہباز خیل کے جنگلات میں فارسٹ آفیسر رہ چکا ہے۔"

"اس..... تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"کامران بخشی نے بتائی تھی۔"

"ملی تھیں ان لوگوں سے؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور شہریار سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا "آخر تم یہ بات کیوں نہیں مان لیتیں لبنیٰ کہ صرف اور صرف فضل خان قاتل ہے اس نے اپنی غیرت اور اپنی بیٹی کے قتل کا انتقام لیا ہے۔"

"بس چند نکتے رہ گئے ہیں شہریار' وہ اور مل جائیں تو بات ختم ہو جائے گی" میں نے کہا۔

"وہ کیسے ملاؤ گی؟" شہریار نے پوچھا اور میں نے اچانک کہا۔

"کامران بخشی ظاہر ہے وہ سب کچھ نہیں جانتا ہو گا جو بیگم بخشی کو معلوم ہو گا۔ اگر وہ ہمیں کوئی بات بتا سکے تو؟"

"پوچھ لیتے ہیں۔" شہریار نے کہا کچھ دیر کے بعد ہم رحمان بخشی کی کوٹھی میں پہنچ گئے ماحول اسی طرح سوگوار تھا بیگم بخشی اپنی بہو اور بیٹے کے ساتھ باہر بیٹھی ہوئی تھیں۔ غمزہ ضرور تھیں مگر سنبھل گئی تھیں۔ ہم نے ان سے رسمی تعزیت کی اور پھر میں نے مطلب کی بات شروع کر دی۔

"رحمان صاحب کے قاتلوں کا تعلق لازمی طور پر مولوی عبدالجبار کے قتل سے ہے محترمہ اگر آپ ہمیں مولوی عبدالجبار کے بارے میں کچھ بتا سکیں تو شاید ان کا معمہ حل ہو جائے۔"

"مولوی عبدالجبار....." بیگم صاحبہ نے تلخ لہجے میں کہا پھر بولیں۔ "وہ مولوی کے بھیس میں ڈاکو تھا ایک خطرناک ڈاکو اور اس کا نام ظلمت خان تھا ان دنوں میں رحمان کے ساتھ شہباز خیل کے جنگلوں کے کنارے بنے سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ہی رہتی تھی۔" بیگم صاحبہ کی آنکھیں خیال میں ڈوب گئیں ہم دونوں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں دیکھنے لگے گل بدر کے انکشاف کی تصدیق بھی ہو گئی تھی اور..... اور شاید کوئی نیا انکشاف ہونے جا رہا تھا۔

○ --------- ☆ --------- ○

مسز بخشی کچھ دیر خاموش رہیں پھر انہوں نے کہا "بخشی صاحب خود بھی اس علاقے سے دہشت زدہ رہتے تھے اور وہاں سے نکلنا چاہتے تھے مگر کچھ ایسی الجھنیں تھیں جن کی بنا پر ہم



وہاں رہنے پر مجبور تھے پھر ایک رات اس وقت جب ہم سو رہے تھے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں اور ہم جاگ گئے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ان علاقوں میں اکثر قبیلوں میں مسلح تصادم ہوتے رہتے تھے چنانچہ جب ایسے واقعات رونما ہوتے تو میری نیند اڑ جاتی تھی۔ اس رات بھی مجھے نیند نہیں آ رہی تھی جبکہ میرے شوہر آرام سے سو رہے تھے پھر میں نے برآمدے میں کچھ آہٹیں سنیں اور دہشت زدہ ہو کر اٹھ گئی میں بمشکل تمام بخشی کو جگایا اور ہم لوگ برآمدے میں پہنچ گئے' تب ہم نے ایک آدمی کو دیکھا جو برآمدے کے ستون سے ٹکا ہوا بیٹھا تھا وہ ہوش میں تھا اور بری طرح نڈھال نظر آ رہا تھا' اس نے بمشکل تمام دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اس کی مدد کی جائے اس کے دشمن اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ بخشی کو رحم آ گیا وہ اسے سہارا دے کر اندر لائے اور پھر ہم سے جو کچھ بھی بڑا ہم نے اس کے لئے کیا اور تقریباً ڈیڑھ مہینہ اسے چھپائے رکھا اس کے زخم بہت تیزی سے بھر گئے اور وہ ہمارا بے حد ممنون تھا اس نے اپنا نام ہمیں ظلمت خان بتایا پھر جب وہ بالکل تندرست ہو گیا تو ہمارا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ کچھ دن کے بعد ایک بار پھر ظلمت خان آیا لیکن اب وہ اچھی حالت میں تھا اور اس نے ہمیں کچھ تحفے تحائف بھی دیئے یوں ایک طویل عرصے تک ظلمت خاں کا ہمارے ہاں آنا جانا رہا اور وہ میرے شوہر کا گہرا دوست بن گیا۔ خدا خدا کر کے اس علاقے سے بخشی کا تبادلہ ہوا اور ہم واپس آ گئے بخشی نے نوکری چھوڑ کر کاروبار کر لیا اور ہم وہاں کے واقعات بھول گئے لیکن کافی عرصے کے بعد ہم نے ایک بار پھر ظلمت خان کو دیکھا جو ایک باریش شخص بن چکا تھا اور اس کی پیشانی پر نماز کا نشان تھا' کسی آدمی کا اچھا ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں ہوتی لیکن نجانے کیوں مجھے اس شخص پر بھروسہ نہیں تھا جو تفصیلات بعد میں اس کے بارے میں پتہ چلیں انہوں نے مجھے اس سے اور زیادہ نفرت دلا دی یعنی اس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا اس بیوی کو جس سے اس نے زبردستی اس کے شوہر سے طلاق دلوا کر شادی کی تھی۔ وہ بچہ بھی اس کے ساتھ تھا اور وہ اسے لے کر بخشی کے پاس آیا تھا' بخشی بہت زیادہ بامروت تھے یا دوسرے معنوں میں اس سے ڈرتے تھے حالانکہ اس نے اپنا نام بدل کر مولوی عبدالجبار رکھ لیا تھا اور کچھ فاصلے پر رہتا تھا مجھے تو اس پر شدید اعتراض ہوا تھا اور میں نے بخشی سے کہا تھا کہ اس کمبخت سے اب تو پیچھا چھڑا لیا جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ پولیس میں اس کی رپورٹ کر دی جائے کہ یہ قتل کر کے بھاگا ہوا ہے اور وہاں ڈاکے ڈالتا رہا ہے لیکن بخشی نے سختی سے مجھے منع کر دیا کہ میں کبھی یہ الفاظ زبان پر نہ لاؤں' شوہر تھے ان کی وجہ سے خاموش ہو گئی اور میں نے اپنے بچوں کو بھی اس بارے میں کوئی حقیقت نہیں بتائی لیکن اس کا آنا جانا مجھے ناپسند تھا' غالباً اس نے بخشی کے پاس اپنا کچھ سرمایہ بھی رکھوایا تھا اور میں نے اس وقت بھی بخشی سے اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ سب ڈاکہ زنی کی رقم ہو گی تو بخشی نے کہا تھا کہ ہمیں اس کے کیا' اس نے یہ رقم امانت کے طور پر ہمارے پاس رکھوائی ہے اور تھوڑی تھوڑی کر کے لے جاتا رہتا ہے انہی دنوں بخشی نے مجھے یہ بھی بتایا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وہ گل جانہ کے بیٹے کا علاج کرانا چاہتا ہے' بخشی نے اس سلسلے میں شاید اسے ڈاکٹر تانیا سے ملوایا بھی تھا بعد میں کیا ہوا یہ مجھے نہیں معلوم لیکن اتنا میں جانتی ہوں کہ بخشی کی جان اس کمبخت کے چکر میں گئی۔ وہ خود تو مارا گیا لیکن بخشی کو بھی زندگی نہ مل سکی' آہ! میں نے ان سے ہزار بار کہا تھا کہ بروں کی دوستی بھی بری ہی ہوتی ہے' انسانیت اچھی چیز ہے لیکن کم از کم آدمی کو دیکھ بھال کر تو قدم اٹھانا چاہئے' مگر بخشی میری بات نہ مانے اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔" بیگم صاحبہ کی سسکیاں جاری ہو گئیں میں اور شہریار انہیں بڑی دیر تک تسلیاں دیتے رہے اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ فضل خان ہی اصل قاتل ہے۔ فضل خاں کو ظلمت خاں (مولوی عبدالجبار) کے بارے میں معلوم ہو گیا اور اس نے یہاں آکر نہ صرف اسے بلکہ اس کے مددگاروں کو بھی قتل کر دیا۔" وقت پھر پرسکون ہو گیا تھا۔ حالات معمول کے مطابق تھے اخبار کا دفتر پھر اپنا دفتر جہاں دنیا جہاں کی باتیں ہوتی تھیں ملنے جلنے والوں کا ایک حلقہ جس میں اب چند لوگ باقاعدہ شامل ہو گئے تھے۔ عرشی صاحب' بیرسٹر فیاض الدین ایس ایس پی شاہ صاحب یہ لوگ ایسے گھل مل گئے تھے کہ اب ہمیں ان کی نجی تقاریب میں بھی شامل ہونا پڑتا تھا اور بعض جگہ دلچسپ واقعات بھی پیش آجاتے تھے۔ جیسے ایک تازہ ترین تقریب جس میں ہمیں دعوت نامہ بیرسٹر فیاض الدین کے توسط سے ملا تھا لیکن وہاں میرے والد غضنفر خاں صاحب بھی مدعو تھے مجھے واقعی علم نہیں ہو سکا تھا کہ نواب توقیر زماں صاحب کے والد بزرگوار سے گہرے تعلقات ہیں یہی شکر تھا کہ اس تقریب میں ہمیں شہریار کے ساتھ نہیں گئی تھی بلکہ وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے تقریب میں پہنچتے ہی والد صاحب کو دیکھ لیا تھا اور فوراً ہی ان کے پاس پہنچ گئی تھی مگر اس سے پہلے کہ میں ان سے مخاطب ہوتی نواب توقیر زماں صاحب نعرہ لگا کر میرے پاس پہنچ گئے۔

"ہیلو مس لبنیٰ دیکھئے میں نے کیسا آپ کو پہچانا' مجھے توقیر زمان کہتے ہیں۔" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں انہیں سلام کیا۔ والد صاحب چونکہ بالکل قریب تھے اس لئے نواب صاحب فوراً بولے "آیئے غضنفر خان صاحب آپ کو ایک عظیم خاتون سے ملاؤں۔ مس لبنیٰ ہمارے ملک کی مایہ ناز جرنلسٹ اور نامور خاتون۔"

"خوب مگر اس تقریب میں پریس کی کیا گنجائش تھی توقیر.....!" والد صاحب نے کہا۔

"اوہو نہیں مس لبنیٰ کو میں نے پریس کے حوالے سے نہیں بلایا یہ دراصل.....!"

"مداخلت بے جا کے لئے معذرت خواہ ہوں نواب صاحب۔ شاید بیرسٹر صاحب نے آپ سے میرا پورا تعارف نہیں کرایا۔ غضنفر خاں صاحب میرے والد ہیں۔" میں خاں صاحب کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

"این..... کیا.....؟ یعنی..... این.....؟" نواب صاحب ہونقوں کی طرح منہ



"اگر ہم مکمل تعارف کرا دیتے تو یہ دلچسپ سچویشن کیسے بن سکتی تھی' جی نواب صاحب یہ لبنیٰ ہیں غضنفر حسین خاں روہیلہ کی صاحبزادی.....!"

"اماں عجب نامعقول ہو' احمق ہو' مجھے بے وقوف بنا لیا۔ ایں" نواب صاحب بگڑنے لگے میں گھر کے دوسرے لوگوں میں شامل ہو گئی اور شہریار گدھے کے سر کے سینگوں کی طرح غائب ہو گیا البتہ دوسرے دن ملاقات میں وہ مسلسل آہیں بھرتا رہا تھا۔

"آہ! بلبل' ہمارا تعارف بھی کسی معزز شخص کی حیثیت سے کرایا جاتا۔" میں ہنستی رہی تھی پھر اسی شام شاہ صاحب کا فون موصول ہوا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اس فون نمبر پر ہو گے.....!" انہوں نے کہا۔

"فرمایئے شاہ صاحب..... خیریت.....!"

"ہاں اگر مصروف نہ ہو تو میرے دفتر آجاؤ۔"

"بہت بہتر.....!" اس نے جواب دیا پھر ہم بھاگم بھاگ شاہ صاحب کے دفتر آگئے شاہ صاحب نے کہا "کوئی بہت اہم معاملہ نہیں ہے ایک قتل ہوا ہے تیرتھ رام بلڈنگ میں عالم قریشی تھانہ انچارج ہے اس علاقے کا' تفتیش کر رہا ہے میں نے سوچا تم لوگ بھی دیکھ لو۔"

"جی سر.....!" شہریار نے کہا

"فلیٹ سیل کر کے پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ تفصیل عالم قریشی سے معلوم کر لو۔ میں نے اپنے پاس تمہیں اس لئے بلا لیا ہے کہ تم لوگوں سے پوچھ لوں مصروف تو نہیں ہو۔"

"نہیں شاہ صاحب آپ کا حکم کافی ہے۔"

"مجھ سے رابطہ رکھنا.....!"

"بہت بہتر سر.....!" ہم فوراً وہاں سے چل پڑے شہریار نے راستے میں کہا شاہ صاحب کا جی نہیں چاہتا کہ معمولی معمولی چوریوں کے سلسلے میں بھی ہمیں مصروف کر دیں۔"

"انسانی زندگی کا مسئلہ مختلف ہوتا ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"پہلے کچھ تخصیص تھی کہ کوئی پیچیدہ مسئلہ ہمیں دیا جاتا تھا اب معمولی معمولی سے لوگوں کے چکر میں ہمیں ملوث کر لیا جاتا ہے۔"

"تمہارا دماغ کچھ خراب ہو رہا ہے شاید انسانوں میں تفریق کر رہے ہو.....!" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"جی نہیں ایسی بات نہیں ہے ڈر اس بات سے لگتا ہے کہ سیدھا سادھا کیس دے دیا جائے گا پھر قاتل کسی سوئی کے ناکے سے برآمد ہو گا جبکہ یہ کیس عالم قریشی کو کرنے دو سڑک پر سے مجرم اٹھا لے گا.....!"

"شہریار شرم کرو شہریار' یہ سب کچھ کہتے ہوئے تمہیں خدا کا خوف نہیں ہوتا۔"

"میری مراد غلط مجرم سے نہیں ہے' مطلب یہ ہے کہ مجرم سامنے ہو گا اور تم اسے پہلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کہیں سے کہیں پہنچا دو گی اس کے بعد آہستہ آہستہ' آہستہ آہستہ پردے ہٹاؤ گی۔"

"اور آپ ایک دم سے پردہ کھینچ کر جو سامنے نظر آئے گا اس کی طرف ہتھکڑیاں لیکر دوڑ پڑیں گے جی یہی نا.....!"

"ایک ہی بار تو ایسا ہوا ہے۔" شہریار نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا ہم پولیس اسٹیشن پہنچ گئے' عالم قریشی سے اس سے پہلے میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی گھٹے ہوئے بدن کا آدمی تھا چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز چمک تھی اور چہرے پر کینہ توزی کے آثار' ہمیں دیکھ کر اس کی نگاہوں کے تاثرات خوشگوار نہیں تھے' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تشریف لائیے' تشریف لائیے انسپکٹر صاحب' سنا ہے ان دنوں شہر میں ہونے والے تمام جرائم کا ٹھیکہ آپ ہی کو مل گیا ہے۔ محترمہ کا تعارف" اس نے میری طرف نظریں گھما کر کہا شہریار کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"تیرتھ رام بلڈنگ میں جو قتل ہوا ہے' مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتاؤ" عالم قریشی نے مجھ پر سے نگاہیں اٹھا کر شہریار کو دیکھا اور بولا۔

"کیا ان خاتون کے سامنے یہ تمام تفصیلات بتا دوں.....؟"

"اگر کوئی شرمناک بات ہو تو اس سے گریز کر لینا۔" شہریار نے ترکی بہ ترکی کہا.....

"ٹھیک ہے تیرتھ رام بلڈنگ کے فلیٹ نمبر چودہ میں ایک لڑکی رہتی تھی جس نے ایک ڈیڑھ مہینے پہلے یہ فلیٹ اس بلڈنگ کی مالکہ سے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ اس کا نام عابدہ فردوس تھا۔ بس اس سے زیادہ اس کے بارے میں نہ بلڈنگ کی مالکہ جانتی ہے اور نہ کوئی اور اس نے بتایا تھا کہ وہ کسی سکول میں ٹیچر ہے' نوکری کرتی ہے اور تنہا ہے' شریف لڑکی کہی جاتی ہے پڑوسیوں سے اس کا کوئی ربط و ضبط نہیں تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی اسے بلڈنگ میں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے' ویسے بھی اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ سنجیدہ فطرت اور خاموش مزاج تھی' تین دن پہلے اسے دیکھا گیا تھا اور اس کے بعد کسی نے اس کی جانب توجہ نہیں دی' اس کے فلیٹ کا دروازہ بند رہتا تھا بس شام ہی کو نظر آجاتی تھی' پڑوسیوں کا کہنا ہے کہ چونکہ اس کا کسی سے ملنا جلنا نہیں تھا اس لئے کوئی بھی اس کے آنے اور جانے پر توجہ بھی نہیں دیتا تھا کسی کو یہ نہیں پتہ چل سکا کہ تین دن سے فلیٹ کا دروازہ نہیں کھلا ہے بعد میں اس فلیٹ سے جب تعفن اٹھنے لگا تو لوگوں کو تشویش ہوئی' پہلے تو یہ اندازہ لگایا جاتا رہا کہ بدبو کہاں سے آرہی ہے پھر جب اس کا اندازہ ہو گیا تو مالکہ کے سامنے کمرے کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اندر لڑکی کی لاش موجود تھی اسے گردن میں رسی کا پھندہ ڈال کر قتل کیا گیا تھا اور وہ کمرے کے وسط میں زمین پر پڑی ہوئی تھی بس یہ ہے اس قتل کی تفصیل۔" عالم قریشی نے قتل کے سلسلے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"بعد کی تفتیش کیا ہے.....؟"



"بعد کو عرصہ ہی کتنا گزرا ہے' آج دوپہر ہی کو اس بارے میں تمام معلومات حاصل ہوئی ہیں اور میں نے موقع کی تمام تصویریں وغیرہ بنوالی ہیں ابھی تو صحیح طور پر وہاں تفتیش کا آغاز بھی نہیں ہوا کہ شاہ صاحب کو آپ لوگوں کی سوجھ گئی۔ وہ شاید کسی اور کو کام کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے....."

"عالم قریشی' تم اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو کام کرو' تمہیں روکا کس نے ہے.....؟"

"کیا خاک کام کریں' بس یہ ہتھکنڈے ہیں' ہم اچھی طرح جانتے ہیں کسی کو آگے بڑھنے کا موقع نہ دینے کی کوششیں۔ بہرحال آپ سے کیا شکوہ۔ آپ مجھے بتایئے میں کیا کروں" عالم قریشی نے کہا میں اس دوران بالکل خاموش رہی تھی حالانکہ عالم قریشی نے کئی بار نگاہیں اٹھا کر عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا تھا..... شہریار نے کہا۔

"لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دی ہے.....؟"

"ہاں اسی وقت بھجوا دی تھی....."

"پڑوسیوں کے بیانات وغیرہ.....؟"

"مختصراً بس آس پاس کے دو فلیٹوں میں رہنے والوں کے بیانات لے لئے گئے ہیں۔ مالکہ سے پوچھ گچھ کر لی گئی ہے' میں نے تو پروگرام بنایا تھا کہ رات کو فارغ ہونے کے بعد وہاں تحقیقات کروں گا لیکن شاہ صاحب کا حکم آیا کہ تمہیں یہاں بھیجا جا رہا ہے میں تم سے تعاون کروں خیر بھائی ہمیں کیا' ہمارا کام تو بس یہ ہے کہ جو ہدایات ملیں بس اس پر عمل کریں۔"

"تم اس چیز کو بالکل محسوس نہ کرو عالم قریشی' ظاہر ہے میں خود یہ واقعات اپنے آپ سے منسلک نہیں کرتا' مجھے بھی بس ہدایات مل جاتی ہیں اور پھر ہمارا مقصد ایک ہی تو ہے' کام کریں اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچائیں' وہ کام میں کروں یا تم' بات تو ایک ہی ہے....."

"نہیں شہریار صاحب بات ایک تو نہیں ہے' آپ سے بہت سے سینئر ابھی تک ایس آئی ہیں اور ان کی پروموشن کا دور دور تک کوئی چانس نہیں ہے' کام کرنے کا کوئی موقع ملے تو آدمی کام کرے نا ورنہ پھر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے....."

"ٹھیک ہے میں تمہاری یہ شکایت شاہ صاحب تک پہنچا دوں گا۔" شہریار نے کہا اور عالم قریشی ایک لمحے کے لئے پریشان سا نظر آنے لگا پھر اس نے بوکھلا کر کہا۔

"میرا یہ مطلب تھوڑی تھا' چلو چھوڑو کن چکروں میں پڑ گئے ہم' اچھا اب یہ بتاؤ کہ کیا کرنا ہے' ویسے اگر ان خاتون کا تعارف کرا دو تم تو میرا ذہن مطمئن ہو جائے گا۔"

"اگر تمہارا ان سے تعارف نہیں ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے' بس اتنا کافی ہے کہ یہ میرے ساتھ ہیں' تمہیں ان کے بارے میں زیادہ کرید نہیں کرنا چاہئے۔" شہریار نے کہا چونکہ ابتداء ہی سے عالم قریشی نے کچھ طنزیہ الفاظ کہہ دیئے تھے اور ماحول بگڑ گیا تھا اس لئے اب میری مداخلت بھی کچھ غیر مناسب سی ہو گئی تھی' میں نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھی پھر عالم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



قریشی ہمارے ساتھ ہی چل پڑا۔ میں نے اپنی کار پولیس اسٹیشن پر ہی چھوڑ دی تھی اور پولیس کی جیپ میں جا بیٹھی تھی فاصلہ خاموشی سے طے ہوا اور ہم تھوڑی ہی دیر کے بعد تیرتھ رام بلڈنگ تک پہنچ گئے۔

پرانی سی طرز کی ایک عمارت تھی اور اس میں تقریباً بارہ فلیٹ تھے سارے کے سارے بوسیدہ حال، بس کرایہ ہی وصول کیا جا رہا تھا، عمارت کو مالکہ غالباً اس پر کچھ خرچ کرنے کو تیار نہیں تھی، لکڑی کے زینے بنے ہوئے تھے اور پوری عمارت میں ایک عجیب سا ہنگامہ برپا تھا۔ پولیس کی جیپ جیسے ہی عمارت کے سامنے رکی بالکونیوں سے گردنیں جھانکنے لگیں۔ عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد دو کانسٹیبلوں کے ہمراہ ہم تینوں اس فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گئے، جس میں قتل ہوا تھا۔ عقب سے بلڈنگ کی مالکہ جو ایک بہت موٹی اور بھدی عورت تھی چیختی چلاتی آگئی۔

"سب کو نوٹس دوں گی ایک ایک کو بے دخل کر دوں گی صبر کرو۔ ارے تم میرے کو سمجھتے کیا ہو۔ ناک میں دم کر دیا ہے تم نے میرا۔" پھر اس نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا "ہم کو پولیس افسر صاحب، یہ سارے کے سارے میری جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اب بتاؤ میرا کیا قصور، کوئی میں نے اس کو مار دیا، یہ میرا مذاق بھی اڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں پکڑی جاؤں گی۔ کیا میرے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔" عالم قریشی نے غصیلے انداز میں اسے دیکھا اور پھر جھلا کر کہنے لگا "دفعان ہو جاؤ تم بار بار ہمارے پیچھے کیوں لگ جاتی ہو.........؟"

"اللہ تمہیں خوش رکھے پولیس افسر صاحب، بس یہ بتا دو کہ مجھے کوئی خطرہ تو نہیں ہے.........؟"

اگر تم فوراً یہاں سے نہ چلی گئیں تو تمہیں خطرہ پیش آسکتا ہے۔" عالم قریشی نے کہا اور پھر ایک کانسٹیبل سے بولا۔

"بڑی بی کو جہاں یہ رہتی ہیں وہاں پہنچا دو اور دروازہ باہر سے بند کر دو اس کے بعد انہیں یہاں نہیں آنا چاہئے" میں نے عالم قریشی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے اسے فلیٹ کی جانب متوجہ کیا، جہاں ایک کانسٹیبل پہلے سے موجود تھا، کانسٹیبل نے جلدی سے پولیس کا لگایا ہوا تالا کھول دیا اور میں شہریار اور عالم قریشی فلیٹ میں داخل ہو گئے کانسٹیبلوں کو باہر ہی چھوڑ دیا گیا تھا، فلیٹ میں کوئی خاص سازوسامان موجود نہیں تھا، سامنے ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس میں بائیں سمت باتھ روم تھا اور داہنی سمت کچن بنا ہوا تھا۔ دو کمرے تھے جن میں قدیم دو پٹ کے کواڑوں والے دروازے نظر آرہے تھے۔ ہلکا ہلکا تعفن اب بھی پھیلا ہوا تھا۔ ایک کمرے میں ایک بوسیدہ میز اور کرسی نظر آرہی تھی۔ فرش ننگا تھا۔ دوسرے کمرے میں پلنگ تھا جس پر بستر موجود تھا دیوار میں ایک الماری بنی ہوئی تھی جس میں چند جوڑے کپڑے موجود تھے۔ کچن میں چند ضرورتوں کے برتن باتھ روم میں غسل کا صابن وغیرہ یہ اس فلیٹ کا کل اثاثہ تھا۔



"لاش کہاں تھی۔" شہریار نے پوچھا۔

"بیڈ روم میں" عالم قریشی نے کہا۔

"فرش پر۔"

"ہاں۔"

"پوزیشن کیا تھی۔"

"تصویریں تیار ہو رہی ہیں بعد میں دے دوں گا۔ کروٹ کے بل پڑی ہوئی تھی گردن ٹیڑھی تھی چہرہ موت کا نشان بنا ہوا تھا۔ پورا لباس بدن پر تھا کوئی اور نشان نہیں تھا بظاہر یہ دوسری بات ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کچھ نکل آئے۔"

"ہوں" شہریار نے کہا پھر مجھ سے بولا۔ "تم تلاشی لے لو۔" میں باہر لوگوں سے بیانات وغیرہ لیتا ہوں۔" اور پھر وہ عالم قریشی کو لے کر باہر نکل گیا۔ میں خود یہی چاہتی تھی چنانچہ میں نے اسی کمرے سے آغاز کیا جہاں لاش پائی گئی تھی۔ مسہری کا گدا ٹٹولا۔ پھر الماری کی طرف متوجہ ہو گئی جس میں چھ جوڑے تھے۔ درمیانی قیمت کے کپڑے کے لباس تھے اور بار بار استعمال کئے ہوئے لانڈری کا کوئی مارک کسی کپڑے پر نہیں تھا جس کا مطلب ہے کہ تمام کپڑے گھر میں دھوئے جاتے تھے اس کے بعد دوسرے کمرے کو دیکھا میز کے درازوں میں کچھ بال پوائنٹ، دو سادہ کاپیاں ایک ڈائجسٹ کاپیوں پر کچھ نہیں لکھا ہوا تھا یہاں سے بھی کچھ نہیں ملا تو میں کچن میں گئی گیس کا چولہا لگا ہوا تھا۔ سستے قسم کے برتن تھے جو صاف ستھرے تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء بہت معمولی تعداد میں تھیں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے کوئی اندازہ قائم کیا جا سکے۔ لیکن پھر ایک کام کی چیز مل گئی تھی کچن میں چولہے کے عین سامنے دیوار پر کسی نوکدار چیز سے چند نمبر لکھے گئے تھے جو ایک ترتیب میں تھے میں نے ان نمبروں کو بہت غور سے دیکھا۔ چھ نمبر تھے گو ٹیڑھے میڑھے لکھے گئے تھے جیسے بے خیالی کے عالم میں کسی سوچ کے درمیان خودبخود کھرچ دیئے گئے ہیں۔ لیکن ترتیب اور پھر تعداد بتاتی تھی کہ کسی فون کے نمبر ہیں۔ میں نے انہیں نوٹ کر لیا۔ اس کے بعد کوئی اور چیز نہیں ملی چنانچہ میں باہر نکل آئی باہر مجمع لگا ہوا تھا زیادہ تر عورتیں تھیں، بلڈنگ کی مالکہ کو شاید ابھی ابھی لایا گیا تھا۔

"اے افسر صاحب بیس سال سے بیوہ ہوں خدا قسم ساری جوانی عزت سے گزار دی نعیم کے ابا خواب میں آتے ہیں تو بولتے ہیں اے جمیلہ تو جنت میں کب آئے گی میرے کو تیرا انتظار ہے۔" اس نے پھر واویلا شروع کر دیا کسی بڑے میاں کی آواز سنائی دی۔

"جھوٹا ہے تیرا میاں جمیلہ بائی مرنے کے بعد بھی جھوٹ بولتا ہے ارے خود بھی جہنم میں بیٹھا آگ تاپ رہا ہو گا وہ۔ تو کیا جنت میں جائے گی۔ تیری شکل ہے جنت میں جانے کی۔"

آواز لگانے والے بڑے میاں اوپری بدن سے ننگے تہمد باندھے باہر نکل آئے۔

"اور تیری شکل ہے جنت میں جانے کی بے ایمان سارے زمانے کے۔ ارے کائے کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میری زبان کھلوائے تے ... کے سامنے مالکہ نے کہا۔

"بتی بند کر دی ہے اس نے میری افسر صاحب پانی کا کنکشن کاٹ دیا ہے سات دن ہو گئے پورے قطرے قطرے کو ترس رہا ہوں۔ رپورٹ لکھ لو میری اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔"

"پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور تو ابھی تک اس میں ڈوب کر نہیں مرا۔ ارے پانچ مہینے سے کرایہ نہیں دیا ہے اس نے۔ پورے پانچ مہینے سے۔"

"چودہ سال سے رہ رہا ہوں اس بلڈنگ میں اس سے پوچھیں افسر صاحب کبھی........."

"خاموش' خاموش اب کوئی بولا تو اتنا ماروں گا کہ کھال نیچے اتر جائے گی۔" عالم قریشی زور سے گرجا اس نے بید ہاتھ میں لیا تھا' مالکہ آہستہ سے بولی۔

"میں تو چپ کھڑی ہوں افسر صاحب یہ ہی بولے جا رہا ہے لگا دو دو ڈنڈے اس کے۔"

میں نے بے اختیار ہنسی روکی تھی۔

"بیانات لے لئے آپ نے ان کے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں صرف ان سے کچھ پوچھنا ہے۔" شہریار نے مالکہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جو کچھ پوچھا جائے اس کا جواب دو۔" عالم قریشی نے کہا۔

"لو۔ پوچھا ہی کیا ہے مجھ سے جو جواب دوں۔" مالکہ نے کہا۔

"اس لڑکی کے بارے میں تم کیا جانتی ہو جو قتل ہو گئی ہے۔"

"خدا قسم کچھ نہیں جانتی۔"

"نام کیا تھا اس کا۔"

"عابدہ فردوس۔"

"کتنے عرصے سے اس نے یہ فلیٹ تم سے لیا تھا؟"

"پونے دو مہینے ہو گئے" مالکہ نے بتایا او رشہریار اس سے سوالات کرتا رہا لڑکی کی ضمانت کسی نے نہیں دی تھی اس نے افسردگی سے کہا تھا کہ اس شہر میں اس کا کوئی شناسا نہیں ہے۔ بڑی مشکل سے اسے ایک سکول میں نوکری ملی ہے مالکہ نے رحم کھا کر اسے رکھ لیا تھا اور اس نے تین ماہ کا کرایہ اسی وقت ادا کر دیا تھا۔ پھر کہیں سے اپنا مختصر سامان لیکر آ گئی بڑی شریف اور مغموم سی لڑکی تھی۔ پڑوس میں کسی سے نہیں ملتی تھی۔ صبح ساڑھے سات بجے نکل جاتی تھی شام کو چھ بجے واپس آتی تھی چھٹیاں بہت کرتی تھی اور پونے دو ماہ میں بمشکل بیس دن نوکری پر گئی ہو گی۔ باقی دنوں میں گھر میں قید رہی تھی اس دوران کوئی اس سے کبھی ملنے نہیں آیا تھا ایک بار مالکہ نے ہی اس سے پوچھا تھا کہ باقی سکولوں کی چھٹی تو دوپہر کو ہو جاتی ہے وہ کون سے سکول میں پڑھاتی ہے جس میں شام تک کام کرنا پڑتا ہے تو اس نے بڑی نرمی سے بتایا تھا کہ اس کے بعد وہ ٹیوشن پڑھاتی ہے تاکہ گھر میں کچھ سامان لایا جا سکے۔ موت سے تین دن پہلے بھی اس



نے چھٹی کی اور دن بھر گھر میں رہی تھی اس دن بھی کوئی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔ یہ مالکہ اور پڑوسیوں کا مشترکہ بیان تھا۔ شہریار نے جب سوال کیا کہ مالکہ نے اس کے سکول کے کسی فرد کی ضمانت کیوں نہ مانگی تو سٹپٹا گئی۔

"مجھے خیال ہی ہی نہیں آیا تھا افسر صاحب۔"

"کبھی تم لوگوں نے اس کے سکول کا نام بھی پوچھا۔"

"نہیں۔ وہ کسی سے ملتی جلتی تو باتیں ہوتیں۔" اس سے زیادہ اور کسی سے کیا پوچھا جاتا۔ ہم لوگ وہاں سے واپس چل پڑے۔ تھانے آ کر عالم قریشی نے کہا۔

"جی اور کیا حکم ہے۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ۔ جائے وقوع کا نقشہ اور تصویریں آپ مجھے کب دیں گے؟" شہریار بولا۔

"نقشہ اور تصویریں تو کل پیش کر دوں گا اور پوسٹ مارٹم رپورٹ ملنے پر۔"

"بے حد شکریہ اس تعاون کا قریشی صاحب۔" شہریار نے کہا۔ قریشی نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ رخ اپنے دفتر ہی کی طرف تھا۔ دفتر جا کر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔" یہ عالم قریشی بڑا بداخلاق نکلا چائے تک کے لئے نہ پوچھا۔"

"اس کا بس نہیں تھا ورنہ وہ ہم سے زہر کے لئے ضرور پوچھتا۔" شہریار نے ہنستے ہوئے کہا۔ گل بدر نے چائے پلائی اور چائے کے دوران شہریار بولا۔ "جی میڈم۔ دراصل میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ شرلک ہومز کو مونث کیسے کروں۔"

"احساس کمتری کو اپنے ذہن سے نکال دو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کیا گل افشانی ہو گی اس کیس کے بارے میں" شہریار نے کہا۔

"جی اس بے چاری کو اس کی تنہائی نے قتل کر دیا۔" میں نے جواب دیا۔

"یعنی خودکشی۔" شہریار اچھل پڑا۔

"جی نہیں۔ قتل ہوئی ہے وہ۔"

"تو پھر پہلا جملہ۔ اس کے کیا معنی ہو؟"

"پولیس اس تفتیش کے بعد کیا کہے گی۔"

"کچھ نہیں سر پکڑ کر بیٹھ جائے گی۔" شہریار نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"اس کا نام عابدہ فردوس ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نہ ہو۔ وہ ایک سکول میں ٹیچر تھی' ہو سکتا ہے نہ ہو۔ اس کا کوئی شناسا تھا۔ غلط ہے۔ وہ گھر سے باہر کہیں نہ کہیں تو جاتی ہو گی۔ کوئی اس سے ملنے نہیں آتا تھا۔ یہ بھی غلط ہے قاتل اس کے فلیٹ میں آیا اور اس نے اسے قتل کیا یہ دوسری بات ہے کہ اسے دیکھا نہ جا سکا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی ملاقاتی کو بھی کبھی دیکھا نہ جا سکا ہو۔ اس کے ہاں تحریر سے نام ایک لفظ نہیں نکلا۔ ناممکن بات ہے ہر شخص کچھ نہ کچھ کبھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نہ کبھی لکھتا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔"

"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔" شہریار نے رو دینے والے انداز میں کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑی۔

"جو کہنا چاہتی ہوں تمہیں کہہ نہیں سکتی شہریار خدا کے خصوصی بندے قاتل نے وہاں سے وہ سب کچھ غائب کر دیا جس سے اس کے بارے میں کوئی ثبوت مل سکتا۔"

"خدا اسے غارت کرے۔ بس کے حلوئے میں مرجائے وہ کچھ تو چھوڑ دیتا ہمارے لئے۔" شہریار بولا۔

"چھوڑ گیا ہے۔ تم نے غور نہیں کیا شہریار۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لئے چھوڑ گیا ہو گا مردود۔ ہم سے کسے رغبت ہے۔"

سنجیدہ ہونا ہے یا نہیں۔"

"ہونا ہے۔ دیکھ لینا مکڑیاں جالے بن دیں گی ایک دن پورے چہرے پر۔ کیا چھوڑ گیا ہے وہ ملعون بتاؤ تو سہی۔"

"یہ احساس کہ وہ ایک منجھا ہوا قاتل ہے اور اس گمنام لڑکی کا قتل اہم نوعیت کا حامل ہے۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"بس؟" شہریار نے کہا۔

"یہی کافی ہے۔"

"ہاں اور کیا کرنا ہے شاہ صاحب سے کیا کہوں۔"

"ابھی کچھ کہنا ضروری نہیں ہے کل تصویریں اور پوسٹ مارٹم رپورٹ لیکر دوپہر کو دفتر آجاؤ۔ لنچ دفتر میں ہی کریں گے۔" میں نے کہا کہ شہریار نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔

○ --------- ☆ --------- ○

دوسرے دن دوپہر سے پہلے میں نے ٹیلیفون ڈائریکٹری میں وہ نمبر تلاش کئے کسی ناصر سعیدی کے گھر کا فون نمبر تھا۔ دفتر ہی سے وہ فون نمبر گھما ڈالا۔ دوسری طرف سے کسی بچی کی آواز سنائی دی تھی۔

"سعیدی صاحب موجود ہیں۔ بیٹی۔" میں نے کہا۔

"ابو تو دفتر گئے ہیں۔ امی کو بلا دوں۔"

"ابو کب آئیں گے۔"

"چھ بجے" اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ دوپہر کو شہریار کو کچھ دیر ہو گئی لیکن اس نے ہسپتال سے فون کیا اور کہا کہ ٹھیک دو بجے پہنچ جائے گا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں دیر لگ رہی ہے۔ لاش کا کیا کیا جائے؟

"میرا خیال ہے سردخانے میں رکھوا دو۔ اخبار میں تشہیر کر دیں گے، ممکن ہے کوئی کلیم کر



لے۔"

"اوکے۔ میں رپورٹ لیکر آرہا ہوں۔" میں نے گل بدر سے کھانے کے لئے کہہ دیا اور وہ چلا گیا۔ پھر دو بجے وہ شہریار کے ساتھ ہی آیا تھا۔ اسے کہیں راستے میں مل گیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد شہریار نے ساتھ لایا ہوا فائل کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ سب سے پہلے میں نے مقتول عابدہ فدوس کی لاش کی تصاویر دیکھیں جو مختلف زاویوں سے بنائی گئی تھیں اس کے چہرے کے کلوزاپ بھی تھے۔ اچھے نقوش کی مالک تھی اور جاذب نگاہ تھی۔ گو تصویر موت کے بعد کی تھی لیکن اس چہرہ کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ عسرت زدہ ہو گا۔ لباس اور گھر کے حالات اس چہرے سے مختلف تھے۔ پھر میں نے پوسٹ مارٹم رپورٹ دیکھی۔ مقتولہ کے ساتھ کوئی اور زیادتی نہیں ہوئی تھی۔ وہ رسی یا کپڑا لاش کے گلے میں نہیں ملا تھا جس سے اس کی گردن دبائی گئی تھی۔ قتل تین دن قبل ہوا تھا۔

"شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔"

"ہاں۔ میں نے بتا دیا ہے کہ کام شروع کر دیا گیا ہے اور سچویشن بھی بتا دی ہے جانتی ہو شاہ صاحب نے کیا کہا۔"

"انوکھا سوال ہے۔ میں کیا جانوں۔"

"کہنے لگے چراغ گھسا۔ پہلے تو میں نہ سمجھ سکا وہ خود ہی بول پڑے۔ میرا مطلب ہے جن بابا سے مدد لی جائے۔ ویسے ایک بات بتاؤں لیلیٰ۔ صرف سرکاری کاروائی کے طور پر میرا عہدہ بڑھتا رہے گا ورنہ سب جانتے ہیں کہ میرے قبضے میں الہ دین کا چراغ ہے۔" شہریار یہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔ پھر بولا۔ "تم نے اخبار میں تشہیر کے بارے میں کہا تھا؟"

"خبر تو چھپ گئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"شام کے اخبار میں، تم نے اپنے اخبار میں نہیں لگائی۔"

"ضروری نہیں سمجھا تھا لیکن اب تصویر کے ساتھ لگا دوں گی۔ تمہاری طرف سے جاری ہونی چاہئے۔ سردخانے کا حوالہ دے دیں گے۔"

"اوکے" وہ بولا چار بجے ہم دونوں دفتر سے اٹھ گئے شہریار دفتر چلا گیا میں نے گھر کا رخ کیا تھا۔ شام کو چھ بجے تک گھر کے بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتی رہی۔ چھ بجے واپس کمرے میں آئی اور تیار ہو کر چل پڑی ناصر سعیدی کے گھر کا پتہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا۔ عمدہ آبادی میں چار سو گز کا بنگلہ تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ناصر سعیدی صاحب اچھی حیثیت کے مالک ہیں میں بنگلے میں داخل ہوگئی اور پھر ایک ملازم کے نظر آنے پر میں نے اس سے کہا کہ میں ناصر سعیدی صاحب سے ملنا چاہتی ہوں، ملازم نے مجھ سے میرا کارڈ طلب کیا اور میں نے اسے کارڈ دے دیا اور وہیں برآمدے میں انتظار کرنے لگی۔ ملازم چند ہی لمحات کے بعد واپس آیا اور مجھے لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔ ڈرائنگ روم میں مجھے بٹھا کر وہ چلا گیا اور میں انتظار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کرنے لگی۔ سادہ سا ڈرائنگ روم تھا کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دراز قامت دبلے پتلے بدن کا اسمارٹ سا معمر آدمی اندر داخل ہوا' گھریلو لباس پہنے ہوئے تھا آنکھوں پر خوبصورت فریم کی عینک لگی ہوئی تھی۔ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے مجھے ہیلو کہا اور میں نے اسے سلام کیا.....

"تشریف رکھئے مس لبنیٰ دراصل اہل خانہ نے مجھے اخبار بینی سے منع کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں اور صبح ہی صبح اخباری خبریں پڑھ کے پورا دن خراب کرلیتا ہوں' چنانچہ اخبار سے منادی ہوگئی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ میں آپ سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"ناصر سعیدی صاحب۔" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور ہنسنے لگا۔" ارے ہاں بھئی معاف کیجئے مجھے پہلے اپنا تعارف کرانا چاہئے تھا۔ میں ہی ناصر سعیدی ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ' میں جانتی ہوں آپ ابھی تھوڑی دیر قبل دفتر سے واپس آئے ہیں پتہ نہیں کیا مصروفیات ہوں گی' مگر آپ سے ملنا بے حد ضروری تھا۔"

"کوئی مصروفیات نہیں ہیں دفتر سے آنے کے بعد گھر کی بنی ہوئی ایک پیالی چائے ضرور پیتا ہوں' حالانکہ دفتر میں چائے آتی رہتی ہے لیکن گھر کی چائے کی تشنگی باقی ہی رہتی ہے آپ کو کیا پلواؤں' چائے یا کولڈ ڈرنگ؟"

"براہ کرم اس وقت تکلیف مت فرمایئے۔ میں بھی گھر سے ہی آ رہی ہوں اور شام کی چائے میں نے گھر پر ہی پی تھی' مزید ضرورت نہیں ہے۔"

"خیر فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔" ناصر سعیدی نے کہا اور میں نے بغیر کسی تمہید کے وہ تصور نکال کر ناصر سعیدی کے سامنے کر دی' جو عابد فردوس کے چہرے کا کلوز اپ تھا اس کی آنکھیں بے شک بند تھیں لیکن باقی تصویر سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ مردہ حالت میں ہے" ناصر سعیدی نے حیرانی سے تصویر میرے ہاتھ سے لے لی اور اسے دیکھنے لگے پھر دفعتہ" چونک کر بولے ....."یہ قیصرہ ہے ..... قیصرہ ناز....." میں کسی قدر حیران ہوگئی۔ ایک بدلا ہوا نام سامنے آیا تھا لیکن میں نے خود کو قابو میں رکھا۔ ناصر سعیدی نے تصویر کو چند لمحات تک دیکھا ..... پھر بولے ....."جی کیا بات ہے..... کوئی خاص بات ہے کیا .....؟"

"آپ ان خاتون کو جانتے ہیں ناصر صاحب.....؟"

"ہاں بھئی میری بیٹی کی دوست ہے' براہ راست تو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن عظمیٰ نے مجھے اس کے بارے میں اتنی کہانیاں سنائی ہیں کہ میں خود بھی اس کا گرویدہ ہوگیا۔ یہ سوئیڈن میں رہتی ہے اور وہیں کی شہری ہے میرا خیال ہے کہ میں غلط طریقہ گفتگو اختیار کر رہا ہوں لیکن اس سے پہلے آپ مجھے یہ تو بتائیں مس لبنیٰ کہ قصہ کیا ہے آپ اس کی شناسا کیسے



ہیں اور اس کی تصویر کے ذریعے مجھ سے کیا معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔"

"ناصر صاحب' میرا خیال ہے آپ صحیح گفتگو کر رہے ہیں مجھے اس خاتون کے بارے میں تفصیلی معلومات درکار تھیں' آپ براہ کرم مجھے ان کی مکمل تفصیلات بتا دیجئے میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔"

"بھئی یقین کرو' میں بذات خود کچھ نہیں جانتا اس کے بارے میں دراصل میرا داماد' یعنی میری بیٹی عظمیٰ کا شوہر سوئیڈن کی ایک فرم میں ملازمت کرتا ہے اور طویل عرصے سے وہیں اس کا قیام ہے' عظمیٰ اکثر اس کے پاس جاتی رہتی ہے اور وہاں سے واپس آکر مجھے سوئیڈن کی ساری کہانیاں سناتی ہے۔ وہ بہت ہی خوش مزاج لڑکی ہے اور دوست بنانے میں کمال رکھتی ہے اس بار اس نے سوئیڈن میں جس لڑکی کو دوست بنایا اس کا نام قیصرہ ناز ہے۔ وہ بھی وہیں کی رہنے والی ہے اس کے ساتھ بے شمار تصاویر بھی بنائی گئی تھیں اور عظمیٰ نے مجھے یہ تصویریں دکھاتے ہوئے قیصرہ ناز کی بڑی تعریفیں کی تھیں۔ بس اس حد تک جانتا ہوں میں اس لڑکی کے بارے میں..... ویسے اگر کوئی خاص بات تم اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہو تو عظمیٰ سے ملاقات کرلو....."

"کیا یہ ممکن ہے؟"

"ہاں وہ میرے پاس ہی رہتی ہے بس سال چھ مہینے میں ایک آدھ بار اپنے شوہر کے پاس سوئیڈن چلی جاتی ہے یا پھر منظور خود ہی آ جاتا ہے۔ میں عظمیٰ کو بلاتا ہوں۔" ناصر سعیدی صاحب نے کسی ملازم کو آواز دی .....ملازم شاید قریب ہی موجود تھا جب وہ اندر آیا تو انہوں نے عظمیٰ کو طلب کرلیا۔ میں خاموشی سے ناصر سعیدی کو دیکھنے لگی اور میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لینے لگے' ایک نئی بات نیا نام اور نہایت حیرتناک واقعات کے ساتھ بہرطور کچھ نہ کچھ انکشاف تو ہوگا ہی .....

تھوڑی دیر کے بعد جو خاتون اندر داخل ہوئیں ان کے خدوخال سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ عظمیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتی' باپ کے نقوش اس میں پائے جاتے تھے' خاص طور سے دراز قامتی خصوصی طور پر اشارہ کرتی تھی کہ وہ ناصر سعیدی صاحب کی بیٹی ہے۔ خوبصورت خدوخال کی مالک تھی۔ اندر داخل ہوئی' مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر سوالیہ نگاہوں سے باپ کو.....

"ان سے ملو عظمیٰ یہ لبنیٰ ہیں۔"

"ہیلو۔" وہ آگے بڑھی اور اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا پھر بولی۔" ڈیڈی مزید کچھ تفصیل .....؟"

"اخباری نمائندہ ہیں....."

"اوہو ویری گڈ" عظمیٰ نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر میرے قریب ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



بیٹھ گئی۔

"اور آخری بات یہ کہ یہ تصویر انہوں نے میرے ہاتھ میں دے کر مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا ہے۔" ناصر سعیدی نے تصویر عظمیٰ کے ہاتھ میں دی اور عظمیٰ نے دلچسپی سے اسے لے لیا۔ پر دفعتاً ہی اس کے ہونٹ سکڑ گئے اور مدھم سی آوازیں اس کے منہ سے نکلی۔"

"اوہ سوئیٹ قیصرہ ..... یہ تصویر آپ کو مس لبنیٰ نے دی ہے ڈیڈی۔" اس نے باپ سے پوچھا؟۔

"مس لبنیٰ آپ قیصرہ کو جانتی ہیں.....؟"

"جاننا چاہتی ہوں۔" میں نے مدھم سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا مطلب ..... میں سمجھی نہیں.....؟"

"کیا آپ ان سے میرا تفصیلی تعارف کرا سکتی ہیں محترمہ عظمیٰ۔" میں نے سوال کیا.....

"اوہ یہ سوئیڈن میں ہے آنے والی ہے میں اس سے تمہاری ملاقات ضرور کرا دوں گی۔" عظمیٰ نے کہا۔

"آپ مجھے ان کے بارے میں تفصیل بتا سکتی ہیں۔"

"کیسی تفصیل؟"

"آپ کی ان سے کب ملاقات ہوئی تھی.....؟"

"اسی سال فروری میں' میں سوئیڈن گئی تھی مارچ اپریل وہاں رہی تھی۔ اپریل کو واپس آئی ہوں۔ اسی دن میری اس سے آخری ملاقات ہوئی تھی۔ ایئرپورٹ پر انہوں نے مجھے خدا حافظ کہا تھا اور وعدہ کیا تھا ایک دو ماہ میں ہی یہاں آئے گی۔"

"ان کا وہاں قیام کے سلسلے میں ہے۔"

"وہیں رہتی ہے مستقل وہیں رہتی ہے اس وقت نا سمجھ تھی جب اس کے ڈیڈی سوئیڈن پہنچے تھے ایک سال قبل ان کا انتقال ہو گیا ماں پہلے ہی نہیں تھی لیکن وہ مطمئن ہے خوش ہے۔"

"اس کے ڈیڈی وہاں کیا کرتے تھے....."

"سوئیڈش بینکنگ کونسل کے ایڈوائزر تھے۔ بڑی حیثیت کے مالک' شاید کسی بڑی صنعت میں شیئر ہولڈر بھی تھے۔ اس سلسلے میں کبھی اس سے کوئی تفصیلی گفتگو نہیں ہوئی۔"

"ان سے خط و کتابت ہوتی ہے آپ کی.....؟"

"صرف ایک خط میں نے لکھا تھا اسے اور اس نے جواب دیا تھا اس کے بعد ہم دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ ملاقات بھی وہیں ہوئی کہ ہم دونوں پڑوسی تھے ہم زبان تھے۔ وہ بہت اچھی انسان ہے۔"

"یہاں اس کے عزیز موجود ہیں۔"

"میرے خیال میں کوئی نہیں ہے۔ اس نے صرف میرے پاس رہنے کا وعدہ کیا تھا میری



وجہ سے وہ کہہ رہی تھی اس طرح وہ اپنا اور اپنے باپ کا وطن بھی دیکھ لے گی۔"

"ماں کا انتقال یہیں ہوا تھا....."

"ہاں شاید ..... اس کے بعد اس کے ڈیڈی اسے لے کر سوئیڈن گئے تھے۔ سوری مس لبنیٰ یقیناً ابھی آپ مجھ سے اور سوالات کرنا چاہتی ہوں گی۔ لیکن اب میں اپنے تجسس کو برداشت نہیں کر پا رہی' آپ کس سلسلے میں یہ معلومات حاصل کر رہی ہیں....." عظمیٰ نے شائستگی سے کہا۔

"یہ تصویر آپ غور سے دیکھئے عظمیٰ صاحبہ....." میں نے تصویر اس کے سامنے کر دی اور وہ متجسس نظروں سے تصویر دیکھنے لگی پھر بولی "عجیب تصویر ہے کیا یہ سوتے ہوئے اتاری گئی ہے؟"

"نہیں یہ اس کی موت کے بعد کی تصویر ہے۔" میں نے کہا اور عظمیٰ کے ساتھ سعیدی صاحب بھی اچھل پڑے۔ عظمیٰ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھنے لگی جیسے میرے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ سعیدی صاحب نے تصویر میرے ہاتھ سے لے لی اس پر غور کرنے لگے عظمیٰ نے کہا ..... "آپ سنجیدہ ہیں مس لبنیٰ....."

"جی عظمیٰ خاتون ..... مجھے احساس ہے کہ یہ خبر آپ کے لئے افسوس ناک ہے۔"

"مگر مگر....." عظمیٰ کی آواز بھر آ گئی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"یہ کیسے ہوا کب ہوا.....؟"

"کچھ انوکھی کہانی ہے آپ کے لئے خصوصاً انوکھی ہو گی۔ آپ سے ایک بار پھر درخواست کرتی ہوں کہ آپ اس تصویر کو غور سے دیکھیں اور پھر مجھے بتائیں کہ کیا یہ قیصرہ ناز ہی ہے۔"

عظمیٰ نے تصویر سعیدی صاحب سے لے لی اور آنکھیں صاف کر کے اس پر غور کرنے لگی۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔ "یقیناً کوئی فرق نہیں ہے کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"پولیس کو اس کا نام عابدہ فردوس معلوم ہوا ہے اور اس کی لاش عجیب و غریب حالات میں پائی گئی ہے۔" میں نے پوری تفصیل ان دونوں کو بتا دی اور دونوں حیران ہو گئے سعیدی صاحب نے کہا۔

"کوئی بگڑا ہوا معاملہ لگتا ہے بڑی پراسرار موت ہے۔ مگر مس لبنیٰ آپ کو ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہوا.....؟"

"میں نہیں جانتی ایک پولیس آفیسر نے میری رہنمائی آپ تک کی ہے۔" میں نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

"ہم مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔" سعیدی صاحب بولے۔

"قطعی نہیں..... اس کی ذمے داری میں قبول کرتی ہوں۔ کل لاش کی تصاویر اخبارات میں شائع ہوں گی تاکہ اس کے ورثاء تلاش کئے جائیں۔ اگر کوئی وارث نہ ہوا تو اس کی تدفین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سرکاری طور پر کر دی جائے گی- میں آپ سے ایک اور درخواست کرنا چاہتی ہوں..... عظمیٰ صاحبہ آپ سردخانے میں یہ لاش دیکھیں اور یہ اندازہ لگائیں کہ کیا یہ قیصرہ ہی کی لاش ہے-"

"میں ضرور آپ سے تعاون کروں گی-" عظمیٰ نے کہا-

"تم ہم سے جو چاہو کام لے سکتی ہو لبنیٰ بیٹی- بس ہم کسی مصیبت میں نہ پھنسنے پائیں-" سعیدی صاحب نے پر تشویش لہجے میں کہا-

"اس کا وعدہ میں آپ سے کر چکی ہوں-" میں نے کہا..... عظمیٰ کو ساتھ لے کر میں ہسپتال پہنچی سردخانے میں اس لاش کو دیکھنا مشکل نہیں ہوا- عظمیٰ نے یہاں بھی تصدیق کی کہ لاش قیصرہ ناز ہی کی ہے- قدو قامت' بدن انداز ..... ہاتھ پاؤں ..... واپسی میں میں نے اس سے کہا-

" آپ کو ایک کام اور کرنا ہے عظمیٰ صاحب وہ یہ کہ فوری طور پر اپنے شوہر سے رابطہ قائم کر کے قیصرہ کے بارے میں معلومات کرائیں-"

"میں نے خود یہی فیصلہ کیا تھا-"

"میں آپ سے دوبارہ ملاقات کروں گی- آپ ذہن پر یہ بھی زور دیں کہ ممکن ہے قیصرہ نے کبھی آپ سے یہاں کے واقعات کا تذکرہ کیا ہو- ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات آپ کو یاد آ جائے جو اس سلسلے میں معاون ہو-" عظمیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا- چند لمحات کے بعد وہ بولی

"کیا ہم یہ لاش تدفین کے لئے حاصل کرلیں.....؟"

"ہرگز نہیں عظمیٰ صاحبہ ..... بھول کر بھی نہیں- میں نے سعیدی صاحب سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں کسی الجھن میں نہ پڑنے دوں گی-" عظمیٰ خاموش ہو گئی- میں نے اسے اس کی رہائش گاہ پر اتار دیا اور واپس چل پڑی- گھر کا رخ ہی کیا تھا اور شہریار کے خیال سے مسکرا دی تھی- بالآخر الجھنوں کا آغاز ہو گیا تھا کچھ نئے کردار منظر عام پر آ گئے جن پر ذہنی ورزش کرنی تھی معاملہ دلچسپ ہونے لگا تھا مگر گھر میں کچھ اور الجھنیں میرا انتظار کر رہی تھیں- کچھ خطرناک الجھنیں.....

○ ---------- ☆ ---------- ○

والدہ صاحبہ نے کہا کل تم آفس نہیں جاؤ گی کچھ مہمان آ رہے ہیں.....!

"کون امی.....؟"

"تمہیں جیلانی خالو یاد ہیں.....؟"

"خالو کیا ہوتا ہے.....؟" میں نے کان میں انگلی گھماتے ہوئے اپنی ایک کزن سے پوچھا جو اس وقت یہاں موجود تھی- میری کزن ہنس پڑی مگر والدہ صاحبہ نے غصے سے کہا-

"مسخرہ پن نہ کرو' رعنا میری دور کی پھوپھی زاد بہن ہیں یہ خاندان بہت عرصے قبل نائیجیریا چلا گیا تھا- جیلانی بھائی نے وہاں جا کر تقدیر بنالی اب یہاں آ گئے ہیں اور بہت بڑا کاروبار



شروع کیا ہے-"

"افوہ' اتنے سارے مسائل ایک ساتھ" میں نے دل ہی میں دہشت زدہ ہوتے ہوئے کہا بات کافی خطرناک معلوم ہوتی تھی-

"کیسے مسائل.....؟" امی نے پوچھا

"دور کی خالہ ہیں' یعنی دور کی پھوپھی زاد بہن ہیں وہ آپ کی' اگر دور ہی رہیں تو کیا حرج ہے یہاں کچھ کمی ہے خاندان والوں کی کچھ اور لوگوں کا اضافہ ہو جائے گا میں کہتی ہوں میلہ لگانے کا شوق کیوں ہے آپ.....؟"

"ناخن گوشت سے جدا ہوتے ہیں کبھی" والدہ صاحبہ نے کہا-

"باآسانی جدا ہو جاتے ہیں بس ایک عدد پلاس درکار ہوتا ہے.....؟"

"لبنیٰ-" امی نے سرزنش کی-

"دوسری بات وہ لوگ نائیجیریا ہجرت کر گئے تھے کالے سیاہ ہو گئے ہوں گے سب کے سب.....!"

"ایک بار دیکھ تو لو' خاص طور سے قائم تو شہزادہ معلوم ہوتا ہے کسی ملک کا....."

"یقیناً نائیجیریا کا" میں نے کہا پھر چونک کر بولی" ویسے یہ قائم کون ہیں؟"

"رعنا کا بیٹا"

"یعنی میرا ایک اور عدد بھائی بڑا ہے مجھ سے.....!"

"پانچ سال" امی نے جواب دیا-

"گویا بھائی جان کہنا پڑے گا" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میری کزن سائرہ منہ دبا کر باہر نکل گئی- "تیسری بات انہوں نے وہاں جا کر تقدیر بنائی تو یہاں ضرور ان کی تقدیر دوبارہ خراب ہو جائے گی اگر آپ کو ان سے محبت ہے امی تو انہیں مشورہ دیں کہ واپس نائیجیریا چلے جائیں-"

"لبنیٰ..... بہت عرصہ ہو گیا تمہیں واپس آئے ہوئے جو چاہا کیا ہے تم نے' میں نے تم سے تعاون کیا لیکن اب ہمیں اپنا فرض پورا کرنے دو.....!"

"کیا حکم ہے امی.....؟" میں نے زچ ہو کر پوچھا-

"کل تمہیں گھر میں رہنا ہے-"

"کس وقت آئیں گے وہ لوگ.....؟"

"شام کی چائے پر بلایا ہے-"

"چائے صبح سے تیار کرنی پڑے گی ان لوگوں کے لئے.....؟"

"کیا مطلب .....؟"

"کم از کم چھ بجے آئیں گے وہ.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ہاں یقیناً.....!"

"میں پانچ بجے آجاؤں گی۔"

"ایک دن نہ جاؤ گی تو کیا تنخواہ کٹ جائے گی.....؟" امی نے کہا

"پانچ بجے گھر آجاؤں گی۔" میں نے حتمی لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل آئی موڈ بری طرح خراب ہو گیا تھا۔ وہی احمقانہ باتیں' وہی فرسودہ ذمے داریاں جو خوامخواہ خود پر طاری کر لی جاتی ہیں۔ سامنے ہی سائرہ نظر آئی' میرے ساتھ آؤ" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور سائرہ ہنستی ہوئی میرے پیچھے آگئی تھی۔ "بیٹھو اور بتاؤ کیا قصہ ہے۔"

"وہ آپ کو دیکھنے آرہے ہیں۔" سائرہ نے کہا۔

"کیا شے ہیں.....؟"

"جیلانی خالو ہیں۔" سائرہ ہنس پڑی۔

مجھے تمہارے دانت توڑنے میں کوئی تکلف نہ ہو گا سمجھیں" میں نے غرا کر کہا۔

"ارے تو کوئی میں نے بلایا ہے واہ بلاوجہ مجھ پر بگڑ رہی ہو۔"

"چکر کیسے چلا.....؟" میں نے پوچھا۔

"خدا کی قسم مجھے نہیں پتہ.....!"

"ڈیڈی کو علم ہے.....؟"

"ہے....."

"کیا کہہ رہے تھے.....؟"

"ہنس رہے تھے کہہ رہے تھے اس سے شادی کرنے کے لئے کوئی لڑکا نہیں لڑکی تلاش کرو۔"

"زندہ باد' یہ کہا ڈیڈی نے اس کا مطلب ہے کہ وہ سنجیدہ نہیں" میں نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر پرس سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکال کر سائرہ کو دیتے ہوئے کہا "لو عیش کرو..... اور ہاں بعد میں بھی ذرا اس ڈرامے پر نگاہ رکھنا.....!"

"سلام سیٹھ آپ بے فکر رہو" سائرہ نے لپک کر نوٹ مجھ سے لیا اور سلام کرتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگ گئی میں اپنے معمولات میں مصروف ہو گئی والدین یہ سب کچھ کیا ہی کرتے ہیں ڈیڈی سنبھلے رہیں کوئی خطرہ نہیں رہ گئی باقی باتیں تو سوئٹ شہریار معصوم ساتھی' ہمیشہ ہمیشہ کا دوست اور سب کچھ کون اس کی جگہ لے سکتا ہے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ذہن پر کچھ دھبے آگئے تھے سوچیں منتشر ہو گئی تھیں زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے تھوڑا سا ہنگامہ..... یہ تو جاری رہے گا اس وقت تک جب تک شہریار کچھ بن نہ جائے ابھی خاصا وقت یہ ہنگامے کرتے ہوئے گزرنا تھا بڑی مشکل سے ذہن یکسو کیا اس مسئلے پر غور کرنا تھا۔ عابدہ فردوس قیصرہ ناز سویڈن میں رہنے والی قیصرہ ناز یہاں تیرتھ رام بلڈنگ میں عابدہ فردوس بن کر



کہاں سے آگئی اور کیوں آگئی وہ صرف دو ماہ قبل یہاں آئی تھی اور عظمیٰ کا کہنا ہے کہ قیصرہ نے اس سے آنے کا وعدہ کیا تھا' تعین یہ کرنا ہے کہ کیا عابدہ فردوس اور قیصرہ ناز ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں یا صرف قائم نائجیریا کا شہزادہ ہے۔ ایس لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ..... یہ نائجیریا کا شہزادہ یہاں کہاں سے آگھسا امی کے الفاظ کے تاثرات ابھی تک ذہن سے دور نہیں ہوئے تھے میں نے کوشش کر کے ذہن صاف کیا اور بستر سے اٹھ کر میز پر آ بیٹھی کاغذ اور قلم نکالا اور اپنے مخصوص انداز میں پوائنٹس لکھنے لگی ان کی ترتیب میں نے یوں کی تھی۔

نمبر ایک..... تیرتھ رام بلڈنگ میں ایک لڑکی قتل ہو گئی اس نے خود کو سکول ٹیچر بتایا تھا۔

نمبر دو..... سکول کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم۔

نمبر تین..... فلیٹ میں موجود اشیاء سے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا کیوں.....؟

اس لئے کہ اس کی شخصیت صیغہ راز میں رہے۔ حالات' لباس اسے عسرت زدہ ظاہر کرتے ہیں فون نمبر..... بے مقصد نہیں تھا اگر وہ قیصرہ ناز نہیں تھی تو پھر وہ فون نمبر وہاں کیوں ملا؟ اس کا مطلب تھا کہ کل پانچ بجے گھر ضرور واپس آجانا ہے افوہ لعنت ہے اس دماغ پر اس وقت یہ کوئی فیصلہ نہ کرنے دے گا میں نے کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا لیمپ بجھایا اور بستر پر دراز ہو گئی ویسے معاملہ انتہائی الجھا ہوا تھا اور معیاری نوعیت کا تھا پھر مجھے شہریار یاد آیا اور ہنسی آگئی بے چارے شاعر پر کیا افتاد پڑی تھی اگر اسے نائجیریا کے قائم کے بارے میں بتا دیا جاتا تو اس کی جو کیفیت ہوتی اس کا مجھے اندازہ تھا۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

دوسرے دن صبح وقت سے پہلے نکل آئی صبح ہی صبح وہ تذکرہ نہیں سننا چاہتی تھی دفتر میں بہت کم لوگ آئے تھے میں اپنے کام میں مصروف ہو گئی دس بجے امی کا فون آگیا۔

"سب سمجھ رہی ہوں پانچ بجے سے پہلے گھر آجانا۔"

"آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے.....؟"

"میں چاہتی ہوں تم ان لوگوں سے مل لو فیصلہ تو بعد میں ہی کرنا ہے کم از کم اس حد تک تو پسند کرو گی کہ لوگ تمہارے کردار پر انگشت زنی نہ کریں تمہیں ہم سے باغی نہ سمجھیں۔"

"کمال کرتی ہیں امی ایسا کبھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بس یاد دہانی کے لئے فون کیا تھا۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" میں نے کہا اور امی نے فون بند کر دیا سوچنا پڑا تھا والد صاحب مجھے جان چکے تھے امی گھریلو خاتون تھیں بیٹی کا نام کانچ کے نازک برتن کی حیثیت سے آج بھی ان کے ذہن میں تھا حالانکہ اب یہ برتن بہت مضبوط ہو چکے ہیں بہرحال ملنا تو تھا ان لوگوں سے دیکھنا یہ تھا کہ یہ قائم اور یہ نائجیریا پلٹ لوگ کیا چیز ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ساڑھے گیارہ کا وقت میری زندگی سے کچھ گہرا تعلق رکھتا ہے عموماً ان اوقات میں کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے۔ آج ساڑھے گیارہ بجے میں نے عظمیٰ کو اچانک اپنے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور میں کسی قدر حیران اور مسرور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہیلو عظمیٰ صاحبہ......... اوہ......... ویری گڈ......... آپ کے آنے سے مجھے دلی خوشی ہوئی ہے کیسی ہیں آپ.........؟"

"بہترین......... یہ نہیں پوچھوں گی کہ مصروف تو نہ تھیں ظاہر ہے دفتر میں لوگ آرام کرنے نہیں آتے۔"

"اس کے باوجود میں فارغ ہوں کیونکہ تقریباً سارے کام نمٹا چکی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بارے میں لوگ تو خیر کچھ کہنے کی جرات نہیں کر سکتے لیکن میں خود یہ ضرور کہتی ہوں کہ بڑی چیکو قسم کی عورت ہوں اور جس معاملے سے دلچسپی پیدا ہو جائے اس سے متعلق لوگوں کو عاجز کر دیتی ہوں، تم سے ملاقات کرکے تمہاری شخصیت پر غور کیا، خاصی پسند آئیں تم مجھے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ جو معاملہ ہے وہ بھی اتنا دلچسپ ہے کہ میں رات کو تقریباً ایک بجے تک اس پر غور کرتی رہی، بہت زیادہ آگے بڑھ کر تو کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں لیکن تمہارے ذریعے یہ سب کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں، یوں سمجھ لو کہ اس میں، میں تمہیں بہترین معاون کی حیثیت سے نظر آؤں گی۔"

"شکریہ عظمیٰ مجھے بھی آپ کی بے حد ضرورت ہے اور یقیناً میں آج کسی نہ کسی وقت آپ سے ضرور ملاقات کرتی" میں نے کہا۔

"میں بالکل فرصت سے رہتی ہوں کیونکہ منظور، جیسا کہ تمہارے علم میں ہے ملک سے باہر ہیں، بچوں وغیرہ کا بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے بس چھوٹے موٹے گھریلو معاملات اور اس کے بعد فرصت ہی فرصت، بہت سی دوست ہیں، بس ان کے ساتھ پروگرام رہتے ہیں، تمہیں بھی اپنے دوستوں میں تصور کر بیٹھی ہوں........."

"شکریہ عظمیٰ۔"

"ویسے قیصرہ ناز کے بارے میں یہ ساری کہانی سن کر مجھے شدید حیرت ہوئی ہے، بات سمجھ میں ہی نہیں آرہی کہ قصہ کیا ہے، قیصرہ ناز کو یہاں آنا تھا اور اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا مجھ سے کہ سیدھی میرے پاس آئے گی، مجھے اپنے آنے کی اطلاع دے گی مگر پتہ نہیں کیا ہوا، کیا چکر ہے یہ، بات کچھ اور آگے بڑھی.........؟"

"یہاں آپ مجھے یہ بتائیے کہ منظور صاحب سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ نے کچھ کیا.........؟"

"کر کے آئی ہوں......... میں تفصیل سے منظور سے اس بارے میں معلومات حاصل



کرنے کی ہدایت کرکے آئی ہوں اور بہت جلد ہمیں اس سلسلے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"گڈ، ویری گڈ، عظمیٰ صاحبہ آپ سے کچھ سوالات مجھے اس سلسلے میں کرنے ہیں.........؟"

"ضرور کرو بھئی، میرا خیال ہے ہماری کل کی گفتگو بھی تشنہ رہی تھی۔ ویسے میرے والد چونکہ ہائی بلڈ پریشر کے مریض ہیں اس لئے میں ان کے سامنے بہت زیادہ تجسس کا مظاہرہ نہیں کر سکی تھی لیکن مجھے جس قدر حیرت ہو سکتی تھی، تمہیں خود بھی اس کا اندازہ ہو گا۔"

"کیوں نہیں" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا.........

"حیران کن بات ہے، انتہائی حیران کن کہ قیصرہ ناز نے یہ الجھاوا کیوں اختیار کیا.........؟"

"اس سلسلے میں آپ مجھے یہ بتائیے کہ سوئیڈن میں آپ کی ملاقات کیسے ہوئی تھی؟"

"شاید میں نے بتایا تھا کہ قیصرہ ناز، سوئیڈن میں ہمارے بالکل پڑوس میں تھی اور چونکہ ہم زبان تھی اس لئے پہلے تعارف ہوا اور اس کے بعد تعلقات بڑھ گئے۔ دیار غیر میں اور وہ بھی ہم زبان لوگ مل جائیں اور پھر عورتیں ہوں تو یوں سمجھ لو کہ مشکل کا کوئی سوال ہی نہیں۔"

"آپ لوگوں کے درمیان ذاتی گفتگو بھی ہوتی ہو گی.........؟"

"بس اس حد تک جس حد تک باسلیقہ لوگ ایک دوسرے کے بارے میں کر سکتے ہیں۔"

"مثلاً میں خصوصاً آپ سے ایک سوال کر رہی ہوں، کیا کبھی آپ نے قیصرہ ناز سے یہ پوچھا کہ یہاں اپنے وطن میں اس کے عزیز واقارب ہیں اور اگر ہیں تو کہاں ہیں، والدہ کے عزیز، والد کے عزیز، کسی نہ کسی سے تو رابطہ رہا ہو گا.........؟"

"ہاں چونکہ یہ ایک جنرل سوال تھا اس لئے میں نے اس سے کیا تھا جواب میں اس نے کہا کہ چونکہ بچپن میں اسے سوئیڈن لے آیا گیا تھا اور ماں کی موت کے بعد اس کے والد ہی نے اس کی پرورش کی تھی چنانچہ یہاں سے بالکل ہی رابطہ ٹوٹا رہا اگر بہت ہی قریبی عزیز ہوتے تو یقیناً آنا جانا بھی رہتا کوئی سوئیڈن آتا، ان لوگوں کا یہاں آنا ہوتا......... لیکن ایسی کوئی بھی بات نہیں ہوئی، جس کا مطلب یہی تھا کہ اس کا کوئی بھی قریبی عزیز یہاں نہیں ہے۔"

"ہوں، ویسے سوئیڈن میں اپنے والد کی موت کے بعد وہ پریشان تو نہ تھی؟" میں نے سوال کیا اور عظمیٰ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

"پریشان ہونے کا کوئی اظہار تو نہیں ہوتا تھا اس کے انداز سے کیونکہ وہ بچپن ہی سے وہاں رہتی تھی اور اس ماحول کی پوری طرح سے عادی تھی۔"

"ایک بات اور محترمہ عظمیٰ، کیا وہ بہترین اردو بولتی تھی میرا مطلب ہے بامحاورہ اور مقامی لوگوں کی مانند.........؟"

"ہاں۔ اس سلسلے میں بھی اس سے بات ہوئی تھی، وہ بامحاورہ اردو بولتی تھی اور کہیں بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اس کے انداز میں اردو سے ناواقفیت نہیں پائی جاتی تھی۔"

"ہوں' پھر آپ کا کیا خیال ہے عظمیٰ صاحبہ' یہاں وہ اس انداز میں آکر کیوں رہی' یہ پراسرار کہانی کیا حیثیت رکھتی ہے.....؟"

"کہانی بے شک انتہائی پراسرار ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں' وہ بلاشبہ عبرتناک ہیں۔ ویسے آج کے اخبار میں اس کی تصویر شائع ہوئی ہے اور اس کے لواحقین سے درخواست کی گئی ہے کہ لاش کے حصول کے لئے وہ پولیس سے رجوع کریں۔"

"جی ہاں۔"

اس کا کوئی نتیجہ نکلا؟ عظمیٰ نے سوال کیا۔

"ابھی کہاں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' اور پھر اگر کچھ مسئلہ ہوا بھی ہو گا تو پولیس کے علم میں ہو گا' میں نے ابھی اس سلسلے میں معلومات حاصل نہیں کیں۔"

عظمیٰ نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولی۔ "ویسے لبنیٰ پوچھ سکتی ہوں کہ تم براہ راست ان معاملات میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"آپ اسے میرا شوق سمجھ لیں عظمیٰ' میری ضرورت سمجھ لیں ظاہر ہے اخبار کا پیٹ بھرنا ہوتا ہے۔"

"ویسے تمہارا آفس بہت شاندار ہے' تم سے مل کر مجھے واقعی خوشی ہوئی ہے۔ کل ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم بڑی شارپ قسم کی لڑکی ہو۔"

"شکریہ۔"

"تو پھر میں تمہیں بہت جلد منظور کی طرف سے ملنے والی اطلاع سے آگاہ کروں گی۔"

"ہاں یہ بہت ضروری ہے" میں نے کہا۔ عظمیٰ کی تھوڑی بہت خاطرمدارت کی میں نے۔ اور اس کے بعد وہ چلی گئی۔ میں ابھی تک ذہنی طور پر الجھنوں کا شکار تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ کیا عظمیٰ سے مجھے کچھ اور سوالات کرنے چاہئیں میری اس وقت عجیب کیفیت تھی' مجھے حیرت تھی کہ امی کی چھوٹی سی بات میرے ذہن پر اس قدر اثرانداز کیوں ہوئی ہے۔ رہ رہ کر وہی خیال آجاتا تھا' پانچ بجے گھر پہنچنے کا وعدہ بھی یاد آجاتا تھا اور میں سوچنے لگتی تھی کہ اس مسئلے کو کس طرح ہینڈل کروں گی۔ شہریار کے فون کا انتظار تھا جو ایک بجے موصول ہوا۔

"کھانا تو نہیں کھایا ہو گا۔" اس نے کہا۔

"نہیں ویسے صبح کو ناشتہ کیا تھا۔"

"آفس آجاؤ۔ میں نے گل بدر کو فون کرکے کھانے کے لئے کہہ دیا ہے۔"

"او کے!" میں نے کہا اور پھر اخبار کے دفتر سے نکل آئی۔ شہریار پہنچ گیا تھا گل بدر ابھی نہیں آیا تھا۔

"جلال آباد جا رہا ہوں۔" شہریار نے کہا۔



"خیریت' کیوں۔"

"شاہ صاحب ایک پارٹی تفتیش کے لئے بھیج رہے ہیں مجھے انچارج بنایا گیا ہے۔"

"کیا قصہ ہے۔"

"بس ایک بہت بڑے آدمی کا معاملہ ہے تم نے تو مجھے ایک ذہین آفیسر بنا ہی دیا ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"تم ایک ذہین افسر ہو شہریار۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار غصیلی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "سناؤ۔ عابدہ فردوس کو ملکہ الزبتھ نے قتل کیا ہے یا چوچن پاؤ نے کچھ سراغ ملا۔"

"مل جائے گا ویسے تمہارے یہ الفاظ مجھے بُرے لگے ہیں کسی نے تو یہ کیا ہی ہے اور وہ بہرحال انسان تھی۔"

"پتہ نہیں کیا ہے' یہ قاتل اگر سادگی سے کام کر لیا کریں تو کوئی حرج ہے' بلاوجہ پولیس کو پریشان کرتے ہیں اب دیکھو جلال آباد میں نجانے کن مشکلات سے گزرنا پڑے۔"

"قصہ کیا ہے۔" میں نے پوچھا اور شہریار' مجھے اس کیس کی تفصیل بتانے لگا۔ پھر گل بدر کھانا لے آیا تھا' کھانے کے دوران میں شہریار سے اس سلسلے میں گفتگو کرتی رہی اور اسے اس کی بتائی ہوئی تفصیلات کے مطابق کچھ نکتے بتاتی رہی' شہریار انہیں بہت غور سے سن رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ تم بھی جلال آباد نکل چلو۔ اخبار کی طرف سے کوئی کام نکال لو۔"

"نہیں شہریار تم جاؤ' میں یہاں عابدہ فردوس کے مسئلے میں مصروف رہوں گی اور تمہیں بھی پورے اعتماد سے کام کرنا چاہئے۔ اب ہر جگہ میرا سہارا مت تلاش کیا کرو۔"

"دیکھو زبان بندی ضرور کر رکھی ہے۔ لیکن اسے ظلم کی حد میں نہیں داخل ہونا چاہئے۔"

"مطلب۔"

"تمہارا سہارا' جانتی ہو مجھے کب تک کے لئے درکار ہے۔" شہریار نے کہا۔

"جذباتی ہو گئے' بے وقوف ہو' ہر چیز کے لئے ایک ماحول درکار ہوتا ہے' تم جلدی جلدی اپنا سفر طے کرو' بعد میں ان ہنگاموں سے بھی نمٹ لیں گے۔" میں نے کہا اور شہریار پانی پینے لگا۔ پھر بولا۔ دو تین دن لگ جائیں گے واپسی میں۔"

"تو کیا حرج ہے۔"

"وہ بس چھوڑو خوامخواہ" اس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑی' جانتی تھی کہ کیا کہنا چاہتا ہے' پھر میں نے پوچھا۔ "کب جا رہے ہو؟"

"چار بجے۔"

"گڈ ویری گڈ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"یعنی تمہیں میرے جانے سے خوشی ہو رہی ہے۔"

"ہاں اور مزید خوشی اس وقت ہو گی جب تم جلال آباد میں اپنے جھنڈے گاڑ کر آؤ گے۔" میں نے کہا۔

"چڑھاؤ' چڑھاؤ' خوب چڑھاؤ' قربانی سے پہلے بکرے کو بھی خوب سجایا جاتا ہے۔" میں ہنستی رہی' ساڑھے تین بجے تک شہریار میرے ساتھ ہی رہا تھا۔ پھر گھڑی دیکھ کر اٹھ گیا تھا۔

"ارے باپ ابھی گھر بھی جانا ہے اور پھر تیاریاں کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے۔ اچھا تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"تم جاؤ بس' واپسی پر ملاقات ہو گی" میں نے کہا اور شہریار خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ میں تشویش زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی تھی' شہریار کی ذہانت میں کوئی کلام نہیں تھا' لیکن بس' پولیس کی نوکری اس کے مزاج سے مختلف تھی' بہرحال آہستہ آہستہ عادی ہوتا جا رہا تھا۔

ساڑھے چار بجے مجھ پر پھر ہول سوار ہونے لگا۔ گھر جانے کا خیال آگیا تھا اور اس کے بعد میں بھی وہاں سے اٹھ گئی۔ تقریباً پونے پانچ بجے گھر پہنچ گئی تھی اور گھر میں شاید میرا انتظار کیا جا رہا تھا محترمہ والدہ صاحبہ نے دور ہی سے مجھے دیکھ لیا اور ان کے چہرے پر خوشی اور اطمینان کے آثار پھیل گئے پھر میں نے سائرہ کو پکڑا میرا مخبر کام کرتا رہا تھا۔ سائرہ نے کہا۔ "کوئی خاص بات نہیں' ان لوگوں کے لئے زبردست اہتمام کیا گیا ہے۔"

"ڈیڈی اور امی کے درمیان کوئی خاص گفتگو تو نہیں ہوئی۔"

"ہوئی تھی۔" سائرہ نے جواب دیا۔

"کیا۔"

"میرا خیال ہے خان صاحب تمہارے حق میں ہیں۔ انہوں نے صرف ایک ہی جملہ کہا تھا' نکالو پانچ سو روپے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو۔" میں نے سائرہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"جملہ ہزار روپے کا نہ ہو تو پانچ سو روپے مت دینا۔"

"سائرہ۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ارے واہ اپنا حق مانگ رہی ہوں' محنت کی ہے' کوئی دروازے سے کان لگائے دیکھ لیتا تو جانتی ہو کیا ہوتا۔"

دے دوں گی۔ مرو مت' کیا جملہ تھا ڈیڈی کا۔" میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہنے لگے کہ اگر لبنیٰ خوشی سے اس رشتے" کو قبول کر لیتی ہے تو مجھے اعتراض نہیں ہو گا' ورنہ اسے مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں سائرہ کو دیکھتی رہی' اس نے ہاتھ پھیلا دیا تھا۔

"دے دوں گی ابھی نہیں ہیں میرے پاس۔" میں نے کہا۔



"سوچ لو' سوچ لو۔"

"بس بکواس مت کرو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" سائرہ مجھے غصے سے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ اس کے بعد پھر وہی احمقانہ حرکتیں جاری ہو گئیں' میرے لئے لباس منتخب کیا گیا' جس میں امی صاحبہ کی بھی پسند شامل تھی اور میں نے بھی سوچ لیا کہ انہیں پریشان نہیں کروں گی' بعد میں ذرا خوش سلیقگی کے ساتھ حالات سنبھال لئے جائیں گے۔

پھر شام کو چھ بجے مہمان آگئے' چار افراد تھے' ایک صاحب مقامی تھے' باقی تین نائجیریا سے آنے والے تھے۔ ان میں ایک خوبصورت اور دراز قامت نوجوان کو دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ وہ انہی ماں باپ کا بیٹا ہے جو کھا کھا کر نجانے کیا سے کیا ہو چکے تھے۔ خاص طور پر بزرگ تو بالکل ہی نائجیریا کے باشندے نظر آرہے تھے' جبکہ محترمہ قدرے بہتر حالت میں تھیں' لیکن وہ بھی کنی منزلہ تھیں۔

مہمان کا پرجوش استقبال کیا گیا' ویسے میں نے کبھی اپنی ان دور کی خالہ کی تصویر تک نہیں دیکھی تھی' یوں بھی ملک سے باہر رہنے کی وجہ سے خاندان سے تقریباً ناواقفیت ہی تھی' بہرحال ہم نے بڑے اچھے انداز میں ان کا استقبال کیا' مجھ سے ملاقات کرائی گئی' گھر کے دوسرے افراد بھی تھے اور اس کے بعد باتیں شروع ہو گئیں۔ وہ صاحبزادے جن کا نام' یقینی طور پر قائم تھا' شکل و صورت سے تو بڑے سلجھے ہوئے نظر آتے تھے مجھ سے بھی انہوں نے بے تکان اور بغیر کسی جھجک کے گفتگو کی۔ کہنے لگے۔

"آپ کے بارے میں تو بڑی کہانیاں سنی گئی ہیں مس لبنیٰ۔"

"جی ہاں کہانیوں کے کردار تو بہرطور کہیں نہ کہیں سے سامنے آتے ہی ہیں۔"

"آپ اخبار میں ملازمت کرتی ہیں۔"

"جی۔"

"اپنا اخبار کیوں نہیں نکالا آپ نے؟"

"بس مجھے ملازمت کر کے خوشی ہوتی ہے۔"

"ہاں شوق ہے' خیر آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی۔" "بحالت مجبوری" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں نہیں ایسی کیا بات ہے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ عزیز تو باعث محبت ہوتے ہی ہیں' ویسے آپ سے ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں گی کم از کم یہاں کے ماحول ہی سے واقفیت ہو گی۔"

"جی ہاں..... جی ہاں....." قائم مجھے خاصا سلجھا ہوا نوجوان نظر آیا تھا' میں نے اسے اپنے دفتر کے بارے میں تفصیلی طور پر بتایا اور اوقات کار کے بارے میں بھی۔ غرض یہ نشست خاصی اچھی رہی تھی' ویسے نائجیرین حضرات مجھ سے کافی متاثر نظر آرہے تھے۔ میں بھی نہایت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



بے تکلفی سے ان سے باتیں کرتی رہی تھی۔ بالآخر ساڑھے سات بجے کے قریب یہ لوگ روانہ ہوئے' والدہ صاحبہ کی فرمائش پوری ہو گئی تھی' لیکن بعد کا کچھ پروگرام بھی انہوں نے ترتیب دیا تھا۔ چنانچہ ساڑھے نو بجے کے قریب وہ میرے کمرے میں گھس آئیں اور کہنے لگیں۔"

"قائم کیسا لڑکا ہے لبنیٰ۔"

"بہت اچھا امی' بہت اچھا۔ خصوصاً یہ سوچ کر کہ وہ میرا کزن ہے' مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے' صاف ستھری طبیعت کا مالک ہے۔"

"تمہیں پسند ہے۔"

"جی نہیں" میں نے جواب دیا اور امی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مطلب۔"

"اب وہی ساری فرسودہ باتیں ہوں گی' آپ مجھے عزت و آبرو کا حوالہ دیں گی اور میں آپ سے بغاوت کروں گی' بے کار باتیں کر رہی ہیں میرا نکتہ نگاہ مختلف ہے' یوں سمجھ لیجئے کہ ابھی میرا شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے ..... زندگی کا ایک سیٹ اپ بنایا ہے میں نے اس کے لئے ڈیڈی سے اجازت لی ہے اس کی تکمیل کر لوں پھر خود کو آپ لوگوں کے حوالے کر دوں گی۔"

"انہیں بھی جلدی نہیں ہے' یہ ہم نے ان سے کہہ دیا تھا۔"

"تو پھر آپ کو میری رائے معلوم کرنے کی جلدی کیوں ہے؟"

"توبہ حرفوں کی بنی ہوئی ہو تم..... میں نے پوچھا تھا وہ تمہیں کیسا لگا؟"

"دیکھنے میں تو اچھا ہے اندر سے سڑا نکلے تو کہہ نہیں سکتی۔" میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"سب ہوش درست ہو جائیں گے بی بی..... دنیا اتنی آسان نہیں ہے جتنی تم نے سمجھ لی ہے۔ لڑکیوں کے لئے بڑے مسائل ہیں اس ملک میں شہزادیاں اور نواب زادیاں چکر میں پھنس جاتی ہیں تم کیا چیز ہو۔"

"ناراض ہو گئیں امی۔" میں نے محبت سے کہا۔

"تم باتیں ہی ایسی کر رہی ہو۔ اپنے لوگ ہیں اندر اور باہر سے یکساں نقلی چہرے تو بہت نظر آتے ہیں انسان دھوکہ کھا جاتا ہے اور پھر مشکلات کا آغاز ہو جاتا ہے لڑکا خوش شکل ہے صاحب حیثیت ہے اور پھر اپنا ہے اس لئے زور دے رہی ہوں پھر وہ ہماری ساری باتیں مان رہے ہیں۔"

"میرا فیصلہ بھی سنیں گی آپ....." اس نے کہا۔

"باہر تشریف لانا پسند کریں گی آپ....." دروازے سے ڈیڈی کی آواز سنائی دی اور امی اچھل پڑیں۔ غضنفر حسین خان صاحب نے امی کو مخاطب کیا تھا۔



"جی کیا بات ہے۔"

"کیوں اسے پریشان کر رہی ہو۔"

"نہیں..... میں کیا کہہ رہی تھی۔" امی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہو اچھا میں سمجھا کچھ کہہ رہی ہیں لبنیٰ بیٹے میں نے تمہیں تمہاری پسند کی زندگی دینے کا فیصلہ کیا ہے جب میں نے تمہیں ایک اہم مسئلے میں اختیار دیدیا اور تم نے ثابت کر دیا کہ تمہارا موقف درست تھا تو اس دوسرے اہم مسئلے کا اختیار بھی تمہیں حاصل ہے۔ اپنی امی کی معصومیت سے بددل نہ ہونا بس ان کے دل میں ایک ماں کے ارمان ہیں اور تمہارے نام سے منسوب ہر نوجوان ان کی آنکھوں کا تارا ہو سکتا ہے۔ تم اپنا کام جاری رکھو اگر تمہارا فیصلہ قائم کے حق میں ہوا تو ہم خوشی سے اسے قبول کر لیں گے۔ نہ ہوا تو کوئی زبردستی نہیں ہو گی ہمارے ساتھ آیئے۔" آخری جملے ڈیڈی نے امی سے کہے تھے اور وہ بادل ناخواستہ ابو کے ساتھ باہر نکل گئی تھیں بڑے اطمینان بخش الفاظ تھے اور مجھے بہت ڈھارس ہوئی تھی ان سے۔ خان صاحب کا سہارا بہت مضبوط تھا اور انہیں اپنے حلقے سے میرے بارے میں جو سننے کو ملا تھا اس نے ان کا مزاج بدلا تھا۔ تاہم زندگی صرف ایک سیدھی لکیر نہیں ہوتی اس میں ایسے پیچ و خم ضرور ہوتے ہیں۔

شہریار جلال آباد چلا گیا تھا۔ ایک عجیب سی بے کیفی طاری رہی وہ دوسرے دن کوئی اور کام بھی نہیں کیا۔ عابدہ فردوس کا مسئلہ ابھی کھٹائی میں تھا۔ تیرتھ رام بلڈنگ جانا بیکار تھا جو کچھ وہاں سے حاصل ہونا تھا ہو چکا تھا مزید کوئی توقع نہیں تھی۔ عظمیٰ کی طرف سے بھی کوئی عمل نہیں ہوا اسی طرح تیسرا دن بھی گزر گیا۔ پھر اخبار ہی سے اطلاع ملی کہ عابدہ فردوس کی لاوارث لاش کی تدفین کر دی گئی اس کا کوئی دعویدار نہیں آیا تھا۔ شاہ صاحب کی طرف سے بھی کوئی فون موصول نہیں ہوا تھا ظاہر ہے عابدہ جس سطح کی لڑکی تھی اس کے لئے کون کدوکاوش کرتا۔ البتہ میرے پاس اس مسئلے کو نیا رنگ دینے کے لئے کافی مصالحہ تھا مگر میں نے ابھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ گھر میں بھی کوئی نیا چکر نہیں چلا تھا۔ بس شہریار کے جلال آباد سے آتے ہی ایک دم سے ہنگامی حالات شروع ہو گئے۔

○---------☆---------○

"صبح دفتر میں داخل ہوئی تو وہ وہاں موجود تھا۔" "کتنے افسوس کی بات ہے کہ میری رسائی تمہارے گھر تک نہیں ہے؟" اس نے کہا۔

"کب پہنچے.....؟"

"ساڑھے سات بجے۔"

"صبح.....؟"

"تو کیا رات کو.....؟" اس نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کام ہو گیا.....؟"

"ہاں....."

"اطمینان بخش.....؟"

"بالکل گرفتاریاں کر کے لائے ہیں۔"

"مبارکباد قبول کرو....."

"چائے پلاؤ گی..... اس کے بعد جانا ہے شاہ صاحب کو رپورٹ دینی ہے۔ دوپہر کو دفتر میں کھانے کے ساتھ تیار رہنا۔" میں نے اس کے لئے چائے منگوائی۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور میں اس کے بارے میں سوچ سوچ کر مسکراتی رہی ساڑھے دس بجے عظمیٰ کا فون موصول ہوا میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور اس کی آواز فوراً پہچان گئی۔

"مجھے مس لبنیٰ سے بات کرنی ہے۔" عظمیٰ نے کہا۔

"جی لبنیٰ میں ہی بول رہی ہوں....."

"اوہو لبنیٰ تمہارے پاس آنا چاہتی تھی لیکن پھر سوچا کہ تم بھی کیا سوچو گی' منظور کی طرف سے جواب مل گیا۔"

"میں خود آجاؤں عظمیٰ اگر آپ کہیں تو.....؟"

"آجاؤ بڑی خوشی سے میں انتظار کر رہی ہوں....." عظمیٰ نے جوابدیا اور میں نے اس سے کہا کہ تھوڑی دیر میں پہنچ رہی ہوں۔ بس اس کے بعد میں دفتر سے باہر نکل آئی تھی۔ دفتری کام ختم کر لئے تھے اور کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ کچھ دیر کے بعد عظمیٰ کے گھر پہنچ گئی۔ ناصر سعیدی صاحب نے میرا استقبال کیا تھا اور رسمی گفتگو کرتے رہے تھے پھر وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے عظمیٰ کے کمرے میں آگئے جو میرا انتظار کر رہی تھی ناصر سعیدی صاحب خود بھی بیٹھ گئے اور بولے.....

"بھئی میں تم دونوں کو تھوڑی دیر کے بعد تنہا چھوڑ دوں گا دراصل وہ مسئلہ میرے لئے بھی باعث دلچسپی ہے ویسے تمہارا شکریہ بیٹی کہ تم نے ہمیں کسی الجھن میں نہیں پڑنے دیا۔"

"میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا انکل اور آپ اطمینان رکھیں بھلا آپ کا ان معاملات سے کیا تعلق.....؟"

"منظور کی طرف سے جواب مل گیا ہے' عظمیٰ تمہیں بتائیں گی۔" ناصر سعیدی صاحب نے کہا اور عظمیٰ کہنے لگی۔

"میں نے منظور کو کافی تفصیل سے لکھا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ ذرا مفصل معلومات حاصل کر کے بتائے' منظور نے کہا کہ قیصرہ ناز تقریباً دو ماہ پہلے وہاں سے چل پڑی ہے اور اس کے بعد اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ معلومات یہ ہوئی ہیں کہ وہ اسی ملک کے لئے چلی تھی مزید تفصیلات یہ ہیں کہ قیصرہ ناز کے والد کا نام نسیم احمد خان تھا اور نسیم احمد خان صاحب



وہاں ایک بڑی کمپنی کے شیئرز ہولڈر تھے اچھے خاصے دولت مند انسان تھے قیصرہ ناز کے بارے میں بالکل پتہ نہیں چل سکا کہ یہ دو ماہ اس نے کہاں گزارے۔ بس یہی تفصیلات موصول ہوئی ہیں....."

"ہوں....." میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی عظمیٰ کہنے لگی۔

"اب تو اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا ہے کہ مقتولہ قیصرہ ناز ہی تھی۔ لیکن کیا یہ حیرت ناک بات نہیں ہے ڈیئر لبنیٰ کہ اس نے وہاں سے یہاں آکر ایک ایسی عجیب سی جگہ رہائش اختیار کی۔ اپنا نام بھی تبدیل کر لیا اور ایک سکول ٹیچر کی حیثیت سے وقت گزارتی رہی۔ آخر کیوں' حالانکہ اس لڑکی کے انداز سے کبھی یہ شبہ نہیں ہو سکا تھا مجھے کہ اس کی زندگی میں کوئی ایسا معاملہ بھی ہے جس کی بناء پر اسے اس المیے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اب تو مجھے تعجب ہو رہا ہے میں نے اپنی اور اس کی ملاقات کے وہ سارے لمحات یاد کئے تھے وہ ایک خوش و خرم لڑکی تھی جسے زندگی میں کسی دکھ کا احساس نہیں تھا سوائے اپنے والد کی موت کے اور وہ یہ کہتی تھی کہ ان کی موت کے بعد وہ ایک عجیب سا خلاء محسوس کرنے لگی ہے اور زندگی کے بارے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ وہ آگے چل کر کیا ہو گی۔ تمہیں اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے لبنیٰ....."

"کیا کہہ سکتی ہوں عظمیٰ یہ بات بہرطور معلوم ہونا چاہئے کہ قیصرہ نے یہ طریقہ کار کیوں اختیار کیا۔ کون اس کی زندگی سے متعلق تھا اور اس کے قاتل کون ہو سکتے ہیں؟"

"لبنیٰ اگر کچھ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو مجھے ان سے ضرور آگاہ کرنا' بہرطور میرا اس کا ایک اچھا ساتھ رہا ہے اور حقیقتاً میں اس کے لئے غم زدہ ہوں' ویسے بڑی پراسرار کیفیت ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ہاں اس میں کیا شک ہے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"عظمیٰ کے پاس اس سے زیادہ رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ پھر بھی چائے وغیرہ میں نے اس کے ساتھ پی اور اس کے بعد گھڑی میں وقت دیکھ کر اٹھ گئی۔ اب سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں' دفتر جانا بے کار تھا۔ ویسے ابھی ایک بجنے میں خاصا وقت تھا لیکن وقت کے علاوہ میرا مطلب ہے وہاں جہاں ہم نے اپنا ٹھکانہ بنایا تھا اور کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں جاؤں۔ چنانچہ وہیں کا رخ کیا اور کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئی' گل بدر سے گپیں لگاتی رہی اور شہریار کا انتظار کرتی رہی۔ گل بدر کو میں نے مقررہ وقت پر کھانے کی تفصیل بنا کر کھانا لینے کے لئے بھیج دیا اور اس کے جانے کے بعد پھر انہی واقعات پر غور کرنے لگی۔ قیصرہ ناز واقعی ایک پراسرار کردار تھا۔ ابھی تک میں نے شہریار کو اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ قیصرہ ناز نے آخر یہ انداز کیوں اختیار کیا اور پھر وہ ان لوگوں کا ٹیلیفون نمبر دے کر دنیا سے چلی گئی حالانکہ اس نمبر کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کسی خاص مقصد کے تحت وہاں لکھا گیا تھا۔ ایک ایسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



زندگی سے تعلق رکھنے والی لڑکی جس میں کوئی الجھن کوئی پریشان نہیں تھی اس طرح کسمپرسی کے عالم میں وقت گزارے اس کے پس پردہ کیا ہے حقیقتاً ابھی تک کوئی اہم کام نہیں ہو سکا تھا اور یہ شاید پہلا ایسا کیس تھا جس میں چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

گل بدر کھانا لے کر آگیا شہریار ابھی تک نہیں پہنچا تھا پھر ایک بجکر بیس منٹ پر وہ آیا اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"دراصل بہت سے ایسے معاملات تھے جن کی وجہ سے....."

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے آؤ کھانا کھائیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانے کے دوران شہریار اپنے جلال آباد والے کیس کی تفصیلات بتاتا رہا اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔ "اب تو مجھے کچھ اور ہی سوچنے پر مجبور ہونا پڑا ہے شہریار....."

"کیا.....؟" اس نے کھانا کھاتے ہوئے رک کر کہا۔

"وہ یہ کہ یہاں تم صرف میرا سہارا لیتے ہو اور خود ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہو۔ جلال آباد میں جو کچھ تم نے کیا ہے وہ تو قابل فخر ہے۔"

"ایسی باتیں مت کرو خوامخواہ خوف محسوس ہوتا ہے ظاہر ہے یہاں تم پہلے سے الجھے معاملوں کو مزید الجھاتی چلی جاتی ہو اور اپنی کھوپڑی آؤٹ ہو جاتی ہے وہاں یہ خوف تھا کہ کہیں ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے تاکہ بعد میں حتمی طور پر کہہ دیا جائے کہ ہم محترمہ لبنیٰ کے شانے کا سہارا لے کر ایک ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ اس لئے بس ذرا زیادہ محنت کر ڈالی۔"

"یہاں بھی محنت کیا کرو میں تمہیں کب تک اپنے شانے کا سہارا دوں گی.....؟"

"کیوں.....؟" شہریار نے شرارت آمیز لہجے میں کہا.....

"بس اتر آئے فضول باتوں پر....."

"خدا کی قسم کوئی ان فضول باتوں کے لئے اجازت دیدے تو زندگی بھر ان کے علاوہ اور کچھ نہ کروں۔" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔ گل بدر فوراً ہی باہر چلا گیا تھا ہمیں تعجب ہوا کہ یہاں کون آگیا' کچھ لمحات کے بعد گل بدر نے آکر کہا.....

"دو افراد آپ سے ملنے آئے ہیں ان میں سے ایک بیرسٹر فیاض الدین صاحب ہیں اور دوسرے ڈاکٹر تانیا۔"

"ارے" ہم دونوں اچھل پڑے تھے ان دونوں کی آمد ہمارے لئے نہایت حیران کن تھی بہرحال ہم ملاقاتی کمرے کی طرف چل پڑے ڈاکٹر تانیا اور فیاض الدین صاحب نے بڑے پرتپاک انداز میں شہریار سے مصافحہ کیا اور ڈاکٹر تانیا بولا۔ امریکہ میں ایسے کردار ملتے ہیں جو منفرد انداز میں قانون کے مددگار اور بعض جگہ پرائیویٹ طریقے سے عام لوگوں کو قانونی امداد فراہم کرتے ہیں میں جب امریکہ میں تھا تو میری دوستی ایک پرائیویٹ جاسوس سے ہو گئی تھی مگر وہ



ایک بالکل مختلف شخصیت تھی جبکہ فیاض الدین احمد نے مجھے تم لوگوں کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ بے حد دلچسپ اور اہم نوعیت کا حامل ہے اور سچ مچ بڑی ڈرامائی کیفیت رکھتا ہے ایک ایسے دولت مند شخص کی بیٹی جو بہترین سماجی اور معاشرتی حیثیت رکھتا ہے وہ چاہے تو ایسے ہی اخبار نکال کر اپنی بیٹی کو پیش کر سکتا ہے جس میں سے ایک میں وہ عام سی نوکری کرتی ہے اس کا شوق پیچیدہ ترین جرائم کا سراغ لگا کر ان کا خاتمہ کرنا اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے اس کا مددگار ایک بہترین ذہانت کا حامل پولیس آفیسر ہے جو اس کا قانونی معاون اور ہر ٹیکنیکل ونگ ہے اور ان دونوں نے مل کر جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے اور مجرموں کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"اور میری بیٹی لبنیٰ سوچ رہی ہو گی کہ بعض نیکیاں کس قدر تکلیف دہ ہوتی ہیں' جیسے اس نے میرے ساتھ نیکی کی اور مجھے مشکل سے نکالا مگر میں اس کے لئے مسلسل عذاب بن گیا ہوں۔" فیاض الدین خان نے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں انکل..... کوئی اپنے بزرگوں سے منحرف ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت دعائیں دیتا ہوں تمہیں بیٹی' تمہارے بارے میں کسی کو کچھ بتاتے ہوئے سینہ فخر سے پھول جاتا ہے تانیا کے بارے میں تم جانتی ہو کہ میرے ان سے کیسے تعلقات ہیں انہوں نے مجھے فون کر کے بلایا اور تمہارے بارے میں پوچھا..... یہ تم سے ملنا چاہتے تھے۔ میں نے عرشی سے بات کی اس طرح ہمیں تمہارا یہ پتہ معلوم ہو سکا۔"

بڑی خوشی ہوئی ہے مجھے آپ کے آنے سے..... کوئی خدمت ہے تو ضرور بتایئے مجھے۔"

"کہو ڈاکٹر کیا کہنا ہے....." بیرسٹر صاحب نے کہا۔

"ایک پراسرار کہانی لایا ہوں میں تمہارے لئے۔ یقیناً تمہیں پسند آئے گی۔

دو ماہ پہلے کی بات ہے ایک صاحب میرے پاس ایک دماغی مریضہ کو لے کر آئے نام ہے ان کا شعیب فاروقی ہومیو پیتھک میڈیسن ڈیل کرتے ہیں مناسب حیثیت کے مالک ہیں انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ اس لڑکی کا دماغی جائزہ لیا جائے۔ انہوں نے کلینک کے تمام ضوابط پورے کئے اور میں نے لڑکی کا مکمل دیانتداری سے تجزیہ کیا۔ وہ کیس میرے لئے ذرا پریشان کن تھا۔ لڑکی ذہنی طور پر غیر متوازن تھی لیکن اس کے تمام ٹیسٹ درست تھے سمجھ رہی ہو نا تم..... میں نے اس کے ایکسرے لئے ہر طرح کے ٹیسٹ لے لئے اور میرے تجربے کے مطابق وہ بالکل درست تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا قصہ ہے میں نے شعیب فاروقی سے سوالات بھی کئے کوئی وقتی مسئلہ بھی نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تو پتہ چل سکتا تھا۔ میں نے معذوری ظاہر کر دی۔ جب مرض ہی تشخیص نہ ہو سکا تو علاج کس چیز کا کرتا۔ چنانچہ وہ اسے لے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کر چلے گئے- اس کے بعد ان سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکی- اب اپنی ایک اور حماقت کے بارے میں بتا رہا ہوں- میں اخبارات نہیں پڑھتا کئی دن نہیں پڑھتا کیونکہ ان کی خبریں مجھے منتشر کر دیتی ہیں اور بعض اوقات ان کی وجہ سے میرے سارے دن کے پروگرام چوپٹ ہو جاتے ہیں لیکن مجھے اخبارات سے دلچسپی بھی ہے اس کا حل یہ نکالا ہے میں نے کہ جب مجھے مکمل فرصت ہوتی ہے تو میں تقریباً ایک ہفتے کے سارے اخبارات پڑھ ڈالتا ہوں- آج بھی میری فرصت کا دن تھا اور میں نے اپنا کوٹہ طلب کر لیا تھا- میں ہمیشہ پچھلے اخبارات سے شروع کرتا ہوں چنانچہ تمام خبریں ترتیب سے مل جاتی ہیں- میں نے ایک تصویر دیکھی جو کسی لاوارث مقتولہ کی تھی نام تھا اس کا عابدہ فردوس....." ڈاکٹر تانیا رکے لیکن ہمارے سانس پھولنے لگے تھے- ہم دونوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور ڈاکٹر تانیا بولے-

"میری یاداشت خدا کے فضل سے بہت اچھی ہے- مشکل ہی سے کچھ بھولتا ہوں اس کے علاوہ میرے ہاں بہترین اور جدید ریکارڈ سسٹم ہے لبنیٰ ڈیئر..... بعد کے اخبارات سے پتہ چلا کہ اس لاوارث لاش کا کوئی وارث نہیں ملا اور اس کی تدفین پولیس نے کی- حیرت کی بات تھی کیونکہ لڑکی کو شعیب فاروقی میرے پاس لائے تھے-"

"یعنی وہی لڑکی جو....."

"ہاں جو دماغی مریضہ کی حیثیت سے میرے پاس لائی گئی تھی-" ڈاکٹر تانیا نے جواب دیا-

"اس کا نام..... عابدہ فردوس تھا....." شہریار نے پوچھا.....

"نہیں قیصرہ ناز....."

شہریار نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں اس کے سوچنے کا انداز مختلف تھا لیکن وہ میری ذہنی کیفیت سے ناواقف تھا- اس انکشاف سے میرے دماغ کو جو جھٹکا لگا تھا وہ بے حد شدید تھا- بیچارے ڈاکٹر تانیا ہمارے اس احساس سے بے نیاز اپنی کہہ رہے تھے-

"اگر تم سے ملاقات نہ ہو چکی ہوتی لبنیٰ ڈیئر تو اس حیران کن بات پر کچھ دیر حیران ہوتا اور پھر اسے ذہن سے جھٹک دیتا لیکن کہہ چکا ہوں کہ بعض لوگ مختصر وقت میں ہی کچھ ایسے تاثرات قائم کر لیتے ہیں کہ دماغ کے ایک حصے پر ان کی اجارہ داری ہو جاتی ہے- چنانچہ ڈاکٹر تانیا بھی ان تیس مار خانوں میں شامل ہوگیا جو نہ جانے کیوں تیس مار خاں کہلاتے ہیں اور پھر یہ بیرسٹر صاحب جو نہ جانے کسے کسے سزا اور کسے کسے بری کراتے رہتے ہیں آگئے- زیادہ سے زیادہ کسی پولیس آفیسر کو اس حیران کن بات کی اطلاع دیدی جاتی لیکن سرکار عالی کا حکم ہوا کہ لبنیٰ کو یہ سب کچھ بتایا جائے-"

میں نے خود کو کافی سنبھال لیا اور مسکراتے ہوئے کہا-

"آپ کے اس انکشاف سے اور کچھ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ڈاکٹر لیکن ایمان ضرور پختہ ہوا



ہے-"

"وہ کیسے.....؟"

"تائید غیبی کا مظاہرہ اسے ہی کہتے ہیں مظلوم کا خون رائیگاں نہیں جاتا- اس لڑکی کو قتل کیا گیا اور قاتل یا قاتلوں نے اس کیس کو اتنا الجھا دیا ہے کہ اس کا کوئی سرا نہیں مل رہا تھا- دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کیس شہریار صاحب کو مل چکا ہے اور ہم ان کے لئے پریشان تھے اب آپ کی طرف سے یہ دلچسپ انکشاف ہوا ہے-"

"خدا کی پناہ' واقعی کمال ہے- اس کا مطلب ہے کہ میں نے تم لوگوں کو اس مسئلے میں نہیں الجھایا بلکہ بلکہ .....؟" ڈاکٹر تانیا نے کہا-

"ہم اسے بہترین رہنمائی قرار دیتے ہیں-"

"چلو محنت وصول ہوگئی- بھئی واہ فیاض الدین بڑی خوشی ہوئی ہے- میں اس کی فائل ساتھ لے آیا ہوں- یہ تمہیں مختصر وقت کے لئے قرض دیا جاسکتا ہے-" ڈاکٹر تانیا نے ساتھ لایا ہوا فائل میرے سامنے رکھ دیا اور میں خوشی سے اچھل پڑی-

"آپ کے اس تعاون اور مہربانی کو میں کبھی نہیں بھولوں گی- ڈاکٹر انکل میں اسے دیکھ کر ابھی آپ کو واپس کیے دیتی ہوں-"

"اس دوران ہم کافی پئیں گے؟" ڈاکٹر تانیا نے کہا-

"ضرور-" میں مسکرا کر بولی اور شہریار جلدی سے اٹھ گیا میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولا- "آپ فائل دیکھئے لبنیٰ میں ذرا گل بدر کو کافی بنانا سکھا دوں- ورنہ آپ جانتی ہیں کہ وہ کافی کے نام پر کیا بنا کر لائے گا-"

"نہیں پلیز آپ مہمانوں سے باتیں کریں میں اسے بتا کر آتی ہوں-" مجھے یہ اچھا نہیں لگا تھا- پھر میں باہر نکل گئی اور گل بدر کو ہدایات دے کر واپس آگئی- شہریار فائل کھولے بیٹھا تھا- اس نے فائل میرے سامنے سرکا دیا- "جی انسپکٹر آپ نے دیکھا-"

"ہاں تاریخ نوٹ کرلی ہے میرا مطلب ہے تاریخ جب رضیہ کو لایا گیا تھا- شعیب فاروقی صاحب کا پتہ بھی درج کرلیا ہے- ڈاکٹر صاحب کی رپورٹ سے آپ شوق فرمایئے-"

شہریار نے کہا اور میں فائل دیکھنے لگی- فائل میں قیصرہ ناز کی تصویر بھی موجود تھی جسے میں دیر تک دیکھتی رہی تھی اور پھر میں نے اسے قرض مانگ لیا تھا-

"رپورٹ کی تفصیل ڈاکٹر بتا چکے ہیں اور پھر ہم اس سے کیا سمجھ سکیں گے بس اتنا کافی ہے-" میں نے کہا-

"عمدہ کافی ہے-" ڈاکٹر تانیا نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا- کافی کی خوشبو واقعی آ رہی تھی- پھر گل بدر اندر داخل ہوگیا- کافی پینے کے بعد ڈاکٹر تانیا نے کہا-

"تو اس نیک کام کی تکمیل کے بعد ہمیں واپسی کی اجازت ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"بے حد شکریہ ڈاکٹر.....!"

"آئندہ بھی اگر ہمیں تکلیف دینا چاہو تو دے سکتی ہو۔ ہم تکلیفیں اٹھانے کے لئے خوشی سے تیار ہیں۔"

"مزید شکریہ۔" میں نے کہا وہ لوگ چلے گئے۔ شہریار خاموشی سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ اچانک بول پڑا۔

"چلیں؟"

"کہاں؟"

"شعیب فاروقی کے ہاں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"ہتھکڑیاں لے کر چلو گے؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم اس کی اجازت کہاں دو گی ورنہ کوئی مشکل ہی نہیں ہے بھلا اس کے علاوہ قاتل اور کون ہو سکتا ہے۔"

"وجہ قتل بتانا پسند کریں گے انسپکٹر صاحب.....؟"

"مجھے کیا ضرورت ہے۔ وہ خود بتائے گا۔" شہریار نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ شہریار کافی پاٹ میں کافی تلاش کرنے لگا اور اپنے لئے دوسری پیالی بنا لی۔ پھر بولا "یہ قیصرہ ناز' عابدہ فردوس کیسے ہوگئی؟ ذرا مجھے وہ تصویر دینا جو لاش کی ہے۔" میں نے خاموشی سے تصویر دراز سے نکال کر شہریار کے حوالے کر دی۔ دوسری تصویر جو فائل سے نکال لی گئی تھی سامنے موجود تھی۔ شہریار دونوں کا موازنہ کرنے لگا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "ایک ہی ہے لیکن شعیب فاروقی سے اس کا کیا رشتہ ہے اور اگر ہے تو اس نے لاش کے سلسلے میں پولیس سے رجوع کیوں نہیں کیا"

"غور کرو.....!" میں نے کہا۔

"نالائقی ہے اس کی' یا پھر وہ قاتل ہے۔ ویسے سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کیا اس سے ملاقات نہیں کرو گی؟"

"کیوں نہیں؟" میں نے جواب دیا اور شہریار ٹھنڈی کافی کے گھونٹ لینے لگا پھر ہونٹ خشک کر کے بولا۔ "ایک بات میرا ایمان بن چکی ہے۔ وہ یہ کہ کسی واردات کی خبر تمہارے کانوں تک پہنچ جائے تو لازمی طور پر وہ پراسرار اور پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ ایک لاوارث اور غریب لڑکی کے قتل میں اتنی شاخیں کبھی نہیں پھوٹتیں خود شاہ صاحب کے اندر بھی کوئی سرگرمی نہیں ہے مگر اب تماشا دیکھنے کے قابل ہوگا قاتل کسی بین الاقوامی گروہ کا سرغنہ نکلے گا اور مقتولہ کسی جزیرے کی پراسرار شہزادی۔ یہ شاہ صاحب بھی کمال کے آدمی ہیں۔عالم قریشی سے جھگڑا الگ مول لینا پڑا۔ بیچارہ اچھا خاصا اس کیس کی تحقیقات کرتا اور اس کشکھنی بلڈنگ کی مالکہ کو قتل کے الزام میں گرفتار کر لیتا وجہ قتل بجلی کے بل کی عدم ادائیگی ہوتی۔"

"میں ہنستی رہی پھر میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "تم شعیب فاروقی کے بارے میں تحقیقات



شروع کر دو۔"

"ڈاکٹر نان سین نے بتا تو دیا ہے!" شہریار نے کہا۔

"ان کے سامنے نہ کہہ دینا' عمدہ آدمی ہے۔ شعیب فاروقی کے بارے میں مجھے رپورٹ کیا دو گے؟"

"بہت جلد پیش کر دوں گا اعلیٰ حضرت۔" شہریار نے کہا۔

میری پاس سوچنے کے لئے بہت کچھ تھا شعیب فاروقی کا اس قتل سے کیا تعلق ہے؟ قیصرہ ناز اس کی کون تھی؟ شہریار کو چونکہ آگے بڑھانا تھا اس لئے شعیب کا مسئلہ اس کے سپرد کر دیا تھا ورنہ مجھ سے کہاں صبر ہوتا تھا۔ اب شہریار کی رپورٹ کا انتظار کرنا تھا۔

○---------☆---------○

دوسرے دن دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک ملاقاتی کی اطلاع موصول ہوئی کارڈ پر نگاہ ڈال کر چونک پڑی تھی لکھا تھا قائم جیلانی۔

جیلانی خالو یاد آئے جو خالو کم زمیں قند زیادہ تھے۔ یہ قائم جیلانی ان کے علاوہ اور کون ہو سکتے تھے۔ بلالیا۔ شربتی رنگ کے سفاری سوٹ میں ملبوس تھے اور وجیہہ نظر آ رہے تھے۔ میں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

"سنا ہے آپ کے ملک میں ملاقاتیوں کے لئے دفتر سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہوتی گھر وغیرہ میں تو سب بہت مصروف ہوتے ہیں۔" قائم نے کہا اور پہلے جملے نے ہی طبیعت میں شگفتگی پیدا کر دی۔

"ہاں ہم لوگ بامروت اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابتداء میں تو آپ کو بڑی دقتیں ہوئی ہوں گی چونکہ آپ نے بھی طویل عرصہ ان احمق لوگوں میں گزارا ہے جو وقت کی پابندی کو عزت کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ میرا مطلب ہے ملک سے باہر۔"

"کوئی تلخ تجربہ ہو گیا شاید.....؟"

"تجربات کہیں۔ نئے پھنسے ہیں نا۔ اے سی خراب ہو گیا کمپنی فون کیا بااخلاق منیجر نے کہا۔ فکر نہ کریں میکینک فوراً پہنچ رہا ہے کہیں جانا تھا میکینک کی وجہ سے نہ گئے دوپہر ایک بجے فون کیا تھا شام سات بجے "فوراً" آگیا۔ اس رات ایک شادی کے ڈنر میں شریک ہونا تھا ساڑھے سات بجے کا ٹائم تھا میکینک کی وجہ سے ڈیڈی کو رکنا پڑا ممی کو لے کر میں چلا گیا۔ جس شادی ہال میں ڈنر تھا وہاں کا اسٹاف شادی ہال کے فرش کی دھلائی کر رہا تھا۔ میزبانوں میں سے کوئی موجود نہیں تھا۔ تصدیق کرنا پڑی کہ پتہ غلط نہیں لکھا گیا مگر پتہ درست تھا۔ پون گھنٹہ گاڑی میں بیٹھ کر گھر واپس آگئے۔ دوسرے دن میزبان کا فون موصول ہوا جس میں انہوں نے عدم شرکت کی شکایت کی تھی۔ ایسی ہی ایک دوسری تقریب میں شرکت کی ہمت کی اور جان بوجھ کر ایک گھنٹہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



لیٹ پہنچے دل میں مجرمانہ احساس تھا کہ سب ایک جیسے تو نہ ہوں گے مگر وہاں بھی ہمیں شک دینے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا چنانچہ مزید ایک گھنٹہ میزبانوں کا انتظار کرنا پڑا اور دوسرا گھنٹہ م مہمانوں کی آمد کا۔"

" خوشحال ملک کے خوشحال لوگ وقت کی پروا نہیں کرتے وقت خود ان کا خیال ر ہے۔"

"نئے پھنسے ہیں نا۔ سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔ آپ کیسی ہیں؟"

"بالکل ٹھیک!"

"اصولی طور پر مجھے یہ جرأت نہیں کرنی چاہئے تھی لیکن انکل خان سے ملاقات ہو تھی۔"

"ڈیڈی سے؟"

"جی۔ جی آنٹی اور انکل ہمارے پاس آئے تھے۔ انہوں نے تنہائی میں مجھ سے کہا کہ آپ سے ملاقات کرلوں۔ یہ بھی انہوں نے ہی کہا تھا کہ دفتر جاسکتا ہوں۔"

"ملاقات کی وجہ.....؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا' نہ انہوں نے بتائی بلکہ جس راز داری سے انہوں نے مجھ سے یہ الفا کہے اس سے مجھے کچھ الجھن بھی رہی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ چائے پئیں گے آپ؟"

"اس کی آسانی ہے؟"

"ہاں منگاتی ہوں۔" میں نے چپراسی کو بلا کر چائے لانے کے لئے کہا اور پھر قائم صاحب کو دیکھ کر بولی "آپ کو علم ہے کہ ہمارے والدین ہم دونوں کی شادی کرنا چاہتے ہیں!"

"ہاں مجھے بتایا گیا ہے۔ مجھ سے میری رائے پوچھی گئی ہے۔"

"آپ نے کیا رائے دی؟"

"آپ مجھے پسند آئی ہیں مس لبنیٰ۔ اسٹیٹ فارورڈ' روشن خیال' پروقار اور خوبصورت۔"

"میری رائے کی کوئی اہمیت ہوگی آپ کی نگاہ میں؟"

"سو فیصد۔"

"میں نے اس شادی سے انکار کر دیا ہے۔"

"اوہ وجہ.....؟" قائم کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔

"میری مصروفیت' میرا نظریہ اور میری پسند!"

"تیسری بات زیادہ اہمیت کی حامل ہے' آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں؟"

"ہاں!" میں نے بے خوفی سے کہا۔

"آپ کو اس کا اختیار ہے چنانچہ مسٹر قائم آپ کے راستے ہٹ گئے۔" قائم نے کرسی



تھوڑی سی کھسکائی اور مسکرانے لگا' پھر بولا "لیکن کزن کا عہدہ تو نہیں چھینا جائے گا!"

"سوری قائم۔ اگر آپ کو افسوس ہوا ہے تو میں معافی چاہتی ہوں۔ مگر یہ بتانا ضروری تھا۔ ڈیڈی میرا مزاج سمجھتے ہیں اور اب ان کی رازداری کی وجہ سمجھ میں آگئی ہوگی۔" قائم مسکراتا رہا چند لمحات کے بعد وہ بولا۔

"افسوس تو ہوا ہے۔ اس دوران مسلسل آپ کے بارے میں سوچا ہے آپ کو خوابوں میں دیکھنے کی کوشش کی۔ گو اس کی کامیابی نہیں ہوئی مگر امکانات روشن تھے۔ اب اس کے لئے محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ آپ کی مصروفیت سے تعاون کیا جاسکتا تھا۔ آپ کے نظریات کی پاسبانی کی جاسکتی تھی لیکن مسئلہ آپ کی پسند کا ہے۔"

چائے آگئی اور قائم نے خاموشی سے پی۔ پھر شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا اور کہنے لگا۔ "انکل خان سے ملاقات کروں گا اور انہیں یہ بات بتا دوں گا۔"

"بے حد شکریہ!" میں نے کہا اور وہ باہر نکل گیا۔ میرے ذہن میں سناٹا سا پھیل گیا تھا۔ قائم نے اپنے کردار کا کوئی دھبہ نہیں چھوڑا تھا میرے ذہن پر' پتہ نہیں کتنا گہرا انسان ہے۔ دل چاہا تھا کہ اس سے ایک درخواست کروں اس سے کہوں کہ ڈیڈی سے میرے نظریئے اور مصروفیت کے بارے میں ضرور کہہ دے لیکن میری پسند کا تذکرہ نہ کرے مگر اس کا احسان لینے کو جی نہیں چاہا تھا۔ دیکھیں ڈیڈی سے کیا کہتا ہے۔

شہریار نے ایک بجے فون کیا اور پوچھا "کیا پروگرام ہے خاتون؟"

"تم نے اپنا کام کرلیا؟"

"جی تعمیل حکم ہو چکی ہے۔"

"کہاں سے بول رہے ہو.....؟"

"آپ کے دفتر کی نچلی منزل سے.....وہ جو گراؤنڈ اسٹور ہے۔" شہریار نے کہا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی پھر کہا۔

"کھڑے رہو' ابھی آئی۔" اور پھر فون بند کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں اس کے پاس پہنچ گئی۔ "مون ریستوران۔" میں نے کہا اور کار کی طرف بڑھ گئی۔ پھر ہم ہوٹل پہنچ گئے اور کھانا منگوایا گیا۔ "ہاں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔

"بھیجے میں مرچیں زیادہ ہیں اور یہ تلی ہوئی مچھلی آج اچھی نہیں ہے؟" شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

"شعیب فاروقی کیسا ہے.....؟"

"جوان اور خوبصورت آدمی ہے عمر تیس سال کے قریب ہے۔ ورزشی جسم رکھتا ہے۔ ہارون اسٹریٹ پر اس کا ڈرگ اسٹور ہے ہومیوپیتھک میڈیسن کی ایجنسی ہے اس کے پاس چار ملازم کام کرتے ہیں رات کو آٹھ بجے کے بعد گھر پر ملتا ہے باقی وقت ڈرگ اسٹور میں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"گھر کے بارے میں کچھ تفصیل.....؟"

"غیر شادی شدہ ہے۔ ایک ملازم ہے اور ایک معمر ملازمہ۔ مکان باہر سے اچھا ہے درمیانی حیثیت کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"ملاقات تو نہیں کی.....؟"

"نہیں۔"

"پھر کیا خیال ہے۔ کہاں ملاقات کی جائے اس سے اسٹور پر' یا گھر پر.....؟"

"غیر شادی شدہ ہے ہو سکتا ہے سیدھا گھر نہ جاتا ہو' ویسے اسٹور پر رش رہتا ہے۔ پتہ یہ چلا ہے کہ آٹھ نو بجے کے بعد گھر آجاتا ہے ایک آدمی چھوڑ دیا ہے اس کے لئے جو اس پر نگا رکھے گا۔"

"گڈ..... یہ اچھا کیا۔ رات کو نو بجے ملیں گے اس سے تمہیں رپورٹ تو مل ہی جائے گی۔" میں نے کہا اور شہریار پانی پینے لگا۔ ساڑھے آٹھ بجے شہریار کا فون میں نے گھر پر ہی وصول کیا۔ اس نے کہا "وہ اپنے گھر پر پہنچ گیا ہے۔"

"تم کہاں ہو.....؟"

"تمہارے گھر پر....." شہریار نے جواب دیا۔

"کیا.....؟"

"میرا مطلب ہے راحیل پبلک کال آفس۔ یہیں سے فون کر رہا ہوں۔" شہریار نے شرارت سے کہا۔

"آ رہی ہوں۔" میں نے فون بند کیا اور شہریار کی شرارت پر مسکرانے لگی' دوپہر کو بھی اس نے یہی کیا تھا اور اس وقت بھی میرے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ کار لے کر چل پڑی دو سڑک کے کنارے کھڑا تھا اور غالباً بائیک نہیں لایا تھا۔ خاموشی سے دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"یہ نئی شرارت کیا سوجھی ہے تمہیں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کونسی.....؟"

"دوپہر کو دفتر کے نیچے کھڑے ہوئے تھے دفتر نہیں آئے اور اس وقت....."

"گھر نہیں آیا۔" شہریار نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"آجاؤ گے ایک دن' آنا ہی ہے۔" میں نے کہا اور وہ شرارتیں کرتا رہا۔ بمشکل سنجیدہ ہوا۔ مجھے راستہ بتاتا جا رہا تھا پھر بولا "شام کو چار بجے وہ اسٹور سے نکلا تھا۔ اس کے پاس مارک ٹو گاڑی ہے گاڑی میں بیٹھ کر وہ چل پڑا' پھر ایک میڈیکل اسٹور سے کچھ خریداری کی اور اس کے بعد ایگل روڈ کے ایک مکان میں گیا وہاں تقریباً چالیس منٹ رکا پھر باہر نکل آیا اس کے بعد اس نے ایک پھل فروش سے پھل خریدے اور کارونش ہسپتال پہنچ گیا۔ چھ بجے تک وہاں رکا پھر وہاں سے واپس سٹور آگیا۔"



"زندہ باد' زبردست کام کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ میں نے ایک آدمی ڈرگ اسٹور پر چھوڑ دیا تھا میرا مطلب تو صرف یہ تھا کہ جب ہم اس سے ملنا چاہیں تو اس کا ٹھکانہ معلوم ہو جائے۔ وہ بے چارہ اس کے پیچھے مارا مارا پھرتا رہا۔" شہریار نے مسمسی لہجے میں کہا۔

"خدا تمہیں سمجھے.....!" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"مائل' مائل رہے گا تم کچھ بھی کرلو..... اور بائیں سمت موڑ لو۔" شہریار نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ پھر ہم منزل پر پہنچ گئے ایک موٹر سائیکل سوار نے کار کے قریب پہنچ کر کہا "وہ اندر موجود ہے!"

شعیب فاروقی دراز قامت اور وجیہہ شخصیت کا مالک تھا اس کے بارے میں شہریار کے سارے اندازے درست تھے شہریار کا کارڈ دیکھ کر اس نے کسی قدر اچنبھے کا اظہار کیا اور بولا۔ "خیریت آفیسر' میں تو بڑا بے ضرر شہری ہوں۔"

"ہر شریف شہری ہمارے لئے قابل احترام ہوتا ہے مسٹر فاروقی ایک کیس کے سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں" شہریار نے مسکرا کر کہا۔

"حاضر ہوں' فرمایئے۔"

"ان خاتون کو شناخت کرسکتے ہیں آپ!" شہریار نے تصویر اسے دکھائی جو ڈاکٹر تانیا کے فائل سے حاصل کی گئی تھی اس نے تصویر دیکھی اور آہستہ سے بولا "قیصرہ ناز"

"یہ چہرہ آپ کا شناسا ہے؟"

"جی ہاں' اچھی طرح' مگر پولیس بہت دیر میں جاگتی ہے"

"وضاحت طلب الفاظ ہیں۔ تاہم ہم ابتداء سے چلیں گے' آپ ان خاتون کو کب سے جانتے ہیں؟"

"دو ماہ دس دن سے" شعیب فاروقی نے کہا۔

"صرف..... میرا مطلب ہے اس سے پہلے کبھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی ہے"

"جی نہیں!"

"کہاں ملاقات ہوئی تھی ان سے؟"

"گاڑی کی پچھلی سیٹ پر' رات کو ڈیڑھ دو بجے" شعیب فاروقی نے کہا اور پھر جلدی سے بولا "اور وہ گاڑی میری ہی تھی"

"ایک سنسنی خیز کہانی" شہریار نے کہا۔

"حسن و عشق کی چاشنی سے آراستہ' معاف کیجئے گا خاتون" اس نے فوراً مجھے دیکھا اور شہریار کا لہجہ خشک ہوگیا۔

"ٹائیٹل چل چکا اب اصل کہانی شروع ہو جائے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"وہ ایک پراسرار رات تھی ہفتے کی آخری رات میں ایک اسنوکر کلب سے نکلا اور اپنی کار میں آبیٹھا اس رات میں نے بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور دوستوں سے داد وصول کی تھی اسی نشے سے سرشار میں کار ڈرائیور کرتا رہا اور اپنے گھر آگیا گاڑی کھڑی کر کے میں نے دروازہ لاک کیا اور پچھلے دروازے چیک کرنے لگا تبھی میں نے پچھلی سیٹ پر ایک مڑے تڑے جسم کو دیکھا اور دہشت زدہ ہوگیا ابتداء میں مجھے محسوس ہوا جسے وہ لاش ہو' پھر ہمت کر کے دروازہ کھولا اور دھڑکتے دل سے اس کا جائزہ لیا وہ زندہ تھی' صحیح سالم تھی اور مجھے دیکھ کر جاگ گئی تھی۔

"کیا صبح ہوگئی" اس نے مترنم آواز میں پوچھا۔ اس وقت حسن لطیف کی تمام لطافتیں دہشت میں ڈوب گئی تھیں چنانچہ میں نے کرخت لہجے میں اس سے نیچے اترنے کے لئے کہا اور وہ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی پھر بے نیازی سے بولی "جس وقت ارمناس کے معبد کے کلس پر سورج کی پہلی کرن چمکے تو ہمیں جگا دینا الساریہ کے غلام" اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں جواب میں' میں نے غصے سے دروازہ کھولا اور"

"مسٹر شعیب فاروقی آپ کھانا کھاچکے ہیں" شہریار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"رات کو صرف میں دودھ میں اوولٹین لیتا ہوں"

"ہم الحمد اللہ کھانا کھاتے ہیں اس لئے منظر کشی سے گریز کیجئے گا"

"بہتر' مختصر یہ کہ خاتون ذہنی طور پر غیر متوازن تھیں اور اس وقت رات کا ڈیڑھ بجا تھا۔ دوسری صبح انہوں نے پھر احکامات صادر کرنا شروع کر دیئے۔ ان کے پاس لباس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا جس سے ان کی شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا البتہ ان کے گریبان سے ایک چابی برآمد ہوئی جس میں ہوٹل ہلٹن کا بیج پڑا ہوا تھا۔ اور اس میں روم نمبر بھی نظر آرہا تھا اس سے مجھے کچھ ڈھارس ہوئی ظاہر ہے ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی تھی اور پھر نیم دیوانی بلکہ مکمل دیوانی میں اسے سڑک پر نہیں چھوڑ سکتا تھا اپنے ملازم اور خاتون ملازمہ سے اس کی نگرانی کی درخواست کر کے میں ہوٹل ہلٹن پہنچا اور سیدھا اس کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا میں نے وہاں موجود سامان کی تلاشی لی اور وہاں مجھے اس کا لباس پاسپورٹ اور ضروری سامان حاصل ہوگیا وہ سوئیڈن سے آئی تھی اور اس کا نام قیصرہ ناز تھا اب میرے لئے پریشانی کے لمحات کا آغاز ہوگیا تھا آپ سوچئے آفیسر' ایک سیاح لڑکی جو اپنی ہم وطن ہونے کے باوجود سوئیڈن کی شہریت رکھتی تھی خوبصورت تھی' نوجوان تھی اور کسی حادثے سے پاگل ہوگئی تھی' میں کیا کرتا اسے غیر محفوظ ہاتھوں میں دے دیتا تو یہ ایک غیرانسانی عمل ہوتا' وہ غلط ہاتھوں میں بھی جاسکتی تھی اور اس کا ذمہ دار میں اپنے آپ ہی کو سمجھتا' اپنے سے بوجھ ٹالنے کے لئے میں نے یہ سب کچھ مناسب نہیں سمجھا اور کمرے کو اسی طرح لاک کر کے' چابی اپنی تحویل میں لیکر وہاں سے سیدھا علاقے کے پولیس اسٹیشن پہنچا اور پھر تھانہ انچارج کو میں نے مکمل تفصیلات بتا



دیں میں نے ان سے کہا کہ لڑکی میرے پاس موجود ہے اور اس کا تعلق یقیناً کسی معزز گھرانے سے معلوم ہوتا ہے۔ آفیسر انچارج نے میری بات پر پوری پوری توجہ دی اور اس کے بعد اس نے میرے ساتھ ہی ہوٹل کے اس کمرے میں جا کر لڑکی کا سامان اپنی تحویل میں لے لیا ہوٹل کے اسٹاف سے معلومات حاصل کی گئیں تو پتہ چلا کہ تقریباً چھ دن قبل لڑکی نے یہ کمرہ کرائے پر حاصل کیا تھا اور اس کی تمام ادائیگیاں کر دی تھیں اس وقت وہ بالکل درست حالت میں تھی اس کے بعد وہ کیا کرتی رہی یہ ان کے علم میں نہیں تھا۔ کمرہ اس وقت جب پولیس نے وہاں چھاپہ مارا' تین دن سے بند تھا اور ہوٹل کے قوانین کے خلاف لڑکی اس کے دروازے کی چابی اپنے ساتھ ہی لے گئی تھی جس کے لئے روم انچارج کے پاس کاؤنٹر کی رپورٹ درج تھی پھر پولیس آفیسر نے میرے ساتھ چل کر میرے گھر پر اس لڑکی کا جائزہ لیا اور وہاں میں نے اس سے درخواست کی کہ اگر وہ مناسب تو لڑکی کو میرے پاس ہی رہنے دے' میں اسے کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھانا چاہتا ہوں' یہ ایک نیک عمل بھی ہے اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ایسا کرنا ضروری بھی ہے تھانہ انچارج اس بات پر تیار ہوگیا اور وہ سامان اس نے اپنی تحویل میں ہی رکھا پھر میں دو دن تک لڑکی کا جائزہ لیتا رہا یہ خیال تھا میرے ذہن میں کہ ہوسکتا ہے کہ اس پر کوئی وقتی دورہ پڑا ہو اور اس کے اثرات ختم ہو جائیں تو وہ نارمل ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ ایک بے ضرر پاگل تھی' اور اس کے انداز میں کسی قسم کی تبدیلی رونما ہوتی محسوس نہیں ہو رہی تھی البتہ مجھے اس سے تھوڑی سی انسیت ہوگئی تھی پھر میں اسے شہر کے ایک مشہور دماغی امراض کے ماہر کے پاس لے گیا جس کا نام ڈاکٹر تانیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر تانیا کو لڑکی کے بارے میں تفصیل سے بتایا اس کے دماغی معائنے کے لئے کہا اور ڈاکٹر تانیا نے اس کا بھرپور معائنہ کیا۔ لیکن اس نے کہا کہ لڑکی کے ذہنی توازن میں کوئی خرابی نہیں ہے اس کے تمام ٹیسٹ درست ہیں اگر کوئی عارضی واقعہ یا حادثہ اس کا سبب بنا ہے تو اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تھوڑا سا وقت اسے خود ہی نارمل کر دے گا یہ ایک ڈاکٹر کی رائے تھی' سو میں نے اسے تسلیم کیا۔ میں نے ڈاکٹر سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر اس کا علاج اس کے کلینک میں رہ کر ہوسکے تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا جس پر ڈاکٹر تانیا نے مجھے جواب دیا تھا کہ علاج بیماری کا کیا جاتا ہے اور وہ اپنے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ لڑکی ذہنی طور پر بالکل درست ہے خیر میں اسے گھر لے آیا۔ اور مزید ایک ہفتے تک میں نے اسے اپنے پاس رکھا۔ میرے لئے ایک عجیب الجھن پیدا ہوگئی تھی لیکن پھر معاف کیجئے گا کہ آفیسر' یہ الجھن خود بخود رفع ہونے لگی غالباً میرے دل میں اس کے لئے محبت کے جذبات پیدا ہونے لگے تھے اور وہ بھی مجھ سے اس قدر مانوس ہوگئی تھی کہ آپ تصور نہیں کرسکتے۔ میں پریشان تھا اور اپنے شناساؤں سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کر رہا تھا کہ ذہنی امراض کے لئے اور کون سی بہتر جگہ ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر تانیا سے تو میں مایوس ہو گیا تھا پھر کہیں سے مجھے کارونش ہسپتال کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وہاں کے ایک ماہر ڈاکٹر تبسم رضوی سے رابطہ قائم کیا تبسم رضوی نے اس کا جائزہ لیا اور اس کے بعد اسے اپنے کلینک میں داخل کرلیا۔ تو محترم آفیسر یہ ہے قیصرہ ناز کی کہانی۔ وہ کارنش اسپتال میں زیرعلاج ہے اور میں اس کی بھرپور نگرانی کر رہا ہوں۔

یہ لمحہ ہمارے لئے شدید حیرت کا لمحہ تھا خاص طور سے میں شہریار کی اس رپورٹ کے بارے میں غور کر رہی تھی جو اس نے راستے میں مجھے دی تھی اور بتایا تھا کہ شعیب فاروقی ڈرگ اسٹور سے اٹھ کر کارونش ہسپتال میں گیا ہے اور اس وقت شعیب فاروقی کہہ رہا تھا کہ قیصرہ ناز کارونش ہسپتال میں زیرعلاج ہے میں نے پہلی بار اس سے سوال کیا.....

"آپ اس سے ملتے رہتے ہیں؟" شعیب فاروقی مسکرایا اور بولا "جی ہاں! محترمہ میں روزانہ صبح اور شام اس کے پاس جاتا ہوں۔"

"کیا آج بھی آپ کی اس سے ملاقات ہوئی؟"

"یقیناً شام ہی کو میں اس سے ملا ہوں اور کیا براہ کرم آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کی یہ تفتیش کیا نوعیت رکھتی ہے؟"

"سرکاری معاملات ہر شخص کو نہیں بتائے جاسکتے اور میں بھی آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں سمجھتا ہوں غالباً سوئیڈن سے اس سلسلے میں کوئی کاروائی ہوئی ہے۔"

"شاید۔" شہریار نے کہا۔ پھر بولا۔ لیکن آپ کو یہ احساس ہے مسٹر شعیب فاروقی کہ آپ نے خاصی مجرمانہ غفلت برتی ہے۔"

"وضاحت فرمائیں گے۔" شعیب فاروقی نے بھنوئیں اٹھا کر شہریار کو دیکھا۔

"غیرملکی پاسپورٹ پر غیرملکی شہریت رکھنے والی لڑکی آپ کو اپنی تحویل میں نہیں رکھنی چاہیے تھی بلکہ فوری طور پر آپ کو سوئیڈن ایمبیسی سے رابطہ قائم کرکے اس کے بارے میں اطلاع دینی چاہیے تھی۔"

شعیب فاروقی کے چہرے پر طنز کے آثار پیدا ہوگئے اور اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا..... "مجھے؟"

"جی ہاں آپ کو....."

"نہیں آفیسر میں قانون نہیں جانتا لیکن عام حالات میں اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہوں کہ جب ایک مسئلہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے تو پھر باقی ذمہ داریاں پولیس کی ہوتی ہیں اگر تھانہ انچارج صاحب مجھے لڑکی کو اپنی تحویل میں رکھنے کی اجازت نہ دیتے تو ظاہر ہے وہ میری مجبوری ہوتی' یہ دوسری بات ہے کہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اس کی خبرگیری کرتا اور اس معاملے میں ملوث رہتا لیکن یہ تو ایک زیادتی کی بات ہے کہ آپ اپنی ذمہ داریاں میرے شانوں پر ڈال دیں۔" بات بالکل درست تھی' شہریار نے کچھ اور کہنا چاہا لیکن میں نے اسے منع کیا اور



بولی..... "شعیب فاروقی صاحب کارونش ہسپتال میں کیا آپ ہمیں قیصرہ ناز کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کرسکتے ہیں اگر ہم اس سے ملنا چاہیں تو....."

"یقیناً' میری اس پہ اجارہ داری نہیں ہے وہ وہاں اسپیشل وارڈ نمبر7 - اور کمرہ نمبر3 میں ہے میں نے اس کے لئے ایک خصوصی ملازمہ کا بندوبست بھی کیا ہے' میرے دل میں اس کے لئے بہت ہی اچھے جذبات ہیں وہ کہیں بھی ہو کسی بھی کیفیت میں ہو میں اب اس سے متعلق ہی رہوں گا اور اس کی خبرگیری کرتا رہوں گا پولیس آفیسر آپ بھی ہیں یہ کہانی آپ کے علم میں آچکی ہے میری تمام باتوں کی تصدیق کر لیجئے گا اور اس کے بعد میں خواہش مند ہوں کہ میرے ساتھ دوستانہ رویہ اختیار کیجئے گا"

"کیوں نہیں کیوں نہیں" شہریار کی بجائے میں نے کہا اور مسکرا کر بولی۔ "آپ غیرشادی شدہ ہیں شعیب فاروقی صاحب.....؟"

"جی ہاں' بس یوں سمجھ لیجئے کہ شادی جسے کہتے ہیں اس کا تصور کبھی میرے ذہن میں نہیں آیا کیونکہ والدین کی موجودگی میں یہ ان کا فرض ہوتا ہے اور وہی اس بارے میں سوچتے ہیں' زمانہ حال میں یہ ذمہ داری خود اپنے ہاتھوں بھی پوری کی جاسکتی ہے لیکن بعض لوگ شاید ہمت نہیں رکھتے یا شاید ذہنی طور پر وہ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار نہیں کرپاتے میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے لیکن ہوسکتا ہے اگر حالات سازگار ہوئے تو میں قیصرہ ناز سے شادی کر لوں" شعیب فاروقی نے صاف ستھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کے والدین کا انتقال ہوچکا۔"

"جی ہاں بہت عرصے پہلے۔"

"آپ کا کاروبار صرف یہی ہے۔"

"جی' میرا پس منظر بہت بہتر نہیں ہے شدید محنت کر کے اس شعبے میں کچھ آگے بڑھا ہوں' ہومیوپیتھک ڈاکٹر بھی ہوں' لیکن اپنا کوئی کلینک کھولنے کی بجائے میں نے ہومیوپیتھک ڈرگس کو اپنا ذریعہ معاش بنایا ہے"

"بہت بہت شکریہ..... آپ سے یقیناً دوبارہ بھی ملاقات ہوگی"

"نہایت ضروری ہے بلکہ میں خود بھی آپ سے اس سلسلے میں ملاقات کروں گا مسٹر شہریار' محترمہ آپ سے تعارف نہیں ہوسکا۔"

"بس انسپکٹر شہریار کا تعارف کافی ہے ان کے ذریعے مجھ سے بھی آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔"

"بہتر' ویسے کیا آپ لوگ اس سے ملاقات کریں گے۔"

"اب اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا' وہ قانون کے دائرے میں ہوگا کیا آپ اس انسپکٹر کو بتاسکتے ہیں جسے آپ نے اس سلسلے میں تفصیلات بتائی تھیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"جی ہاں کیوں نہیں' وہ اس علاقے کے تھانہ کے انسپکٹر زاہد خواجہ تھے"

"زاہد خواجہ" شہریار زیرلب بولا اور پھر ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے شہریار نے کسی عمدہ سے ریستوران میں کافی کی تجویز پیش کی تھی۔

ہم دونوں ایک ریستوران میں آ بیٹھے شہریار نے کافی منگوائی تھی پھر اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔"کیا چکر ہے یہ.....؟" میں نے جواب نہیں دیا شہریار پھر بولا "میں نے اسے جان بوجھ کر اصل بات نہیں بتائی اور یوں لگتا ہے جیسے اس نے بھی اخبار نہیں پڑھا میں نے سوچا کہ پہلے اس کے بیان کی تصدیق کرلی جائے کہ تصویر والی لڑکی واقعی کا رونش ہسپتال موجود ہے یا نہیں۔"

"اور اگر ہوئی تو۔"

"صبر کریں گے" شہریار مردہ لہجے میں بولا۔

"اب بھی تسلیم نہیں کرو گے کہ کیس بے حد دلچسپ ہے۔"

"تم کہتی ہو تو تسلیم کئے لیتا ہوں ایک لڑکی قتل ہو گئی جو ایک غریب سکول ٹیچر تھی اس کی تدفین خود پولیس نے کئی دن کے بعد پورے ہوش و حواس سے کی اور اب اس کے بارے یہ پراسرار سنسنی خیز رومان انگیز داستان سنی گئی کہ وہ زندہ ہے خیریت سے ہے اور ہماری خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتی ہے۔"

"ظاہر ہے مقتولہ کوئی اور تھی۔" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"چنانچہ اب رخ تبدیل کر لو' تانیا کی رپورٹ نے خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کئے سب کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ارے یہ سب تمہارے اردگرد چکرانا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔"

"خدا سے ڈرو شہریار' وہ میرے بزرگ ہیں۔"

"چھوڑو اسے اب یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہے میرے خیال میں یہ قیصرہ ناز کا چکر بے کار ہے مقتولہ عابدہ فردوس اپنی الگ حیثیت رکھتی تھی اور وہ صرف قیصرہ کی شکل تھی۔"

میں چند لمحات گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی پھر میں نے کہا "ایسی بات نہیں ہے شہریار۔"

"کیوں" شہریار پرزور لہجے میں بولا۔

"مقتولہ کے فلیٹ کے کچن میں مجھے ایک فون نمبر ملا تھا اور میں نے....." میں نے شہریار کو عظمیٰ سے متعلق پوری کہانی سنائی اور وہ آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی نہ کوئی لنک ہے دونوں کے درمیان۔"

"یقیناً ہے شہریار ہم اس ٹیلیفون نمبر کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔" شہریار مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔ "مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"



"بس چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کہ کیا کرنا چاہئے؟"

"ٹیلیفون نمبر کو نظرانداز تو نہیں کیا جا سکتا آخر وہ وہاں کیوں موجود تھا۔"

"سو فیصد بالکل بالکل" میں نے کہا اور شہریار پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔ "لیکن ہمارے پاس اس طرح تفتیش کے لئے کافی مواد جمع ہو گیا پہلی بات تو یہ کہ قیصرہ ناز سے ہسپتال میں ملاقات کی جائے جبکہ تمہارے کہنے کے مطابق عظمیٰ منظور نے یہ تصدیق کر دی کہ مقتولہ قیصرہ ناز ہی ہے اگر دونوں لڑکیوں میں اس قدر مماثلت بھی ہے تو آخر کیوں یہ سوچنے کی بات ہے ناں.....؟"

"بالکل شہریار بالکل۔"

"خیر یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کوئی مسئلہ اگر تمہارے ہاتھ میں آجائے۔"

"تم پچیس بار یہ جملے مجھ سے کہہ چکے ہو' میں تمہارے صاحب خان کی طرح زبردستی کسی کو مجرم تو نہیں بنا دیتی اب اگر یہ سارے واقعات پیش آرہے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور.....؟" میں نے کہا شہریار میرے اس انکشاف کے بعد کافی سنجیدہ ہو گیا تھا اس نے کہا۔

"تو پھر کل دن میں ہمیں یہ سارا کام کرنا چاہئے زاہد خواجہ کو بھی اس مسئلے میں ٹٹولنا پڑے گا ویسے تمہارا کیا خیال ہے تھانہ انچارج نے اس مسئلے میں بدترین غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کم از کم ایک غیرملکی کے سلسلے میں تو اسے پوری ذمہ داری کیساتھ اپنے فرائض انجام دینا چاہئے تھے اس پر اچھی خاصی مصیبت نازل ہو سکتی ہے ان تفصیلات کے بعد اور ظاہر ہے ہم اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

"کل کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے کل صبح ہم کارونش ہسپتال چل کر اس سے ملیں گے" شہریار نے کہا اور ہم نے اس کا پروگرام ترتیب دیدیا۔

دوسرے دن شہریار مقررہ جگہ گیا اور ہم دونوں ہسپتال چل پڑے یہاں ہماری ملاقات ایک نوجوان ڈاکٹر احسان سے ہوئی جس نے قیصرہ تک ہماری رہنمائی کی۔ لڑکی مقتولہ کی بمشکل ہی نہیں بلکہ اس جیسی جسامت بھی رکھتی تھی یہاں تک کہ دونوں کے بالوں کا سٹائل بھی ایک جیسا تھا اس وقت وہ نارمل نظر آرہی تھی میں نے اس سے ہاتھ ملایا تو اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"مجھے لنڈی کہتے ہیں۔"

"ہیلو....." اس نے کہا۔

"آپ کے مزاج کیسے ہیں۔"

"ٹھیک ہیں۔"

"ہم ہسپتال کا سروے کر رہے ہیں آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"پتہ نہیں! ڈاکٹر جانتے ہیں۔"

"آپ سوئیڈن واپس جانا چاہتی ہیں۔"

"کیوں۔"

"اس لئے کہ آپ وہاں کی باشندہ ہیں۔" میں نے کہا اور وہ کھوئی کھوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی اور بولی۔ "نہیں..... میں کہیں نہیں جانا چاہتی' یہاں سب اچھا ہے نرسیں' ڈاکٹر سب اچھے ہیں وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

"اور شعیب فاروقی.....؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ بہت اچھے ہیں میں بس ان کے پاس رہوں گی میں کہیں نہیں جاؤں گی اور..... اور میں....." اس کا سانس تیز ہونے لگا ڈاکٹر احسان نے معذرت آمیز لہجے میں کہا "پلیز مس"

"اوئے ڈاکٹر' آئیے" میں نے کہا اور ہم اس کے کمرے سے نکل آئے میں نے مسکرا کر پوچھا "یہ کیس..... ڈاکٹر تبسم رضوی کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں وہ آچکے ہیں آپ ان سے مل لیں" ڈاکٹر احسان نے کہا۔

ہم تبسم رضوی سے ملے انہوں نے کہا "میں اس لڑکی کو دماغی مریضہ قرار نہیں دے سکتا لیکن وہ غیر متوازن ہے اور اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو اس کے دماغ میں ایک ہلکا سا غیر محسوس انتشار ملتا ہے جو کسی عارضی عمل کا رد عمل ہو سکتا ہے اور بعض اوقات اس کے لئے کسی بہت بڑے حادثے یا واقعے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ دن بھر کی تھکن کے بعد گہری نیند سوئے ہیں اور آپ کو شدید ترین آرام کی ضرورت ہے اس کے بغیر آپ بہت سے مسائل کا شکار ہو سکتے ہیں لیکن کسی انتہائی ناگوار بات سے دھماکہ ہو یا کسی کی آواز ہو یا کسی کی مداخلت ہو آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے تو آپ شدید ذہنی بوجھ محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات یہ ذہنی بوجھ اس قدر نقصان دہ ثابت ہوتا ہے کہ انسانی دماغ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اس کے نتیجے میں بلڈ پریشر بڑھ سکتا ہے جسم کا کوئی حصہ مفلوج ہو سکتا ہے آنکھ کی بینائی جا سکتی ہے وغیرہ وغیرہ میرا اپنا خیال یہی ہے کہ کسی ایسے ہی چھوٹے سے واقعے نے اسے متاثر کیا ہے اور یہ تاثر بالآخر آہستہ آہستہ دور ہو جائے گا اور وہ نارمل ہو جائے گی دراصل جو صاحب ان خاتون کو یہاں لیکر آئے تھے۔ انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ ڈاکٹر تانیا نے اس کیس کو مسترد کر دیا ہے اور اسے کسی قسم کی ذہنی بیماری کا شکار تسلیم نہیں کیا انہوں نے' میں نے ان کے چیلنج کو قبول کر لیا ہے مجھے ان کے طریقہ کار سے اختلاف ہے غیر ممالک سے جدید ترین مشینری لے آنا اور صرف مشینوں کی حد تک محدود ہو جانا میرے نزدیک کوئی بہتر عمل نہیں ہے انسانی جسم کو مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ تو بڑے بڑے حکماء نے بھی نہیں کیا۔ انہوں نے بھی گنجائش رکھی ہے میں اسی کے تحت عمل کر رہا ہوں اور اسی چیلنج کو قبول کر کے میں نے اس لڑکی کا علاج شروع کیا ہے مجھے یقین ہے کہ بہت مختصر وقت میں وہ نارمل ہو جائے گی۔"



"بے حد شکریہ ڈاکٹر تبسم رضوی ہمیں آپ سے بس یہی معلومات حاصل کرنی تھیں۔"

ہم لوگ ہسپتال سے واپس نکل آئے شہریار چونکہ میرے انکشاف کے بعد بہت زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا چنانچہ اس نے کہا۔

اب اگر تم چاہو تو ایک بار عظمیٰ سے اور مل لو' اگر وہ لڑکی عظمیٰ کی اتنی اچھی دوست ہے تو ہو سکتا ہے عظمیٰ سے ملاقات کر کے اس کا ذہنی توازن درست ہو جائے' میرا مطلب ہے یہ ایک اور کوشش کی جا سکتی ہے۔" میں نے شہریار کی بات سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ البتہ میں نے اس سے کہا "ہم زاہد خواجہ کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔ اس کے پاس لڑکی کا پاسپورٹ اور دوسرا سامان بھی ہے۔"

"اس نے تو نمٹنا ہے مجھے" شہریار نے کہا۔

"پہلے اسی سے کیوں نہ مل لیا جائے۔"

"چلو" شہریار نے کہا۔ تھانہ میں داخل ہوئے تو تھانہ انچارج موجود تھا شہریار نے اس سے اپنا تعارف کرایا اور بولا "آپ زاہد خواجہ ہیں۔"

"نہیں جناب! خواجہ صاحب تو کچھ عرصہ قبل ایک پولیس مقابلے میں شدید زخمی ہو گئے تھے ابھی ہسپتال میں ہیں میں سب انسپکٹر ہوں اور میرا نام ذوالفقار اختر ہے۔"

"تم نے پورا چارج نہیں لیا خواجہ صاحب سے....."

"کیسے لے سکتا تھا جی جو تھوڑا بہت کام چل سکا چلا رہا ہوں" شہریار کے ہونٹ سکڑ گئے تھے پھر اس نے سب انسپکٹر کو تفصیلات بتا کر قیصرہ کیس کی ایف آئی آر نکلوائی اور سب انسپکٹر نے اس سلسلے میں مکمل تعاون کیا۔ شعیب فاروقی کی دی ہوئی اطلاعات کے مطابق مقررہ تاریخ میں رپورٹ درج کی گئی تھی روزنامچے میں ہوٹل سے برآمد شدہ سامان کی تفصیل بھی درج تھی اور سامان کا پیکٹ تھانہ کے مال خانے میں جمع تھا' سب انسپکٹر نے سیل کیا ہوا پیکٹ شہریار کی ہدایت پر اس کے سامنے کھولا اور میں اور شہریار لڑکی کے قیمتی لباس' اس کا دوسرا سامان اور پاسپورٹ وغیرہ دیکھنے لگا بہترین لباس تھے اور ایک دو ہلکے لیکن قیمتی زیورات بھی' شہریار نے سب انسپکٹر کو ہدایت کی کہ وہ پیکٹ قانون کے مطابق پولیس ہیڈ کوارٹر انسپکٹر شہریار کے پاس پہنچا دے پھر ہم وہاں سے نکل آئے اور شہریار نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ٹائیں ٹائیں فش..... ویسے انسپکٹر زاہد کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ بس یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ وہ پولیس مقابلہ کونسی تاریخ کو ہوا کیونکہ اس کیس پر فوری توجہ ضروری تھی۔"

"جانے دو شہریار' کن چکروں میں پڑے ہو' آؤ چلو' عظمیٰ کے گھر چلتے ہیں" عظمیٰ نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا تھا میں نے انسپکٹر شہریار سے اس کا تعارف کرایا تو وہ کسی قدر نروس سی ہو گئی میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اس وقت اس کے پاس ہمارا آنا قطعی غیر سرکاری ہے' البتہ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ اس کے پاس قیصرہ ناز سے متعلق جس قدر معلومات ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وہ ہمیں فراہم کر دے' عظمیٰ کسی قدر متعجبانہ انداز میں بولی "مگر میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے لبنیٰ' میں نے آپ کو بتایا تھا' ہاں کچھ تصاویر اور ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں ہے کچھ ہم دونوں نے ساتھ ساتھ بنوائی تھیں اور کچھ اس نے مجھے اپنے پاس سے دی تھیں' میں ابھی لاتی ہوں۔"

سعیدی صاحب شاید اس وقت موجود نہیں تھے ورنہ ضرور نظر آتے عظمیٰ چلی گئی تو میں شہریار کو عظمیٰ کے بارے میں مزید تفصیلات بتانے لگی پھر وہ دس گیارہ تصویریں لیکر ہمارے پاس پہنچ گئی جنہیں اس نے شاید کسی البم سے نکالا تھا میں اور شہریار یہ تصویریں دیکھنے لگے اور عظمیٰ ہمارے لئے چائے وغیرہ کا بندوبست کرنے چلی گئی میں ذرا اطمینان سے اسے قیصرہ کی زندگی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔ شہریار بھی دلچسپی سے وہ تصویریں دیکھ رہا تھا اور میں بھی..... دفعتاً ایک تصویر دیکھتے ہوئے میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا اور میں بری طرح سنسنی کا شکار ہو گئی تصویر ایسی ہی نوعیت کی حامل تھی۔

شہریار دوسری تصویروں میں گم تھا۔ میں سنسنی خیز نظروں سے اس تصویر کو دیکھتی رہی اور پھر میں نے اسے دوسری تصویروں میں شامل کر دیا۔ عظمیٰ آگئی تھی۔

ہم اس کیس میں الجھے ہوئے ہیں عظمیٰ' تمہیں اس کا پراسرار نوعیت کا اندازہ ہو گا خاص مشکل اور پیچیدہ معاملہ ہے بے چارے شہریار کو سخت محنت کرنی پڑ رہی ہے۔"

"میں تو بس ایک ہی درخواست کرنا چاہتی ہوں لبنیٰ۔ ہماری خوشحال زندگی میں کوئی الجھن نہ آنے دینا سعیدی صاحب کوئی حادثہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔"

"میں نے روز اول تم سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کروں گی ہاں بس تم پس منظر میں رہ کر میری مدد کرتی رہنا۔"

"میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔"

"کوئی اور بات جو قیصرہ سے متعلق ہو۔ ذرا سا غور کرو!"

"مسلسل کرتی رہی ہوں مگر۔"

"وہ شادی شدہ عورت تھی نا.....؟"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"کوئی رومان.....؟"

"میرے خیال میں نہیں' وہ بڑی ٹھوس لڑکی تھی۔"

"دراصل ایک نہایت انوکھا واقعہ ہو گیا ہے جس نے اس کیس کو بری طرح الجھا دیا ہے۔"

"کیا.....؟" عظمیٰ نے پوچھا۔



"قیصرہ ناز زندہ ہے اور ایک ہسپتال میں زیر علاج ہے۔" میں نے کہا اور عظمیٰ پر اس خبر کا وہی ردعمل ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ وہ چکرائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بمشکل بول۔

"تم نہ جانے کیا کہہ رہی ہو....."

"دوران تفتیش شہریار پر اس بات کا انکشاف ہوا' اور ہم اس سے ملنے گئے۔"

"ملنے گئے۔ تم نے اسے خود' خود دیکھا ہے.....؟" عظمیٰ نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"ہاں اس کے بارے میں جو تفصیل معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ وہ دو ماہ اور چند روز قبل سوئیڈن سے آئی' یہاں ایک ہوٹل میں قیام کیا اور پھر نہ جانے کس طرح اس کا دماغ الٹ گیا۔ وہ ایک شریف آدمی کو ملی اور اس نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اسے ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ تب سے وہ وہیں ہے۔"

"اور وہ مقتولہ.....؟"

"کوئی اور ہی ہو سکتی ہے....."

"ناممکن.....!" عظمیٰ نے کہا۔

"ہم اسے دیکھ چکے ہیں عظمیٰ' اور اس لاش کو بھی جس کی تصویر میں نے تمہیں دکھائی تھی اور جسے تم نے سرد خانے میں شناخت کیا تھا۔"

"پاگل لڑکی کوئی اور ہو سکتی ہے' مقتولہ قیصرہ ہی تھی۔"

"اگر تم مناسب سمجھو تو اس پاگل لڑکی کو بھی ایک نگاہ دیکھ لو.....!"

"میں ابھی تیار ہوں۔"

"ابھی نہیں۔ کل دن میں' میں تمہارے پاس آجاؤں گی اور تمہیں ہسپتال لے جاؤں گی!"

عظمیٰ گہری گہری سانسیں لیتی رہیں۔ پھر چائے وغیرہ کا دور ہوا اور اس کے بعد ہم نے اس سے اجازت طلب کر لی۔

"کل کس وقت چلو گی لبنیٰ؟"

"بارہ بجے کے بعد۔" میں نے جواب دیا اور پھر وہ تصویریں سمیٹتی ہوئی بولی۔ "یہ تصویریں چند روز کے لئے قرض دے سکتی ہو.....؟"

"ہاں ہاں رکھ لو۔" ہم دونوں باہر نکل آئے تھے۔ شہریار تو چلا گیا اس کے بعد میں نے گھر کا رخ ہی کیا تھا لیکن میرا ذہن شدید سنسنی کا شکار تھا۔ معمولات سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا گھسی اور پھر محدب شیشے سے اس تصویر کو دیکھنے لگی جو میرے لئے نہایت سنسنی خیز تھی۔ عظمیٰ کے بیان کے مطابق قیصرہ ناز کے گھر کی تصویر تھی جس میں قیصرہ نظر آرہی تھی پس منظر میں ایک سائیڈ بورڈ رکھا ہوا تھا جس کے خوبصورت شیلف میں قیمتی کتابیں موجود تھیں اوپر ایک اسٹائلش فریم رکھا ہوا تھا جس میں ایک تصویر لگی ہوئی تھی اور یہ تصویر شعیب فاروقی کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھی- ایک نگاہ میں' میں نے اسے پہچان لیا تھا اور اب محدب شیشے نے اسے بالکل واضح کر دیا تھا وہ شعیب فاروقی ہی تھا- شعیب فاروقی کی تصویر' سویڈن میں' قیصرہ کے گھر میں- اس کا مطلب تھا کہ شعیب فاروقی نے قیصرہ کی کہانی من گھڑت سنائی تھی مگر پھر ہوٹل' سامان قیصرہ کا پاسپورٹ' کوئی گہری چال بھی ہو سکتی ہے اور شعیب فاروقی کو سو فیصد ایک مشکوک انسان قرار دیا جا سکتا ہے- بلکہ اس تفتیش کا دائرہ اسی پر مرکوز کرنا پڑے گا- اس کہانی کو کسی طور الگ قرار نہیں دیا جا سکتا تھا کیونکہ عظمیٰ کا فون نمبر وہاں موجود تھا- دوسرے دن کی مصروفیات کے لئے میں نے باقاعدہ پلاننگ کی تھی- چنانچہ اس پلاننگ کے مطابق میں نے دفتر کے کیمرا سیکشن سے اس تصویر کے تین انلارجمنٹ بنوائے اور شعیب فاروقی نمایاں ہو- گیارہ بجے شہریار کا فون ملا اور اس نے پوچھا-

"تم عظمیٰ کے ساتھ ہسپتال جا رہی ہو.....؟"

"وہاں اپنا ایک آدمی شعیب کے پیچھے مستقل لگا دو.....!"

"اوہو' کوئی خاص بات.....!"

"ملاقات پر بتاؤں گی- بارہ بجے کا وقت میں نے اس لئے رکھا ہے کہ شعیب فاروقی اپنے سٹور پر ہو' اگر کوئی گڑبڑ ہو تو براہ کرم مجھے اطلاع دے دینا.....!"

"کس وقت اور کہاں-" شہریار نے پوچھا-

"ساڑھے بارہ بجے میں تمہیں عظمیٰ کے گھر سے فون کروں گی.....!"

"اوکے.....!" شہریار نے کہا- سوا بارہ بجے عظمیٰ کے گھر پہنچ گئی- وہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی-

"آہ' تم یقین نہیں کر سکتیں' میں کتنی بے چین رہی ہوں- ڈیڈی کو میں نے کچھ نہیں بتایا ان سے یہ خلجان برداشت نہ ہو گا اس وقت بھی وہ خوش قسمتی سے گئے ہوئے ہیں- چلیں.....؟"

"ہاں' تیار ہو جاؤ' میں ایک فون کروں گی-" عظمیٰ لباس تبدیل کرنے چلی گئی میں نے شہریار کو فون کیا اور اس نے گرین سگنل دیدیا- ہسپتال میں اس وقت بھی نوجوان ڈاکٹر احسان ہی ڈیوٹی پر تھا جس نے تعاون کیا' قیصرہ ناز کے پاس اس وقت وہ ملازمہ بھی موجود تھی جسے شعیب فاروقی نے اٹینڈنٹ کے طور پر رکھا تھا- وہ قیصرہ کے بال سنوار رہی تھی- عظمیٰ اسے دیکھ کر ساکت رہ گئی- قیصرہ نے بھی اسے دیکھا لیکن اس کا چہرہ قطعی سپاٹ رہا اس کی آنکھوں میں شناسائی کے آثار نہیں تھے-

"قیصرہ' میں عظمیٰ ہوں-"

"جی....." اس نے آہستہ سے کہا-

"مجھے پہچانتی ہوں.....؟"

"نہیں....." اس نے آہستہ سے کہا- عظمیٰ نے کچھ اور کہنا چاہا مگر میں نے اس کے بازو



پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کر دیا تھا- زیادہ دیر رکنا بے سود تھا ڈاکٹر احسان کا شکریہ ادا کر کے ہم لوگ باہر نکل آئے.....!

"میرے خدا' وہ قیصرہ ہی ہے- سو فیصد قیصرہ ہے' مگر پھر وہ مقتولہ کون تھی کوئی فرق نہیں ہے دونوں میں.....؟!" عظمیٰ نے تھکی تھکی آواز میں کہا-

"شعیب فاروقی نامی کسی شخص کو جانتی ہو.....؟" میں نے اچانک پوچھا-

"نہیں.....کون ہے؟"

"ایسے ہی پوچھ لیا تھا-" میں نے جواب دیا- عظمیٰ کو اس کے گھر چھوڑ کر میں وہاں سے چل پڑی- اپنے پرائیویٹ آفس کے پیچھے میں نے شہریار کی بائیک دیکھ لی تھی- میرا انتظار کر رہا تھا اور کھانا تیار تھا-

"جی خاتون- کیا رپورٹ ہے.....؟" اس نے کھانے سے فارغ ہو کر پوچھا-

"عظمیٰ اس لڑکی کو بھی قیصرہ ناز بتاتی ہے-"

"ایک خیال آیا ہے دماغ میں.....؟"

"کیا.....؟"

"مقتولہ کی لاش نکلوا کر میک اپ کا اندازہ لگایا جائے....." شہریار نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی-

"ممکن ہو گا.....؟"

"ہاں ضرورت پڑنے پر ایسا کیا جا سکتا ہے-"

"میرا خیال ہے کر لو- پلاسٹک میک اپ یہ کمال دکھا سکتا ہے- اس کے بعد ہم پاگل لڑکی کا چہرہ بھی دیکھیں گے....."

"شاہ صاحب کی مدد لینی پڑے گی' دونوں کام ہو جائیں گے' بلکہ میں نے تو ایک بات اور سوچی ہے- تم نے شعیب فاروقی کی نگرانی شروع کرائی ہے میں اس لڑکی پر بھی ہسپتال میں پہرہ بٹھانا چاہتا ہوں بات آگے بڑھی تو وہ غائب بھی ہو سکتی ہے!"

"جیتے رہو' دونوں کام کی باتیں ہیں' مگر احتیاط سے....."

"ہاں اس کی فکر نہ کرو' ویسے شعیب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ایمانداری سے بتانا....."

"مشکوک ہے-" میں نے کہا-

"تم بھی جیتی رہو میری طرح- مجھے تو اس پر پہلے ہی شک ہو گیا تھا-"

"اس کی وہ کہانی من گھڑت لگتی تھی بالکل جاسوسی ناولوں والی' کوئی اور چکر ہے اور وہ اس میں پوری طرح ملوث ہے-"

"ہاں میں تم سے متفق ہوں-"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"خدا کی قسم کمال ہے اس بار تم نے کچھ عجیب انداز اختیار کیا ہے۔" شہریار نے آنکھیں پھاڑ کر کہا اس دوران میں وہ انلارجمنٹ نکال چکی تھی جو میں نے بنوائے تھے۔ میں نے وہ شہریار کے سامنے رکھ دیئے شعیب کی تصویر اتنی نمایاں تھی کہ شہریار نے ایک نگاہ میں ہی دیکھ لی۔ "ارے..... یہ اوہ یہ..... یہ اوہو خدا کی قسم یہ تو ان تصویروں سے ایک ہے جو تم..... ارے یہ سوئیڈن کی ہے..... اور....."

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شعیب فاروقی نے کوئی ڈرامہ کیا ہے وہ قیصرہ کو پہلے سے جانتا ہے اور سوئیڈن اس کے گھر جا چکا ہے۔ دونوں میں کیا روابط تھے اور مقتولہ کون تھی یہی سب کچھ معلوم کرنا ہے۔"

"میرے خیال میں فاروقی پر نگاہ رکھنے کی ہدایت تم نے اس کے بعد ہی کی تھی اور مگر تم نے ان تصویروں میں یہ شناخت خوب کی۔"

"تمہاری نگاہ میں بھی یہی باریکی چاہتی ہوں میں۔"

"مشکل ہے۔" شہریار مایوسی سے بولا۔

"کیوں....."

"میری آنکھوں میں ایک گھونسلہ بنا ہوا ہے اور اس گھونسلے میں ایک چڑیا رہتی ہے کیا کروں۔"

"کٹ..... اب ان حالات میں ہمیں دو کام کرنے ہیں پہلے کیا کرو گے۔ اس کا فیصلہ کرو۔"

"کیا کہا.....؟" شہریار نے پوچھا۔

"شعیب فاروقی کے گھر کی تلاشی' جو تمہیں لینی ہے خفیہ طور پر' اور اس کے دونوں ملازموں سے پوچھ گچھ۔"

"خفیہ طور پر.....؟"

"ہاں اس وقت جب شعیب فاروقی سٹور میں مصروف ہے' میں نے پروگرام بنا لیا ہے۔" میں نے شہریار کو اپنا پروگرام بتایا اور اس نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی پھر دوسرے پروگرام کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا..... "وہی میک اپ کی تلاش.....؟"

"تب یوں کرتا ہوں کہ شاہ صاحب کے ذریعہ قبر کی کھدائی کا اجازت نامہ نکلوا لیتا ہوں مجسٹریٹ کی اجازت ضروری ہوتی ہے اس میں تو شاید کچھ وقت لگ جائے کل یہ کام کر لیتے ہیں۔" پروگرام طے ہو گیا۔ شعیب فاروقی کی نگرانی او رسخت کر دی گئی تھی۔ حسب پروگرام شہریار کیل کانٹے سے لیس ہو کر میرے پاس آ گیا۔ اس نے جدید ساخت کا وائرلیس مجھے دکھاتے ہوئے کہا.....

"ہرچند کہ مجھے رپورٹ مل چکی ہے کہ وہ ہسپتال سے آ کر اپنے سٹور پر مصروف ہو گیا



ہے اس کے باوجود میں نے اپنے آدمیوں کو الرٹ رکھا ہے اور ان سے کہہ دیا ہے کہ اگر شعیب فاروقی کی کوئی غیر معمولی مصروفیت دیکھیں تو مجھے فوراً آگاہ کریں۔"

"گڈ..... کام کے آدمی بنتے جا رہے ہو..... چلیں.....؟"

"ہاں" شہریار نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ راستے میں شہریار بولا "اس کے علاوہ شاہ صاحب سے بات ہو گئی ہے وہ بڑے حیران ہوئے تھے اور خوش بھی۔"

"کس بات پر .....؟"

"دراصل جس سلسلے میں' میں مصروف کیا گیا تھا اس کی وجہ سے عابدہ فردوس کا کیس نظرانداز کر دیا گیا تھا اور بعد میں شاہ صاحب نے بھی اس بارے میں گفتگو نہیں کی تھی ان کا خیال تھا کہ میں نے بھی اس طرف توجہ چھوڑ دی ہے' جب میں نے ان سے درخواست کی تو وہ چونک کر بولے میں کہ کیا میں اس کیس پر کام کر رہا ہوں تو میں نے انہیں عالم قریشی کے بارے میں بتایا..... وہ ہنسنے لگے اور بولے کہ میں کسی کی پروا کئے بغیر کام جاری رکھوں اور خود پر ترقی کے دروازے کھول لوں..... انہوں نے ایک خبر بھی سنائی ہے خدا جانے اچھی ہے یا بری۔"

"کیا؟"

"کچھ نئے تقرر ہونے ہیں محکمہ پولیس میں انسپکٹر اور ڈی ایس پی کے عہدے کے چنانچہ حکومت نے خصوصی طور پر ایسے ارکان کے فائل طلب کئے ہیں جنہوں نے اعلیٰ کارکردگی کے ریکارڈ قائم کئے ہیں امکان یہ ہے کہ سینئر انسپکٹروں کو ڈی ایس پی کا عہدہ دیا جائے گا ان میں میرا فائل بھی مانگا گیا ہے۔"

میں مسرور ہو گئی تھی اور شہریار منہ بسور کر بولا تھا..... "ہائے وہ سنہرے دن جب ہم صاحب خان کے مصاحب ہوتے تھے۔ جوں جوں عہدے بڑھتے رہیں گے مشکلات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔"

"ہوش میں آ جاؤ شہریار' کچھ بتا دیا میں نے تو پٹ سے گر کر بے ہوش جاؤ گے۔ اس لئے مجھے خاموش ہی رہنے دو.....!" میرے ذہن میں قائم آ گیا تھا۔

"کیا مطلب.....؟" شہریار بولا۔

"بھئی مجھے اس وقت فضول باتوں میں نہ الجھاؤ..... ہم ایک مشکل کام کرنے جا رہے ہیں۔ ہاں شاہ صاحب نے اس بارے میں کیا کہا ہے.....؟" شہریار مجھے گھورتا رہا پھر بولا "اجازت نامہ حاصل ہو جائے گا اور لاش قبر سے نکلوا لی جائے گی۔ مجھ سے درخواست لے لی گئی ہے۔"

میں خاموش ہو گئی' شہریار بھی سمجھ رہا تھا پھر ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے میں نے کئی بار ہارن بجایا اور نوجوان ملازم نے گیٹ سے باہر جھانکا شہریار سیٹوں کے نیچے ہو گیا تھا۔

"تم بہرے ہو' اتنی دیر سے ہارن بجا رہی ہوں دروازہ نہیں کھولتے۔" میں نے گرج کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کہا اور ملازم نے دروازہ کھول دیا۔ میں کار اندر لیتی چلی گئی۔ ملازم ہکا بکا رہ گیا تھا۔ پھر وہ پریشان سا میرے پاس آگیا۔

"آپ کون ہیں جی..... ہمارے صاحب گھر پر نہیں ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے..... بڑی بی کو بلاؤ۔"

میں نے کڑک کر کہا اور وہ سر کھجاتا ہوا اندر چلا گیا۔ "شہریار' ہری اپ....." میں نے کہا اور شہریار پھرتی سے نیچے اتر کر اندر داخل ہو گیا۔ میں خود بھی گاڑی سے نیچے اتر آئی تھی۔ چند لمحات کے بعد ملازم بوڑھی ملازمہ کے ساتھ آگیا۔ میں نے بوڑھی خاتون کے چہرے کا جائزہ لے کر اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی پھر اسے سلام کیا۔

"کون ہے تو بب بی.....؟" بڑی بی کڑک لہجے میں بولیں۔

"اماں ایک ضروری کام سے تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"کیا کام ہے.....؟"

"بہت ضروری کام ہے..... کہیں بٹھاؤ گی نہیں مجھے.....؟"

"گھر کا مالک گھر میں نہیں ہے ادھر ہی بیٹھ..... کیا کام ہے.....؟" بڑی بی بغیر لچک کے بولیں اور میں ایک سیڑھی پر بیٹھ گئی۔ ملازم بھی وہیں موجود تھا۔

"تم سے کچھ معلومات کرنی ہیں اماں....."

"کس بارے میں.....؟"

"شعیب صاحب کے بارے میں وہ دراصل' دراصل ہماری شادی ہو رہی ہے۔"

"کس سے شادی ہو رہی ہے....."

"شعیب صاحب سے.....؟"

"تیری؟" بڑی بی کا انداز کچھ بدلا.....

"ہاں اماں.....؟"

"اندھے ہیں کیا تیرے ماں باپ..... بوجھ بنی ہوئی ہے تو ان پر....."

"کیوں اماں.....؟" میں نے حیرانی کا مظاہرہ کیا۔

"اچھا لڑکا ناں ہے وہ..... سر پکڑ کر روئے گی۔"

"کیوں اماں.....؟"

"ارے ہم کیوں بتائیں مالک ہے وہ ہمارا..... تجھے خود پتہ چل جائے گا....."

"تمہارے پاس اسی لئے تو آئی ہوں اماں میری مدد کرو....." میں نے عاجزی سے کہا۔

"شراب پیوے ہے' جوا کھیلے ہے' گھر میں پیسہ نادیوے ہے باہر خوب لٹاوے ہے اور تو بھی تو بول بشیرے۔"

"چپ ہو جا اماں مجھے بھی نوکری سے نکلوائے گی کیا۔" ملازم نے کہا۔



"ارے تو کوئی جھوٹ بولوں ہوں کہاں سے خرچہ چلاؤں..... تنخواہ ملے کوئی....." بوڑھی عورت نے کہا۔

"اس مہینے مل جائے گی صاحب نے بولا ہے....." ملازم نے کہا۔

"وہ تو بولے ہی ہے۔"

"تم کب سے ان کے ساتھ ہو اماں....."

"پانچ سال ہو گئے۔ جمال پور سے آئی ہوں اس کے ساتھ یہاں کسی کو ناجانوں کب کی چلی گئی ہوتی۔"

"وہ جمال پور میں رہتے تھے۔"

"ارے سب کے پیسے لیکر بھاگا ہے وہاں سے کتنے کو ستے ہوں گے۔"

"کس کے پیسے؟"

"میں کیا جانوں ری تھا کیا اس کے پاس لوگ قرضہ مانگنے ہی آتے رہتے تھے تبھی تو بھاگا ہے۔"

"ان کے ماں باپ نہیں ہیں.....؟"

"مر گئے دونوں پھوپی تھی بیٹی تھی اس کی میاں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا جوانی میں' پلٹا ہی نا ں کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی کھا گیا۔" بڑی بی نے کہا۔

"کون چھوڑ کر بھاگ گیا تھا پھوپی کا میاں یا بیٹی کا میاں.....؟" میں نے پوچھا۔

"ارے دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تیرا' بیٹی کا بیاہ ہی کہاں ہوا تھا کھانے کو گھر میں تھا نہیں بیٹی کا میاں کہاں سے آتا۔"

"اوہ معافی چاہتی ہوں وہ پھوپی کہاں ہیں.....؟"

"بھاڑ چولہے میں مجھے کیا معلوم۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ اماں آپ نے مجھے بچا لیا ورنہ میرا کیا ہوتا۔ میں نے تو سنا ہے کچھ عرصہ قبل وہ یہاں ایک پاگل لڑکی کو لائے تھے بعد میں اس کا علاج بھی کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"پاگل لڑکی' علاج.....؟ جھوٹ بولا ہو گا کسی نے کیوں بشیرے.....؟"

"تم خود ہی بات کرو اماں میری گردن کیوں پھنسا رہی ہو" ملازم نے کہا اور میں نے سو سو روپے کے دو نوٹ نکال کر ان دونوں کے حوالے کر دیئے۔ مزید کچھ دیر انہیں باتوں میں لگائے رہی یہاں تک کہ شہریار نے باہر جھانکا اور میں نے بشیرے سے کہا "بشیرے ایک گلاس پانی پلاؤ گے....."

"ابھی لایا جی۔" بشیرے نے کہا اور اندر چلا گیا بڑی بی کو میں باتوں میں لگا کر تھوڑے سے فاصلے پر لے آئی اور شہریار کو موقع مل گیا۔ پھر پانی پی کر میں وہاں سے نکل آئی۔ باہر آکر شہریار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سیدھا ہو گیا۔ ہم لوگوں نے یہاں سے اپنے دفتر کا رخ کیا تھا اور راستے میں خاموش رہے تھے پھر گل بدر سے چائے تیار کرائی اور میں نے سوالیہ نظروں سے شہریار کو دیکھا۔

"کچھ نہیں ملا..... سوائے پاسپورٹ کے وہ بھی میں ساتھ نہیں لایا۔ مگر اس کی ساری تفصیلات نوٹ کر لایا ہوں۔"

"کیا.....؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ دو بار جرمنی گیا ہے۔ دونوں بار سوئیڈن بھی گیا ہے۔ تاریخیں میرے پاس محفوظ ہیں۔"

"بس.....؟" میں نے پوچھا۔

"یقین کرو کچھ تھا ہی نہیں۔"

"تو سوئیڈن گیا ہے وہ.....؟"

"ہاں بالکل.....!" ویسے لبنیٰ ایک خیال میرے ذہن میں اور آیا ہے۔" شہریار پر خیال لہجے میں بولا۔

"کیا.....؟"

"ایگل روڈ کا وہ مکان ہم نے نظرانداز کر دیا جہاں وہ ایک بار گیا تھا۔ میرا آدمی اس کا مکمل پتہ جانتا ہے۔" میں پر خیال نظروں سے شہریار کو دیکھنے لگی تھی۔ پھر میں نے کہا "کیا خیال ہے۔ وہاں چلیں.....؟"

"ہاں جانا چاہئے دیکھیں تو سہی وہاں کیا ہے.....؟"

"تمہارا وہ آدمی کہاں ہے.....؟"

وائرلیس پر مل جائے گا میں اس سے پتہ معلوم کرتا ہوں۔" شہریار نے یہیں سے وہ پتہ معلوم کیا اور اسے نوٹ کر کے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں فوراً اٹھ گئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہاں سے کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔ راستے میں شہریار نے مجھ سے ملازموں سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں پوچھا..... میں نے مختصر تفصیل بتا دی تھی شہریار خاموش ہو گیا۔ ایگل روڈ کے پتے پر ہم جس مکان پر پہنچے تھے وہ اسی گز پر بنا ہوا ایک بوسیدہ سا مکان تھا۔ شہریار نے دو بار دروازہ بجایا تب کسی نے اندر سے درواہ کھولا تہمد اور بنیان میں ملبوس ایک بدشکل آدمی تھا جو شاید سوتے سے اٹھ کر آیا تھا اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں شہریار اسے اور وہ شہریار کو دیکھ کر چونک پڑے شہریر کے منہ سے نکلا "راجہ!"

تہمد اور بنیان میں ملبوس شخص کے چہرے پر بدحواسی کے آثار پھیل گئے اس نے دفعتاً اندر چھلانگ لگا دی مگر شہریار کی جست بھی کسی چیتے کی جست سے کم نہیں تھی اس نے چند گز کے فاصلے پر ہی اسے دبوچ لیا تھا۔ میں نے بھی سستی کا مظاہرہ نہیں کیا اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا شہریار نے چند لمحوں میں اسے بے بس کر دیا وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولا "مارنا



نہیں افسر صاحب مارنا نہیں ایک ہاتھ برداشت نہیں کر سکوں گا..... دل کا مریض ہوں دورہ پڑ چکا ہے مارنا نہیں....." شہریار نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں بھاگنے کا راستہ نہیں تھا بس یہ چھلانگ اضطراری نوعیت کی تھی..... چنانچہ اس نے راجہ کو چھوڑ دیا۔

"تم یہاں چھپے ہوئے ہو.....؟" شہریار بولا۔

"چھپا ہوا کیا ہوں افسر صاحب زندگی کی بچی ہوئی سانسیں پوری کر رہا ہوں معاف کر دیجئے بہت تھوڑی سی زندگی رہ گئی ہے میری مجھے معاف کر دیجئے۔"

"اور کون ہے یہاں؟" شہریار نے پوچھا۔

"خالہ ہیں میری' بیمار ہیں' جمال پور سے یہاں لے آیا ہوں علاج کرا رہا ہوں ان کا' السر کی مریضہ ہیں اچھی حالت نہیں ہے۔ معاف کر دیجئے افسر صاحب دو آدمیوں کی زندگی کا سوال ہے میرے بغیر خالہ زندہ نہ رہ سکیں گی اور میرا تو اپنا کوئی ٹھیک ہی نہیں ہے۔ بس ایک بار دل کا دورہ اور پڑا اور میں گیا۔" میں نے حیران نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا' بظاہر تو دل کا مریض نظر نہیں آتا تھا لیکن جمال پور کے نام پر نہ صرف میں بلکہ شہریار بھی چونکا تھا' ہم دونوں ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا اور پھر شہریار بولا۔ "رسی تلاش کرو۔ یہ بڑا مکار آدمی ہے اس سے ذرا صحیح طور طریقے سے ہی نمٹنا پڑے گا۔"

میں فوراً ہی مستعد ہو گئی تھی اور پھر رسی بھی زیادہ دور نہیں تھی وہیں دیوار کی ایک کھونٹی پر لٹکی ہوئی تھی' میں نے فوراً ہی اتار کر شہریار کو دے دی اور شہریار نے بڑی مضبوطی سے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیئے اس نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی' پھر شہریار نے مجھ سے کہا۔ "دیکھو ذرا اس کی خالہ کون ہے ذرا احتیاط سے میں اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔"

میں خاموشی سے مکان کے ان دو کمروں کی جانب متوجہ ہو گئی جن کے سامنے چھوٹا سا دالان اور بہت ہی چھوٹا سا صحن تھا۔ بس یہی تھی اس گھر کی کل کائنات' پہلے ہی کمرے میں مجھے وہ معمر عورت نظر آ گئی جو بہت لاغر تھی اور نیم بے ہوشی کی سی کیفیت میں ایک پلنگ پر پڑی ہوئی تھی' بستر میلا کچیلا تھا' گھر میں ضروریات زندگی کی نہایت ہی معمولی سی چیزیں تھیں' میں نے اس عورت کی نبض دیکھی' سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا بس نیم بے ہوشی کی سی کیفیت تھی' اس کے بعد میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا اور سامنے ہی دیوار پر ایک پستول لٹکا ہوا نظر آ گیا جو چمڑے کے کیس میں تھا' میں نے پستول نکال لیا اور اس کے بعد کمرے کی مزید تلاشی لے ڈالی' بہت سی دوائیں اور ایسی ہی تمام چیزیں تھیں' اس کے علاوہ اور کوئی خاص چیز نہیں مل سکی تھی' کچھ دیر کے بعد میں شہریار کے پاس پہنچ گئی اور میں نے پستول اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "بس قابل ذکر چیزوں میں یہ پستول ہے یا پھر وہ معمر عورت' جو بستر پر نیم بیہوشی کی کیفیت میں پڑی ہوئی ہے۔" شہریار نے گردن ہلائی ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر بولا۔ "کیا خیال ہے اب کیا کرنا ہے؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ان دونوں کو لے چلنا ہے۔" میں نے کہا اور راجہ پھر گڑگڑانے لگا۔

"معاف کر دو افسر صاحب معاف کر دو زندگی کی یہ سانسیں عزت سے ہی پوری کر لینے دو وہاں جیل میں مرجاؤں گا' یہیں مرجانے دو' دو زندگیوں کا سوال ہے۔"

"فکر مت کرو' نہ ہم تمہیں جیل میں مرنے دیں گے اور نہ ان خاتون کو' قانون کے مطابق ہی سب کچھ ہو گا' بے فکر رہو یہاں سے بہتر طریقے سے تمہارا علاج کرایا جائے گا اور سنو یہ پستول خوش قسمتی سے مجھے مل گیا ہے' بھرا ہوا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہیں ہلاک کرنا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہو گا' کیونکہ تم اسی قسم کے مجرم ہو' یہ صاحب خان کے لاک اپ سے دو سنتریوں کو زخمی کرکے بھاگنے والا مجرم ہے اور ایک سال پہلے یہ ہماری تحویل سے نکل گیا تھا۔ بڑی مشکل اٹھانی پڑی تھی اس کے بھاگ جانے کے بعد بڑی مشکل سے عزت بچائی تھی اب اسے لے چلنا ہے ذرا احتیاط رکھنا۔"

"ٹھیک ہے تم بے فکر رہو میرا مشورہ ہے کہ پہلے تم ان معمر خاتون کو باہر لے جا کر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دو اس کے بعد اس شخص کے سلسلے میں بھی کچھ کرلیا جائے گا۔" شہریار نے ایک لمحے کے لئے میری طرف دیکھا پھر بولا۔ "کیوں نہ میں کچھ لوگوں کو یہاں طلب کر لوں؟"

"ضرورت نہیں ہے شہریار بے فکر رہو' چلو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہی کرو۔" میں نے پستول شہریار کے ہاتھ سے لے لیا اور شہریار مجھ سے چابی لیکر باہر نکل گیا۔ کار کو وہ دروازے کے بالکل قریب لے آیا تھا اور اس کے بعد معمر عورت کو بازوؤں میں اٹھا کر وہ باہر نکل گیا' اس دوران راجہ مدھم مدھم لہجے میں مجھ سے کہتا رہا تھا۔

"تم ہی میری سفارش کر دو بی بی' تم ہی میری سفارش کر دو' کسی زمانے میں برا آدمی تھا مگر دل کا دورہ پڑنے کے بعد سارے برے دھندے چھوڑ دیئے اب وہ بوڑھی عورت ہے اور میں ہوں' مرجائے گی وہ میرے بغیر مرجائے گی۔"

"تم فکر مت کرو' تم دونوں کا باقاعدہ علاج کرایا جائے گا میں اس کی ذمہ داری لیتی ہوں۔"

"ارے چھوڑو ایک بار پولیس کے ہتھے چڑھ جاؤ تو پھر زندگی کہاں بچتی ہے' لعنت ہے لعنت ہے۔" اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا تھا' شہریار نے واپس آکر پستول میرے ہاتھ سے لیا اور پھر اس سے بولا۔

"جتنی شرافت کا اظہار کر سکتے ہو کرو اور کم از کم اپنی موت کے لئے دل کا دوسرا دورہ پڑنے کا انتظام کر لو وقت سے پہلے مرنا اچھی بات نہیں ہے' چلو باہر نکلو۔"

اور راجہ مجبوراً اٹھ کھڑا ہوا' میں پھرتی سے ایک بار پھر اندرونی حصے میں داخل ہوئی اور وہ تمام دوائیں ایک پلاسٹک کی تھیلی میں بھر کر وہاں سے باہر نکل آئی یہ میں نے ایک خاص خیال کے تحت کیا تھا۔ اس دوران شہریار راجہ کو کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا چکا تھا' معمر عورت کو



بھی اس نے نیم بیہوشی کی کیفیت میں لٹایا نہیں تھا بلکہ دروازے سے لگا کر بٹھایا تھا اس کے برابر راجہ کو تاکہ پچھلی سیٹ پر جگہ باقی رہے یہاں وہ خود بیٹھتا تھا اور اس نے کار کی چابی میرے حوالے کر دی تھی' پستول اس نے راجہ کی پسلی سے لگایا ہوا تھا' پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"ہیڈ کوارٹر چلنا ہے پہلے۔"

"میں نے خاموشی سے کار اسٹارٹ کی اور برق رفتاری سے ہیڈ کوارٹر کی جانب چل پڑی۔

یہاں پہنچ کر شہریار نے مجھ سے کہا۔ "میں اس سے ذرا حساب کتاب کرتا ہوں تم ان خاتون کو لے کر کسی اچھے ہسپتال پہنچا جاؤ۔ فرصت ملتے ہی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے گردن ہلائی اور اس کے بعد پولیس ہیڈ کوارٹر سے واپس چل پڑی ذہن میں کسی ہسپتال کا تصور تھا' پھر اچانک ہی ڈاکٹر تانیا کا خیال آیا اس میں ایک کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر تانیا کا کلینک دماغی مریضوں کے لئے تھا لیکن میں یہ بات جانتی تھی کہ تانیا اس سلسلے میں بھی میری مدد کریں گے چنانچہ میں نے ادھر ہی کا رخ کیا تھا۔ کلینک میں داخل ہوتے ہی میری مدد کی گئی اور معمر خاتون کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں ایک ڈاکٹر نے فوری طور پر ان کی دیکھ بھال شروع کر دی اور مجھ سے ان کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا' ڈاکٹر کو مختصر تفصیلات بتانے کے بعد میں نے ڈاکٹر تانیا کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ "ڈاکٹر تانیا بغیر اپائنمنٹ کے نہیں مل سکتے۔"

"میں جانتی ہوں' لیکن کیا وہ یہاں موجود ہیں؟"

"جی ہاں اپنے کمرے میں تشریف رکھتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"میں ان سے ملنا چاہتی ہوں کسی بھی طرح بس اتنا کہلوا دیجئے کہ لیٹی ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔" ڈاکٹر نے اس سلسلے میں تعاون کیا تھا اور کچھ ہی دیر کے بعد وہ کسی قدر بوکھلایا ہوا سا ڈاکٹر تانیا کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا تھا' ڈاکٹر تانیا نے مجھے دیکھتے ہی فلک شگاف نعرہ لگایا۔

"اوہ مس لیٹی آپ' خیریت یہاں کیسے' اور بغیر کسی اطلاع کے' یہ کون ہیں؟" بہت سے سوالات انہوں نے ایک ساتھ ہی کر ڈالے تھے اور میں نے مسکرا کر آہستہ آہستہ انہیں ان معمر خاتون کے بارے میں بتایا اور کہا کہ میں یہ نہیں سمجھتی کہ کیس ڈاکٹر تانیا کا ہے یا نہیں لیکن ان خاتون کا تجزیہ ضروری ہے۔"

"تو فکر مند کیوں ہو لیٹی بیٹے ابھی بندوبست ہوا جاتا ہے' ڈاکٹر فائق ذرا ڈاکٹر الیاس کو ٹیلیفون کرکے فوراً یہاں طلب کر لو۔" ڈاکٹر تانیا کا یہ رویہ میرے لئے بہت ہی شفقت آمیز تھا' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب بڑھتے ہوئے کہا "کیا قصہ ہے؟"

"بس ڈاکٹر تانیا' آپ جس سلسلے میں میرے پاس تشریف لائے تھے یہ اسی کی ایک کڑی ہے۔"

"اوہو وہ لڑکی جس کے بارے میں' میں نے تمہیں بتایا تھا یعنی جس کی تصویر مقتولہ کی حیثیت سے چھپی تھی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"جی ہاں۔"

"مگر یہ معمر خاتون؟"

"وہ واقعہ آگے بڑھا ہے اور یہ خاتون اسی سے تعلق رکھتی ہیں۔"

"بھئی واہ اب ذرا میں خود بھی ان کا جائزہ لے لوں' معاملہ کافی دلچسپ لگتا ہے۔" ڈاکٹر تانیا نے معمر خاتون کی نبض دیکھی' آلات وغیرہ سے ان کا معائنہ کیا اور پھر آہستہ سے بولے۔ "کوئی دماغی مسئلہ تو نہیں ہے لیکن جسم بہت کمزور اور لاغر ہے' انہیں میرا مطلب ہے کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ انہیں کیا ہوا؟"

"نہیں ڈاکٹر' البتہ یہ دوائیں انہیں استعمال کرائی جا رہی ہیں' میں انہیں ساتھ لے آئی ہوں۔"

"ہاں' ہاں دکھاؤ دکھاؤ۔" ڈاکٹر تانیا نے کہا اور میں نے دواؤں کی شیشیاں ان کے سامنے پلاسٹک کی تھیلی سے نکال کر رکھ دیں' ڈاکٹر تانیا ایک ایک دوا کا جائزہ لیتے رہے اور ان کے چہرے پر کسی قدرت حیرت کے آثار نظر آنے لگے' پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"دوائیں مختلف معاملات کے لئے ہیں لیکن اگر انہیں ایک ساتھ ان خاتون کو دیا جا رہا ہے۔ تو یہ تو ان کے حق میں بہتر نہیں ہے ان دواؤں سے ان کے جسم اور ذہن کو مفلوج کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔"

"جی۔" میں نے حیرانی سے کہا۔

"سو فیصد' اس بات کی تصدیق ڈاکٹر الیاس بھی کریں گے وہ فزیشن ہیں اور بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں۔" پھر ڈاکٹر الیاس نے بھی وہی رپورٹ دی جو ڈاکٹر تانیا دے چکے تھے انہوں نے کہا۔ "اگر ان خاتون کی زندگی بچانی ہے تو فوری طور پر ان کے لئے دوائیں تبدیل کرنا ہوں گی ویسے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی شدید دیکھ بال کی ضرورت ہے۔"

"بھئی الیاس صاحب سب کچھ ہو جائے گا آپ فوری طور پر ان کی زندگی بچانے کی کوشش کریں' ویسے کیا خیال ہے یہاں رہ کر یہ کام ہو سکتا ہے؟"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے بات صرف دواؤں کے استعمال کی ہے بلکہ بہتر ہے کہ آپ تھوڑا سا ان کا ذہنی تجزیہ بھی کرتے رہیں۔"

"وہ میں کر لوں گا آپ اطمینان رکھیں۔"

"تو پھر فوراً یہ دوائیں طلب کر لیں' خاص طور سے یہ دو انجکشن تو فوری طو پر دینے ہیں۔" ڈاکٹر فائق وہ انجکشن لینے چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد معمر خاتون کو ایک اور کمرے میں منتقل کر دیا گیا' ڈاکٹر الیاس اپنا کام مکمل کر کے واپس چلے گئے تھے' تب ڈاکٹر تانیا نے کہا۔ "بھئی معاف کرنا لبنیٰ میں خود بھی ان معاملات میں خاصی دلچسپی لینے لگا ہوں ذرا مجھے تھوڑی سی تفصیل تو بتاؤ' اس دن کے بعد سے تو رابطہ ہی قائم نہیں ہو سکا' ویسے میں تم سے ملنا ضرور اس بارے



میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کیونکہ فرصت کے لمحات میں تمہاری قربت ایک بہترین مشغلہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

میں نے مختصر الفاظ میں ڈاکٹر تانیا کو صورتحال بتائی اور یہ بھی بتایا کہ وہ لڑکی جسے انہوں نے یہ کہہ کر اپنے کلینک سے رخصت کر دیا تھا کہ وہ کسی دماغی مرض کا شکار نہیں ہے ہسپتال میں ڈاکٹر تبسم رضوی کے زیر علاج ہے۔

"وہ اس کا کیا علاج کر رہے ہیں؟"

"بس انہوں نے ایک تھیوری پیش کی تھی اس کی دماغی کیفیت کے بارے میں۔"

"خیر ظاہر ہے ڈاکٹر ہیں جو بات میں نہیں سمجھ پایا وہ انہوں نے سمجھ لی ہو گی' لیکن یہ سب کچھ بڑا سنسنی خیز ہے۔"

"یہ ہوش میں کب تک آجائیں گی ڈاکٹر؟"

"بھئی اس سلسلے میں الیاس ہی سب کچھ کریں گے ویسے انہوں نے مجھے ان کی دماغی تجزیئے کے لئے کہا ہے اس کی رپورٹ میں تمہیں پیش کر دوں گا فکر مت کرو۔"

"ایک بات اور عرض کرنا چاہتی ہوں ڈکٹر تانیا۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"ان کی حفاظت بہت ضروری ہے آپ صورتحال کو کسی حد تک سمجھ رہے ہوں گے۔" ڈاکٹر تانیا نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اچھا کیا تم نے مجھے بتا دیا میں اس کا پورا پورا خیال رکھوں گا بے فکر رہو۔"

"مجھے اجازت دیں گے۔"

"ہاں تم سے رابطہ رہے گا اور اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہنا' یہ یہاں محفوظ بھی ہوں گی اور جیسے ہی ان کی ذہنی کیفیت بحال ہوئی میں فوراً تمہیں اطلاع دوں گا۔"

"آپ کے اس تعاون کی بے حد شکر گزار ہوں۔"

"بس بس میرا خیال ہے ان الفاظ کی ضرورت نہیں ہے۔" ڈاکٹر تانیا نے بڑا اطمینان دلایا تھا' اس کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آئی یہ مسئلہ بڑی دلچسپی سے آگے بڑھ رہا تھا اور اب مجھے شہریار کی طرف سے اطلاعات کا انتظار تھا۔ شہریار نے رپورٹ دی۔

"اس سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی میں نے یہ تو بتا دیا تھا تمہیں کہ وہ جرائم پیشہ تھا۔ ایک سنگین جرم میں گرفتار کیا گیا تھا اور صاحب خان نے اسے لاک اپ میں رکھا ہوا تھا کہ سنتریوں کو دھوکہ دے کر لاک اپ سے نکل بھاگا اور غائب ہو گیا' صاحب خان بڑا عتاب کا شکار رہا تھا' بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع ہو سکا تھا' خیر اس نے جو بیان دیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں سے فرار ہو کر وہ سیدھا جمال پور پہنچا تھا کیونکہ جمال پور میں اس کا ایک دوست شعیب فاروقی رہتا تھا جو بعض ہلکے پھلکے جرائم میں اس کا ساتھی بھی رہا تھا اور خصوصاً جوئے میں اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کے ساتھ اکثر ساتھ رہتا تھا' جمال پور پہنچا تو شعیب فاروقی نے اسے پناہ دی اور کافی دن تک وہ شعیب فاروقی کے مکان پر چھپا رہا پھر وہیں پر اسے دل کا دورہ پڑا اور شعیب فاروقی نے اسے ہسپتال میں داخل کرا دیا اس نے راجہ کی اچھی دیکھ بھال کی اور اس بری حالت میں اس کا ساتھ دیا' چنانچہ راجہ پر اس کا احسان بھی قائم ہو گیا تھا اور اس کے علاوہ اب جب وہ دل کا مریض بن گیا تھا تو اسے مدد کی ضرورت بھی تھی جو شعیب فاروقی نے بے لوث کی اور راجہ اس کا احسان مند ہو گیا' یہ تھی اس کی شعیب فاروقی کے ساتھ شمولیت کی کہانی اس وقت سے لیکر اب تک بقول اس کے وہ فاروقی کے ساتھ ہی ہے' کافی عرصے پہلے فاروقی جمال پور سے یہاں آگیا اور اپنے گھر پر راجہ کو نگرانی کے لئے چھوڑ آیا یہاں آنے کے بعد اس نے نجانے کیا' کیا' کیا اور پھر راجہ کو بھی وہاں سے بلا لیا۔ ساتھ ہی وہ اس معمر عورت کو بھی لایا تھا' جسے اس سے پہلے راجہ نہیں جانتا تھا کہ کون ہے اور شعیب فاروقی سے اس کا کیا تعلق ہے' شعیب فاروقی نے راجہ کو اس گھر میں منتقل کر دیا اور اس سے کہا کہ وہ اس عورت کی بھرپور نگرانی کرے' عورت اسی وقت سے بیمار تھی اور راجہ اسے دوائیں وغیرہ دیا کرتا تھا۔ یہ دوائیں اسے شعیب فاروقی ہی فراہم کرتا تھا راجہ کا کہنا ہے کہ ان حالات میں زندگی اس کے لئے بہت مشکل ہو گئی تھی اور اگر شعیب فاروقی کا سہارا نہ ملتا تو نجانے اس کا کیا حال ہوتا' اس لئے اس کا احسان مند بھی تھا' شعیب فاروقی نے اسے اس عورت کے بارے میں صرف اتنا بتایا کہ وہ اس کی کوئی رشتے دار ہے اور اسے اسی کیفیت میں رہنا چاہئے' راجہ کو یہ تو اندازہ تھا کہ عورت پاگل یا بہت زیادہ بیمار نہیں ہے بس کوئی ایسا ہی مسئلہ ے جس کی وجہ سے شعیب فاروقی اسے اس کیفیت میں رکھنا چاہتا ہے' اس نے ایک آدھ بار شعیب فاروقی سے سوال بھی کیا تو شعیب فاروقی نے اس سے کہا کہ ابھی خاموشی اختیار کرے وہ ایک کام کر رہا ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہو گیا تو بہت سی آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ یہی باتیں اس نے ہمیشہ راجہ سے کی تھیں' راجہ کی چونکہ خود اپنی کیفیت زیادہ بہتر نہیں تھی اس لئے اس نے شعیب فاروقی سے کسی قسم کا کوئی انحراف نہیں کیا اور اس طرح زندگی گزر رہی تھی' شعیب فاروقی کے بارے میں سوالات کئے تو اس نے جواب دیا کہ شعیب فاروقی فلیش کا بہترین کھلاڑی ہے اور تاش میں گڑبڑ کرنا جانتا ہے' چنانچہ اس کے پاس دولت کا آجانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے' جب میں نے راجہ سے اس ڈرگ سٹور کے بارے میں سوال کیا تو اس نے بتایا کہ شعیب فاروقی زندگی میں نجانے کیا کیا کرتا رہا ہے' اس کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں ہیں راجہ کو لیکن یہ ایک سچ ہے کہ شعیب فاروقی کے حالات حیران کن انداز میں بدلے ہیں ورنہ اس سے پہلے بس یونہی سا آدمی تھا وہ اور اس کی مالی حیثیت بہت زیادہ مستحکم نہیں تھی جبکہ اب وہ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہے اور بظاہر یوں لگتا ہے جیسے بہترین مالی حالات رکھتا ہو وہ' یہ تھی راجہ کی کہانی۔" میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا یہ سچ ہے شہریار کہ وہ دل کا مریض ہے؟"



"ہاں پولیس ہسپتال میں اس کا معائنہ کرایا گیا ہے باقاعدہ دوائیں استعمال کرتا ہے۔"

"ہوں' بظاہر تو صحت خراب نہیں لگتی تھی اس کی۔"

ہاں بظاہر واقعی نہیں لگتی تھی۔" شہریار نے جواب دیا۔

اس کا مطلب ہے کہ راجہ سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی۔"

"میرا خیال تو ہے لیکن کہ خاص' خاص باتیں معلوم ہو گئی ہیں' کم از کم یہ پتہ چل گیا ہے کہ فاروقی ایک مشکوک آدمی ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا' شہریار کہنے لگا۔

"بہرحال ہم نے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیا ہے میں نے اور بھی چند افراد اس کی نگرانی پر لگا دیئے ہیں تاکہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکے جو بعد میں ہمارے لئے نقصان کا باعث ہو ہسپتال پر بھی میں نے بہترین طریقے سے پہرہ بٹھا دیا ہے اور اس لڑکی کی بھرپور حفاظت کی جا رہی ہے بلکہ اگر اس کے سلسلے میں کہیں سے کوئی کاروائی ہوئی تو میرے آدمی مداخلت کر بیٹھیں گے۔"

"گڈ۔ بہترین انتظامات کئے ہیں تم نے" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"باقی آئندہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار خاموش ہو گیا۔

میں نے دل میں اعتراف کیا وہ یہ ایک ایسا معمہ ہے جس کا حل میں دریافت کرنے میں ناکام رہی ہوں۔ حالات و واقعات سیدھے سیدھے شعیب فاروقی کی طرف اشارہ کر رہے تھے لیکن کوئی ٹھوس بات ابھی تک سامنے نہیں آسکی تھی قیصرہ ناز اگر زندہ ہے تو مقتولہ کون تھی؟ کیا کوئی بالکل الگ شخصیت۔ اگر وہ الگ تھی تو پھر عظمیٰ کا فون نمبر وہاں کیوں تھا۔ کیا اسے بھی اتفاق قرار دیا جا سکتا ہے مقتولہ کسی اور طرح سے عظمیٰ کو جانتی ہو لیکن شعیب فاروقی کی کہانی پراسرار تھی۔ وہ کچھ کر ضرور رہا تھا جن کا اظہار اس کی کہانی سے ہوتا تھا ممکن ہے یہ دونوں واقعات الگ ہوں لیکن فاروقی کا معاملہ ضرور گڑبڑ ہے مگر کیا.....؟ یہ انداز نہیں ہو پا رہا تھا۔

○---------☆---------○

دوسرے دن ہسپتال کا رخ کیا میں نے رات کو کئے جانے والے فیصلے کی بنیاد پر کیا تھا قیصرہ ناز تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی وہ نگران عورت بھی اس وقت موجود نہیں تھی شہریار نے جن لوگوں کے بارے میں بتایا تھا ان کا اندازہ بھی نہیں ہو سکا قیصرہ ایک خوبصورت سفید لباس میں ملبوس بہت خوبصورت نظر آرہی تھی۔

"ہیلو.....!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا..... اور اس کے چہرے پر ناخوشگوار تاثرات پھیل گئے۔ میں بغور ان تاثرات کو نوٹ کر رہی تھی۔ یہ کیفیت مجھے کچھ سمجھا رہی تھی "کیسی طبیعت ہے اب....." میں نے دوبارہ سوال کیا۔ مگر جواب نہ ملا..... "تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں اور یہ آخری موقع ہے۔" میں نے اس بار سرد اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تاثرات کی ایک الگ زبان ہوتی ہے قیصرہ کے چہرے کا یہ تاثر بتا رہا تھا کہ پورے ہوش و حواس میں ہے یہ بات سمجھ رہی ہے اس پر بے چین ہے۔ ان الفاظ کا ردعمل ہیجانی تھا لیکن اس نے اس وقت بھی خود کو بولنے سے باز رکھا تھا۔

"آخری موقع یوں ہے کہ اس کے بعد شعیب فاروقی کا کھیل ختم ہو جائے گا اور تم اس کی معاون قرار دی جاؤ گی نتیجہ جو کچھ ہو گا اس کا اندازہ شاید تمہیں نہ ہو۔ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے بس اتنا کہنا کافی ہے۔" وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے پھر کہا "ڈاکٹر سرٹیفکیٹ دے چکے ہیں کہ تم ٹھیک ہو اور تمہیں کوئی دماغی عارضہ نہیں اس طرح فاروقی کا کھیل کچا ہو گیا ہے۔ اگر خود کو بچانا چاہتی ہو تو ساری کہانی مجھے سنا دو..... اس طرح میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں' میں نے اس لحاظ سے اسے آخری موقع کہا ہے کہ وہ لڑکی کون تھی جسے قتل کیا گیا۔"

قیصرہ کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا اس کی آنکھیں ابل پڑیں پورے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی پھر اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی اس نے دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑ لی اور شدید ہیجان کا شکار نظر آ رہی تھی' مگر عین اسی وقت گڑبڑ ہو گئی دروازے پر آہٹ ہوئی اور میری گردن گھوم گئی۔ شعیب فاروقی اندر داخل ہوا تھا اور اس کے پیچھے وہی عورت تھی جو قیصرہ کے پاس دیکھی تھی مجھے دیکھ کر فاروقی ٹھٹک پڑا۔ پھر اس نے قیصرہ کو دیکھا جو بلک بلک کر رو پڑی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو....." شعیب فاروقی گرجا..... "تمہیں یہاں آنے کی اجازت کس نے دی..... اور تم اسے چھوڑ کر کہاں مر گئی تھیں.....؟" اس بار وہ اٹینڈنٹ عورت سے مخاطب ہوا تھا۔ پھر وہ اسی طرح گرج کر بولا..... "ڈاکٹر کو بلاؤ..... رضوی کو بلاؤ..... یہ ہسپتال ہے یا بھٹیارخانہ..... ہر کوئی یہاں گھس آتا ہے بلاؤ ڈاکٹر رضوی کو..... اور تم....." اس نے خونی نگاہوں سے مجھے گھورا.....

شعیب فاروقی کا شور شرابہ سن کر ڈاکٹر محسن اور دو نرسیں اندر آ گئی تھیں اس نے گرج کر کہا۔ "یہ ہسپتال ہے آپ لوگ صرف بڑے بڑے بل بنانا جانتے ہیں یا مریضوں پر توجہ بھی دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ذہنی مریضوں کے پاس غیر متعلق لوگوں کا کیا کام ہے۔ یہ خاتون کون ہیں اور یہاں کیوں آئی ہیں۔ اگر ان کے ہاتھوں مریضہ کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو کون ذمہ دار ہو گا۔ آپ مجھے جواب دیجئے۔ رضوی صاحب کو بلایئے کہاں ہیں ڈاکٹر رضوی۔"

ڈاکٹر محسن بیچارہ کسی قدر گھبرا گیا تھا اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا لیکن میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ صورتحال خراب ہو گئی تھی اب اگر اس وقت اس معاملے کو ٹال دیا جائے تو یہ لڑکی یہاں سے غائب کی جا سکتی تھی۔ دوبارہ اسے تلاش کرنا مشکل ہوتا۔ کچھ کر ڈالنا



بے حد ضروری ہو گیا تھا اور کچھ کرنا اس وقت مشکل نہیں تھا۔ میں نے سرد نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم ضرورت سے زیادہ شور نہیں مچا رہے کیا۔ شعیب فاروقی؟ دو کوڑی کے آدمی ہو تم۔ خود کیا سمجھتے ہو؟"

"میں پوچھتا ہوں تم یہاں کیا کر رہی ہو اور کون ہو؟"

"میں وہ ہوں جو ایک لمحے میں تمہارا دماغ درست کر سکتی ہوں سمجھے؟"

"گیٹ آؤٹ۔ فوراً نکل جاؤ یہاں سے..... ورنہ۔" وہ شدت جذبات میں میرے قریب آ گیا اور دوسرے لمحے میں نے ہاتھ گھما دیا چٹاخ کی آواز کے ساتھ اس کا چہرہ گھوم گیا تھا اور وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ لیکن غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا بیچارہ نہیں جانتا تھا مجھ پر لپکا اور نرسیں اور ڈاکٹر چیخ پڑے لیکن میری لات اس کے سینے پر پڑی اور وہ اچھل کر دروازے سے ٹکرایا۔ پھر باہر جا گرا۔ میں خود بھی باہر نکلی اور اس کے کھڑے ہوتے ہی ایک ٹھوکر اس کی پنڈلی پر رسید کر دی سارے وار بچے تلے تھے۔ اگر اسے موقع دیدیتی تو ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ شعیب فاروقی گالیاں بکنے لگا۔ اس نے ہاتھوں کا سہارا لیکر اٹھنے کی کوشش کی تو میں نے اس کے ہاتھوں پر ضرب لگا دی اور وہ پھر نیچے گر پڑا۔ درحقیقت کھڑا ہو جاتا تو مجھے قتل کرنے سے دریغ نہ کرتا اتنے ہی جنون شکار نظر آ رہا تھا مگر میں نے وقفے وقفے سے اس پر ضربوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

"کیا کر رہی ہیں آپ۔ کیا..... ارے کیا۔" ڈاکٹر محسن نے پریشان لہجے میں کہا اور میں اس کی طرف گھوم گئی ڈاکٹر اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر وہ ہو گیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ شہریار کے کچھ آدمی تو یہاں پر تعینات تھے اور کچھ وہ جو شعیب فارقی کی نگرانی کر رہے تھے ان میں سے بیشتر مجھے جانتے تھے چنانچہ وہ سب پہنچ گئے اور انہوں نے شعیب فاروقی کو جکڑ لیا۔

"زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جان سے مار دوں گا۔" شعیب فاروقی مجھ پر لپکا اور شہریار کے ایک خاص ساتھی سرفراز نے اس کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ شعیب فاروقی کا ہونٹ کٹ گیا اور خون نکل آیا۔ پھر اس کی ٹھیک ٹھاک مرمت ہو گئی۔ قیصرہ ناز رونا دھونا بھول گئی تھی اور دروازے پر کھڑی پھٹی پھٹی نظروں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ یہی کیفیت اس عورت کی تھی جو شعیب فاروقی کی طرف سے یہاں تعینات کی گئی تھی۔

"اسے لے جاؤ اور بند کر دو۔" میں نے سرفراز سے کہا۔

"مر گئے بند کرنے والے کس جرم میں بند کرو گے مجھے۔" شعیب فاروقی دھاڑا۔

"ایک معزز صحافی خاتون سے بدتمیزی کرنے کے جرم میں۔" سرفراز نے کہا

"وہ خاتون کو بھی حراست میں لے لو۔" میں نے سرفراز سے کہا اور عورت کی طرف اشارہ کر دیا۔

"ارے واہ..... میں نے..... میں نے کیا کیا ہے۔" عورت بوکھلا کر بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"چلو......... بکواس مت کرو۔" سرفراز غرایا اور وہ رونے لگی۔ بہرحال اسے جانا پڑا تھا۔ ڈاکٹر اور نرسیں نروس نظر آ رہے تھے اور مجھ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ دو آدمی یہاں رک گئے اور باقی ان دونوں کو لے کر باہر چلے گئے۔ میں نے مسکراتے ہوئے ڈاکٹر محسن کو دیکھا اور کہا۔

"سوری ڈاکٹر۔ یہ ایک بہت ضروری کاروائی تھی اور میرے لئے یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا۔"

"آپ......... آپ خاتون؟" ڈاکٹر محسن ہکلایا۔

"اس وقت مجھے پولیس کا نمائندہ سمجھئے۔ ڈاکٹر رضوی کہاں ہیں؟"

"وہ تو پانچ بجے آئیں گے۔"

"اس مریضہ کو اب یہاں نہیں چھوڑا جا سکتا یہاں اس کی زندگی خطرے میں ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر اس کی اجازت رضوی صاحب دیں گے۔"

"افسوس میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں آپ کے ساتھ ضابطے کی تمام کاروائی پوری کرتی آپ کوئی ایسا حل نکال لیجئے جس سے آپ کو کسی الجھن کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ میرا کارڈ ہے آپ مجھ سے فون پر رابطہ کر سکتے ہیں اور ہاں ہسپتال کے کچھ ڈیوز وغیرہ ہوں تو آپ بالکل فکر نہ کریں میں ان کی ادائیگی کروں گی۔"

ڈاکٹر محسن نے میرا کارڈ دیکھا پھر چونک کر بولا۔ "اوہو آپ مس لیٹی ہیں!"

"جی۔ جانتے ہیں آپ مجھے؟"

"جی ہاں کسی حوالے سے۔" وہ مسکرایا "قائم جیلانی کو جانتی ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"جی۔ میرے خالو زادے ہیں افریقہ سے آئے ہیں۔"

"میرے دوست ہیں وہ مس لیٹی۔ آپ انہیں ضرور لے جایئے میں سنبھال لوں گا مگر کیا آپ کے ساتھ جانا پسند کریں گی۔"

"اگر یہ نہ بھی پسند کریں تو انہیں جانا ہو گا کیونکہ ان کی زندگی خطرے میں ہے!"

"نہیں' میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔" قیصرہ ناز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے نرس آپ ان کا سامان وغیرہ ٹھیک کر دیں۔ آپ انہیں لے جایئے مس لیٹی اگر رضوی صاحب کو آپ سے کچھ پوچھنا ہوا تو آپ سے بات کرا دوں گا۔"

قیصرہ کو میں نے ساتھ بٹھایا تھا اور کار سٹارٹ کر کے چل پڑی تھی۔ اس وقت تک میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا کہ اسے کہاں لے جاؤں گی لیکن کار آگے بڑھاتے ہی ڈاکٹر تانیا کا کلینک یاد آیا۔ ایک عارضی پناہ وہاں ہو سکتی تھی پتہ نہیں وہ ہوں گے یا نہیں۔ نگرانی کرنے والے دونوں افراد کو میں نے ساتھ آنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ لڑکی سکتے کے سے عالم میں میرے قریب بیٹھی تھی میں نے اسے خاموش رہنے دیا۔ ہسپتال میں ڈاکٹر تانیا موجود نہیں تھے لیکن ڈیوٹی ڈاکٹر



فائق نے احترام سے میرا استقبال کیا۔

"آپ کو فوری طور پر ایک کمرے کا انتظام کرنا ہے ڈاکٹر!"

"جی بہتر۔ تشریف لایئے۔" فائق نے دوسری بات نہیں کی تھی۔ وہ ہمیں ایک خوبصورت کمرے میں لے گیا جو دوسری منزل پر تھا۔

"میرے ساتھ دو افراد اور ہیں وہ باہر رہ کر ان کی نگران کریں گے۔" میں نے کہا۔

"میں بلوائے لیتا ہوں۔" فائق نے کہا اور باہر نکل گیا میں نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کافی پیئو گی؟"

"میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو' تمہاری طرف کوئی ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا خود کو بالکل پرسکون رکھو اطمینان سے تم سے باتیں کروں گی۔ کافی پیئو گی؟"

"ہاں۔"

"او کے میں آتی ہوں۔" میں نے کہا اور باہر نکل آئی ڈاکٹر فائق ان دونوں کو لے آیا تھا جو یہاں تک موٹر سائیکل پر ساتھ آئے تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "سوری دوستو تمہاری ڈیوٹی کی جگہ بدل گئی ہے ڈیوٹی وہی ہے۔"

"بالکل اطمینان رکھیں مس لیٹی ہم مستعد ہیں۔"

؟ڈاکٹر فائق کافی چاہئے۔ دو کپ؟"

"بہتر مس لیٹی۔"

"آپ میرے ساتھ مثالی تعاون کر رہے ہیں ڈاکٹر اس کے لئے دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

مجھے آپ کا مرتبہ معلوم ہے مس لیٹی یہ میرا فرض ہے۔"

"ہاں ان خاتون کا کیا حال ہے؟"

"بہترین آپ ان سے ملیں گی تو حیران رہ جائیں گی ڈاکٹر الیاس نے ان کی کایا پلٹ دی ہے۔"

"شاندار۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے مسرور لہجے میں کہا اور واپس کمرے میں آ گئی۔ قیصرہ سحرزدہ سی مجھے دیکھ رہی تھی میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولی۔ "کافی آ رہی ہے اور تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ تم خود کو بہتر محسوس کر رہی ہو۔"

"ہاں پہلی بار میں نے خود کو کسی مضبوط پناہ میں محسوس کیا ہے۔ کوئی اس درندے کو اس طرح بھی مار سکتا ہے۔ اس قدر بے بس کر سکتا ہے میں نے خواب میں بھی یہ منظر نہیں دیکھا تھا اور......... اور میں ایک عجیب احساس کا شکار ہو رہی ہوں۔"

"کیا احساس؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"میں بھی لڑکی ہوں۔ آپ بھی۔ مگر آپ انوکھی ہیں آپ کسی کی مدد کے بغیر اسے زمین لمبا لٹا سکتی ہیں اور میں۔ اس کے چنگل میں صرف بے بس رہی ہوں اسے دیکھ کر صرف خوف محسوس ہوتی رہی ہوں۔ کیا ہم یہ سب کچھ بھی کر سکتے ہیں؟"

"بالکل کر سکتے ہیں۔ ہمت ضروری ہوتی ہے۔ بھیڑیئے بے حد خونخوار ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا شکار کیا جاتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی کچھ دیر کے بعد ہسپتال کی ایک ملازمہ کافی لے آئی اور اس نے دو پیالیاں بنا کر ہم دونوں کے سامنے رکھ دیں۔ وہ خاموشی سے کافی پینے لگی پھر اس نے کہا۔

"آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔"

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"شعیب فاروقی قاتل ہے۔ میرے بہن کا قاتل۔" اس نے سسکی سی لے کر کہا۔ "اور میں اس کی گواہ ہوں۔"

میرے ذہن میں چھناکا ہوا تھا میں نے کافی کے کئی گرم گھونٹ لے ڈالے حالانکہ میں اتنی گرم کافی نہیں پیتی تھی پھر میں نے کہا "کیا نام تھا تمہاری بہن کا؟"

"قیصرہ ناز۔" اس نے جواب دیا اور میرے دماغ کو دوسرا جھٹکا لگا۔ میں نے پھر خود کو پیالی کی آڑ میں چھپایا تھا۔

"وہ میری جڑواں بہن تھی۔ ہم دونوں ایک ساتھ اس دنیا میں آئے تھے۔"

"مجھے پوری تفصیل بتاؤ۔ تمہارا کیا نام ہے؟"

"راشدہ بانو۔ ہم لوگ جمال پور کے رہنے والے ہیں۔ بہت عرصہ قبل اس وقت جب ہم دنیا سے واقف بھی نہیں تھے جمال پور میں میرے ماں باپ خوشحال زندگی بسر کرتے تھے مگر پھر میرے والد اور والدہ کے درمیان ناچاقی ہو گئی۔ اختلافات شدید سے شدید تر ہوتے چلے گئے اور نوبت طلاق تک آ پہنچی والد صاحب نے والدہ کو طلاق دیدی اور عدالت کے فیصلے کے تحت ہم دونوں بہنیں تقسیم ہو گئیں۔ قیصرہ والدہ کے حصے میں آئی تھی۔ والد صاحب نے جمال پور چھوڑ دیا نہ جانے وہ کہاں چلے گئے تھے اس کے بعد ہم دونوں بہنیں کبھی نہ مل سکیں والدہ کے پاس جو کچھ تھا اس سے گزر بسر کرتی رہیں۔ میں نے ایک سوگوار ماحول میں ہوش سنبھالا تھا۔ مجھے اپنے والد صاحب کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ جمال پور میں ہمارے چند رشتے دار تھے مگر قریبی کوئی نہ تھا۔ شعیب فاروقی میری والدہ کے بہت دور کے رشتے کے بھائی کا بیٹا تھا' آوارہ اور نکما۔ ہمارے درمیان کوئی خاص تعلقات نہیں تھے نہ ہی زیادہ ملنا جلنا تھا۔ میں نہایت مشکل حالات میں جوان ہوئی گھر کے اخراجات کے لئے ٹیوشن وغیرہ کرتی تھی اس طرح کام چل رہا تھا پھر اس معمولی شخص سے ایک خاندانی تقریب میں ملاقات ہوئی اور اس نے ہمارے گھر آنا جانا شروع کر دیا۔ والدہ سادہ مزاج اور رشتوں کو ترسی ہوئی تھیں انہوں نے اسے منہ لگانا شروع کر



دیا۔ اس طرح یہ روزانہ ہمارے ہاں آنے لگا اور پھر اس نے مجھ پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے مجھے دنیا کا کوئی تجربہ نہیں تھا مگر اس شخص سے مجھے رغبت نہ ہوئی۔ یہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس نے مجھ سے باقاعدہ اظہار عشق کر دیا تھا والدہ صاحبہ اسے پسند کرنے لگی تھیں۔ شاید وہ اسے میرا مستقبل بنانا چاہتی تھیں۔ انہوں نے اسے سب کچھ بتا دیا پھر یہ اچانک ہی غائب ہو گیا اور طویل عرصے تک اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا خاندانی طور پر معلوم ہوا تھا کہ بہت مقروض ہو گیا تھا اس لئے منہ چھپا کر بھاگ گیا حالانکہ اس کے گھر کے حالات اچھے تھے مگر یہ اپنے گھر کا بھی ناپسندیدہ شخص تھا۔ کافی دن کے بعد یہ دوبارہ نمودار ہوا لیکن اس کا حلیہ بدل چکا تھا۔ وہ بہت عیش و عشرت سے تھا۔ چلتا پرزہ آدمی تھا اس لئے یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ صرف میرے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے کیونکہ وہ مجھے بہترین مستقبل دینا چاہتا ہے اور لبنیٰ صاحبہ میرے اندر کمزوری پیدا ہوئی مجھے اس سے عشق نہیں ہوا لیکن میرے سامنے میری ماں تھیں' جن کی زندگی میں کوئی سہارا نہیں تھا' جو میرے لئے کچھ چاہتی تھیں لیکن اس کچھ کی تکمیل کا کوئی ذریعہ نہیں تھا ان کے پاس۔ انہوں نے شعیب کے بارے میں سوچا ان کا عزیز بھی تھا۔ انہیں عزیز بھی تھا۔ میں نے اپنے رویئے میں لچک پیدا کر لی اور وہ ہم پر چھا گیا۔ اب ہم اس کے تحت جی رہے تھے اور وہ ہمیں سبزباغ دکھا رہا تھا۔ اس نے ہمیں اپنے ہومیو پیتھک دواؤں کے کاروبار کے بارے میں بتایا اس نے ہومیو پیتھی کی جعلی ڈگری بھی کہیں سے حاصل کر لی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ بیرون ملک بھی جاتا رہتا ہے۔ وہ یہاں سے جمال پور آتا جاتا رہا ہمارے لئے تحفے تحائف لے آتا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"راشدہ۔ تمہارے لئے میں نے جو خواب دیکھے ہیں کیا اس کی تکمیل ہو سکتی ہے۔"

"مجھے کیا معلوم ہے۔" میں نے کہا۔

"پھوپھی جان نے مجھے پھوپا جان کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے راشدہ اس نے میری زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے اور یقین کرو میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ انہوں نے اس ظلم کے ہاتھوں جوانی گنوا دی۔ کیا ملا اس منحوس شخص سے تمہیں....."

"یہ کہانی تو کبھی کی ختم ہو چکی ہے شعیب۔"

"میری فطرت میں ایک جنون ایک دیوانگی بچپن ہی سے شامل ہے راشدہ اور اسی دیوانگی کے ہاتھوں میں اپنے گھر کی ایک ناپسندیدہ شخصیت بن گیا ہوں' میرے گھر کے لوگوں نے کبھی میری ذات میں چھپے ہوئے شخص کو نہیں پہچانا۔ میں نے جو کچھ کیا اس سے نفرت کرتے رہے اور یہ دیوانگی آج بھی اسی قوت کے ساتھ مجھ پر حاوی ہے' پھوپھی جان نے جب مجھے اپنی کہانی سنائی تو میرے دل میں اس شخص کے لئے نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے جس نے میری پھوپھی کی جوانی برباد کر دی اور اسی وقت میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ کم از کم میں تمہیں بے کسی کی زندگی نہیں بسر کرنے دوں گا۔ راشدہ میں نے باہر نکل کر اس دنیا کو دیکھا میں نے سوچا کہ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں' میں اپنے لئے کیا مقام بنا سکتا ہوں راستے بند ملے نیکی اور ایمانداری کا کوئی راستہ بلندیوں کی جانب نہیں جاتا تھا۔ پستیاں میرے اطراف میں بکھری ہوئی تھیں میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو سرفراز ہیں' ان کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دولت کبھی سیدھے راستے سے نہیں آتی' بلکہ اس کے حصول کے لئے صرف اور صرف چور دروازوں سے گزرنا ہوتا ہے بہت کم ایسی مثالیں مجھے ملیں جو نیکی اور ایمانداری سے منسلک تھیں یا تو وہ لوگ خاندانی طور پر دولت مند تھے یا پھر تقدیر نے ان کے ہاتھ پکڑے تھے' چنانچہ میں نے بھی ان سے الگ راستے منتخب نہ کئے اور جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑا کیا' ملک سے باہر گیا ہیروئن لے کر گیا کامیاب ہو گیا پیسے مل گئے اور اس کے بعد ایک طریقہ کار اپنا لیا دنیا یہی کرتی ہے جو کچھ بظاہر نظر آتا ہے اس کے پس پردہ کچھ اور کہانیاں ہوتی ہیں میں نے صرف ایک دفعہ یہ عمل کیا اور اس کے بعد وہ سارے راستے چھوڑ دیئے لیکن ایک دفعہ سے کچھ نہیں ہوتا راشدہ' میں سب کچھ نہیں کرنا چاہتا لیکن ایک ذریعہ' ایک ذریعہ مجھے نظر آیا جس سے مجھے اور تمہیں دہرا فائدہ ہو سکتا ہے ہم اپنی بے بسی کا انتقام بھی لے سکتے ہیں اور ہمارے پاس بہت کچھ آسکتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں شعیب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"جو کہنا چاہتا ہوں وہ بہت بڑی بات ہے راشدہ اور اس خوف کا شکار ہوں کہ کہیں تم میرا ساتھ دینے سے انکار نہ کردو۔"

"نہیں کہو کیا بات ہے؟" تب اس نے اس نے مجھے ایک انوکھی کہانی سنائی اس نے بتایا کہ سوئیڈن میں اس کی ملاقات میری جڑواں بہن قیصرہ سے ہوئی تھی' نسیم احمد خان صاحب جو میرے والد تھے' وہاں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں' بہت بڑی دولت جائیداد ہے' ان کے پاس اور قیصرہ اعلیٰ درجے کی زندگی بسر کر رہی ہے اس نے مجھے بتایا کہ وہ قیصرہ سے ایک غیر متعلق شخص کی حیثیت سے ملا تھا اور اس نے اس سے دوستی بھی گانٹھ لی ہے تمام تر تفصیلات معلوم کر چکا ہے وہ قیصرہ اور نسیم احمد خان کے بارے میں اور اب یہ سوچتا ہے کہ کیوں نہ اس دیوانگی کا انتقام لیا جائے جو میرے والد نے میری والدہ کو طلاق دے کر کی تھی میں تو خود یہ سن کر دیوانی ہو گئی تھی کہ میری بہن اور باپ کا پتہ چل گیا ہے۔

بے شک میرے باپ نے کبھی میری جانب توجہ نہیں دی تھی لیکن جو حالات ہو گئے تھے ان کے تحت بات اتنی ہی خراب ہوئی تھی میں پر مسرت لہجے میں شعیب سے اپنی بہن اور اپنے ابو کے بارے میں پوچھنے لگی تو اس نے تلخ لہجے میں کہا کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے ایک سمت تو یہ بے بسی کے دل خون کے آنسو رو دے اور دوسری سمت یہ عیش و عشرت جو وہ لوگ کر رہے ہیں میں نے اس سے کہا کہ یہ ہم دونوں کی تقدیر تھی تو وہ تڑخ کر بولا کہ وہ تقدیر بدل کر رکھ دے گا یہ اس کا عہد ہے' پھر اس نے بات آئی گئی کر دی میں نے اپنی والدہ کو تفصیل بتائی تو وہ بھی اسی قدر بے چین ہو گئیں۔ والد صاحب سے تو خیر اب کوئی ناتا



نہیں رہا تھا ان کا لیکن اپنی بیٹی کو دیکھنے کی آرزو ان کے سینے میں مچل اٹھی تھی انہوں نے شعیب سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے بڑے اطمینان سے انہیں بتایا کہ وہ سوئیڈن میں رہتے ہیں اگر وہ وہاں جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں ہم لوگ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تو چاند پر جانے والی بات تھی پھر چند دن اسی طرح گزر گئے اور اس کے بعد ایک دن شعیب نے مجھ سے پھر کہا کہ کیا خیال ہے ان لوگوں کے خلاف جو کاروائی وہ کرنا چاہتا ہے کیا میں اس میں اس کا ساتھ دے سکتی ہوں میں نے حیرانی سے اس کاروائی کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اگر میں نے اس سلسلے میں رازداری نہ برتی تو وہ خودکشی کر لے گا میں یہ تفصیل اپنی والدہ کو بھی نہیں بتاؤں گی میں نے حیرانی سے اس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ وہ مجھے قیصرہ کی جگہ دیکھنا چاہتا ہے میری اپنی حیثیت ختم کر کے مجھے قیصرہ کے نام سے دنیا کے سامنے لانا چاہتا ہے اور اس طرح میرے والد کی دولت جو سوئیڈن میں انہوں نے جمع کی ہے میرے نام ہو سکتی ہے میں اس بات کو سن کر حیران رہ گئی تھی میں نے اس سے کہا کہ میں قیصرہ کیسے بن سکتی ہوں تو اس نے کہا کہ ہم دونوں بہنیں ایک ہی شکل و صورت اور ایک ہی جسامت کی مالک ہیں' دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ باآسانی دی جا سکتی ہے بس تھوڑی سی محنت کرنا پڑے گی میں اس بات پر بے چین ہو گئی تھی میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی بہن کا حق نہیں مارنا چاہتی تو وہ جذباتی ہو گیا کہنے لگا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ اس کی زندگی کا آخری کھیل ہے اس کے دل کو لگی ہوئی ہے جو کچھ بھی ہے میرے لئے ہے میں نے اس سے انکار کیا تو اس کے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔ یہ سب کچھ کرنا ہے' کافی دن اسی طرح گزر گئے پھر اس نے مجھے بتایا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور قیصرہ اب تنہا رہ گئی ہے اب اس سلسلے میں زیادہ آسانیاں حاصل ہو گئی ہیں' میں ہمیشہ اس سے انحراف کرتی رہی تو پھر اس نے ایک جارحانہ قدم اٹھا ڈالا ایک دن جب میں کہیں باہر سے اپنے گھر پہنچی تو میری والدہ گھر پر موجود نہیں تھیں' حیران ہوئی ہر جگہ تلاش کیا لیکن انہیں پانے میں ناکام رہی دیوانی ہو گئی۔ ماں کا سہارا تو زندگی کا سہارا تھا باقی رہ کیا گیا تھا پھر شعیب میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھ سے کہا میں اس کے ساتھ چلوں ماں کی تلاش کے سلسلے میں وہ میری مدد کرے گا کوئی سہارا نہیں تھا میرا میں یہاں آئی اس نے مجھے ایک ہوٹل میں ٹھہرا دیا اور اس کے بعد اس نے اپنا منصوبہ میرے سامنے پیش کر دیا جو یہ تھا کہ قیصرہ یہاں آرہی ہے اور یہ بہترین موقع ہے کہ میں قیصرہ کی جگہ لے لوں اور وہ سب کچھ کر ڈالوں جو اس کے ذہن میں ہے یہ منصوبہ سن کر ششدر رہ گئی تھی وہ میری بہن قیصرہ کو قتل کر کے مجھے اس کی جگہ دینا چاہتا تھا۔

آخر وہ میری بہن تھی کیسے یہ برداشت کر لیتی میں نے اس سے انحراف کیا تو وہ کھل کر سامنے آگیا اس نے کہا کہ میری ماں اس کے قبضے میں ہے اور اگر وہ اپنا مقصد نہ پا سکا تو پھر سب کچھ فنا کر دے گا ماں کو ہلاک کر دے گا مجھے گولی مار دے گا اور ضد سے مجھے کچھ حاصل نہ ہو گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں بے بس ہو گئی اس نے کچھ اس طرح مجھ پر اپنے اثرات قائم کئے کہ میں ماں کے حصول کے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئی اور اس کے بعد اس نے مجھے عابدہ فردوسی کے نام سے ایک فلیٹ دلایا جہاں میں نے اپنے آپ کو ایک سکول ٹیچر کی حیثیت سے روشناس کرایا سارا منصوبہ اس کا تھا میں نے کسی سے تعلقات نہیں رکھے تھے بس ایک بند بند سی شخصیت بنا رکھی تھی اپنی۔ مجھے نہیں معلوم کہ قیصرہ کب سوئیڈن سے آئی' بس ایک دن شعیب نے مجھے بتایا کہ کام کرنے کا وقت آگیا ہے' وہ مجھے وہاں سے لے آیا اور اس کے بعد مجھے یہ پتہ چلا کہ قیصرہ میری حیثیت سے اس فلیٹ تک پہنچ گئی ہے اور پھر اسے قتل کر دیا گیا ہے مجھے اس نے ایک دماغی مریضہ کی حیثیت سے ہسپتال میں داخل کرا دیا اور صاف صاف یہ کہہ دیا کہ جب تک سارے معاملات حل نہیں ہو جاتے مجھے اس سے تعاون کرنا ہے اور اسی کے بعد میری ماں مجھے مل سکتی ہے جو کچھ مجھ پر بیتی ہے میں آپ کو بتا نہیں سکتی ہزار بار مری ہوں اور ان تمام باتوں کو سوچ کر کوئی سہارا نہیں تھا میرا' میں ایک بھیڑیئے کے قبضے میں تھی اور آپ نے جب اسے مارا تو مجھے یوں لگا جیسے زندگی میں پہلی بار ایک سہارا میرے سامنے آیا ہے میں میں....."

راشدہ کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں اور میں ششدر اس کی کہانی سنتی رہی تو یہ تھا شعیب فاروقی کا اصل روپ اسی بھیڑیئے نے اس بیچاری قیصرہ کو قتل کیا تھا اس کے لئے اس نے کیا کیا' کیا ہو گا یہ تو اب اسی کی زبانی معلوم ہو سکتا تھا۔ اور جب یہ ساری کہانی میرے علم میں آگئی تھی تو اب اس بات کے بھلا کیا امکانات تھے کہ شعیب فاروقی بچ جائے' پھر اچانک میرے ذہن میں ان معمر خاتون کا خیال آیا اور اب اس میں بھلا کیا شک و شبہ ہو سکتا تھا کہ وہ معمر خاتون راشدہ کی والدہ ہی ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے راشدہ سے کہا کہ وہ میرے ساتھ آئے میں نے اس کا منہ وغیرہ دھلا دیا تھا۔ راشدہ میرے ساتھ چل پڑی اور اسے اس کمرے میں لے گئی جہاں وہ معمر خاتون موجود تھیں میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ راشدہ کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی اور وہ اپنی ماں سے لپٹ گئی میں اس صورتحال سے کافی مطمئن تھی مسئلہ حل ہو چکا تھا اب مجھے شہریار کی تلاش تھی چنانچہ وہیں سے میں نے ہیڈ آفس ٹیلیفون کیا شہریار وہاں موجود نہیں تھا دوسرا ٹیلیفون میں نے اپنے پرائیویٹ دفتر میں کیا گل بدر سے پتہ چلا کہ شہریار میری تلاش میں مارا پھر رہا ہے اور ابھی تھوڑی دیر قبل وہ پھر ہیڈ آفس گیا ہے۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کرنا پڑا پھر میں نے دوبارہ ہیڈ آفس فون کیا تو شہریار مل گیا۔

"کہاں ہو بھئی پورا شہر چھان مارا تمہارے لئے۔"

"ہوشیاری مت کرو ڈاکٹر تانیا کے کلینک پہنچ جاؤ اور سنو اپنے ساتھ کچھ افراد لیتے آنا۔"

"وہ شعیب فاروقی کو تم نے۔"

ہاں ہاں ساری باتیں بعد میں بتاؤں گی پہنچ جاؤ فوراً وہاں۔" پھر شہریار آندھی اور طوفان کی طرح ہی ڈاکٹر تانیا کے کلینک پہنچا تھا۔ بڑا پرجوش نظر آرہا تھا راشدہ اور اس کی ماں کو میں نے



ایک ہی جگہ رہنے دیا تھا وہ فوراً ہی بولا۔

"کک..... کیا چکر ہے۔ کیا شروع کر رکھا ہے آج صبح سے تم نے۔" اور میں ہنس پڑی۔

"اب کیا کروں مردوں نے تو چوڑیاں پہن لی ہیں۔ یہ کام تو ہم عورتوں ہی کو کرنا پڑتے ہیں۔"

"شعیب فاروقی کو تم نے گرفتار کر لیا ہے؟"

"خیر میں گرفتار کرنے کی کیا اہلیت رکھتی ہوں تمہارے ہی نام پر سب کچھ ہو رہا ہے۔"

"شکریہ شکریہ مگر ذرا کچھ تفصیل تو عطا ہو جائے حضور انور۔"

"شعیب فاروقی' قیصرہ ناز کا قاتل ہے۔"

"یقیناً ہے' اب اگر وہ کچھ بھی کر لے اسے قیصرہ ناز کا قاتل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا مگر عزیزہ ہمیں کچھ تفصیل تو پتہ چل جائے۔" اور میں نے شہریار کو پوری کہانی سنانا شروع کر دی۔ ابتداء سے انتہا تک اسے پوری کہانی سنا کر میں نے اسے راشدہ اور اس کی ماں سے بھی ملایا۔ شہریار پر سکوت طاری ہو گیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"انہیں یہاں سے منتقل کرنا ہے۔"

"ضرورت نہیں ہے شہریار اول تو ان خاتون کا علاج ہو رہا ہے۔ دوم شعیب فاروقی پولیس کی تحویل میں ہے اس کا دست راست راجہ بھی گرفتار ہے اور چونکہ وہ باقاعدہ جرائم پیشہ نہیں ہے اس لئے اور کوئی اس کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ بس پولیس کا پہرہ لگا دو یہاں کافی ہے۔" خوش قسمتی سے ڈاکٹر تانیا بھی آگئے اور انہیں بھی مختصر تفصیل بتانی پڑی۔ اس طرح ہمیں ان کا تعاون بھی حاصل ہو گیا بعد میں ہم دونوں دفتر آبیٹھے تھے۔

"شعیب فاروقی اقرار جرم کیسے کرے گا؟" شہریار نے کہا۔

"سب سے اہم مسئلہ ہے اور اس کے لئے بڑے چکر چلانے پڑیں گے۔"

"میں ایک تجویز پیش کروں؟"

"ضرور۔"

"عرشی صاحب یا بیرسٹر فیاض الدین کی مدد لو۔ راشدہ سے درخواست دلواؤ اور اس پر قتل کا الزام عائد کرو۔ میرے خیال میں گواہوں کی بھرمار ہے۔ راشدہ کی والدہ' راشدہ' راجہ' غظفی' ڈاکٹر تانیا۔ پھر جمال پور سے تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کی دولت' اس کا کردار' وہ تصویر جو سوئیڈن کی ہے۔" شہریار نے کہا اور میں خوشی سے اچھل پڑی۔

"یہ ہوتا ہے صرف ایک صحافی اور ایک باقاعدہ پولیس افسر کا فرق؟" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"کوئی غلطی ہو گئی؟" شہریار نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"غلطی نہیں مسٹر شہریار جس مسئلے کو میں بہت مشکل سمجھ رہی تھی وہ تم نے چٹکی بجاتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



حل کر دیا واقعی بڑی آسان بات ہے راشدہ اس کے چنگل سے نکل آئی ہے اس کی ماں بھی محفوظ ہے۔ اسے کیا دقت ہو سکتی ہے۔" ہم بیرسٹر فیاض الدین سے ان کے دفتر میں ملے تھے۔ انہیں پورا کیس بتایا تو وہ مسکرا دیئے۔ "کیس بالکل مضبوط اور مکمل ہے وہ بچ نہیں سکتا۔"

"آپ درخواست تیار کر لیجئے اور معاوضے کا تعین بھی کر لیجئے۔"

"ضرور' ضرور معاوضہ میں اپنی پسند سے لوں گا۔"

ڈاکٹر تانیا نے بھی پوری دلچسپی لی تھی وہ بولے۔ "ہسپتال میں تو کام ہو ہی رہا ہے لیکن یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ لٹی بیٹے ایسے کیس لاتی رہا کرو ہم بھی کچھ شرلاک ہومز وغیرہ بننا چاہتے ہیں۔

تمام کاروائی مکمل ہوئی۔ شاہ صاحب نے سوئیڈن کی شہری قیصرہ ناز کے قتل کے سلسلے میں معمر جمیلہ خاتون اور ان کی بیٹی راشدہ خاتون و سازش مجرمانہ کے تحت حبس بے جا میں رکھنے کے الزام میں جمیلہ بیگم کی درخواست پر شعیب فاروقی کے وارنٹ جاری کر دیئے اور گرفتار شدہ شعیب فاروقی کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ کیس بالکل مضبوط تھا ملزم کی نیت واضح تھی وہ قیصرہ ناز کے والد نسیم احمد خان کی دولت ہتھیانا چاہتا تھا اور اس کے لے اس نے بہترین منصوبہ بندی کی تھی۔ وہ دولت جمع کرنے کی کاوشوں کے دوران اتفاقیہ طور پر سوئیڈن میں قیصرہ ناز سے ملا اور اسے راشدہ کا ہم شکل پا کر ایک مجرمانہ منصوبہ اس کے ذہن میں آگیا۔ یہ بات اسے معلوم ہو چکی تھی کہ قیصرہ ناز' راشدہ کی جڑواں بہن ہے اس نے سوئیڈن میں قیصرہ سے دوستی کر لی جس کا ثبوت وہ تصویر تھی جو سوئیڈن میں قیصرہ ناز کے گھر میں موجود تھی۔ قیصرہ ناز یہاں رکی تو اس نے اپنے دوست کو اپنی آمد کی اطلاع دی اور شعیب نے فوراً عمل شروع کر دیا۔ راشدہ کی ماں کو غائب کر کے اس نے راشدہ کو اپنے منصوبے پر کام کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ راشدہ کو اس نے تیرتھ رام بلڈنگ کے ایک فلیٹ میں منتقل کر دیا اور وہاں پر وہ ایک گمنام ٹیچر کی زندگی بسر کرنے لگی۔ کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ادھر قیصرہ ناز جب یہاں پہنچی تو وہ اس کے استقبال کے لئے تیار تھا۔ قیصرہ ناز نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور وہیں سے پروگرام کے مطابق شعیب فاروقی نے اسے اغوا کر لیا۔ راشدہ کو اس فلیٹ سے ہٹایا گیا اور قیصرہ کو کسی بہانے سے فلیٹ میں لے آیا۔ جہاں اس نے اسے قتل کر دیا اور پھر راشدہ کو ایک نیم دیوانی لڑکی کی حیثیت سے کارونش ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ یہ بہت ہی پیچیدہ لیکن بہترین منصوبہ تھا۔ اس طرح راشدہ کو باآسانی قیصرہ ناز کی حیثیت حاصل ہو گئی اور چونکہ اسے نیم دیوانہ قرار دیدیا گیا تھا اس لئے بہت سے معاملات خود بخود ٹل جاتے تھے۔ یعنی وہ باتیں جو راشدہ قیصرہ ناز کے بارے میں نہیں جانتی تھی اس کی دیوانگی کی آڑ میں چھپ جاتیں اور اس دوران سارے مسئلے ہموار ہو جاتے بعد میں شعیب فاروقی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ راشدہ سے شادی کر لے گا اور اس کے بعد قیصرہ ناز کی تمام دولت خود بخود اس کے قبضے میں آجائے گی یہاں پر صرف ایک الجھن باقی رہ



جاتی تھی وہ یہ کہ باورچی خانے میں عظمیٰ منظور کا ٹیلیفون نمبر کس نے کندہ کیا تھا۔ قیصرہ نے یا راشدہ نے یہ معمہ درحقیقت حل نہیں ہو سکا تھا جبکہ بنیاد وہی تھی بعد میں جب شعیب فاروقی سے اس سلسلے میں بیانات لئے تب بھی یہ معمہ حل نہیں ہو سکا تھا ویسے اس نے بتایا تھا کہ قیصرہ ناز کو زندہ ہی فلیٹ میں لے جایا گیا تھا اور شعیب فاروقی نے اسے دھوکے میں رکھا تھا یہ کہا تھا اس نے کہ وہ اس سلسلے میں ایک دلچسپ عمل کرنا چاہتا ہے اور قیصرہ کے انکشاف پر عظمیٰ منظور کے بارے میں اس نے کچھ کاروائیاں کی تھیں۔ غالباً یہ وہ لمحات ہوں گے جب قیصرہ نے بے خیالی کے انداز میں ٹیلیفون نمبر وہاں کھرچ دیا ہو گا۔

شعیب فاروقی نے بالآخر اقرار جرم کر لیا۔ مقاصد وہی سب کچھ تھے اس نے اپنے طور پر اس بات کا اظہار بھی کیا تھا کہ اپنی پھوپھی کی بے کسی پر اس کا دل خون کے آنسو روتا تھا اور درحقیقت وہ راشدہ سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اس کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ قیصرہ نے تو اپنے باپ کے ساتھ ساری زندگی عیش کئے تھے لیکن راشدہ بے کسی کی علامت رہی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ راشدہ کو وہ دولت دلوائے' جو اس کے باپ ہی کی ہے لیکن اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے' البتہ راشدہ نے ان تمام باتوں سے انحراف کیا تھا اور کہا تھا کہ اسے کبھی بھی شعیب فاروقی سے محبت نہیں تھی اور وہ کسی بھی طور اس کا ساتھ دینا نہیں چاہتی تھی۔ یوں شعیب فاروقی کا یہ کیس مکمل ہو گیا تھا۔ اور میں نے ڈاکٹر' تانیا نے' بیرسٹر فیاض الدین نے' شہریار نے اس پر کافی محنت کر کے مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا۔

بات ختم ہو گئی' انسانی رشتے جس قدر نبھائے جا سکتے ہیں نبھائے گئے' جمیلہ بیگم کا علاج ڈاکٹر تانیا کے ہسپتال میں ہوا' راشدہ ان کے ساتھ رہی قیصرہ ناز کی دولت کا جمیلہ بیگم یا راشدہ کے حصے میں آنا ایک مشکل مرحلہ تھا ہم میں سے کسی نے اپنی ذمہ داری کے طور پر اسے قبول نہیں کیا۔ وہ دونوں ہسپتال سے چلی گئیں کہاں..... ہمیں نہیں معلوم تھا زندگی انہیں گزارنی تھی اور وہ جانتی تھیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ عظمیٰ منظور سے بھی بعد میں کوئی ملاقات نہیں ہوئی' ہمیں ان واقعات کو بھول جانا تھا اور ہم بھول گئے۔ اس سے پہلے بھی بہت کچھ ہو چکا تھا' کیا کیا یاد رکھتے اور اگر یاد رکھتے تو اس کے لئے کیا کر سکتے تھے' سیاہ سفید' روشنی اندھیرا' جرم و سزا' نیکی و گناہ یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں۔ برائی کو برا کہا جاتا ہے اور اچھائی کو اچھا۔ لیکن برائی کی جاتی ہے' جبکہ اچھائی کسی بھی فطرت کا خاصا ہو سکتی ہے' کسان اناج اگاتا ہے' لوگ اسے کھا جاتے ہیں' وہ پھر اناج اگاتا ہے اس احساس کے ساتھ کہ کل یہ نہ رہے گا۔ اخبارات لاتعداد جرم کی کہانیوں سے بھرے ہوتے ہیں' مجرم گرفتار ہوتے ہیں انہیں موت کی سزا ملتی ہے' عمر قید کی سزا ملتی ہے بعض اوقات یہ سزائیں قدرتی طور پر بدترین ہو جاتی ہے' لیکن جرم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ہونا ہے۔ سیاہی اور سفیدی میں سے ایک چیز کبھی نہیں رہ سکتی'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



دن کے بعد رات کا تصور یقینی ہے اور رات کا اختتام صبح ہی کو ہوتا ہے یہی گردش دوراں ہے اور اس میں کوئی تبدیلی کرنا ممکن ہی نہیں۔ اچھائیوں کی خواہش ہر دل کرتا ہے لیکن سیاہی کے بعد سفیدی اور سفیدی کے بعد سیاہی آتی ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

اخبار کے معمولات جاری تھے' قائم کیس خود بخود ختم ہو چکا تھا' ویسے میں اپنے اس خالہ زاد کی نفیس فطرت کو دل سے سراہتی تھی وہ ایسی شخصیت تھا جسے اپنے دوستوں میں شامل کیا جا سکتا تھا' اتنی سادگی سے میرے راستے سے ہٹ گیا کہ کوئی الجھن ہی نہ ہونے دی' ویسے قبلہ والد صاحب کا کردار بھی قابل ستائش تھا۔ وہ اپنی تمام تر خوفناک فطرت کے باوجود میرے مزاج سے آشنا ہو گئے تھے اور مجھ سے تعاون کر رہے تھے ایک لامحدود مدت کے لئے انہوں نے مجھے میری خواہشوں کی تکمیل کے لئے چھوڑ دیا تھا اور کہیں بھی اپنے اختیارات استعمال نہیں کر رہے تھے اس کے لئے میں ان کی احسان مند تھی۔ اخبارات کے لئے جو کام مجھے کرنے پڑتے تھے ان میں محکمہ پولیس سے میرا گٹھ جوڑ ایک لازمی حیثیت رکھتا تھا' شہریار تو تھا ہی اپنا ساتھی..... لیکن اب اس کے ساتھ ساتھ بہت سے علاقوں کے تھانہ انچارج میرے شناسا بن چکے تھے اور کہیں بھی میں جاتی تو خدا کے فضل سے مجھے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا..... ہاں یہاں بھی وہی چیز موجود تھی۔ نیگٹو' پازیٹو' کچھ لوگ فطرتاً دوسروں سے پرخاش رکھتے ہیں یا یہ سوچتے ہیں کہ اس کا عمل دخل اتنا زیادہ کیوں ہے جیسے عالم قریشی یا جیسے وہ ایس پی صاحب..... انہوں نے اپنے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی اور جہاں بھی کاٹ کر سکتے تھے کر ڈالا کرتے تھے' یہ دوسری بات ہے کہ اپنوں کی محبتیں سہارا دیتی تھیں اور کوئی مسئلہ مسئلہ ہی نہیں رہ جاتا تھا' حامد فخری صاحب کی عنایات کا سلسلہ بھی جاری تھا اور اگر کہیں کوئی مشکل پیش آجاتی تو ان سے رجوع کر کے اس کا خاتمہ کر لیا جاتا' سب سے بڑے ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب تھے' جو اس طرح ہم لوگوں سے منسلک ہو گئے تھے۔ جیسے بس ایک گروپ بن گیا ہو ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں خود مل لیا کرتے تھے مشورے کرتے تھے اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ ان مشوروں کو قبول کر کے ان پر عمل کیا کرتے تھے۔ فیاض قریشی ایک اچھا نوجوان تھا اور آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ ایک کیس کے سلسلے میں اس نے میری بھرپور مدد کی تھی' بہت ہی تعاون کرنے والا نوجوان تھا۔ اس دن بھی ایک خاص سلسلے میں معلومات حاصل کرنے تھانے پہنچی تھی اور وہ مجھے دیکھ کر مسرور ہو گیا تھا میں نے اپنا کام کیا اور اس کے بعد فیاض قریشی کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے لگی' زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سامنے والی کھڑکی کی جانب نظر اٹھ گئی جہاں سے تھانے کا بیرونی احاطہ اور وسیع و عریض دروازہ نظر آتا تھا۔ سپاہی اپنے کاموں میں مصروف تھے اور ادھر سے ادھر آجا رہے تھے فیاض قریشی نے اپنا آفس بڑی خوش اسلوبی سے بنایا تھا اور یہاں سے کم از کم وہ بیرونی برآمدے اور احاطے پر بخوبی نگاہ رکھ سکتا تھا گیٹ سے ایک گہرے نیلے



رنگ کی قیمتی کار اندر داخل ہوئی تھی اور اس سے ایک دراز قامت لیکن انتہائی خوش پوش صاحب نیچے اترے تھے..... انہوں نے موسم کی سختی کے باوجود بہت خوبصورت سوٹ پہنا ہوا تھا ٹائی لگی ہوئی تھی اور آنکھوں پر حسین فریم کی عینک نظر آرہی تھی۔ بال کافی حد تک سفید تھے لیکن بڑے سلیقے سے جمائے گئے تھے۔ کار وہ خود ہی ڈرائیو کرتے ہوئے یہاں تک لائے تھے' ورنہ اس پائے کی شخصیتیں اور ایسی اچھی کاروں والے عموماً ڈرائیور رکھتے ہیں' نیچے اتر کر انہوں نے ایک بھٹکتی ہوئی نگاہ چاروں طرف ڈالی اور پھر ایک گزرتے ہوئے ہیڈ کانسٹیبل کو روک کر اس سے کچھ معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد فیاض قریشی کے دفتر کی جانب چل پڑے..... خود فیاض قریشی اسی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے چائے کی پیالی سے دو تین گھونٹ مسلسل پیئے اور پیالی ایک طرف سرکا کر ان صاحب کی آمد کا انتظام کرنے لگا..... وہ دروازے پر رک کر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے اور اس کے بعد وہ اندر داخل ہو گئے فیاض نے پولیس افسرانہ شان کے ساتھ انہیں سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا..... "جی فرمایئے' کیا خدمت کی جا سکتی ہے آپ کی.....؟"

ان صاحب نے بھٹکتی..... ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر فیاض قریشی سے بولے..... "ایک مشکل مسئلے میں پولیس کی مدد چاہتا ہوں آپ سے کچھ کہنے کا خواہشمند ہوں لیکن تنہائی میں.....؟"

"بے جھجک کہئے اور مجھے تنہا ہی سمجھئے....." فیاض قریشی نے کہا اور ان صاحب کی نگاہ ایک بار پھر میری جانب اٹھ گئی وہ کسی قدر نروس نظر آرہے تھے ایک بار پھر انہوں نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا؟ دراصل جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ خالص ذاتی نوعیت کا ہے اور اس کے لئے میں مکمل تنہائی.....؟"

"اگر آپ کا اشارہ ان خاتون کی جانب ہے تو آپ یوں سمجھئے کہ جو کچھ آپ مجھے بتائیں گے' اس کا ایک ایک حرف ان کو معلوم ہو گا' چنانچہ آپ بالکل مطمئن رہئے اور جو کچھ کہنا ہے بے جھجک کہئے....."

"ایک رپورٹ درج کروانا چاہتا تھا لیکن آپ کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں اس لئے براہ راست آپ کے پاس....."

"کوئی حرج نہیں ہے آپ کا اسم شریف.....؟" فیاض قریشی نے کہا۔

"اوہ جی ہاں مجھے احمد صغیر جامی کے نام سے جانا جاتا ہے۔"

"جی....."

"میری بیگم کل شام سے لاپتہ ہیں اور میں بے حد پریشان ہوں..... اپنی پریشانی بیان کرنے کے لئے میرے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں میرا ایک حلقہ احباب ہے سوشل اسٹیٹس ہے اور پھر میرا گھر' تین بچے ہیں میرے جن کی عمریں زیادہ نہیں ہیں..... دیکھئے میں اپنی بیوی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کی تصویر ساتھ لایا ہوں..... انہوں نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور اس سے تصویر نکال کر سامنے رکھ دی- تصویر ایسے زاویئے سے رکھی گئی تھی کہ میں نے بھی اسے دیکھ لیا- ایسی حسین اور سبک نقوش والی نوعمر دوشیزہ کی تصویر تھی جسے ایک نگاہ دیکھ کر نظریں ہٹانے کو جی نہ چاہے وہ عنابی رنگ کی زرکار ساڑھی میں بے حد حسین نظر آرہی تھی- جاوید قریشی بھی کئی لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا.....

"ان کی کوئی تازہ تصویر نہیں ہے آپ کے پاس....." جواب میں جامی صاحب پھیکی سی ہنسی ہنس دیئے-

"یہ ان کی تازہ تصویر ہی ہے-"

"اوہ!" جاوید قریشی نے عجیب سے لہجے میں کہا اور تصویر میری طرف بڑھا دی-

"مجھے آپ کی حیرت کا اندازہ ہے رخ مجھ سے بہت چھوٹی ہیں' آدھی عمر سے بھی کم لیکن ہم دونوں نے..... ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ بوجھ کر شادی کی تھی اور ہم ہر طرح سے مطمئن تھے-"

"چائے پسند کریں گے آپ....."

"نہیں بے حد شکریہ..... یہ بتانا ضروری ہے کہ رخ کو صرف میں ہی نہیں بلکہ وہ بھی مجھے بہت چاہتی ہیں ہمارے بچے ہماری محبت کے امین ہیں اور ہمارے درمیان کبھی کوئی شدید اختلاف نہیں ہوا-"

"آپ نے یقیناً انہیں ان ممکنہ جگہوں پر تلاش کیا ہو گا جہاں وہ جاتی ہیں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں وہ رک سکیں.....؟"

"بغیر اطلاع تو وہ کبھی بازار خریداری کے لئے بھی نہیں جاتیں ان کی سب سے قریبی دوست فرخندہ ہیں میں نے ان سے بھی معلوم کر لیا ہے- اور بھی کچھ دوست ہیں رخ کی' لیکن ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جن کے پاس رخ بغیر اطلاع کے رک جائیں' تاہم میں نے ان سب جگہوں پر معلومات حاصل کر لی ہیں- رخ کہیں بھی نہیں ہیں....."

"اب آپ مجھے وہ مکمل تفصیل بتایئے جن کی بناء پر آپ کو تشویش ہوئی-"

فیاض قریشی نے کہا اور جامی صاحب الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا..... پھر بولے.....

"عرض کر چکا ہوں جناب کہ یہ واقعہ معمولات سے بالکل مختلف ہے بعض اوقات وہ اگر کہیں چلی جاتی ہیں تو پھر یا تو ٹیلیفون کر کے گھر پر اطلاع دے دیتی ہیں' یا پھر براہ راست مجھ سے پہلے سے اجازت لے لیتی ہیں' کبھی ایک آدھی بار ایسا ہوا کہ وہ صرف فرخندہ کے ہاں کسی اپنے کام سے رک گئیں' جس کا انہیں بھی پہلے سے علم نہیں تھا' لیکن گھر پر کسی نہ کسی کو اطلاع دیدی گئی....."



"کوئی ایسا مسئلہ جو عارضی ہیجان کا سبب بنا ہو....." فیاض قریشی نے سوال کیا.....

آپ کا مطلب ہے کوئی جھگڑا وغیرہ..... نہیں انسپکٹر صاحب آج تک ایسا نہیں ہوا' اول تو آج تک ہمارے درمیان کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوا اور اگر ہو بھی جائے تو تھوڑی بہت دیر کے لئے ایسا ہوتا ہے اور اس کے بعد بات کچھ نہ کچھ بن جاتی ہے..... دراصل پچھلے دن میں ایک کاروباری میٹنگ میں مصروف تھا اور رات کو دیر سے گھر پہنچا تھا اس وقت رخ موجود نہیں تھیں میں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ کہیں گئی ہوئی ہیں..... میٹنگ میں شرکت کی وجہ سے شدید تھکن ہو گئی تھی اور میں نے سکون آور گولیاں استعمال کی تھیں' بس مقصد تھکن دور کرنا تھا لیکن نیند آگئی اور اس کے بعد نہیں جاگا' صبح کو آنکھ کھلی تو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا کم از کم رخ مجھے جگا کر کھانا کھلا دیتیں' یہ ان کی عادت ہے اس سے پہلے بھی کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہ گھر پہنچا اور وہ نہیں ملیں بعد میں کچھ غنودگی طاری ہو گئی لیکن رخ کو یہ بالکل گوارہ نہیں تھا کہ میں کھانا کھائے بغیر سو جاؤں' جگا کر مجھے کھانا کھلایا جاتا اور اس کے بعد آرام کرنے دیا جاتا تھا- جاگتے ہی یہ احساس ہوا تھا کہ کچھ عجیب ہوا ہے غسل خانہ دیکھا اس کے بعد ملازم سے پوچھا تو اس نے پریشانی سے بتایا کہ بیگم صاحبہ واپس نہیں آئیں- میں ہکا بکا رہ گیا تھا- میں نے دہشت سے اس سے تفصیل پوچھی تو اس نے بتایا کہ گاڑی لے کر گئی تھیں کچھ کہہ کر نہیں گئی تھیں وہ انتظار کرتا رہا مگر بیگم صاحبہ واپس نہیں آئیں-"

"ان کی گاڑی الگ تھی-؟"

"جی ہاں!"

"خود ڈرائیو کرتی تھیں.....؟"

"جی ہاں!"

"آپ نے ہسپتال وغیرہ سے رجوع کیا.....؟"

"پہلے یہی کیا تھا شہر کے سارے سرکاری اور غیر سرکاری ہسپتال دیکھ ڈالے فرخندہ کو فون کیا- رخ کی دوسری سہیلیوں سے رابطے کئے مگر پتہ ہی نہیں چل رہا مجبوراً آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں-"

"آپ کو اتنا پریشان نہیں ہونا چاہئے ہو سکتا ہے کوئی اتفاقی حادثہ ہو گیا ہو بہرحال پولیس مدد کے لئے حاضر ہے براہ کرم آپ مجھے تفصیلات نوٹ کرا دیں-"

"جی ہاں ضرور....."

"ایک منٹ میں محرر کو طلب کر لوں-" فیاض قریشی نے کہا اور گھنٹی بجا کر اردلی کو بلا لیا..... پھر اس نے پوری توجہ سے رپورٹ لکھوائی- احمد صغیر جامی کاروباری آدمی تھا بہترین مالی حیثیت کا مالک تھا- اس کی بیوی کا پورا نام رخسانہ جمال تھا جس گاڑی میں وہ گئی تھی اس کا رنگ اور نمبر وغیرہ پوری تفصیل لکھنے کے بعد فیاض نے کہا "آپ بالکل اطمینان رکھیں ہم اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



گاڑی کی تلاش کراتے ہیں جس میں وہ گئی تھیں وہ ضرور مل جائیں گی۔"

"بچے سخت پریشان ہیں اور میں خود بھی معطل ہو گیا ہوں۔"

"ظاہر ہے ایسا ہی ہو گا۔ میں ابھی کاروائی کرتا ہوں۔"

"بے حد شکریہ تعاون کا.....! مجھے اجازت....."

"بہت بہتر" فیاض سے اس نے ہاتھ ملایا اور ہم اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ فیاض قریشی مسکراتا ہوا بولا..... "یہ تصویر دیکھئے لبنیٰ صاحبہ بڑا فرق ہے دونوں میں' میں نے تصویر لے لی اور اسے غور سے دیکھنے لگی پھر میں نے گہری سانس لیکر تصویر اسے واپس کر دی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو....."

"بہت کچھ" فیاض گہری سانس لیکر بولا.....

"نہیں..... معاشرہ جو رخ اختیار کر چکا ہے اس میں بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں مسائل کی گھٹن نے انسانی فطرت کو اس کے حوالے کر دیا ہے۔ جذبات احساسات ایک کہانی بن گئے ہیں صرف خوبصورت الفاظ ہیں یہ سب کچھ' سچائی ایک الگ شکل رکھتی ہے۔"

"آپ کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ گئی ہیں۔"

"ہاں یہ ایک کڑوا سچ ہے اچھا میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور فیاض قریشی نے مجھے خدا حافظ کہا۔ ذہن تکدر کا شکار ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیا کیا سوچیں دامن گیر ہو گئی تھیں۔ قدم دفتر کی طرف اٹھ گئے۔ دفتر میں داخل ہوئی تو گل بدر نے کہا۔

"اوہ بی بی صاحب..... صاحب ابھی ابھی نیچے گیا ہے آپ کا انتظار کرتا تھا فون پر آپ کو تلاش کیا۔ یہ پتہ دے گیا ہے ابھی آپ فوراً ادھر چلے جاؤ....." گل بدر نے شہریار کے ہاتھ کی گھسیٹی ہوئی ایک چٹ مجھے دیدی جس پر ایک اجنبی پتہ درج تھا۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر شانے ہلائے اور الٹے قدموں نیچے اتر آئی نہ جانے کیا قصہ تھا.....

شہریار نے چٹ پر جو پتہ لکھا تھا وہ ایک اعلیٰ رہائشی علاقے کا تھا جہاں وسیع و عریض خوبصورت کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس جگہ سے وہاں کا فاصلہ بہت زیادہ تھا لیکن میں نے کار کی رفتار کافی تیز رکھی تھی۔ اس طرح زیادہ وقت نہیں لگا۔ اتفاق سے سڑکیں بھی خالی مل گئی تھیں لیکن علاقے میں داخل ہو کر تشویش کا سامنا کرنا پڑا۔

خوبصورت حسین کوٹھیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں لیکن انسانوں کی یہاں بہت کمی تھی' ایسے علاقے کے رہنے والے عام انسانی اقدار کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہاں دولت کے بنائے ہوئے اقدار رائج ہوتے ہیں اور ان میں انسانی ضروریات شامل نہیں ہوتیں محبتوں اور اخوت کے وہ مظاہرے نہیں ہوتے جو چھوٹی بستیوں میں ہوتے ہیں کہ ایک سمت سے کراہ کی آواز ابھری اور مصروف ہاتھ رک گئے آنکھیں نگران ہو گئیں کہ کراہنے والے کو کیا تکلیف



ہے یہ چھوٹی بستیوں کی اقدار ہیں ایسی کوٹھیوں میں اور ایسے علاقوں کے رہنے والے اپنے مسائل سے خود نمٹتے ہیں اور پڑوسی کو یہ بتانا پسند نہیں کرتے کہ انہیں کیا تکلیف ہے پڑوسی اپنے برابر والے کو اپنے بارے میں نہیں بتاتا اور جب انسانوں کو انسانوں کی ضرورت نہ ہو تو پھر وہاں عام انسانوں کو نظر آنا ممکن نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ وہ نمبر تلاش کرنے کے لئے خود ہی پٹرول خرچ کرنا تھا جس کے بارے میں شہریار کو بتایا گیا تھا لیکن کچھ خوش بختی نے ساتھ دیا اندازہ ہو گیا کہ کیا صورتحال ہے ایک کوٹھی کے سامنے کچھ غیر معمولی چہل پہل نظر آئی' پولیس کی وردیاں بھی دکھائی دیں اور دو سرکاری گاڑیاں بھی' چنانچہ میں نے اسی جانب کا رخ کیا تھا قریب پہنچ کر اندازہ ہو گیا کہ ایس ایس پی ابراہیم شاہ بھی موجود ہیں اپنی گاڑی پارک کی جو لوگ یہاں ڈیوٹی پر تعینات تھے وہ شاید مجھے پہچانتے نہیں تھے میں کار سے اتری تو مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھا گیا' تاہم میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا "مجھے ایس ایس پی شاہ صاحب یا شہریار کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

دقت نہیں ہوئی تھی وسیع و عریض کوٹھی کے پورچ میں تین گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں دو پولیس کانسٹیبل سامنے موجود تھے اور اندر بھی شاید خاصے افراد تھے ایک کانسٹیبل مجھے لیکر ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ جو خواب گاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن شاہ صاحب نے مجھے دیکھتے ہی "آخاہ" کا نعرہ لگایا تھا۔ اور کانسٹیبل کچھ کہنے سے باز رہا تھا۔ شہریار بھی موجود تھا اور اندر کافی افراد نظر آرہے تھے اس کا مطلب تھا کہ کوئی بڑی بات ہو گئی ہے شاہ صاحب نے میرے قریب پہنچ کر میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بہت دنوں کے بعد نظر آئی ہو لبنیٰ کہو خیریت سے تو ہو؟"

"جی سر آپ کی دعائیں ہیں" میں نے جواب دیا۔

"آئیں کیسے' اوہو میں سمجھ گیا شہریار کی طرف سے ہدایت ملی ہو گی" شاہ صاحب نے مجھے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہاں ایک حادثہ ہو گیا ہے اچھا ہوا تم آگئیں بالآخر تم کو اطلاع تو پہنچنی ہی تھی۔ ذرا لاش وغیرہ کا جائزہ لے لو اور اپنے طور پر سارے ماحول کو ذہن میں رکھو' ابھی کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہے اور یہ اچھا ہی ہوا ورنہ تھوڑی دیر کے بعد لاش اٹھوا دی جاتی۔"

میں نے لوگوں کو کام میں مصروف دیکھا ان میں فنگر پرنٹس کے ماہرین تھے' فوٹو گرافرز تھے جو جائے واردات کے مختلف زاویوں سے فوٹو لے رہے تھے اس کے علاوہ اور بھی چند افراد تھے جو ضابطہ فوجداری کے مطابق کام میں مصروف تھے۔ مشیر نامہ بنایا جا رہا تھا اور سارے کام ہو رہے تھے غالباً یہاں پولیس کو آئے ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی شہریار بھی مجھ سے بے تعلق ان لوگوں کے ساتھ کام میں مصروف تھا اور جانتی تھی کہ اس کی مجبوری ہے شاہ صاحب نے اپنی نگرانی میں سارے کاموں کی تکمیل کرائی اور اس کے بعد فارغ ہو گئے۔ پھر میری طرف رخ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کے بولے۔

"اگر تمہیں کوئی اور کاروائی کرنی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر میں لاش اٹھوا دوں۔"

"جی سر اور کوئی کاروائی مجھے نہیں کرنی....."

"لاش پر زخم وغیرہ کا کوئی نشان نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ حادثہ کسی اور طریقے سے ہوا ہے گردن وغیرہ بھی نہیں دبائی گئی اب اس کے بعد زہر خورانی کا معاملہ ہی رہ جاتا ہے اس کے بارے میں پوسٹ مارٹم رپورٹ سے تفصیلات معلوم ہوں گی ویسے تم لوگ اگر یہاں پوری ذمہ داری سے کام کرو تو میں چلا جاؤں کچھ مصروفیات ہیں مجھے شہریار کو تو میں نے بلا ہی لیا تھا امید تھی کہ تم بھی آجاؤ گی' اب تم بھی آ گئی ہو تو میرا خیال ہے کہ سارے کام بخوبی ہو جائیں گے۔"

"جی سر اطمینان رکھئے....."

"اچھا تو میں چلتا ہوں شہریار ان سارے کاموں کی تکمیل کے بعد مجھے رپورٹ دینا۔"

"جی سر" شہریار نے سیلوٹ کرکے کہا۔ شاہ صاحب نے میری طرف دیکھا مسکرائے اور بولے "تم سے تو ایک باقاعدہ میٹنگ رہے گی کسی وقت میں تمہیں تکلیف دوں گا۔"

"سر جب آپ مناسب سمجھیں۔" میں نے جواب دیا اور شاہ صاحب مزید کچھ لوگوں کو ہدایت کرکے چلے گئے علاقے کا انچارج بھی تھا جو شاہ صاحب کے جانے کے بعد شہریار سے مکمل تعاون کر رہا تھا اور ایک اچھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ فرصت ملتے ہی شہریار نے مجھے ایک سمت بلایا اور کہنے لگا۔ "یہ شخص جو مردہ حالت میں پایا یا ہے ایک بہت بڑا ریٹائرڈ سرکاری افسر تھا۔ اس کا نام اقتدار عالم خان ہے اور اپنے زمانے میں بڑی مشہور شخصیت رہ چکا ہے۔"

"یہاں یہ اکیلا تو نہ رہتا ہو گا" میں نے سوال کیا۔

"اکیلا ہی رہتا تھا بس ایک چوکیدار ہے جو باہر موجود ہے۔"

"چوکیدار سے کچھ بیانات وغیرہ لئے گئے۔"

"سرسری طور پر' یہ ذمہ داری میرے ہی سپرد کر دی گئی ہے دراصل معاملہ ایک بڑے سرکاری افسر کا ہے ریٹائرڈ ہی سہی لیکن بہرطور ایک حیثیت کا حامل ہے اور پھر شاہ صاحب کو فوری طور پر اطلاع مل گئی تھی انہوں نے مجھے تلاش کیا اور اب حیران کن بات یہ ہے کہ ہمارا وہ دفتر مشہور زمانہ ہوتا جا رہا ہے شاہ صاحب نے براہ راست دفتر ٹیلیفون کیا تھا اور اتفاق سے فون ریسیو بھی میں نے ہی کیا۔ کہنے لگے کہ فوراً اس پتے پر آجاؤ ویسے جب میں یہاں پہنچا اسی وقت وہ بھی یہاں پہنچے تھے" میں ہنسنے لگی پھر میں نے کہا۔

"تو اس میں حرج کیا ہے لوگوں کو ہماری تلاش میں کہیں اور نہیں جانا پڑتا۔ بلکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم کہاں ملیں گے۔"

"آج ہم کا یہ صیغہ کتنا دلکش محسوس ہو رہا ہے۔" شہریار نے کہا اور میں غصیلی نگاہوں



سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر بولی.....

"تم کوئی بھی لمحہ خالی نہیں جانے دیتے۔"

"کیسے جانے دے سکتا ہوں' یہی لمحات تو حاصل زندگی ہوتے ہیں۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات ابھی تک صرف یہی ہے کہ اقتدار عالم خان بے چارے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ لاش کو تم نے جس پوزیشن میں دیکھا ہے یہاں تنہا نہیں تھی۔"

"کیا مطلب.....؟" میں حیرانی سے بولی۔

"ایک معزز خاتون بھی اس بستر پر تشریف فرما تھیں شکل و صورت بھی بہت اچھی تھی کچھ عجیب سی سکرات کی سی کیفیت کا شکار تھیں زبان بند تھی آنکھیں نیم وا تھیں سانس پوری طرح چل رہا تھا بس انداز کچھ ایسا تھا کہ اگر کچھ دیر اور اس عالم میں رہتی تو اس دارفانی سے کوچ کر جاتیں۔"

"ارے کہاں گئیں وہ.....؟"

"ہم نے سوچا کہ اچھا ہے زندہ بچ جائیں اور کچھ نہ سہی کم از کم اس سلسلے میں ہماری کچھ رہنمائی ہی کر ڈالیں گی چنانچہ انہیں فوری طور پر ایمبولینس منگوا کر ہسپتال روانہ کر دیا گیا ہے۔"

"اقتدار عالم خان کی کون تھی" میں نے سوال کیا۔

"کوئی نہیں....."

"اوہ اچھا اچھا....." میں گردن ہلا کر خاموش ہو گئی پھر میں نے کہا۔ "چوکیدار کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے یہاں۔"

"چوکیدار سے مختصر بیان لیا گیا ہے ممکن ہے وہ کچھ اور لوگوں کی نشاندہی کرے اب یہ کام تو ہمیں کرنا ہے اور ایک بات میں نے خاص طور سے محسوس کی ہے۔"

"کیا....." میں نے پوچھا۔

"اس سے پہلے شاہ صاحب ہر چیز میں گہری دلچسپی لے رہے تھے اور خود ساری باتیں معلوم کر رہے تھے لیکن تمہارے آنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے انہوں نے اپنی موجودگی ضروری نہ سمجھی ہو سمجھ رہی ہو نا! اس بات کا مقصد؟"

"کیا مقصد ہوا اس بات کا۔"

"مطلب یہ کہ ہم گدھے ہیں اور اب کیا انسان یہاں پہنچ گیا ہے۔" مجھے ہنسی آگئی۔ شہریار کے یہ الفاظ کہنے کے انداز پر اور میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "بس یہی کہہ سکتی ہوں کہ تم ان باتوں کے ماہر ہو' ذرا کمرے کا جائزہ لے لینے دو اس کے بعد لاش اٹھواؤ گے نہیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"بس آپ کے حکم کا انتظار تھا جائزہ لے لیجئے۔" شہریار نے کہا اور کہا ایک بار پھر میں اس کمرے میں جہاں لاش پڑی ہوئی تھی چاروں طرف نگاہ دوڑانے لگی۔

اقتدار عالم خان دراز قامت اور بہترین صحت کے مالک تھے' عمر پچاس یا باون کے لگ بھگ ہو گی لیکن محسوس نہیں ہوتی تھی اس وقت وہ ایک خوبصورت بستر پر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے چہرے پر نیلاہٹ تھی۔ اور منہ سے سفید جھاگ نکل رہا تھا شہریار نے مجھے بتایا کہ خاتون یہاں کس پوزیشن میں تھیں۔

"کمرہ قیمتی اشیاء سے آراستہ تھا اور اس سے محسوس ہوتا تھا کہ اقتدار عالم خان خوش ذوق آدمی تھے اور خوبصورت اشیاء جمع کرنے کے شائق..... بہرحال کمرے کا ایک سرسری جائزہ لینے کے بعد میں نے شہریار سے کہا۔ "مجھے یہاں مزید کچھ نہیں دیکھنا۔"

"کوئی فون نمبر وغیرہ' گھوڑے کے بال یا گدھے کی دم' جس سے بعد میں تم پورا پورا فائدہ اٹھالیتی ہو" شہریار نے کہا اور میں ہنس پڑی پھر میں نے کہا "اب ہر شخص تو مجھ سے اتنی محبت نہیں رکھتا کہ میرے لئے کچھ نشانات چھوڑ ہی جائے۔ ویسے فنگر پرنٹ کے ماہرین تقریباً ساری ہی جگہوں کے پرنٹ لے چکے ہیں بعد میں ساری صورتحال معلوم ہو جائے گی تم لاش اٹھوانے کا بندوبست کرو..... اور اس کے بعد ہم یہاں مزید کام کریں گے۔"

شہریار مصروف ہو گیا میں کمرے سے باہر نکل آئی اور اس عمارت کے مختلف گوشوں میں چکرانے لگی میں نے پولیس کانسٹیبلوں کے زیر حراست اس درمیانی عمر کے آدمی کو بھی دیکھا جو چوکیدار معلوم ہوتا تھا اور اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا بے چارہ بہت ہی نروس نظر آرہا تھا۔ میں نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ بے ضرر اور معصوم آدمی ہے او رصرف اپنی نوکری سے کام رکھتا ہے بہرصورت یہ ایک سرسری جائزہ تھا جو میں نے اسے دیکھ کر اپنے ذہن میں قائم کیا تھا باقی سب کچھ تو بعد میں ہونے والا تھا۔

شہریار کچھ دیر کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گیا اس نے کمرے کو لاک کر دیا ابھی اسے سیل نہیں کیا گیا تھا لاش ہسپتال بھجوا دی گئی تھی اور وسیع و عریض کوٹھی میں دو کانسٹیبلوں کی تعیناتی کر دی گئی تھی جب ان تمام کاموں سے فراغت ہو گئی تو ہم نے چوکیدار کی جانب توجہ دی اور اسے اپنے ساتھ لئے ہوئے ایک الگ حصہ میں پہنچ گئے۔ تھانہ کا انچارج واپس چلا گیا تھا اور شہریار نے اسے کچھ ہدایات دے دی تھیں۔ چوکیدار بے چارہ بری طرح سہما ہوا لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف و ہراس کے آثار تھے میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "اگر تم پریشان ہو تو پریشانی اپنے دل سے نکال دو ظاہر ہے جو کچھ ہو چکا ہے اس میں بھلا تم جیسے لوگوں کا کیا قصور ہو سکتا ہے۔ ہاں اب تم اپنے مالک کی موت کی تفتیش کے لئے پولیس کی پوری پوری مدد کرو ہوش و حواس کے ساتھ' دماغ کو حاضر کرکے تاکہ تمہارے مالک کے بارے میں یہ پتہ چل سکے کہ انہیں در حقیقت کسی نے ہلاک کیا ہے یا یہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے یا پھر کیا ہوا ہے یہ



معلوم ہونا بہت ضروری ہے اور یہ سب کچھ تمہاری مدد ہی سے ہو گا۔"

چوکیدار کی آنکھوں سے آنسو لڑھک آئے اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم تو بے موت مارے گئے جی' نہ جانے پولیس ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔"

"اگر اس سے کچھ معلوم کرنا ہے تو چہرے کے یہ خوفناک تاثرات ختم کر دو ورنہ وہ کچھ بھی نہ بتا سکے گا۔"

"اس میں بھی میرا قصور ہے" شہریار بولا۔

"جی ہاں! پولیس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ زمانہ قدیم کے جلادوں کا سا حلیہ اختیار کرے اگر اس کی صورت بھی عالم انسانوں جیسی ہی رہے تو کیا حرج ہے۔"

"اسے ایک عمدہ سی نظم سنا دوں" شہریار دانت نکال کر بولا اور میں مسکراہٹ ضبط کرکے چوکیدار کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا" میں نے اس سے کہا۔

"جی رب نواز ہے میرا نام' یہ تو آپ کو بتا ہی چکا ہوں کہ میانوالی کا رہنے والا ہوں۔"

"ہاں رب نواز کتنے عرصے سے تم یہاں کام کر رہے ہو؟"

"جی اڑھائی سال ہو گیا۔"

"اس سے پہلے کہاں تھے۔"

"بس جی بہت پہلے میں رانا صاحب کے ہاں نوکری کرتا تھا پھر اپنے شہر چلا گیا تھا وہاں میری بیوی بیمار ہو گئی تھی اس لئے ایک سال تک واپس نہیں آسکا۔ دکان کھولی تھی میں نے وہاں' دکان نہیں چل سکی لیکن پھر اللہ کا کرم ہوا بیوی ٹھیک ہو گئی تو میں واپس یہاں آگیا۔ رانا صاحب نے دوبارہ مجھے اپنی فیکٹری میں رکھ لیا اور اس کے بعد انہوں نے مجھے یہاں بھیج دیا یہ کوٹھی رانا صاحب ہی کی ہے اور ہمارے صاحب' رانا صاحب کے گہرے دوست تھے رانا صاحب نے یہ کوٹھی انہیں رہنے کے لئے دے دی تھی۔ صاحب ویسے بھی اکیلے تھے اور ان کا کوئی نہیں تھا یہاں میں ان کی دیکھ بھال کرتا تھا کوٹھی کی صفائی ستھرائی کی نگرانی کرتا تھا ایک مالی کام کرتا ہے یہاں ہفتے میں ایک بار آتا ہے اسی طرح صفائی کرنے والی ایک عورت بھی آتی ہے جو ہفتے میں ایک دن ہی کام کرتی ہے یعنی چھٹی کے دن جب میری چھٹی ہوتی ہے بس جی میں کھانے پینے کی دیکھ بھال کر لیتا ہوں دوپہر کو فیکٹری سے آتا ہوں تو صاحب کے لئے کھانا پکا لیتا ہوں ویسے بھی صاحب زیادہ گھر پر نہیں کھاتے بلکہ ہوٹلوں اور کلبوں وغیرہ میں کھا لیا کرتے ہیں عام طور سے ایک ایک دن پکایا ہوا کھانا تین تین دن تک چل جاتا ہے۔"

"خوب یہ رانا صاحب کون ہیں؟" میں سوال کیا۔

"جی بہت مشہور آدمی ہیں جمشید رانا' ان کی ایک بہت بڑی کاٹن فیکٹری ہے۔"

"ہوں! وہ کہاں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا اور رب نواز نے مجھے وہ پتہ بتا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"تو تم ان کی فیکٹری میں بھی کام کرتے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"جی صاحب میرا اصل کام تو وہی ہے صبح سات بجے نکل جاتا ہوں اور شام تین بجے واپس آجاتا ہوں واپس آنے کے بعد کھانا وانا کھایا پھر تھوڑا بہت گھر کا کام کر لیا اس کے بعد آرام کرتا ہوں یہ ہے میری ڈیوٹی۔"

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ اقتدار خان صاحب کے مرجانے سے تمہیں نقصان پہنچا۔"

"جی بی بی صاحب آج کل کے حالات تو آپ کو معلوم ہیں فیکٹری سے جو تنخواہ ملتی ہے وہ اتنی نہیں ہوتی کہ پورا پڑ سکے تھوڑا بہت یہاں کا خرچہ ہوتا ہے باقی گھر بھجواتا ہوں چار بچے ہیں میرے' بیوی ہے' ساس ہے' سسر ہے ان سب کو پالنا پڑتا ہے۔ خان صاحب مجھے بہت اچھی رقم دے دیا کرتے تھے جس سے میرا گزارہ چل رہا تھا خالی تنخواہ میں کچھ نہیں ہوتا۔"

"خان صاحب کے بیڈ روم میں ایک عورت بھی بے ہوشی کی کیفیت میں ملی ہے تم نے اسے دیکھا؟"

"جی بی بی صاحب۔"

"پہچانتے ہو اسے کہ وہ کون ہے۔"

"نہیں بی بی صاحب؟"

"کیا یہاں اس قسم کی میرا مطلب ہے خان صاحب کی دوست عورتیں آتی رہتی تھیں؟"

"مرد بھی آتے تھے اور عورتیں بھی آتی تھیں بی بی صاحب لیکن ملازم کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے ویسے خان صاحب کی بھی یہی ہدایت تھی کہ میں کبھی ایسی باتوں کی کھوج نہ کروں۔"

"یہ تین گاڑیاں کس کی ہیں۔"

"ایک تو خان صاحب کی ہے دوسری رانا صاحب کی ہے عموماً یہیں کھڑی رہتی ہے تیسری گاڑی کو میں نہیں پہچانتا۔"

"اوہ' اس کا مطلب ہے کہ یہ گاڑی۔"

"جی بی بی صاحب میں اسے بالکل نہیں پہچانتا۔"

"اس سے پہلے یہ گاڑی کبھی یہاں نہیں آئی۔"

"جی اگر آئی ہو گی تو میں نے غور نہیں کیا اس پر....."

"گڈ ویری گڈ" میں نے شہریار کی طرف دیکھا اس انکشاف سے شہریار بھی کسی حد تک چونکا تھا پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"اقتدار خان صاحب کی موت کے بارے میں پولیس کو اطلاع کس نے دی؟"

"جی میں نے۔"

"پوری تفصیل سناؤ" میں نے چوکیدار سے کہا اور رب نواز خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے



لگا۔

"بس بی بی صاحب میں صبح سات بجے اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا تھا تین بجے واپس آیا منہ ہاتھ دھو کر کچن میں چلا گیا میں نے دیکھا کہ صاحب کے لئے صبح کو جو میں چائے بنا کر تھرماس میں رکھ گیا تھا وہ ویسے ہی رکھی ہوئی ہے فریج سے کھانا بھی نہیں نکالا گیا تھا اس بات پر مجھے حیرت ہوئی کہ صاحب نے آج نہ چائے پی نہ کھانا کھایا صبح کو وہ ناشتہ نہیں کرتے تھے بس چائے پیتے تھے جو میں تھرماس میں بنا کر رکھ جاتا تھا یا پھر دوپہر کا کھانا کھاتے تھے جسے وہ خود ہی فریج سے نکال لیا کرتے تھے عموماً شام تک وہ گھر پر ہی رہا کرتے تھے اور پانچ بجے کے بعد ہی کہیں باہر نکلتے تھے میں یہ معلوم کرنے کے لئے صاحب کے کمرے کی طرف گیا کہ انہوں نے چائے کیوں نہیں پی کھانا کیوں نہیں کھایا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا میں نے کھولا تو تو....." رب نواز خاموش ہو گیا۔

"ہوں اس کے بعد۔"

"بس جی میں نے پولیس کو ٹیلیفون کر دیا۔"

"تمہیں تھانے کا نمبر کیسے معلوم تھا۔"

"بی بی صاحب میں چھ جماعت پڑھا ہوا ہوں ہسپتال' تھانہ اور ایسی جگہوں کے ٹیلیفون نمبر میرے پاس موجود ہوتے ہیں۔" رب نواز نے جواب دیا۔

"تم نے اس عورت کو دیکھا تو تمہیں کیا خیال آیا۔"

"کیا خیال آسکتا تھا جی میں تو یہ سمجھا تھا کہ دونوں ہی چل بسے۔" رب نواز بولا۔

رب نواز سے اس سے زیادہ معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں تھا میں نے شہریار کی طرف دیکھا تو وہ گہری سانس لیکر بولا۔

"جی میرا خیال ہے کافی ہے اب۔"

"اٹھو....." میں نے کہا اور شہریار کو وہاں سے لیکر آگے بڑھ گئے اس عورت کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو سکیں میرا مطلب ہے کچھ نشانات وغیرہ ویسے ہو سکتا ہے یہ گاڑی اسی کی ہو۔"

"ہاں ویسے بھی وہ صاحب حیثیت معلوم ہوتی تھی لیکن کوئی ایسی چیز اس کے پاس موجود نہیں تھی جس سے اس کی شخصیت کی نشاندہی ہو سکتی۔"

"ہسپتال چلیں" میں نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے چلو' ویسے بھی ذرا دیکھیں وہ کس حال میں ہے ظاہر ہے شاہ صاحب کو رپورٹ دینی ہے۔" شہریار تیار ہو گیا تھانہ انچارج سے کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد میں اور شہریار ہسپتال چل پڑے راستے میں کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ ہسپتال جاکر کچھ معلومات کرنی پڑیں پھر ہم میڈیکل وارڈ میں داخل ہو گئے جہاں سپاہی موجود تھا اس نے ہماری رہنمائی کی اور ہم اس بستر پر پہنچ گئے جہاں عورت موجود تھی اسے ڈرپ دی جا رہی تھی اور ناک وغیرہ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نکلیاں لگی ہوئی تھیں نوجوان اور خوبصورت عورت تھی لیکن اسے دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھا اور اس وقت انتہائی عجیب خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے زندگی لاتعداد واقعات سے عبارت ہوتی ہے لیکن پچھلے کچھ عرصہ سے جتنے کیسز میرے سامنے آئے تھے وہ عجیب نوعیت کے تھے کہیں کا سر کہیں کا پیر لیکن بعد میں سارے ڈانڈے مل جاتے تھے اور اس طرح کہ حیرت ہوتی تھی اب یہ عورت مسز جامی تھی میں نے اس کی تصویر دیکھی تھی اور چونکہ خاص طور سے دیکھی تھی اس لئے فوراً پہچان لیا تھا اس دوران شہریار ایک ڈاکٹر سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا وہ میری طرف رخ کرکے بولا "ڈاکٹر اس کی حالت خطرناک بتاتا ہے کوشش کی جارہی ہے۔"

"ہوں نگرانی سخت کردو۔"

"ظاہر ہے یہ بنیادی حیثیت رکھتی ہے" شہریار نے کہا پھر پرخیال لہجے میں بولا۔ "ہم سے ایک بڑی غلطی نہیں ہوگئی؟"

"کیا۔"

"یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ وہ گاڑی اس عورت کی ہے ہم نے اس کی تلاشی نہیں لی ..... اس میں موجود کاغذات سے اس عورت کے بارے میں تفصیلی پتہ چل جاتا ویسے خواب گاہ میں اس کا پرس وغیرہ بھی نہیں مل سکا گاڑی کی چابی بھی اس میں ہوگی یا پھر ممکن ہے کہ پرس وغیرہ گاڑی میں چھوڑ دیا گیا ہو"

"ہاں غلطی تو ہوئی ہے لیکن اس عورت کا پتہ چل گیا ہے"

میں نے کہا اور شہریار چوک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیرانی سے کہا اور میں اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک سمت چل پڑی پھر میں نے اس سے کہا۔ "بس اتفاق کہو میں افضال قریشی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی افضال قریشی کو جانتے ہو نا! انسپکٹر افضال قریشی"

"ہاں ہاں آگے کہو" شہریار نے سوال کیا۔

"ایک صاحب وہاں اپنی بیوی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرانے آئے تھے نام ہے ان کا احمد صغیر جامی ایڈریس بھی شاید مجھے یاد ہے انہوں نے بتایا تھا کہ ان کی بیگم کل شام سے لاپتہ ہیں کچھ ایسے واقعات تھے جو بہرطور بہت زیادہ قابل توجہ نہیں تھے۔ لیکن ایک بات ذرا حیران کن تھی وہ یہ کہ ان کی بیوی عمر میں اس آدمی سے بھی کچھ کم تھی۔ خوبصورت تھی خوبرو تھی ان کا کہنا ہے کہ وہ دو بچوں کے باپ بھی ہیں اور افضال قریشی کے ابتدائی سوالات کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ بقول ان کے ان کی بیوی کو ان کی عمر کا کوئی احساس نہیں ہے اور مطمئن اور مسرور زندگی بسر کر رہے ہیں بیگم صاحبہ کار لیکر نکلی تھیں اور اس کے بعد واپس نہیں پہنچیں وہ تصویر جو انہوں نے بیگم صاحبہ کی افضال قریشی کو دکھائی تھی میری نگاہوں کے



سامنے بھی آئی اور اس سے میں نے پہچان لیا یہی خاتون ہیں"

"ارے" شہریار ایک بار پھر اچھل پڑا اور میں ہنستی ہوئی بولی۔

"تم اچھلتے بہت ہو"

"تم اچھالتی بھی تو بہت ہو کیا نام بتایا تم نے ان صاحب کا احمد صغیر جامی اور ایڈریس کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے افضال قریشی کو فون کرکے پوچھ لیتے ہیں۔"

"گڈ اس کا مطلب ہے کہ یہ مسئلہ تو یہاں حل ہوگیا اب کیا کیا جائے"

"میرے خیال میں احمد صغیر جامی کو طلب کرکے ان کی بیگم کے بارے میں تفصیلات انہیں بتادی جائے ویسے افضال قریشی سے رابطہ قائم کرلو اخلاقاً ضروری ہے"

"ہاں ہاں کیوں نہیں بلکہ افضال قریشی ہی کے سپرد یہ ذمہ داری کی جاتی ہے کہ وہ جامی صاحب کو لے کر یہاں پہنچ جائے اور اس دوران ہم ذرا ڈاکٹر وغیرہ پر رعب ڈالتے ہیں کیا خیال ہے" میں ہنسنے لگی شہریار کے ساتھ ہم آر ایم او کے پاس پہنچ گئے اور وہاں بیٹھ کر ہم نے افضال قریشی کو ٹیلی فون کیا۔ وہ تھانہ ہی میں مل گیا تھا شہریار نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے اسے تفصیل بتائی اور پھر کہا کہ جہاں سے بھی دستیاب ہوسکیں جامی صاحب کو لیکر ہسپتال پہنچ جائے۔ افضال قریشی نے کہا کہ وہ فوری طور پر نکل رہا ہے اور جامی صاحب کو لیکر ہسپتال پہنچ رہا ہے۔

فون بند کرنے کے بعد ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہے آر ایم او نے درحقیقت ہمارے لئے چائے کا انتظام کیا تھا۔ ویسے بھی خوش اخلاق سا نوجوان تھا اور اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا۔ بعد میں اس سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی کچھ ہسپتال سے متعلق کچھ جرائم کی زندگی سے متعلق اور اتنی دیر میں افضال قریشی احمد صغیر جامی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ جامی صاحب کے بدن پر کپکپاہٹیں طاری تھیں اور وہ کافی متاثر نظر آرہے تھے لرزتے ہوئے لہجے میں بولے۔

"کک ..... کک ..... کیا یہ سچ ہے' وہ کہاں ہیں میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں"

"تشریف لائیے" شہریار بولا اور ہم سب اس کمرے کی جانب بڑھے عورت اب کافی حد تک پرسکون تھی اور غالباً بے ہوشی کے عالم میں تھی لیکن اس کے اندر کوئی اضطراب نہیں پایا جاتا تھا۔ جامی صاحب نے دروازے ہی سے اسے دیکھا اس کی طرف لپکے لیکن شہریار نے ان کا بازو پکڑ لیا اور سرد لہجے میں بولا۔

"خود پر قابو رکھئے جامی صاحب" جامی صاحب بستر کے کنارے جا کھڑے ہوئے ان کے چہرے پر دردناک آثار تھے آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں غالباً افضال قریشی نے انہیں تفصیل نہیں بتائی تھی اور ویسے بھی ہم نے افضال قریشی کو مکمل تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔ جامی نے بالآخر بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "مگر انہیں ہوا کیا ہے کیا ہوگیا ہے یہ اور' اور .....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اور ....."

"آپ نے انہیں دیکھ لیا ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ان کی حالت خطرے سے باہر ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے جو باعث پریشان ہو آیئے میرا خیال ہے کہ اب آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیجئے یہاں کے بارے میں مطمئن رہنے کچھ دیر کے بعد آپ چاہیں تو یہاں ان کی تیمار داری کیلئے واپس آسکتے ہیں" شہریار نے کہا اور جامی صاحب کو لیکر وہاں سے ہٹ آیا۔ جامی صاحب نے میرے سامنے افضال قریشی کو جو کچھ بتایا تھا وہ میرے علم میں تھا لیکن اب صورت حال کچھ بدل گئی تھی بہرحال ہسپتال میں جامی صاحب کا کوئی خاص بیان نہیں لیا جاسکتا تھا تاہم میں نے شہریار کو اس کی کوششوں سے نہیں روکا' ہر معاملے میں مداخلت مناسب نہیں ہوتی شہریار نے ایک گوشے میں پہنچ کر کہا "آپ کو صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہوگیا ہے صغیر صاحب اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان حالات میں آپ کی عزت داؤ پر لگ گئی ہے آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں"

"میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا ابھی نہ ہی کوئی بیان دینا چاہتا ہوں اور آپ براہ کرم مجھے اس کے لئے مجبور بھی نہ کریں آپ میری ذہنی حالت دیکھ رہے ہیں میری بیوی زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہے میرے بچے معصوم ہیں میرا گھر اجڑنے کی سی کیفیت میں ہے جو کچھ ہوا ہے اور جیسے بھی ہوا اگر بدنصیبی مجھے وہی سب کچھ بتانا چاہتی ہے تو میں خندہ پیشانی سے اسے برداشت کراؤں گا۔ آپ سمجھ رہے ہیں نامیری بات۔ میں ہر رسوائی مول لینے کے لئے تیار ہوں معاشرہ سماج دنیا جو کچھ بھی کہے میں اسے صبر و سکون سے سنوں گا برداشت کروں گا لیکن لیکن رخ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا یہ ..... یہ میرا عزم ہے اور اور" جامی صاحب کی آواز بھر آئی۔ میں متاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی شہریار نے کہا۔

"کچھ بنیادی چیزوں کے بارے میں آپ تھوڑی سی معلومات فراہم کر دیجئے آپ کی خواہش کا احترام کیا جائیگا ہم آپ کا بیان بعد میں لے لیں گے۔"

"جی فرمایئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ .....؟"

"کیا آپ اقتدار عالم صاحب کو جانتے تھے؟"

"جی ہاں اچھی طرح"

"کیسے"

"جس کلب میں میں اور میری بیوی جاتے تھے اقتدار عالم صاحب بھی اسی کلب کے ممبر تھے اور ہم سے ان کی اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں لیکن اتنی نہیں کہ ہم لوگوں کا ایک دوسرے کے گھر میں آنا جانا ہوتا۔"

"آپ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ آپ سے زیادہ آپ کی بیگم صاحبہ کے ان لوگوں سے تعلقات ہیں"



"جی نہیں..... بالکل نہیں"

"کوئی بھی ایسا ذریعہ' کوئی بھی ایسی وجہ ہوسکتی ہے جس کی بناء پر آپ کی بیگم کو ان کے گھر جانا پڑا ہو۔"

"میرے خیال میں بظاہر کوئی نہیں۔"

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی بیگم کو زبردستی وہاں لے جایا گیا ہوگا۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں' آپ خود بتایئے ان حالات میں یہ انسپکٹر صاحب موجود ہیں میں نے پریشان ہو کر ان کے پاس رپورٹ درج کرائی تھی اور انہیں تفصیلی بیان دیا تھا اور اب ..... اب مجھے یہ سب کچھ معلوم ہوا ہے یہ جو کچھ ہے ان کا اندازہ آپ بھی لگا سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں میری ذہنی کیفیت کا بھی میں معافی چاہتا ہوں کہ کسی تفصیلی تفتیش میں آپ کا ساتھ ابھی نہیں دے سکوں گا' بعد میں' میں پولیس سے بھرپور تعاون کروں گا ابھی مجھے معاف فرما دیجئے۔"

احمد صغیر جامی رو پڑا اور میں نے شہریار سے کہا "جامی صاحب سب ٹھیک کہتے ہیں شہریار' جلد بازی نہ کرو' ہم بعد میں ان سے ملاقات کرلیں گے۔"

"میں تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے حاضر ہوں خدا کے لئے اس وقت مجھے ذہنی طور پر آزاد چھوڑ دیجئے۔"

ہم نے اس کی بات مان لی اس کے بعد ڈاکٹر سے مزید گفتگو کی گئی ڈاکٹر نے اس تشویش کا اظہار کیا تھا کہ ہوسکتا ہے اس عورت کی قوت گویائی ختم ہو جائے کچھ ایسے ہی عوامل نظر آ رہے تھے بہرحال جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو بھی سکتا تھا چنانچہ اس سلسلے میں مزید کچھ گفتگو کئے بغیر ہم وہاں سے باہر آگئے' شہریار نے کہا "اب مجھے دو کام کرنے ہیں اس کار کو تحویل میں لینا ہے۔ جو جامی صاحب کی بیوی کی ہے اور اس کے بعد شاہ صاحب کو رپورٹ دینی ہے"

"ٹھیک ہے پھر آج کا کام ختم..... کل دوپہر کو میں دفتر میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

"او کے" شہریار نے کہا پھر دوسرے دن ہی شہریار میرے پاس دفتر پہنچا تھا اور میرے سامنے آبیٹھا تھا۔

شہریار نے گہری سانس لی اور بولا۔ "کیا تمہارے خیال میں یہ ایک سیدھا سادا معاملہ نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے"

"یعنی گنجائش ہے"

"کیا کہنا چاہتے ہو" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ان دونوں کا درمیانی فرق' عمر' حسن و جوانی' ہم کسی بھی طرح اسے ایک مناسب جوڑا نہیں کہہ سکتے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"بچپن میں شہریار گھر میں ایسے قصے کہانیاں سنتی رہتی تھی بزرگ خواتین بیٹیوں کی تقدیروں کی باتیں کرتی تھیں ان کے اچھے نصیبوں کی دعائیں دیتی تھی کچھ سمجھ میں آتا تھا کچھ نہیں آتا تھا لیکن یہاں واپس آکر کچھ بنیادی حالات کا تجزیہ ضرور کیا ہے قبل از اسلام بیٹیاں لعنت قرار دی جاتی تھیں انہیں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو نئی زندگی دی اور اسے اس کا جائز مقام دیا مگر رفتہ رفتہ ہم پھر اسی جگہ واپس آگئے۔ مذہب کے عطیات کو قدم قدم پر نظر انداز کر دیا گیا اور من پسند روایات اپنائی گئیں ہندو معاشرے میں عورت بے بسی کی علامت قرار دی گئی ہے ہم اسے ان کی بے دینی کہہ سکتے ہیں وہاں عورت ہر دور میں ستی کی گئی ہے کبھی دھرم کی رسموں کے تحت کبھی سماج کے تحت جہیز کے نام پر کیا آج ہمارے مسلم معاشرے پر ہندو رسم و رواج حاوی نہیں ہوگئے کیا کسی بیٹی کی پیدائش پر ماں باپ کے چہرے پھیکے نہیں پڑ جاتے اس کے مستقبل کے خوف سے ہر گھر میں لڑکیاں بے بسی کی علامت بنی بیٹھی ہیں اور لڑکے والدین کے لئے بلینک چیک کسی اچھے بینک سے کیش کرانے کے لئے' یہ معاشرہ ایک پھوڑا بن چکا ہے نہ جانے کتنے دکھے دلوں میں اس کی تکلیف ہے ماں باپ بعض اوقات آنکھیں بند کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور نتیجے میں ..... نتیجے میں" میں ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہوگئی۔

"مغربی عورت کے بارے میں کیا کہتی ہو"

"اس سے بھی بدتر' وہاں وہ یہاں سے بھی زیادہ حقیر ہے اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ وہ اپنے وجود کا مذاق ہے مگر ہم ان کی بات کیوں کریں۔ رب جلیل نے ہمیں اپنی کروڑوں نعمتوں سے نوازا ہے بقائے انسانیت کے اصول آسمانی ہدایت بنا کر سرور کائنات کے ذریعے ہم تک پہنچائے گئے۔ ہمارے ہر دکھ کا مداوا دیا ہے ہمیں۔ ہماری ہر رات ہمارے ہرون کا تعین کیا ہے کیوں نہیں سنتے ہم کیوں نہیں مانتے کتنے بدنصیب ہیں پھر سکھ چین کا سمندر ہمارے سامنے موجزن ہے ہم ادھر رخ نہیں کرتے اس سے بہرآور نہیں ہوتے۔"

شہریار نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ دیر سوچتا رہا تھا پھر وہ بھاری لہجے میں بولا۔ "اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب عورت کو زیب نہیں دیتا"

"خدا سے ڈرو شہریار یوم حساب سے ڈرو' میں تجزیہ نہیں کرنا چاہتی' جذباتی الفاظ نہیں کہنا چاہتی' عورت ازل سے مقدس ہے اس کی تخلیق میں نیک نفسی اور صبر ہے ان کی خمیر میں بے زبانی ہے وہ تم جیسی ہو کر تمہارا حتی الامکان احترام کرتی ہے اور آج بھی تمہاری عزت کے لئے خود کو قربان کر دیتی ہے۔ ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک ہوتی ہے جو ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہے ورنہ جس گھر میں جھانکو عورت تمہیں مغلوب ملے گی ہوش کی آنکھوں سے دیکھو نہ جانے کتنے دور سمیٹے مسکرا رہی ہوگی۔"

خاموش ہو جاؤ میرے آنسو نکلنے والے ہیں۔"



"عورت کو نہ چھیڑا کرو کبھی۔" میں مسکرا دی۔

"تو پھر اس بارے میں۔"

"سیدھے سیدھے کام کرتے ہیں ہمارے سامنے چند نام ہیں احمد صغیر جامی جمشید رانا' اقتدار عالم خان کا بھائی' معاملہ زہر خورانی سے موت کا ہے قتل بھی ہو سکتا ہے خود کشی بھی ایک ایسے گھر کی عزت بھی داؤ پر لگی ہے جس میں دو معصوم بچے بھی رہتے ہیں بلکہ اس میں اس خاتون کو بھی شریک تفتیش کرنا ہوگا جو بقول جامی صاحب کے رخسار کی دوست ہے۔"

"فدوی کو کب انکار ہے۔"

"پہلے جامی صاحب کا بیان لینا ہے انہوں نے اس نوخیز لڑکی سے شادی کن حالات میں کی۔"

"آہ کاش یہ نوخیز لڑکی ہی زبان کھول لے۔"

"مشکل سے بچنا چاہتے ہو مگر مجبوری ہے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کی گویائی متاثر ہو سکتی ہے۔"

"خدا کرے نہ ہو"

"آؤ چلیں" میں نے کہا اور شہریار اٹھ گیا ہم کار میں بیٹھ کر چل پڑے میں نے ہسپتال کا رخ کیا تھا مجھے یقین تھا کہ جامی صاحب ہسپتال میں ہی ہوں گے چنانچہ ہم پہنچ گئے جامی صاحب موجود تھے "ہوش آیا" میں نے سوال کیا تو وہ سسکتی ہوئی آواز میں بولے۔

"آنکھیں کھولی تھیں لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی شاید مجھے پہچان بھی نہیں سکی تھی ڈاکٹر رشید کہہ رہے ہیں کہ اب صورت حال بہتر ہے۔"

"آپ سے کچھ سوالات بے حد ضروری ہے جامی صاحب"

"جی فرمایئے"

"آپ نے شاید غور نہ کیا ہو لیکن ہم نے صرف آپ کا احترام کرتے ہوئے خاتون کے طبی معائنے سے گریز کیا ہے دراصل یہ تمام تفصیلات اصولی طور پر پریس کو بھی پہنچیں گی ابھی تک خصوصی ذرائع سے کام لیکر پریس کو یہ خبر نہیں دی گئی ہے اور ایسا صرف آپ کی وجہ سے کیا گیا ہے آپ کی وجہ سے بھی نہیں آپ کے ان دو بچوں کی وجہ سے جن کا مستقبل اس حادثے سے تاریک ہو سکتا ہے آپ کے دونوں بچے بیٹے یا بیٹیاں ہیں کون ہیں"

"ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی ہے"

"دونوں یکساں اثرات کا شکار ہو سکتے ہیں"

"میں جانتا ہوں"

"خیر چھوڑیئے ان باتوں کو جامی صاحب آپ سب سے پہلے یہ بتایئے کہ آپ کی شادی کن حالات میں ہوئی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"جی بس یوں سمجھ لیجئے کہ میری زندگی میں بھی کچھ عجیب و غریب واقعات گزرے ہیں جن کی تفصیل میں آپ کو نہیں بتا سکوں گا کاروباری آدمی ہوں اور کاروباری دنیا میں رہا ہوں زندگی میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں جن کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ان کی تفصیلات نہیں بتا سکوں گا بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں نے ایک تقریب میں رخسار کو دیکھا اور وہ مجھے بے پناہ پسند آئی۔ مجھے اپنی اور اس کی عمر کا مکمل طور سے اندازہ تھا لیکن کچھ ایسی بھائی میرے جی کو وہ کہ سب کچھ بھول بیٹھا اور اس کے بعد میں نے اس کے لئے کوششیں شروع کر دیں درمیانے گھرانے کی لڑکی تھی شریف لوگ تھے اور کسی بھی طور لالچی نہیں تھے یہ بات میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ بہرطور میں نے اس سلسلے میں کوششیں شروع کر دیں اور میری خوش بختی تھی کہ میں نے ان لوگوں کو راضی کرلیا وہ ایک اور شہر میں رہتے ہیں بہرطور میں نے ان کی ہر شرط مان لی تھی اور اس کے بعد رخسار میری زندگی میں داخل ہوگئی وہ حسن و جمال کا ایک ایسا پیکر تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھ کر ساکت رہ جاتا تھا میں نے جب اسے اپنی تحویل میں لے لیا تو بارہا مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میری اپنی خوشی تو پوری ہوگئی ہے۔ لیکن میں خود رخسار کے قابل نہیں ہوں جب میں نے اس سے اس کا اظہار کیا تو وہ برا مان گئی اور اس نے کہا کہ عورت کی زندگی میں مرد تمام تر محبتوں اور خوبیوں کا حامل ہوتا ہے میں کسی بھی طور آپ سے شادی کر کے دل برداشتہ نہیں ہوں اور اس طرح میری زندگی میں گلاب ہی گلاب کھل گئے میں نے اس سے بھرپور تعاون کیا اپنی عمر سے پیچھے ہٹ کر اس کے ساتھ ہر طرح کی تفریحات بھی کیں اور اسے خوش رکھنے کے لئے اپنی ذات کو مٹا دیا خدا نے ہمیں دو بچے دیئے میں نے اس دوران کبھی بھی رخسار کے چہرے پر بے بسی یا کسی کمی کے آثار نہیں پائے اس نے میری عمر کو بھلا دیا تھا اور مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اس نے اس تصور ہی کو اپنے ذہن سے نکال پھینکا تھا کہ میں عمر میں اس سے اس قدر بڑا ہوں اکثر میں کاروباری دوروں پر بھی اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اسے ہر قسم کی تفریحات کرائیں بہت خوش تھی وہ میرے ساتھ اور ہر طرح سے میری دلجوئی کرتی تھی میں نے اسے مکمل آزادی دی تھی اور وہ میرے بغیر بھی کلب چلی جایا کرتی تھی میں نے اسے بھرپور اعتماد دیا تھا اور کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کی نوجوانی اور خوبصورتی پر مجھے کسی قسم کا شک ہو سکتا ہے بہرطور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم ہر طرح سے ایک دوسرے سے تعاون کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان سارے واقعات نے میرا دل ہلا کر رکھ دیا ہے بچوں کے لئے بھی پریشان ہوں بار بار مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ ممی کہاں ہیں کوئی جواب نہیں دیا ہے میں نے انہیں یہاں تو مسئلہ ہی الٹ ہوگیا ہے گھر بھی اجڑنے کو ہے اور عزت بھی داؤ پر لگ گئی ہے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا' بس رخسار کی زندگی بچ جائے مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔"

"آپ جب کاروباری دوروں پر ہوا کرتے تھے تو گھر میں کون ہوتا تھا"



"کوئی نہیں' میری بیوی اور بچے اور مجھے کسی قسم کا کوئی تردد نہیں ہوتا جب میں کاروباری دوروں سے واپس آتا تھا تو وہ والہانہ میرا استقبال کرتی تھی میرے لئے چشم براہ رہتی تھیں۔" ہم نے سوالات کا سلسلہ یہیں چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد دوسرا پروگرام طے کر کے جامی صاحب سے فرخندہ کا پتہ پوچھنے لگے۔ فرخندہ کا پتہ معلوم کر کے ہم فرخندہ کی طرف چل پڑے وہ ایک فلیٹ میں رہتی تھی اور دروازہ اس نے ہی کھولا تھا لیکن شہریار اسے دیکھ کر چونک پڑا تھا۔

"تم" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"آپ ایس آئی شہریار ہیں نا" وہ مسکرا کر بولی پھر میری طرف دیکھنے لگی دلکش اور پرکشش عورت تھی پھر اس نے کہا "چشم ما روشن دل ماشاد" اندر آیئے" ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔

"تم فرخندہ کب سے ہوگئیں" شہریار نے سوال کیا۔

"سوا سال سے ایک آدھ ہفتہ اوپر ہوگیا ہوگا۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔ عجیب سی عورت تھی اور میں اسے غور سے دیکھ کر اس کے بارے میں اندازہ لگا رہی تھی۔

"یہ حادثہ کیسے ہوا"

"میرے فرخندہ ہونے کا"

"ہاں"

"ایس آئی صاحب' ابھی کچے ہو ایسی باتیں پوچھتے نہیں ہیں سمجھ لیتے ہیں۔ ہم اپنے لئے کہاں ہوتے ہیں ہم تو دوسروں کی میراث ہیں آپ بازار سے گلاب خریدتے ہو اس کا نام موتیا رکھ دو کون روکے گا آپ کو"

"اب کلبوں میں رقص نہیں کرتیں"

"کلب چھوڑے ہی کہاں آپ لوگوں نے بدن قید کر دیتے ہو روح پر غور ہی نہیں کرتے اچھے ہو تم سب"

"یہاں کب سے رہتی ہو"

"سوا سال سے ایک آدھ ہفتہ اوپر ہوگیا ہوگا۔" اس نے پرانا جملہ دہرایا اور ہنس پڑی۔

"رخسار کو جانتی ہو" میں نے پہلی بار زبان کھولی۔

"مل گئی ہے" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"تمہیں اس گمشدگی کا علم ہے۔"

"ہاں جامی صاحب کئی بار فون کر چکے ہیں"

"کیا وہ تمہارے پاس آئی تھی"

"نہیں جامی صاحب کو بتا چکی ہوں ویسے کیا تم بھی پولیس والی ہو"

"ہاں یہی سمجھ لو' وہ تم سے کب ملی تھی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"تین دن پہلے کلب میں" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے گھر آتی رہتی ہے۔"

"اکثر"

"رک بھی جاتی ہے کبھی"

"بس ایک دو بار وہ بھی اس وقت جب جامی صاحب وطن میں نہیں ہوتے۔"

"تم اس کلب میں اکثر جاتی ہو جہاں وہ جاتی تھی"

"ہاں عموماً جاتی ہوں مگر ایک بات بتاؤ تم لوگ اس کی گمشدگی کی تفتیش کر رہے ہو یا..... یا اسے کوئی حادثہ پیش آگیا ہے خدانخواستہ' ایسی تو کوئی بات نہیں ہے نا۔" اس کے چہرے پر تشویش اور خوف کے آثار ابھر آئے اور میں اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکنے لگی ایک عجیب اور الجھا ہوا کردار تھا۔

"تمہارے خیال میں اسے کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔"

"دیکھو پولیس والے ہو مگر انسان بھی ہو' نہیں ہو تو تھوڑی دیر کے لئے بن جاؤ مجھے بتاؤ وہ خیریت سے تو ہے نا۔" اس کے اندر ایک اضطراب ایک پریشانی پیدا ہوگئی تھی اور میں بدستور اس کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی۔

فرخندہ پُر اضطراب نگاہوں سے شہریار کو دیکھ رہی تھی اور میں گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی شہریار نے کہا۔ "مس نگینہ تمہارے ہر سوال کا جواب دیا جائے گا لیکن اس سے پہلے تمہیں ہمارے سوالات کا جواب دینا ہوگا۔"

"ضرور دوں گی بس اتنا بتادو' وہ زندہ ہے سلامت ہے" فرخندہ نے کہا۔ شہریار نے اسے نگینہ کہہ کر مخاطب کیا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ پہلے اس کا نام نگینہ رہا ہوگا اس کے علاوہ اس نے شہریار سے جو الفاظ کہے تھے ان سے اس کے کردار کا اندازہ بھی ہوتا تھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے" شہریار نے جواب دیا۔

"واہ"۔ فرخندہ نے آنکھیں بند کرلیں وہ دیر تک جذبات میں ڈوبی رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "پھر یہ تفتیش کس سلسلے میں ہو رہی ہے؟"۔

"کیا تم یہ پسند کرو گی کہ میں تمہیں پولیس ہیڈ کوارٹر لے جاؤں اور وہاں تم سے معلومات حاصل کروں" شہریار بگڑ گیا۔

"ارے۔ میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟" وہ حیرت سے بولی۔

"فضول بکواس کئے جارہی ہو' جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ"

"تو پوچھو نا" وہ ناز بھرے انداز میں بولی۔

"رخسانہ کو کب سے جانتی ہو؟"



"بچپن سے"

"کیا مطلب؟"

"بچپن سے جانتی ہوں اس کے اور میرے والدین ایک شہر ایک محلے میں رہتے تھے۔ ہم نے ساتھ گڑیاں کھیلی ہیں پھر وقت نے مجھے نگینہ بنادیا اور اسے رخ۔"

"وہ کیسے؟" شہریار نے کہا۔

"یہ بتانا ضروری نہیں ہے اور نہ تم پوچھنے کا حق رکھتے ہو۔"

"تم یہاں کب آئی تھیں"

"کئی سال پہلے"

"تمہارے والدین کہاں ہیں؟"

"مرگئے" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"رخسانہ شروع سے تمہارے پاس آتی تھی۔ میرا مطلب ہے اس وقت سے جب تم نگینہ تھیں۔"

"نہیں' اس سے میری ملاقات کلب میں ہوئی تھی۔"

"تمہارا موجودہ ذریعہ آمدنی کیا ہے؟"

"بینکوں میں ڈاکے ڈالتی ہوں" اس نے جواب دیا اور شہریار اسے گھورنے لگا۔ "کبھی رنگے ہاتھوں پکڑ لینا" وہ ہنس پڑی"۔

"سوری فرخندہ - تمہارے خیال میں رخسانہ کی ازدواجی زندگی کیسی ہے؟" میں نے مداخلت کی۔

"میرے خیال میں ٹھیک ہے۔"

"جامی صاحب اس سے عمر میں بہت بڑے ہیں۔ رخسانہ کی گہری اور بچپن کی دوست ہونے کی وجہ سے تم سے یہ سوال کر رہی ہوں۔ کیا وہ دونوں ایک دوسرے سے خوش تھے؟"

"بظاہر مطمئن تھے اگر کوئی اور بات ہے تو مجھے نہیں معلوم۔"

"اقتدار عالم خان کو جانتی ہو" شہریار نے اچانک سوال کیا اور فرخندہ بری طرح چونکی۔ اس نے حیران لہجے میں کہا۔ "ہاں"

"رخسانہ کے اور ان کے تعلقات کیسے تھے۔"

"دیکھو پولیس افسر' میں کوئی شریف عورت نہیں ہوں' ہر طرح کے حالات کا شکار رہی ہوں میں - زیادہ سے زیادہ تم میرا کیا بگاڑ لوگے۔ حوالات میں بند کردوگے کوئی الزام لگا کر سزا کرادوگے - اس سے زیادہ بھی کچھ کرسکتے ہو' کسی کی ذاتی زندگی کے بارے میں' میں کسی سوال کا جواب دینا پسند نہیں کرتی سمجھے۔"

شہریار نے گہری سانس لی اور بولا۔ "اقتدار عالم خان کو زہر دے کر ہلاک کردیا گیا ہے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



رخسانہ ان کے کمرے میں نیم مردہ حالت میں ملی ہے وہ ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہے۔ ان حالات پر غور کرلینا اور اگر مناسب سمجھو تو پولیس سے رجوع کرلینا۔"

فرخندہ کی چیخ نکل گئی تھی۔ شہریار نے مجھے اشارہ کیا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد ہم وہاں نہیں رکے تھے۔ میں شہریار کے اس اقدام سے غیر مطمئن نہیں تھی .....! شہریار کچھ تھکا تھکا سا نظر آ رہا تھا۔ ہم ایک ہوٹل میں جا بیٹھے' میں نے شہریار کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور پوچھا.....

"خیریت شہریار کیا بات ہے ایسا تو کوئی مشقت کا کام بھی نہیں کیا تم نے تھکے تھکے سے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"بعض معاملات ذہنی طور پر اتنا تھکا دیتے ہیں لیکن کہ جسمانی طور پر اتنی تھکن کوئی حیثیت نہیں رکھتی" شہریار نے جواب دیا۔

"اس وقت کیا ہوگیا؟" میں نے سوال کیا۔

"نجانے کیوں میں مضمحل ہوگیا ہوں۔"

"نگینہ کی کیا کہانی ہے؟"

"کچھ عرصے قبل کی بات ہے اس وقت جب میں ایس آئی تھا' نگینہ ایک کیس میں گرفتار ہوئی تھی' ہوٹلوں اور کلبوں میں ڈانس کرتی تھی اور مجرموں سے اس کا تعلق تھا' ایک شخص نے جرم کیا جس سے نگینہ کا حوالہ بھی ملا تھا اور میں نے اسے گرفتار کیا تھا اس وقت سے اسے جانتا ہوں' کیس حل ہوگیا اور اس کے بعد اس سے کوئی رابطہ نہ رہا اور اب میں نے اسے فرخندہ کی شکل میں دیکھا ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں کوئی ایسی خاص بات نہیں' پتہ نہیں اس کی کیا کہانی ہے بس اس احساس نے مضمحل کر دیا تھا' کیسے کیسے عجیب واقعات ہوتے ہیں ہو سکتا ہے کسی اچھے ہی گھرانے کی چشم و چراغ ہو' نجانے کیسے حالات کا شکار ہو کر ان برے راستوں پر آ گئی....."

"ہاں شہریار ایک کہانی تو نہیں ہے ایسی کہانیاں تو جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں لیکن تھوڑی سی الجھنوں کی بات ہے مثلاً یہ کہ رخسانہ کے اس سے گہرے تعلقات تھے اور لازمی بات ہے کہ اس کی بے راہ روی رخسانہ سے چھپی ہوئی نہ ہوگی دراصل اس کیس میں ابھی تک کوئی ایسا کردار سامنے نہیں آیا ہے جو اصل حالات کی سمت رہنمائی کر سکے" شہریار نے جواب نہیں دیا۔

کافی دیر تک یہاں بیٹھ کر ہم اس موضوع پر بات کرتے رہے لیکن کوئی نکتہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ پھر ہم اٹھ گئے میں نے شہریار کو ہدایت کی کہ کسی بھی خاص واقعہ سے مجھے مطلع کرے' خاص طور سے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مجھے ضرور دے۔ شہریار نے وعدہ کرلیا تھا اور پھر دوسرے دن اس نے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مجھے فراہم کر دی۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اقتدار



عالم خان زہر خورانی کا شکار ہوئے تھے اور یہ زہر کچھ اس قسم کا تھا کہ دوا کی شکل میں بازار سے دستیاب ہو جاتا تھا اس کی ذرا زیادہ مقدار اگر کسی چیز میں شامل کر کے دے دی جائے تو موت کا سبب بن سکتی تھی۔ ادھر رخسانہ کو بھی وہی زہر دیا گیا تھا یا ان لوگوں نے یہ زہر خود استعمال کیا تھا۔ رخسانہ کی حالت بقول شہریار کے اعتدال پر آتی جا رہی تھی لیکن ابھی ڈاکٹروں نے اسے بیان دینے کے قابل قرار نہیں دیا تھا چنانچہ اس کے لئے انتظار کرنا تھا' میں اپنے معمولات میں مصروف ہوگئی تھی' کوئی ایسا اہم مسئلہ سامنے نہیں آیا تھا جس میں' میں براہ راست ملوث ہو جاتی۔ شہریار اس کیس پر کام کر رہا تھا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی بھی خاص بات کی مجھے اطلاع دے گا میں دوسرے کاموں میں مصروف ہوگئی۔

پھر تیسرے دن کی بات ہے کہ دوپہر کو فراغت حاصل کرنے کے بعد شہریار سے رابطہ قائم کیا' پتہ چلا کہ وہ مصروف ہے چنانچہ میں سوچنے لگی کہ مجھے اب کیا کرنا چاہئے اور پھر دل میں رخسانہ کا خیال آیا ذرا دیکھوں تو سہی کیا صورتحال ہے' چنانچہ ہسپتال کی جانب چل پڑی اور کچھ دیر کے بعد ہسپتال پہنچ گئی' احمد صغیر جامی صاحب باہر ہی مل گئے تھے' مجھے پہچان لیا اور خاصے احترام سے مجھ سے ملاقات کی۔

"کہئے جامی صاحب' رخسانہ کی حالت کیسی ہے؟"

"بہتر ہے' انداز کھویا کھویا سا ہے ابھی تک منہ سے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ قوت گویائی جانے کا خطرہ ٹل گیا ہے لیکن حالت اعتدال پر آتے آتے ابھی وقت لگے گا۔"

میں نے پولیس کے جوانوں کو بھی دیکھا تھا جو اپنی ڈیوٹی پر تعینات تھے۔ پھر میں جامی صاحب کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوگئی جہاں رخسانہ کا بستر تھا' لیکن اندر فرخندہ کو دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑی تھی۔ فرخندہ' رخسانہ کے سرہانے بیٹھی پیار بھرے انداز میں اس کے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کر رہی تھی' مجھے دیکھ کر وہ چونکی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو میڈم" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہیلو فرخندہ کہو کیسے مزاج ہیں تمہارے؟"

"میں تو ٹھیک ہوں آپ اپنی سنائیے' وہ افسر اعلیٰ یقیناً آپ کے ساتھ آئے ہوں گے؟" فرخندہ نے طنزیہ انداز میں کہا اور میں اس کے سوال کو نظرانداز کر کے رخسانہ کے قریب پہنچ گئی۔ اس کے بازو پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے میں نے اس سے اس کی خیریت پوچھی لیکن رخسانہ کی نگاہوں کے زاویئے میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی پھر میں جامی صاحب سے بات کرنے لگی اور جامی صاحب ڈاکٹروں کے بارے میں بتانے لگے کہ انہوں نے رخسانہ کے لئے کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کیا ہدایات کی ہیں' پھر انہوں نے کہا۔

"مجھے صرف ایک بات کی پریشانی ہے' پولیس والے خاصی سختی کرتے ہیں اور میرے لئے کافی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں آپ نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا خاتون اس دن آپ وہاں تھانے میں موجود تھیں جب میں رپورٹ درج کرانے گیا تھا اور اس کے بعد' اس کے بعد آپ' آپ ان انسپکٹر صاحب کے ساتھ مجھے ملیں آپ اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گی۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

"چھوڑیئے جامی صاحب میرے بارے میں جان کر کیا کریں گے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے بس یہی بہت بڑی بات ہے آپ کے بچے کیسے ہیں؟"

"بہت پریشان ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات کا نتیجہ کیا ہوگا۔"

میں چند لمحات خاموشی سے جامی صاحب کو دیکھتی رہی اور پھر میں نے کہا "بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جامی صاحب جن سے آسانی سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا ہاں اگر ان الجھنوں کو خودبخود ختم کر دیا جائے جو اپنی پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں تو پھر معاملات بہتر ہو جاتے ہیں' میرا آپ کو یہی مشورہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ جو کچھ بھی جانتے ہیں اور جس انداز میں بھی جانتے ہیں' پولیس کو اس کی تفصیلات بتا دیں اس طرح یہ معمہ حل ہو سکتا ہے ورنہ مشکلات بڑھتی ہی چلی جائیں گی اور آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی کیس پولیس کے ہاتھوں میں چلا جائے تو اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں' معاملہ لمبا کھنچ جاتا ہے اور جتنا لمبا کھنچتا ہے اتنی ہی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔"

"میں آپ کی بات سمجھا نہیں خاتون" جامی صاحب نے کہا۔

"میں اس پورے واقعہ کے بارے میں آپ کی رائے جاننا چاہتی ہوں"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ سب میرے لئے حیران کن ہے۔ اقتدار عالم خان سے ہماری سرسری ملاقاتیں تھیں اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی یہ سب بھی دیکھنا پڑے گا"

"رخسانہ ٹھیک ہو جائے اسے کوئی مشکل بھی پیش نہ آئے تو کیا آپ اس حادثے اس واقعہ کو نظرانداز کر دیں گے؟"

"ہاں مجھے اپنے بچوں کا مستقبل عزیز ہے" جامی صاحب نے گردن خم کر کے کہا۔

"فرخندہ کیسی عورت ہے؟" میں نے اچانک سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کو اس کے بارے میں کیا معلوم ہے؟"

"بس اتنا کہ وہ رخسانہ کی دوست ہے"

"کیا وہ آپ سے بے تکلف نہیں تھی؟"

"بس اتنی جتنی بیوی کی دوست ہو سکتی ہے"



"رخسانہ نے آپ کو فرخندہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ میرا مطلب ہے کہ وہ کب سے اس کی دوست ہے اور اس کے حالات کیا ہیں؟"

"بس اتنا کہ پہلے اس کا نام جمال سلطانہ تھا بعد میں اس نے نام تبدیل کرلیا اور وہ ان کی بچپن کی دوست ہے"

"فرخندہ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا"

"آپ کبھی تنہائی میں اس سے ملے ہیں؟"

"کیا مطلب" جامی صاحب چونک پڑے۔

"کیا رخسانہ آپ کی پہلی بیوی ہے؟" میں نے فوراً سوال کر دیا۔

"اس بارے میں' میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں ماضی کی کوئی بات کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

"ایک موت ہوئی ہے جامی صاحب' ایک حادثہ ہوا ہے سوال آپ کی پسند یا ناپسند کا نہیں ہمیں حقیقت معلوم کرنی ہے"

"اس حادثے کا میرے ماضی سے کوئی تعلق نہیں ہے"

"جامی صاحب نے کہا اور میں معنی خیز نظروں سے انہیں دیکھنے لگی پھر میں نے کہا "اس کا حتمی تعین آپ نے کیسے کرلیا؟"

جامی صاحب میرے الفاظ پر غور کرنے لگے' پھر ایک دم گھبرا گئے۔

"آپ ..... آپ بہت خطرناک خاتون ہیں۔ آپ ہیں کون پہلے مجھ سے اپنا تعارف کرائیں اس کے بعد میں آپ سے بات کروں گا۔ آخر آپ کون ہیں؟"

"آپ کی ہمدرد آپ سے تعاون کرنا چاہتی تھی' بہتر یہ ہوگا کہ آپ مجھے سب کچھ بتا دیں حالات سنبھالے جاسکتے ہیں اور یہ سب کچھ میں دو بچوں کے مستقبل کے لئے کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا' سمجھیں آپ' میری آبرو لٹ چکی ہے زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا جو دل چاہے کریں آپ لوگ۔ بس میں آپ سے مزید کوئی بات نہیں کروں گا۔"

اس کے بعد میں نے صغیر جامی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ ہسپتال سے واپس پلٹی اور ایک پبلک بلیس سے اپنے دفتر فون کیا تو شہریار وہاں موجود تھا۔

"کہاں غائب ہو لئی؟"

"آ رہی ہوں"

"فوراً آ جاؤ" اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں دفتر پہنچ گئی لیکن شہریار یہاں تنہا نہیں تھا۔ ایک اور شخص اس کے پاس موجود تھا اور ادھیڑ عمر شریف سی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



صورت کا آدمی تھا جو نروس نظر آ رہا تھا شہریار نے تعارف کرایا۔ "یہ جمشید رانا ہیں۔"

"اوہ" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور پھر رانا صاحب سے ان کی خیریت پوچھی۔

شہریار نے کہا "رانا صاحب بھی میرے پرانے شناسا ہیں۔ بلاشبہ نیک اور شریف انسان' اقتدار عالم کے پرانے دوست۔ اپنے دوست کی موت کے سلسلے میں بے حد پریشان ہیں' میں نے اس خیال کے تحت انہیں یہاں بلایا ہے کہ پولیس ہیڈ آفس آکر انہیں پریشانی نہ ہو"

"رانا صاحب نے اس سلسلے میں کچھ بتایا؟"

"تمہارا انتظار تھا۔ میں نے کچھ پوچھا نہیں"

"رانا صاحب اس بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"کچھ نہیں جانتا خاتون' بس اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک سرکاری آفیسر تھا اور بہت اچھا انسان تھا اس کا دل ٹوٹا ہوا تھا۔"

"اوہ ..... وہ کیسے؟"

"اس نے ایک برٹش عورت سے شادی کی تھی اور اپنا سب کچھ اس پر لٹا دیا تھا۔ دو بچے تھے اس کے' اس عورت نے برٹش حکومت کے تعاون سے اس سے طلاق حاصل کی۔ دونوں بچے بھی لے لئے اور لاکھوں روپے بھی وہ اسے قلاش کر کے چلی گئی اور اقتدار اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اپنے دور افسری میں اس نے میرے ساتھ بڑے اچھے سلوک کئے تھے چنانچہ مجھ سے جو کچھ بن پڑا اس کے لئے کیا۔"

"رانا صاحب' کیا وہ اوباش طبع تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا جواب دوں اس کا' وہ مرچکا ہے"

"پولیس کی رہنمائی آپ کا فرض ہے۔"

"ہاں ..... تھوڑی بہت برائیاں اس کی فطرت بن گئی تھیں"

"آپ مسٹر احمد صغیر جامی سے واقف ہیں؟"

"نہیں"

"رخسانہ جامی کو جانتے ہیں؟"

"نہیں....."

"کسی ایسی خاتون کو جن کا ان سے خصوصی تعلق ہو؟"

"میری اس سے بہت کم ملاقات ہوئی تھی' ایک آدھ بار اس کے ساتھ ایک خاتون کو دیکھا تھا شاید کوئی کلب ڈانسر تھی۔"

"نگینہ" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"نام نہیں جانتا"

"تصویر سے پہچان سکتے ہیں؟"



"مشکل ہے مجھے شکل یاد نہیں رہتی' یا شاید پہچان لوں"

"رب نواز کیسا آدمی ہے؟" میں نے اچانک پوچھا۔

"بہت نیک بہت اچھا' وفادار"

"بے حد شکریہ ..... ہوسکتا ہے ایک آدھ بار آپ کو اور تکلیف دی جائے آپ مطمئن رہیں آپ کا مکمل احترام کیا جائے گا۔"

"میں جاسکتا ہوں"

"چائے پیئیں آپ ہمارے ساتھ ہمیں خوشی ہوگی" میں نے کہا اور رانا معذرت کر کے اٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد شہریار نے کہا۔

"تمہارے سوالات بے حد عجیب تھے۔ میں تو حیران رہ گیا۔ لگتا ہے تم کسی نتیجے پر پہنچ رہی ہو۔"

دلچسپ بات یہ ہے کہ میں درحقیقت ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تھی اور یہ بات میں نے شہریار سے غلط نہیں کہی تھی کوئی صحیح کام ہی نہیں ہو پا رہا تھا بس مختلف واقعات اور کردار سامنے آئے تھے لیکن صحیح صورتحال کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا اور بعض اوقات کچھ معاملات اتنے غیرمتوقع ہو جاتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا اس کیس کے سلسلے میں ہم ابھی تک کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پائے تھے کہ اس کا فیصلہ خود بخود ہوگیا۔ یہ اس ملاقات کے دوسرے دن کی بات ہے کہ اچانک ہی شہریار نے مجھے میرے دفتر ٹیلی فون کیا اور بولا۔ "کیا کر رہی ہوں لیٹی؟"

"دفتروں میں کیا کیا جاتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"سب کچھ چھوڑ دو اور فوری طور پر ہسپتال پہنچ جاؤ' میرا مطلب ہے جہاں رخسانہ زیر علاج ہے میں وہیں سے فون کر رہا ہوں تمہیں"

"ارے خیریت؟" میں نے سوال کیا۔

"بس فوراً آ جاؤ" شہریار بولا اور میں سب کچھ چھوڑ کر اٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد میری کار برق رفتار سے ہسپتال کی جانب دوڑنے لگی۔

تیز رفتاری کے ریکارڈ قائم کرتے ہوئے میں ہسپتال پہنچ گئی یہاں پولیس کی گاڑی موجود تھی اور اس جگہ کئی پولیس والے بھی جہاں رخسانہ زیرعلاج تھی احمد صغیر جامی صاحب بھی تھے اور کافی بے چین نظر آ رہے تھے انہیں باہر ہی روکے رکھا گیا تھا' شہریار وغیرہ اندر تھے مجھے اس بارے میں معلومات حاصل ہوگئیں چنانچہ میں بھی اندر داخل ہوگئی۔ ایک گوشے میں فرخندہ کرسی پر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی دو پولیس والے اس کے اردگرد تھے اندر دو ڈاکٹر اور دو تین نرسیں بھی موجود تھیں۔ بستر پر رخسانہ آنکھیں بند کئے دراز تھی اور شہریار ایک نرس سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں شہریار کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا اور پھر نرس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سے گفتگو ادھوری چھوڑ کر میری جانب متوجہ ہوگیا۔

"ایک دلچسپ واقعہ ہوا ہے اور ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں ٹھیک ٹھاک قسم کا ہنگامہ ہوچکا ہے' اس کے بعد مجھے اطلاع دی گئی تو میں فوراً ہی یہاں پہنچ گیا۔"

"کیا ہوا؟" میں نے ایک نگاہ فرخندہ کو اور دوسری نگاہ رخسانہ کو دیکھتے ہوئے کہا' شہریار مسکرانے لگا پھر بولا۔

"ان محترمہ تیماردار کو دیکھ رہی ہیں آپ جن کا نام پہلے جمال سلطانہ اس کے بعد نگینہ اور بعد میں فرخندہ ہوگیا۔ یہ اپنی جگری دوست اور بچپن کی سہیلی رخسانہ کی تیمار داری کے لئے اپنے آپ کو وقف کرچکی تھیں اور دن رات یہاں رہ رہی تھیں۔ غالباً انہیں موقع کا انتظار تھا کیونکہ یہ رخسانہ کو قتل کرنے میں ناکام رہی تھی چنانچہ اپنی اس کوشش کو دہرانا چاہتی تھی۔ ہوسکتا ہے انہیں دوسری بار استعمال کے لئے وہ زہر نہ ملا ہو جسے انہوں نے پہلی بار اقتدار عالم خان اور رخسانہ کو دے کر انہیں ہلاک کرنا چاہا تھا۔"

میرا چہرہ تصویر حیرت بن گیا میں نے شہریار سے کہا۔ "کیا ڈرامہ کر رہے ہو تفصیل بتاؤ؟"

"تفصیل یہ ہے کہ یہ محترمہ یہاں رخسانہ کے پاس ان کی تیمار داری کر رہی تھیں تھوڑی بہت دیر کے لئے اپنے گھر وغیرہ بھی چلی جاتی تھیں اور اس کے بعد دوبارہ واپس آجاتی تھیں۔ ظاہر ہے نرسیں جامی صاحب کی اجازت کی وجہ سے انہیں یہاں رہنے سے روک نہیں سکتی تھیں۔ لیکن شاید رخسانہ کی زندگی ابھی کافی طویل ہے چنانچہ خدا نے اس کی مدد کی۔ بالآخر یہ وہ زہر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں اور اس وقت یعنی اب سے کچھ دیر قبل وہ یہ زہر رخسانہ کو دینے کے لئے بالکل تیار کرچکی تھیں کہ نرس اچانک ہی یہاں پہنچ گئی اس نے انہیں خوف کے عالم میں اچھلتے دیکھا اور ان کے ہاتھ سے زہر کی وہ شیشی گر پڑی جس کے بارے میں نرس سے بہتر بھلا اور کون جان سکتا تھا۔ نرس کو فوراً شک ہوگیا اس نے اس گلاس پر جھپٹا مارا جس میں تھوڑا سا پانی بھرا ہوا تھا اور اس پانی میں یہ زہر شامل تھا چنانچہ انہوں نے نرس سے مقابلہ کیا۔ بیچاری نرس بھی زخمی ہوگئی لیکن خوش بختی سے ایک ڈاکٹر صاحب جب ہی اندر آگئے اور انہوں نے نرس کی مدد کی اور ان خاتون کو پکڑ لیا گیا جو یہاں بڑی چالاکی سے ایک اور قتل کرنے کے لئے تشریف لائی تھیں' زہر تھوڑا سا گر پڑا ہے' باقی گلاس میں موجود ہے' شیشی ہماری تحویل میں ہے جس پر ان کے ہاتھوں کے نشانات بھی ہیں اور یقینی طور پر اسے جہاں سے حاصل کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی یہ خاتون ہمیں کافی تفصیلات فراہم کریں گی۔" میں نے حیران نگاہوں سے فرخندہ کو دیکھا تھا' اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اور اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا میں نے آہستہ سے شہریار سے پوچھا۔ "کیا یہ اقتدار عالم خان کے قتل کا اعتراف بھی کرچکی ہے؟"

"ابھی دیر ہی کتنی ہوئی ہے یہاں آنے کے بعد میں نے جب صورتحال معلوم کی تو تمہیں



ٹیلی فون کیا جب ڈاکٹر کی اور ان کی جدوجہد بڑھی تو ڈاکٹر نے فوراً ہی باہر تعینات پولیس والوں کو طلب کرلیا اور انہوں نے ان پر قابو پالیا ویسے تو ڈاکٹر ہی سب کچھ کرچکا تھا کیونکہ یہ خاتون مارشل آرٹس کی ماہر نہیں ہیں اور ڈاکٹر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی تھیں بہرحال پولیس والوں نے فوراً ہی مجھے اطلاع دی اور میں یہاں پہنچ گیا یہاں آکر جب صورتحال معلوم ہوئی تو میں نے فوراً تمہیں اطلاع دی اس کے بعد سے نرس اور ڈاکٹر نے حتمی طور پر یہ بات کہی ہے کہ اگر چند لمحات کی دیر ہو جاتی تو گلاس میں جس قدر زہر ڈالا گیا ہے وہ بہت تیزی سے رخسانہ کا کام تمام کر دیتا اور ان خاتون کو کامیابی حاصل ہو جاتی۔"

"ہوں کیا وہ اپنی یہ کاروائی تسلیم کرلے گی؟" میں نے شہریار سے پوچھا اور شہریار ہنسنے لگا پھر بولا۔ "تم خود دیکھ لو تم نے صاحب خان سے انحراف کیا تھا اور ہمارے طریقہ کار پر ابتدا میں بڑی نکتہ چینیاں کی تھیں لیکن پیر و مرشد صاحب خان اور ان کا عظیم ڈنڈا' میرا مطلب ہے تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ صاحب خان کے طریقہ کار سے کیا کیا آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں" میں ہنسنے لگی پھر میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے شہریار واقعی تعجب ہے ویسے شبہ تو ہوگیا تھا مجھے اس پر لیکن صورتحال میری نگاہوں میں اس قدر واضح نہیں ہوسکی تھیں۔ یہ تو سارا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا بس اب یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اقتدار عالم کو بھی اسی نے زہر دیا تھا ویسے ظاہر ہے اب اس میں کوئی شک تو نہیں رہا ہے کیونکہ یہ اس زہر کے استعمال سے بھی واقف ہے اور اور ....." میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی ڈاکٹر ہمارے پاس پہنچ کر ہم سے اس بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا تھا وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ تیماردار خاتون اچانک ہی ان بیمار خاتون کی دشمن کیسے بن گئیں۔

"یہ بات ابھی آپ کی سمجھ میں نہیں آسکے گی ڈاکٹر" شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم تو مشکل کا شکار ہوسکتے تھے جناب۔ اگر یہ خاتون اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتیں تو پھر ان محترمہ کا بچنا محال تھا۔"

"وقت کو اسی طرح اپنا فیصلہ کرنا تھا۔ لیکن اب ایک مشکل مرحلہ ہے" شہریار نے کہا۔

"وہ کیا" ڈاکٹر نے سوال کیا۔

"زہر خورانی کی شکار ان خاتون کو ہسپتال سے لے جایا جاسکتا ہے۔"

"ابھی مناسب نہ ہوگا ویسے ان کی حالت اب بہت بہتر ہے ہم سارے ٹیسٹ کرچکے ہیں زہر خطرناک تھا لیکن یہ اسے برداشت کرگئی ہیں۔ چند روز اور یہاں گزر جائیں تو اچھا ہے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔"

"لیکن جناب ایک درخواست ہے وہ یہ کہ ان کی حفاظت کا مناسب بندوبست پولیس کی طرف سے کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ ہمارے لئے یہ کام مشکل ہوگا ہماری ایک نرس زخمی ہوگئی ہے۔ دوسری نرسیں خوفزدہ ہو جائیں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"اس کا انتظام ہو جائے گا" شہریار نے کہا۔ اس نے وہاں ابتدائی کاروائی کی زخمی نرس کا بیان لیا۔ زہر کی شیشی اور زہر آلود پانی ایک بوتل میں محفوظ کر کے رکھ لیا۔ پھر اس نے فرخندہ کو اپنی تحویل میں لے کر ماتحتوں کے حوالے کر دیا یہ کاروائی اندر ہو رہی تھی جب ہم اس کام سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو جامی صاحب نے ہم پر جھپٹا مارا تھا۔

"کیسے انسان ہیں آپ لوگ انسانیت آپ کو چھو کر نہیں گزری۔ میرا سکون برباد ہے میرے بچے ماں کی جدائی سے بیمار ہو گئے ہیں۔ میں' میں اتنا پریشان ہوا کہ' کہ۔" جامی صاحب رو پڑے۔

"حوصلہ رکھیں جامی صاحب۔ بس اب پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں وہ بھی نکل جائیں گی"

"رخ کیسی ہے؟"

"تقریباً بالکل صحت مند۔ دو چار روز میں ڈاکٹر انہیں گھر جانے کی اجازت دیدیں گے البتہ آپ کو اب کچھ مصروف ہونا پڑے گا"

"کیا فرخندہ کو گرفتار کیا گیا ہے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"اس نے اقتدار عالم کو قتل کیا ہے اور رخسانہ صاحبہ کو دوبارہ ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے" شہریار نے جواب دیا اور احمد صغیر ہکا بکا رہ گیا۔

○---------☆---------○

خدا جانے پولیس نے فرخندہ سے اقبال جرم کرانے کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا لیکن اصل کہانی سامنے آگئی اور وہ کوئی گھڑی ہوئی کہانی نہیں تھی جرم معاشرے کا المیہ ہوتا ہے اور عموماً اس سے بہت سی دکھ بھری داستانیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اس کے پورے واقعات کی گتھن سے اگتے ہیں اور پھر وہ سب کچھ ہوتا ہے جو ایک کہانی بن جاتا ہے یہ سچ تھا کہ جمال سلطانہ' نگینہ یا فرخندہ کے والدین رخسانہ کے قدیم پڑوسی تھے دونوں خاندانوں میں دوستی تھی اور رخسانہ اور جمال کا بچپن ساتھ گزرا تھا۔ دونوں میں بچپن کا پیار تھا دونوں ساتھ جوان ہوئی تھیں جمال کا کوئی بھائی وغیرہ نہیں تھا باپ ایک معمولی ملازمت کرتا تھا۔ اس نے جمال کے مستقبل کے لئے کچھ سامان کچھ رقم جمع کی تھی اور اس کی دلی خواہش تھی کہ وہ جمال کو کسی نیک انسان سے منسوب کر دے۔ اچانک جمال کی ماں بیمار ہو گئی اور اس کے علاج کا معاملہ آ پڑا۔ لگی بندھی آمدنی والے باپ کے پاس کوئی پونجی نہیں تھی جو وہ بیوی کا علاج کراتا لیکن مجبوری تھی کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا چنانچہ وہی رقم استعمال کی گئی جو جمال کے لئے جمع کی گئی تھی پہلے نقدی خرچ ہوئی پھر کئی اشیاء فروخت ہوئیں اور کچھ باقی نہ رہا۔ سارے منصوبے دھرے رہ گئے ماں کی بیماری ختم ہونے کو نہ آتی تھی' گھر کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے تھے۔ جمال نے بحالت



مجبوری فیصلہ کیا کہ وہ کہیں نوکری کر لے' اس سے پہلے بھی اس نے باپ کو یہ پیشکش کی تھی لیکن غیور باپ نے یہ پیشکش قبول نہیں کی اور کہا کہ اس کی دلی آرزو ہے کہ جمال کے ہاتھ پیلے کر دے۔ لیکن اب جبکہ صورتحال اس قدر خراب ہو گئی کہ سنبھالے نہ سنبھلی تھی۔ تو وہ بھی خاموش ہو گیا اور اس نے جمال کو نوکری کی اجازت دے دی۔ جمال نوکری کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی اور اسے ملازمت مل بھی گئی' اس نے دیانتداری سے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ باپ کو اچھا خاصا سہارا مل گیا تھا' ماں کی کیفیت بھی کچھ بہتر ہونے لگی تھی۔ جمال ان دونوں سے مخلص اپنے کام میں مصروف رہی اسے باہر کی دنیا میں بہت سے اژدہے ملے' جن سے اپنے آپ کو بچانا بھی ایک اہم مسئلہ تھا بعض جگہ وہ خاصی پریشانیوں کا شکار ہوئی' اس نے دو جگہ سے ملازمت چھوڑی' تیسری جگہ ملازمت کچھ اچھی تھی چنانچہ وہ اسے کرتی رہی۔ اس دوران اس کے لئے ایک بہت اچھا رشتہ آیا' اور اسے بے پناہ خوشی ہوئی' کیونکہ جو رشتہ اس کے لئے آیا تھا وہ خود اس کے اپنے ذہن میں بھی تھا' گو اس نوجوان سے اس کے کوئی خاص تعلقات نہیں تھے' لیکن وہ اسے پسند کرتی تھی' پھر یہ بات سن کر اسے حیرت ہوئی کہ اس کے والد نے اس رشتے سے انکار کر دیا۔ وجہ تو وہ نہ پوچھ سکی' لیکن اسے بے پناہ دکھ ہوا' تاہم وہ صبر و سکون سے اپنا کام جاری رکھے رہی۔ پھر ایک دوسرا رشتہ آیا اسے بھی ٹھکرا دیا گیا اس کے بعد تیسرا رشتہ بھی ٹھکرایا گیا تو وہ چونکی اور پھر اس نے ماں باپ کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی۔ اس کا باپ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ سہارا ہاتھ سے نکل گیا اور جمال کی شادی کر دی گئی تو ان کا بڑھاپا کس طرح گزرے گا جمال نے یہ اجنبی الفاظ سنے' جو اس کے خیال میں اس کے ماں باپ کے الفاظ ہی نہیں ہو سکتے تھے' لیکن جو سچائیاں سامنے آئیں وہ مختلف نہیں تھیں۔ وہ لوگ اس انداز فکر میں مبتلا ہو گئے تھے اور انہوں نے جمال کو اپنے بڑھاپے کا سہارا سمجھ لیا تھا وہ دولت چاہتے تھے' وہ رقم چاہتے تھے' جو جمال کے ذریعے انہیں حاصل ہوتی تھی' باپ کی نوکری بھی چھوٹ گئی اور اس کے بعد گھر کا سارا بوجھ صرف جمال پر آ پڑا۔

جمال دل برداشتہ ہو گئی۔ یہ کیسے والدین ہیں جو اس کی زندگی سے کھیل رہے ہیں اور اسے کائنات کا وہ حق نہیں دینا چاہتے' جو ہر لڑکی کو حاصل ہوتا ہے اس کے دل میں بددلی پیدا ہوتی چلی گئی۔ ادھر ماں باپ تھے کہ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے' وہ کب کہاں جاتی ہے' کیا کرتی ہے' کب واپس آتی ہے' اس سے انہیں کوئی غرض نہیں رہی تھی' باپ اکثر اس سے تنخواہ کے علاوہ بھی پیسے مانگتا رہتا تھا اور جمال کے ذہن میں زہر بھرتا جا رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے ماحول سے باغی ہوتی جا رہی تھی اور اس کے بعد اس نے پہلی بار برائی کی جانب قدم آگے بڑھایا' یہ اندازہ تو اسے ہو چکا تھا کہ اب اس کے مستقبل میں تاریکیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے' ان دو بوڑھے گدھوں کو پالنا اس کی ذمہ داری ہے اور وہ اس ذمہ داری سے گردن بچانا چاہتی تھی۔ اب اسے ان دونوں سے نفرت ہو گئی تھی جو اس کی جوانی کو بڑھاپے کی طرف تیزی سے لا رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھے' چنانچہ اس نے گناہ کی جانب پہلا قدم اٹھایا اور جب وہ اس راستے پر آگے بڑھی تو اس کے دل میں گندگی کے انبار لگنے لگے' یہاں تک کہ ماں پر دل کا دورہ پڑا اور وہ جاں بحق ہوگئی' باپ اسی طرح اس سے چمٹے رہنا چاہتا تھا اس نے اب بھی اس بات پر غور نہیں کیا تھا کہ جمال اپنی زندگی کس طرح گزار رہی ہے' اسے اس گھناؤنے انسان سے نفرت ہوگئی' جو تھوڑی بہت محبت اس کے دل میں تھی وہ اب بالکل ہی ختم ہوگئی تھی' چنانچہ اس نے باپ کے ساتھ بدسلوکی کرنا شروع کر دی۔ وہ ہر وقت اس سے پیسے مانگتا رہتا تھا اور جمال اسے بری بری باتیں سناتی تھی یہاں تک کہ ایک دن باپ نے نیلا تھوتھا کھا کر خودکشی کرلی اور جمال کو اس دنیا سے نجات حاصل ہوگئی جو اس پر مسلط ہوگئی تھی تب اس نے وہ جگہ چھوڑ دی' لوگوں کے اشارے بھی کچھ زیادہ ہی بڑھ گئے تھے۔ پھر وہ یہاں آگئی' زندگی کے صحیح راستے تو کھو بیٹھی تھی اور برائیوں کے راستے پر چل پڑی تھی۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ جب گناہ کی زندگی میں قدم رکھا ہی ہے تو پھر اقدار کیا حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے بعد وہ نگینہ بن گئی۔ کلبوں میں رقص کرتی رہی' زندگی کے ہر پہلو سے روشناس ہوتی رہی' پتہ نہیں اپنی زندگی سے وہ مطمئن تھی یا نہیں۔ لیکن بہرطور گزر بسر ہو رہی تھی کہ اچانک اسے رخسانہ مل گئی' اس کے بچپن کی سہیلی سرراہ اس سے ملاقات ہوئی تھی اور رخسانہ اسے اپنی کار میں تنہا ملی تھی' رخسانہ کی پررشک زندگی دیکھ کر جمال سلطانہ کے دل میں حسد کے جذبے ابھر آئے' رخسانہ بے شک اس کے بچپن کی دوست تھی' لیکن جب سے اس نے برائیوں کی جانب قدم اٹھائے تھے' وہ پاکباز دوست اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تھے جو معصوم زندگی کے سفر تھے بہت عرصے کے بعد رخسانہ سے ملاقات ہوئی تھی' اس کے دل میں پیار بھی ابھرا اور حسد کا جذبہ بھی کہ رخسانہ اس طرح ایک حسین زندگی بسر کر رہی ہے۔ دونوں سہیلیوں نے کافی وقت ساتھ گزارا' رخسانہ نے اسے اپنی زندگی کی تفصیلات بتائیں' اسی زندگی کے خواب تو جمال نے بھی دیکھے تھے۔ بہرطور اس نے رخسانہ سے ملاقاتیں جاری رکھیں' پھر وہ احمد صغیر جامی سے ملی اور اسے دیکھ کر حیران رہ گئی' رخسانہ نے ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے شوہر کی عمر کیا ہے' لیکن بعد میں اس نے رخسانہ سے یہ سوال کیا تو رخسانہ ایک سرد آہ بھر کے خاموش ہوگئی۔ جمال نے جب اسے ٹٹولا تو رخسانہ نے اسے پوری تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اس کے والدین نے صرف دولت کے لالچ میں اسے اس بوڑھے شخص کے پلے باندھ دیا ہے' رخسانہ نے یہ بھی کہا کہ احمد صغیر جامی بہت اچھا انسان ہے اور وہ اس سے بھرپور تعاون کرتی ہے' لیکن بے قصور ہونے کے باوجود اسے ایک عجیب ذہنی اذیت سے گزرنا پڑتا ہے گو اس کے دو بچے بھی ہوچکے ہیں اور اسے اپنے گھر اپنی زندگی سے پیار ہے' لیکن اس کا شوہر اپنی عمر کو نہیں بھول سکا وہ اس سے پوری طرح مخلص اور وفادار ہے لیکن احمد صغیر جامی اس پر ہمیشہ شک کرتا ہے ایک ایک لمحہ شک و شبہے میں گزارتا ہے وہ' اگر وہ کسی نوجوان سے بات کرلیتی ہے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے' ایسی ایسی حرکتیں



کرتا ہے کہ رخسانہ کا دل خون خون ہو جاتا ہے اس نے جان بوجھ کر رخسانہ کو ہر قسم کی آزادی دی ہے لیکن اکثر اس کی کار رخسانہ کی کار کے تعاقب میں لگی رہتی ہے' اس نے رخسانہ کو کلب جانے کی اجازت دی ہے' لیکن خفیہ طور پر وہ کلب آتا ہے اور دور دور سے رخسانہ کی نگرانی کرتا ہے' رخسانہ نے کئی بار اسے یہ بات بتائی کہ وہ ایک وفادار اور پاکیزہ فطرت عورت ہے لیکن احمد صغیر جامی کے دل سے خدشات دور نہیں ہوتے' وہ ایک بہت اچھا انسان ہے' بہت اچھا شوہر ہے اس سے پیار بھی کرتا ہے لیکن نجانے کیوں اس کے دل سے یہ خوف کبھی نہیں نکلتا کہ رخسانہ اس سے غداری کرے گی رخسانہ اس بات پر بہت بددل تھی اور اکثر جمال سلطانہ یا فرخندہ کو اپنے اس دکھ کے بارے میں بتاتی رہتی تھی۔ پھر ایک دن فرخندہ جب رخسانہ کے گھر پہنچی تو رخسانہ موجود نہیں تھی اس کی ملاقات احمد صغیر جامی سے ہوگئی وہ جامی سے کافی دیر باتیں کرتی رہی۔ تب ہی چالاک اور زیرک فرخندہ کو اندازہ ہوا کہ اگر جامی پر جال ڈالنے کی کوشش کی جائے تو اس میں کامیابی ہوسکتی ہے وہ جامی پر آہستہ آہستہ اثرات جمانے لگی' گوبظاہر کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی جو رخسانہ پر اثر انداز ہوتی وہ اپنی دوست سے ملتی رہتی تھی۔ دونوں ایک ہی کلب میں جاتی تھیں اور وہاں ان کی مختلف لوگوں سے شناسائی بھی تھی' اس دوران فرخندہ کی دوستی اقتدار عالم خان سے ہوگئی' اقتدار عالم کو تھوڑی ہی دیر میں اندازہ ہوگیا کہ فرخندہ قابل حصول ہے اور اس نے فرخندہ سے گہری دوستی گانٹھ لی۔ تب ایک دن اقتدار عالم نے فرمائش کی کہ اس کی دوستی رخسانہ سے کرا دے اس کے عوض اقتدار عالم خان نے اسے کچھ تحائف بھی دیئے تھے' فرخندہ نے اس سے وعدہ کرلیا کہ وہ ایسا ہی کرے گی۔ لیکن اس کے شاطرانہ ذہن میں ایک اور منصوبہ پروان چڑھنے لگا تھا۔

اقتدار عالم خان کے بارے میں وہ جانتی تھی کہ قلاش آدمی ہے اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے' لیکن اگر احمد صغیر جامی اس کے جال میں پھنس جائے اور رخسانہ راستے سے ہٹ جائے تو اسے زندگی کے وہ ناکام خواب پورے کرنے کا موقع مل جائے گا جو اس نے بچپن سے دیکھے تھے' چنانچہ اس نے منصوبہ بنالیا' ایک ایسا منصوبہ جس میں جرم شامل تھا۔ وہ بہت دیر تک اس منصوبے پر غور کرتی رہی تھی اور بالآخر اس نے اسے پایہ تکمیل پہنچانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے احمد صغیر جامی کی شکی فطرت کو سامنے رکھ کر یہ منصوبہ بنایا تھا اور پھر وہ رخسانہ کو ساتھ لے کر اقتدار کے گھر پہنچ گئی زہریلی دوا کی شیشی اس کے پاس تھی رخسانہ کو وہ بہانے سے ساتھ لائی تھی اور رخسانہ پریشان ہوگئی تھی لیکن بہرحال آگئی تھی تو اخلاقاً کچھ وقت گزارنا بھی ضروری تھا غالباً کچھ خاطرمدارت کا سلسلہ بھی ہوا اور فرخندہ یا جمال اس میں پیش پیش رہی کیونکہ یہاں ملازم وغیرہ نہیں تھے مگر اس طرح فرخندہ کو کام کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے کسی شراب میں وہ زہر شامل کر دیا تو دونوں نے سادگی سے زہر پی لیا اور فرخندہ نے تمام برتن وغیرہ یہاں سے صاف کر دیئے پھر ایک جائزہ لینے کے بعد وہ خاموشی سے یہاں سے نکل گئی سارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کھیل مکمل ہوگیا تھا رخسانہ کی کار وہاں موجود تھی کوئی دیکھنے والا نہیں تھا رخسانہ اقتدار عالم کے بیڈ روم میں تھی سمجھنے والے اس کے علاوہ کیا سمجھتے جو فرخندہ انہیں سمجھانا چاہتی تھی اس کے بعد دوسرا کام اس وقت شروع ہوتا جب احمد صغیر جامی کو اس واردات کا علم ہو جاتا لیکن تھوڑی سی گڑبڑ ہوگئی اقتدار عالم زہر کی گرفت میں آگیا لیکن رخسانہ ہلاک نہ ہوسکی جبکہ فرخندہ دونوں کی ہلاکت کی خبر سننا چاہتی تھی اور جب اسے معلوم ہوا کہ رخسانہ زندہ رہ گئی ہے تو اس کے اوسان خطا ہوگئے وہ اس کی ہمدرد کی حیثیت سے ہسپتال میں اس کی تیمار داری کرنے لگی تاہم موقع پاکر اس کا کام تمام کر دے لیکن تقدیر کو یہ منظور نہیں تھا۔

کیس ختم ہوگیا اس کے بعد زندگی کے وہی شب و روز لیکن اخباری زندگی اور پولیس کی ملازمت دونوں شعبے ایسے ہیں جن میں یکسانیت کا کہیں وجود نہیں ہے نت نئی خبروں کا حصول ان کی تراش خراش اور کرم فرماؤں کی ہنگامہ خیزیاں ایک دن شہریار کا فون موصول ہوا تھا۔

"ہوں' کہو کیا بات ہے.....؟" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"کیا کر رہی ہو.....؟"

"نوکری....."

"چھوڑ دو....." شہریار نے کہا.....

"کیا کھایا تھا صبح ناشتے میں؟" میں نے سوال کیا.....

"سچے موتی۔" شہریار بولا

"بہت زیادہ موڈ میں ہو' کیا بات ہے' خیریت تو ہے.....؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ نوکری چھوڑ دو۔" شہریار بولا۔

"فرصت ہے شاید دفتر میں بیٹھے ہوئے ہو اور کوئی موجود نہیں ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آخر نوکری چھوڑنا ہی ہے' کب تک انتظار کروں گا تمہارا کب تک صبر کروں گا' اب تمہیں نوکری چھوڑنے کے بعد ہی دفتر سے اٹھنا ہے' استعفیٰ لکھو اور اپنے چیف ایڈیٹر صاحب کو پیش کر دو....."

"شہریار کیوں بور کر رہے ہو....."

"سیاں کوتوال ہوگئے ہیں اچانک اور جب سیاں کوتوال ہو جائیں تو پھر تم سمجھتی ہو کہ کیا ہونا چاہئے۔"

"میں فون بند کر دوں گی۔"

"بھئی کئی دن سے یہ اطلاع مجھ تک پہنچ رہی تھی لیکن یقین نہیں آ رہا تھا ان سادہ دلوں پر جو مجھ جیسے ناکارہ آدمی کو جاننے کے باوجود مجھے ترقی دینے کے لئے بے چین تھے ..... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ سب ہی کو معلوم ہے کہ میری اپنی اوقات کیا ہے لیکن نجانے کیوں لوگ یہ



نہیں سوچتے' بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ وقت مہربان تو سب کچھ مہربان.....!"

"جلدی سے بولو شہریار..... تمہارے الفاظ مجھے پریشان کر رہے ہیں" میں نے بے چین لہجے میں کہا۔

"فدوی کو ڈی ایس پی بنا دیا گیا ہے اور یہ خصوصی ترقی مجھے حامد فخری صاحب نے دی ہے' پچھلے کئی کیسوں کی رپورٹ اجتماعی طور پر ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے فوراً مجھے ترقی دینے کا فیصلہ کرلیا تمہیں معلوم ہے بلکہ تمہارے اخبار میں بھی خبر چھپی تھی کہ کچھ نئے ڈی ایس پی بنائے جا رہے ہیں اور سینئر انسپکٹر کو اس کا چانس دیا جا رہا ہے۔" میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھی رہ گئی تھی' یہ میرے خوابوں کی تعبیر تھی میں شہریار کو ترقی کی ان منزلوں تک دیکھنا چاہتی تھی جو نجانے کہاں ختم ہوتی ہیں یا ختم ہوتی بھی ہیں یا نہیں....."

"ہیلو....." شہریار نے پھر مجھے پکارا.....!

"آفس پہنچ جاؤ۔"

"جی نہیں اس نئے عہدے کی تقرری کے ساتھ ساتھ ہی ایس ایس پی شاہ صاحب نے میرے سپرد ایک اور ذمہ داری کر دی ہے چنانچہ محترمہ آپ اب میری اس نئی ذمہ داری کو اپنے شانوں کا سہارا دینے کے لئے ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری پہنچ جایئے' میں بھی روانہ ہونے والا ہوں وہاں ہم دونوں کی ملاقات ہوگی۔"

"یہ ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کہاں ہے.....؟"

"ایک معروف شاہراہ پر۔" شہریار نے مجھے اس جگہ کا مکمل پتہ بتایا اور میں نے گہری سانس لے کر کہا

"کیا چکر ہے.....؟"

"بس وہاں پہنچ پہلے سارے چکر آپ کو بتاؤں گا اور اس کے بعد کسی کام کا آغاز کروں گا۔"

"میں خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی چنانچہ سارے کام چھوڑ چھاڑ کر تیار ہوگئی' شہریار نے بڑی بے ایمانی سے کام لیا تھا اگر یہ سلسلہ کچھ دن سے چل رہا تھا تو اسے مجھے بتانا چاہئے تھا۔ بہرحال اس سلسلے میں اس کے بعد میں نمٹ لوں گی۔ میں نے دل میں سوچا' اپنی کار اسٹارٹ کی اور اس طرف چل پڑی جہاں ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری واقع تھی راستہ جس طرح طے ہوا میرا دل جانتا تھا میں اور شہریار ایک ساتھ ہی وہاں پہنچے تھے شہریار انسپکٹر ہی کی وردی میں تھا۔

"ہیلو مس لبنیٰ.....!"

"جو کچھ تم نے کہا سچ کہا ہے۔"

"ایسا جھوٹ بول سکتا ہوں آپ سے.....! تقرری کا اعلان ہوگیا ہے اور مجھے آج ہی اطلاع دی گئی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"یہاں کیا ہوا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"قتل!" شہریار نے جواب دیا اور میرے ہونٹ سکڑ گئے اور شہریار ہنس پڑا پھر بولا "عہدے بڑھواتی رہئے میرے' میں آپ کو لاشوں کے تحفے پیش کرتا رہوں گا۔ شاہ صاحب نے نئے عہدے کی خوشی میں یہ غیر حل شدہ کیس مجھے پیش کیا ہے۔"

"کوئی قتل ہوا ہے' کوئی قاتل ہے' مظلوم کی دادرسی ہونی چاہئے' شہریار اور ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملنی چاہئے یہ تمہارا منصب بھی ہے اور عبادت بھی.....!" میں نے کہا

"تشریف لائیے عبادت کریں.....!" شہریار نے کہا

"کون قتل ہوا ہے.....؟"

"پروفیسر احمد درانی ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کا مالک۔"

"اوہ یہ تو شاید پرانی بات ہے اخبار میں یہ نام میری نگاہ سے گزرا تھا۔" میں نے کہا۔

"ہاں اور یہ معمہ ابھی تک حل نہیں ہوسکا چنانچہ شاہ صاحب نے یہ کیس میرے سپرد کیا ہے۔" شہریار نے کہا اور ہم دونوں اس خوبصورت شو روم میں داخل ہوگئے جو باہر سے ہی شاندار نظر آرہا تھا۔"

شوروم میں قالینوں کے خوبصورت ڈیزائن سجے ہوئے تھے۔ پورا شوروم ایئرکنڈیشنڈ تھا۔ شیشے لگے ہوئے بڑے دروازے کے علاوہ ایک ذیلی دروازہ بھی تھا لیکن میں اور شہریار بڑے دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے۔ ایک بڑی میز کے گرد تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ گنجے سر والے ایک شخص نے پہلے پریشان نظروں سے ہمیں دیکھا اس کے بعد مصنوعی انداز سے مسکرا کر ہمارا خیرمقدم کیا پھر بولا۔

"فرمایئے آفیسر' کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"پرویز احمد درانی کے قتل کا کیس مجھے دیا گیا ہے آپ لوگ اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کریں۔" شہریار نے کہا۔

"حاضر ہیں جناب۔" گنجے سر والے نے کہا۔ پھر بولا۔

"میرا نام افتخار ہے اور میں پرویز کارپٹس کا مینیجر ہوں۔"

"اور یہ دونوں.....؟"

"کلرک ہیں۔"

"یہاں آپ تین حضرات ہوتے ہیں۔"

"نہیں دو اٹینڈنٹ اور ہوتے تھے۔ انہیں چھٹی دیدی گئی کیونکہ سیل تو بند ہے۔"

"میں پرویز صاحب کے آفس کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

"آفس تو سیل ہے جناب۔"

"چابی ہے میرے پاس۔" شہریار نے کہا۔



"بہتر.....!" مینیجر نے کہا پھر بولا۔ "آپ کو باہر والے دروازے سے جانا ہوگا کیونکہ اندر کا دروازہ تو دوسری طرف سے بند ہے۔"

"اندر کا دروازہ.....؟" شہریار نے سوال کیا۔

"میری مراد اس دروازے سے ہے۔" مینیجر نے اپنی جگہ سے ہٹ کر دیوار کے پردوں میں سے ایک پردہ سرکایا اور ایک دروازہ نظر آنے لگا جس میں بڑا شیشہ لگا ہوا تھا لیکن شیشے کے دوسری طرف بھی پردہ لگا ہوا تھا۔ شہریار نے گردن ہلا دی۔ مینیجر ہمارے ساتھ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "مقصود تم چائے کا بندوبست کرو۔" مخاطب ایک کلرک تھا۔

"نہیں افتخار صاحب' چائے نہیں' شکریہ۔"

"جناب یہ تو ایک چھوٹی سی خدمت ہے۔"

"بے حد شکریہ' اس وقت حاجت نہیں ہے..... آیئے۔" شہریار نے کھردرے لہجے میں کہا۔ پولیس سیل توڑ کر ہم اندر داخل ہوگئے۔ آفس نہایت نفاست سے سجا ہوا تھا۔ ہر چیز قیمتی اور فینسی تھی جس سے مقتول کی اعلیٰ ذوقی کا اندازہ ہوتا تھا۔ بڑی میز کے علاوہ ایک اور میز بھی وہاں لگی ہوئی تھی جس کے گرد فائل کیبنٹ اور دوسری چیزیں نظر آرہی تھیں۔

"یہاں کون بیٹھتا ہے.....؟"

"مس نائلہ بیٹھتی تھیں صاحب کی سیکرٹری۔"

"اوہ..... وہ جن کی شادی ہوگئی.....؟"

"جی ہاں۔"

"اس کے بعد کوئی اور سیکرٹری نہیں رکھی پرویز صاحب نے.....؟"

"جی نہیں۔" مینیجر نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ مینیجر سے پوری تفصیل معلوم کی اور دفتر کی چھان بین شروع ہوگئی۔ درودیوار الماریاں کیبنٹ' درازیں۔ شہریار نے یہ نکتہ پکڑ لیا تھا کہ جائے واردات کی ایک ایک انچ کی تلاشی لی جانی چاہئے چنانچہ وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔ میز کی درازیں کھول کر اس نے اس میں موجود تمام کاغذات دیکھے۔ پھر ایک بزنس کارڈ فائل نکال لیا اور اسے دیکھتا رہا تمام کارڈ خوبصورتی سے جمے ہوئے تھے لیکن ایک کارڈ اوپر ہی رکھا ہوا تھا جیسے جلدی میں رکھ دیا گیا ہو۔ فائل کھولتے ہوئے وہ کارڈ نیچے گر پڑا اور شہریار نے اسے اٹھا لیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا۔ میں دوسری چیزوں کا جائزہ لے رہی تھی لیکن ظاہر ہے کوئی عمل نہیں کرسکتی تھی کیونکہ مجھے کچھ معلوم ہی نہیں تھا' شہریار نے یہاں کافی وقت صرف کیا تھا۔ پھر وہ آفس سے نکل آیا۔ کارڈ فائل اس نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

"آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں آجکل.....؟"

"اسٹاک رپورٹ تیار کررہے ہیں۔ اشتیاق صاحب نے اس کی ہدایت کی ہے۔"

"یہ کام کب تک مکمل ہو جائے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"مکمل ہو چکا ہے بس آخری مراحل ہیں۔"

"مجھے آپ کے پتے چاہئیں تاکہ آپ کی ضرورت پیش آجائے تو آپ کو تکلیف دی جاسکے.....!" شہریار نے کہا۔

"پولیس فائل میں میرا پتہ موجود ہے جناب تاہم آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ کارڈ پیش کرتا ہوں اس پر میرا رہائشی پتہ درج ہے۔" افتخار احمد نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر شہریار کو دیا اور شہریار ایک سرسری نگاہ ڈال کر اسے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "بہت شکریہ افتخار صاحب' اب اجازت دیجئے ہو سکتا ہے آپ کو دوبارہ زحمت دی جائے۔"

افتخار احمد نے کوئی جواب نہیں دیا' شہریار باہر نکل آیا۔

پولیس جیپ لے کر آیا تھا' اپنی گاڑی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"دفتر چلنا ہے' میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔" میں نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ جلدی سے بولا۔ "بھئی ڈی۔ ایس۔ پی کا حکم ماننا ہر شریف شہری کا فرض ہے۔"

میں اپنی کار کی جانب بڑھ گئی' اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ساتھ ساتھ آفس میں داخل ہو گئے۔

"موڈ کچھ زیادہ خوشگوار نہیں نظر آرہا میرا خیال ہے میری ترقی خاتون کو پسند نہیں آئی۔"

"تمہارا تو میں اچھی طرح حساب کتاب کروں گی بیٹھو اور مجھے یہ بتاؤ کہ اگر یہ بات کچھ عرصے سے چل رہی ہے تو مجھے اس بارے میں کیوں نہیں بتایا گیا.....؟"

"کمال کرتی ہوئی بھئی' اب اتنا تو حق دو کم از کم ہمیں' کہ تھوڑا بہت حیران کر دیا کریں تمہیں' کچھ شعر کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ان الفاظ میں کیا خیال ہے.....؟"

"پہلے اس کی تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"کوئی خاص تفصیل نہیں ہے جو فون پر بتایا تھا بس وہی ہے' اطلاع مل گئی ہے اور اب باقاعدہ سارے معاملات ہو جائیں گے پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ کہاں تعیناتی ہوتی ہے' ویسے بات بالکل درست ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔"

"میری طرف سے پرخلوص مبارکباد قبول کرو۔" میں نے کہا۔

"قبول کی میں نے۔" شہریار شرارت آمیز لہجے میں بولا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس وقت اس بات پر منہ بنانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس نے پہلے سے مجھے اس سلسلے میں نہیں بتایا۔ کچھ دیر تک ہم اس موضوع پر بات کرتے رہے' شہریار نے بتایا کہ یہ کیس کچھ عرصے پرانا ہے اور اس سلسلے میں کوئی ایسی موثر کاروائی نہیں ہو سکی جو پرویز احمد درانی کے قاتل کی نشاندہی کر سکتی' کیس ایک طرح سے داخل دفتر ہی ہے لیکن شاہ صاحب نے اب اسے اس کے حوالے کر دیا ہے۔

"ہوں' پولیس کی ابتدائی تفتیشی رپورٹ تمہارے پاس موجود ہو گی.....؟"



"سب کچھ ہے' دراصل شاہ صاحب نے اچانک ہی حکم دیا تھا کہ میں ایسٹرن کارپٹ انڈسٹریز چلا جاؤں اور وہاں جاکر کام کروں' ظاہر ہے ان کا حکم تھا چنانچہ مجھے فوراً آنا پڑا اور میں نے تمہیں سیدھا یہاں بلا لیا۔ میں جانتا ہوں کہ ناواقفیت کی بناء پر تم وہاں کا موثر جائزہ نہیں لے پائی ہو گی لیکن ابھی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے چنانچہ اگر ہمیں ضرورت پڑی تو بعد میں بھی ہم اس جگہ کا جائزہ لے سکیں گے۔

"تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا اور شہریار جو اپنے ساتھ پولیس جیپ سے ایک چھوٹا سا بریف کیس لے کر آیا تھا اسے کھول کر بیٹھ گیا۔ بریف کیس سے اس نے ایک فائل نکالا اور اسے اپنے سامنے پھیلا لیا۔ میں گردن اٹھا کر فائل دیکھنے لگی تو اس نے کہا۔

"میں تفصیل بتا رہا ہوں تم اسے نوٹ کرتی جاؤ۔" میں نے خاموشی سے ایک پیڈ اور قلم اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا' شہریار کہنے لگا۔

"پرویز احمد درانی ایسٹرن کارپٹ انڈسٹریز کا مالک تھا' عمر تھی تقریباً" چونتیس سال۔ غیرشادی شدہ ایک بھائی ہے اس کا اشتیاق احمد درانی لیکن وہ سوتیلا بھائی ہے اور پرویز احمد درانی سے تقریباً" دس سال بڑا۔ اس کے بارے میں تفصیلات بعد میں بتاؤں گا جو ضروری امور ہیں ان کی تفصیلات سن لو' پرویز احمد درانی اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا باہر ملازمین کام میں مصروف تھے کہ اچانک ہی گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور شوروم میں کام کرنے والے لوگ چونک پڑے' یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ گولی کہاں سے چلی ہے لیکن انہوں نے ایک مدھم سی چیخ کی آواز سنی جو پرویز احمد کے دفتر سے آئی تھی' انہوں نے اندرونی دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے اندر داخل ہونے والے مینجر صاحب تھے اور ان کے ساتھ ایک دو افراد اور بھی تب انہوں نے وہاں پرویز احمد کو فرش پر گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ چند قدم آگے بڑھا تھا اور پھر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا تھا یعنی اس وقت وہ اپنی میز کے عقب میں اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک شلوار قمیض میں ملبوس لڑکی کو دروازے سے باہر بھاگتے ہوئے دیکھا۔ میرا مطلب ہے اس دوسرے دروازے سے جو بیرونی ہے اور وہاں سے پرویز احمد کے دفتر کا براہ راست راستہ ہے۔ وہ لوگ ایک لمحے کے لئے تو کچھ سمجھ نہیں پائے تھے لیکن جب انہیں یہ اندازہ ہوا کہ پرویز احمد درانی کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے تو تمام کے تمام سڑک کی جانب بھاگے لیکن وہاں اس لڑکی کا کوئی وجود نہیں ملا تھا۔ انہوں نے اس کی صورت بھی ڈھنگ سے نہیں دیکھی تھی' بس یہ اندازہ قائم کیا تھا انہوں نے کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے وہ کہاں فرار ہو گئی اس کا بعد میں بھی کسی کو علم نہیں ہو سکا۔ یہ تھی پرویز احمد درانی کے قتل کی داستان اس کے بعد کی تفصیلات' میرا مطلب ہے پوسٹ مارٹم رپورٹ' اس کے شانے میں عقبی سمت سے گولی لگی تھی اور سینے کے پار ہو گئی تھی' یعنی ترچھی دل کے مقام تک جا پہنچی تھی جس کی وجہ سے اس کی موت فوری طور پر واقع ہو گئی' نمبر دو پرویز احمد درانی غیرشادی شدہ تھا انتہائی شوقین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



مزاج اور خوش پوش انسان ' اس کا ایک حلقہ دوستاں تھا جو سب کے سب اچھی حیثیت کے مالک ہیں اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے اس کے بڑے بھائی کا تذکرہ کیا تو بڑے بھائی کا نام ہے اشتیاق احمد درانی اور یہ اشتیاق احمد ' اشتیاق ٹیکسٹائل انڈسٹریز کے مالک ہیں بہت دولت مند ' بہت ہی صاحب حیثیت اور صاحب اختیار بھی ' بڑے بڑے اعلیٰ افسران سے ان کے تعلقات ہیں پولیس انسپکٹر نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے بتایا کہ پرویز ان کا سوتیلا بھائی ہے اور طویل عرصے سے ان کے درمیان کسی قسم کے تعلقات نہیں رہے ہیں اس لئے وہ پرویز کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے ان کی کوئی خاص رپورٹ فائل میں درج نہیں ہے ' شادی شدہ ہیں ' بچے بھی ہیں ان کے بہت اعلیٰ زندگی گزار رہے ہیں ' پرویز پرویز احمد درانی کے ذرائع آمدنی اس کے علاوہ کیا تھے یا ماضی میں اس کی مالی حالت کیسی تھی اس کی بھی کوئی تفصیلی رپورٹ نہیں ہے ' ویسے اس کی یہ کارپٹ انڈسٹری بہت اچھی چل رہی تھی اس نے جگہ جگہ کارخانے بنا رکھے ہیں۔ ایسی غریب بستیوں میں جہاں لیبر باآسانی دستیاب ہو جاتا ہے۔ اس نے چھوٹے چھوٹے پلاٹ لے کر کارپٹ بنانے کی کھڈیاں لگا رکھی ہیں اور ان کے لئے باقاعدہ اسٹاف موجود ہے۔ بہترین بینک بیلنس اور کسی قسم کی کوئی پریشانی اسے لاحق نہیں تھی ' اب بات اس لڑکی کی آجاتی ہے جسے اس کے دفتر سے نکل کر بھاگتے ہوئے دیکھا گیا تھا تو اس کے بارے میں پولیس کو کوئی رپورٹ نہیں مل سکی ہے ' فنگر پرنٹس وغیرہ میں بھی کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے جو قاتل کی نشاندہی کر سکے ' چنانچہ پولیس کافی دن تک الجھن میں گرفتار رہنے کے بعد اپنی ناکامی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئی اور اسے داخل دفتر کر دیا گیا۔ لیکن شاہ صاحب تو سارے گڑے مردے اکھاڑنے کی فکر میں رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے زبردستی اس کیس کو پھر سے زندہ کر دیا ' ویسے زیادہ پرانی بات نہیں ہے قتل کی یہ واردات تقریباً" ڈیڑھ ماہ پہلے ہوئی تھی اور سارے معاملات اسی دوران ہوگئے تھے چنانچہ شاہ صاحب کا خیال ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں کام کرنا چاہئے۔"

"کیا یہ پولیس رپورٹ نامکمل ہے شہریار.....؟"

"اجی بس جتنی ہے اتنی ہی کافی ہے اور کیا تکمیل ہوتی اس کی.....؟"

"بھئی پرویز احمد درانی کے دوستوں کے بیانات ' اشتیاق احمد کی اس کے بارے میں اپنی رائے یہ ساری چیزیں بھی تو ہونی چاہئے تھیں ' کارپٹ انڈسٹری کے مینجر وغیرہ کے مکمل بیانات بھی ہونے چاہئے تھے میرا مطلب ہے پرویز احمد کے ماضی کے بارے میں۔"

"ہونے کو تو بہت کچھ ہونا چاہئے تھا لیکن میں نے عرض کیا ناں بس اتنا ہی کچھ ہے اور یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔" شہریار نے فائل میری جانب سرکا دیا اور میں نے اسے بند کر کے ایک طرف رکھ دیا ' پھر میں نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کیس کے سلسلے میں تم سے گفتگو کروں ' یا اس کیس کے



سلسلے میں.....؟"

"کونسے.....؟" شہریار نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

"تمہارے ڈی۔ ایس۔ پی ہو جانے کے کیس کے سلسلے میں۔"

"ارے اب اس پر کیا گفتگو کرنا بس یوں سمجھ لو کہ تم میرے شانوں کو وزنی کرتی چلی جارہی ہو اور میں اپنا جائزہ لے رہا ہوں کہ کتنا بوجھ اٹھا سکوں گا ان شانوں پر۔"

"تمہیں خوشی نہیں.....؟"

"ہے مگر ذرا دوسری وجہ سے۔" شہریار کی شرارت بھری آواز ابھری۔

"چلو کسی وجہ سے سہی ہے تو۔ اب تمہیں اپنے اس نئے عہدے سے وفا کرنی ہے۔"

"جی بہتر..... صرف عہدوں سے وفا کراتی رہئے۔ ٹھیک ہے۔ آپ کی مرضی۔"

چند لمحات کیلئے خاموشی طاری ہوگئی تھی پھر میں نے کہا۔

"اچھا اب کام کی باتیں شروع کرو بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنا تمہارا محبوب مشغلہ ہے۔"

"تو انکار کس نے کیا ہے۔" شہریار جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ میں سنجیدگی سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر میں نے کہا۔

"تم نے اس بات پر غور نہیں کیا شہریار کے پولیس کی کاروائی کس قدر نامکمل ہے اس کیس کے سلسلے میں کوئی محنت ہی نہیں کی گئی نہ کوئی خاص بیان ' نہ کوئی خاص توجہ ' بس یوں لگتا ہے جیسے ایک فائل ترتیب دیا گیا ہو اور اس میں جو کچھ سما سکا وہ سمو دیا گیا کوئی محنت ہی نظر نہیں آتی۔"

"میں نہیں تھا وہ جو اس کیس کی تحقیق کر رہا تھا۔"

"ٹھیک ہے اب تو تم ہو۔"

"جی ہاں فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں میں۔" شہریار چڑچڑے لہجے میں بولا اور میں کوشش کے باوجود ہنسی نہ روک سکی چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

"شہریار سنجیدگی سے کچھ کر سکتے ہو تو کرو کیوں میرا وقت ضائع کر رہے ہو"۔

"ارے تو اور کیسے سنجیدہ ہو سکتا ہوں وہی بتا دو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں ہمیں کہاں سے تحقیق کا آغاز کرنا چاہئے۔ تمام بیانات نامکمل ہیں ' کسی کا کوئی خاص بیان ہی نہیں لیا گیا ' قتل کرنے کی وجوہات بھی نہیں معلوم ہو سکیں ' میرے خیال میں ہمیں مقتول کے بڑے بھائی اشتیاق احمد سے تحقیقات کا آغاز کرنا چاہئے ہاں تم نے وہاں سے ایک فائل بھی تو اٹھایا تھا جس میں کارڈ وغیرہ لگے ہوئے تھے"

"جی ' حاضر خدمت ہے۔" شہریار نے کہا اور وہ خوبصورت بزنس کارڈ فائل نکال کر میرے سامنے رکھ دیا ' میں اس فائل کی ورق گردانی کرنے لگی خوبصورت کور میں حسین حسین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وزیٹنگ کارڈز لگے ہوئے تھے اور ان پر مختلف نام اور پتے نظر آرہے تھے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان میں بڑے بڑے نام نظر آرہے تھے' ظاہر ہے ان سب سے ملاقات تو کسی طور ممکن نہیں تھی' نہ ہی کسی ایک خاص آدمی کا تعین کیا جاسکتا تھا' بات ذرا الجھن آمیز تھی اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا کرنا چاہئے' تب شہریار کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے وہ فائل اچانک ہاتھ بڑھا کر بند کر دیا میں چونک کر اسے دیکھنے لگی تو اس نے کہا۔

"اس فائل میں سر کھپانے کی بجائے میرا خیال ہے آپ اس کارڈ کو ملاحظہ فرمالیجئے گا جو اس فائل میں الگ سے رکھا ہوا تھا۔" اس نے ایک کارڈ نکال کر میرے سامنے رکھا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگی کسی باقر رضوی کا کارڈ تھا جو گرین ڈول اسکول کے مالک تھے' میں سوالیہ نگاہوں سے شہریار کو دیکھنے لگی تو اس نے اس کارڈ کو پلٹ کر میرے سامنے کر دیا' کارڈ کے نچلے حصے میں ایک چھوٹی سی تحریر اردو میں لکھی ہوئی تھی۔

"ڈیئر پرویز ان خاتون کو بھیج رہا ہوں' ہر طرح سے تمہارے معیار پر پوری اتریں گی۔ میری خواہش ہے کہ تم انہیں اپنی سیکرٹری کا عہدہ دے دو تمام ذمہ داریاں میں قبول کرتا ہوں' شکریہ' باقر رضوی۔" میری آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئیں اور میں شہریار کا چہرہ دیکھنے لگی' شہریار نے آنکھیں بند کرکے کہا۔

"اب آپ اس پر درج تاریخ کا جائزہ لے لیجئے محترمہ لبنیٰ صاحبہ۔" میں نے تاریخ دیکھی۔ سترہ جولائی' لیکن اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوسکا' تب شہریار نے کہا۔

"قتل ہوا ہے اٹھارہ جولائی کو سمجھ رہی ہیں ناں آپ؟"

"ہوں۔" میں پرخیال نظروں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر ایک دم چونک پڑی' اندازہ ہوگیا تھا کہ شہریار کا اشارہ کس سمت ہے' میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تمہارا خیال ہے یہ لڑکی....."

"جی نہیں میرا کوئی خیال نہیں ہے آپ اس کارڈ کو اپنے ذہن میں رکھ سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ آپ کی رہنمائی کرے' دراصل آپ کے احکامات کی تعمیل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور آپ سے بہت کچھ سیکھ رہا ہوں' میں نے تمام تر جائزے کے بعد بس اس کارڈ ہی کو قابل توجہ سمجھا تھا ہو سکتا ہے آپ وہاں اس کمرے میں اور کچھ اور تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔"

"خاک' مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا کہ سارا قصہ کیا ہے' اب تم نے بتایا ہے تو تفصیلات معلوم ہوئی ہیں خیر ایک بات ضرور ہے کہ یہ کارڈ واقعی اہمیت کا حامل ہے' باقر رضوی' گرین ڈول اسکول پتہ بھی درج ہے' میں سمجھتی ہوں کہ اس سے ہمیں کم از کم قدم آگے بڑھانے میں آسانی ہو جائے گی۔"

"جی۔" شہریار نے سرد لہجے میں کہا۔



"اچھا شہریار تم یہ بتاؤ کہ نیا عہدہ سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تمہیں مزید کیا کاروائیاں کرنی ہیں' یہ سب کچھ میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ اس سلسلے میں کام شروع کرنے سے پہلے تم اپنے اس معاملے سے نمٹ لو۔"

"جی نہیں' کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے ابھی مجھے ہدایت ملے گی کہ کب مجھے اپنا چارج لینا ہے اس کے بعد سب کچھ شروع ہوگا' آپ کو اطلاع دے دی جائے گی کام کا آغاز کر دیجئے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ہم ظاہر ہے گرین ڈول اسکول ہی سے اپنا کام شروع کرسکتے ہیں۔"

"پھر کیا حکم ہے اس سلسلے میں۔"

"وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بھوکے پیاسے؟" شہریار ناک چڑھا کر بولا اور میں ہنسنے لگی۔

"تم تو پیٹ کے مریض ہو ہر وقت تمہیں بھوک لگتی رہتی ہے۔"

"جی درست فرمایا آپ نے محترمہ' ذرا اپنے رویے پر بھی نظرثانی فرمالیجئے' کیا فائدہ ایک غریب بد دل ہو کر خودکشی پر آمادہ ہو جائے"۔

بہرطور کھانے کا انتظام کرنے کیلئے گل بدر کو ہدایت کردی گئی اور اس کے بعد ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک گل بدر کھانا لیکر نہ آگیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد میں نے شہریار کو ساتھ لیا اور کارڈ پر درج شدہ پتے کی جانب چل پڑی۔

درمیانے درجے کا ایک علاقہ تھا' گرین ڈول اسکول تلاش کرنے میں تھوڑی سی دقت پیش آئی تھی' ایک چھوٹے سے پلاٹ پر دو منزلہ عمارت بنی ہوئی تھی' نچلے حصے میں دفتر تھا' شام کی شفٹ بھی چل رہی تھی اور بچوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ یہاں باقر رضوی کو تلاش کرنا کوئی مشکل مسئلہ ثابت نہ ہوا' وہ لمبے پتلے بدن کے تقریباً پچاس سالہ آدمی تھے۔ ہمیں دیکھ کر کسی قدر متحیر ہوگئے تھے خاص طور پر شہریار کی وردی ان کیلئے باعث پریشانی تھی' کسی قدر نروس لہجے میں کہا۔

"فرمائیے جناب خیریت تو ہے؟"

"باقر رضوی صاحب آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے لیکن براہ کرم تنہائی درکار ہوگی۔"

"جی ہاں ہاں' تم باہر جاؤ۔" انہوں نے کمرے میں کام کرنے والے دو کلرکوں سے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئے' ہمیں بیٹھنے کیلئے کرسیاں پیش کر دی گئی تھیں' شہریار نے سیدھا سیدھا کام کیا۔ وہ کارڈ نکال کر سامنے رکھ دیا جس کی پشت پر باقر رضوی صاحب نے تحریر لکھی تھی' باقر رضوی صاحب نے چشمہ درست کرکے کارڈ دیکھا اور بولے۔

"جی۔"

"اب اس کو ادھر سے دیکھ لیجئے۔" شہریار نے کارڈ پلٹ دیا اور باقر رضوی صاحب اس تحریر کو دیکھنے لگے پھر چونک کر بولے۔ "فریدہ' خیریت' یہ کارڈ تو میں نے فریدہ کو دیا تھا کوئی گڑ بڑ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہوگئی کیا۔ اوہو وہ ملی بھی نہیں ہے اتنے عرصے سے مجھ سے' کیا ہوگیا خیریت تو ہے کیا بات ہے؟"

"براہ کرم ہمیں اس لڑکی کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بتایئے رضوی صاحب"۔

"تفصیلات' بس یہ سمجھ لیجئے اس کا نام فریدہ ہے' میرے ہاں ملازمت کر چکی ہے' بہت اچھی لڑکی ہے' کئی سال پہلے بنگلہ دیش سے یہاں آئی تھی وہاں اس کے والدین ہلاک ہوگئے تھے ایک بہن کے ساتھ یہاں پہنچی تھی' بہن بھی بیوہ تھی' یہاں اس نے ایک عمارت میں رہائش اختیار کرلی' بیوہ بہن بیمار تھی چنانچہ اس کی تیمارداری کرتی رہی پھر نوکری کی تلاش میں نکلی لیکن آپ کو پتہ ہے کہ نوکریاں ملنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ نجانے کب سے بیچاری پریشان ہورہی تھی' کوئی چھ سات مہینے پہلے میرے پاس آئی میں نے اسے ملازمت دے دی۔ یہ پرائیویٹ اسکول ہے اور ہمارے وسائل اس قدر محدود ہیں کہ ہم اپنی ٹیچروں کو بہت زیادہ تنخواہ نہیں دے سکتے اسے بھی ایک معمولی سی تنخواہ کی آفر کی گئی جسے اس نے قبول کرلیا' کام کرتی رہی اور اس کے بعد جب مسائل بے پناہ بڑھ گئے تو اس نے دوسری ملازمت کی تلاش بھی شروع کردی' کئی بار مجھ سے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا اور میں نے اسے دو تین ٹیوشن دلوادی تھیں۔ پھر کچھ عرصے پہلے اس کی بیوہ بہن کا بھی انتقال ہوگیا اور کافی دن تک وہ شدید پریشانی کا شکار رہی کیونکہ تنہا رہ گئی تھی' مجھ سے اکثر اپنا دکھ بیان کرتی رہتی تھی' مجموعی طور پر میں نے اسے نیک اور سادہ لڑکی پایا تھا' ڈھائی تین مہینے پہلے اس نے مجھے بتایا کہ بہن کی بیماری کے سلسلے میں بہت سا قرض بھی ہوگیا ہے اس پر اور اب حالات اس قدر پریشان کن ہوگئے ہیں کہ وہ اپنی یہ نوکری جاری نہیں رکھ سکتی کیونکہ ملازمت کی تلاش کے سلسلے میں اسے نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرنا پڑے گا۔ کچھ بھی ہو جائے اب دوسری ملازمت ناگزیر ہوگئی ہے' میں نے اسے بخوشی یہ اجازت دے دی کہ وہ ملازمت تلاش کرے یہ بھی پیشکش کردی تھی میں نے کہ اگر کوئی کام نہ بن سکے تو وہ دوبارہ اسکول میں آسکتی ہے۔ وہ نوکری کی تلاش میں مصروف ہوگئی پھر میرے ایک شناسا پرویز احمد درانی نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ انہیں ایک سیکرٹری کی ضرورت ہے اور فریدہ میرے ذہن میں آگئی۔ میں نے ایک ٹیچر کے ذریعہ اسے بلایا اور یہ کارڈ دے کر اسے ایسٹرن کارپٹس بھیج دیا۔ اسکول کا یہ پلاٹ میں نے درانی صاحب سے ہی خریدا تھا تب ہی سے ان سے میری ملاقات ہے بڑے آدمی ہیں اور بڑا کاروبار ہے ان کا مگر فریدہ دوبارہ میرے پاس نہیں آئی۔"

"درانی صاحب کے بارے میں آپ اور کیا جانتے ہیں۔"

"زیادہ نہیں جانتا۔ یہاں دو اور پلاٹ ہیں ان کے میں اسکول کی توسیع کے لئے ایک اور پلاٹ خریدنا چاہتا تھا ان سے اس سلسلے میں دو تین ملاقاتیں اور ہوئی تھیں۔"

"فریدہ کہاں رہتی ہے۔"



"تھوڑے فاصلے پر اس کا فلیٹ ہے"

"پتہ بتادیں۔" میں نے کہا اور رضوی صاحب پتہ بتانے لگے۔ پھر انہوں نے کہا "کیا یہ پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں کہ یہ تفتیش کس سلسلے میں ہو رہی ہے؟"

"پرویز احمد کو قتل کردیا گیا ہے۔" شہریار نے جواب دیا اور رضوی صاحب ہکا بکا رہ گئے۔ اس کے بعد ان کی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ ہم نے کارڈ ان سے واپس لیا اور انہیں تسلیاں دینے لگے۔

"میں تو کسی مصیبت میں نہیں پھنس جاؤں گا؟" انہوں نے بمشکل کہا۔

"بالکل نہیں۔ اطمینان رکھیں۔ ہاں ایک زحمت کریں۔"

"کیا؟"

"فریدہ کی کوئی تصویر چاہیے۔"

"ریکارڈ میں موجود ہے" رضوی صاحب نے کہا اور کلرک کو بلا کر فریدہ کی فائل منگوالی۔ تصویر مل گئی اور ہم نے رضوی صاحب سے اجازت مانگ لی۔ اس کے بعد ہماری منزل وہ عمارت تھی جہاں فریدہ رہتی تھی۔ بہت معمولی سی بلڈنگ تھی جہاں چھوٹے چھوٹے تین فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ دوسری منزل کے اس فلیٹ میں تالا پڑا ہوا تھا۔ پاس پڑوس کے گھروں سے معلومات حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ فریدہ ڈیڑھ مہینے سے واپس نہیں آئی اور فلیٹ اسی طرح بند پڑا ہے۔ اس کے بارے میں وہی کہانی سننے کو ملی تھی جو رضوی صاحب سنا چکے تھے۔ اس فلیٹ کا تالا باقاعدہ اجازت لئے بغیر نہیں توڑا جاسکتا تھا۔ شہریار نے کہا اگر ضرورت ہو تو وہ اس کے لئے اجازت لے سکتا ہے اس کے بغیر یہ مناسب نہ ہوگا۔ میں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ یہاں کام ختم ہوگیا تھا چنانچہ ہم وہاں سے چل پڑے میں نے شہریار سے کہا۔

"کیا خیال ہے کیوں نہ اشتیاق صاحب سے بھی مل لیا جائے۔"

"میرا خیال ہے تم رات کو قاتل گرفتار کرنے کے بعد ہی گھر جاؤ گی۔" شہریار نے طنز کیا۔

"ناراض ہو جاؤں گی شہریار کہہ رہی ہوں"

"کیوں؟"

"کام دلچسپی سے کرو یہ کیا بیزاری خود پر سوار کئے ہوئے ہو۔"

"منع کون کر رہا ہے" شہریار نے کہا۔ اشتیاق احمد کا پتہ فائل سے حاصل کرلیا گیا تھا ان کی عالیشان کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں ہمیں کافی دیر انتظار کرنا پڑا تھا۔ اشتیاق احمد بھی اتنے ہی شاندار تھے۔ بلند وبالا قد بہترین صحت آنکھوں پر قیمتی چشمہ دانتوں میں قیمتی پائپ ایک خوبصورت گون میں ملبوس اندر آئے تھے۔

"کہئے آفیسر کیسے مزاج ہیں؟ انہوں نے سلام کے جواب کے بعد کہا۔

"شکریہ جناب۔ پرویز احمد درانی کے قتل کے سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات کے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



حاضر ہوا تھا۔"

"جی فرمائیے۔"

"پولیس نے اس سلسلے میں آپ سے رجوع کیا ہوگا؟"

"جی ہاں۔"

"یہ کیس اب مجھے دیا گیا ہے"

"یقیناً دیا گیا ہوگا میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"

"پرویز احمد آپ کے بھائی تھے؟"

"سوتیلے۔" اشتیاق احمد کے لہجے میں کسی قدر نفرت پائی جاتی تھی۔

"کیا آپ کے تعلقات ان سے بہتر نہیں تھے؟"

"تھے ہی نہیں بہتر اور بد کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"اختلاف تھا آپ دونوں میں؟"

"شدید لیکن میں اسے قتل بھی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اگر آپ واقعی قاتل کو تلاش کرنا چاہتے ہیں تو مجھے ذہن سے نکال کر کام کریں۔ باقی آپ کی مرضی۔"

"اس اختلاف کی وجہ جان سکتا ہوں اشتیاق صاحب" شہریار نے کہا اور اشتیاق احمد اسے گھورنے لگے' چند لمحات اسی طرح گھورتے رہے پھر بولے۔ "ذاتی معاملات کریدنے کا آپ لوگوں کو بے حد شوق ہوتا ہے ٹھیک ہے کیا اختلاف کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ میرا سوتیلا بھائی ہو سکتا ہے آپ کچھ جذباتی کہانیاں لے کر بیٹھ جائیں' انسانیت کی بات کریں' انسانوں کا حوالہ دیں' لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ ایسا نہ کریں' سنئے میری ایک بہن ہے جسے میں نے یورپ بھجوا دیا ہے' ایک میں تھا' ہم دونوں کی ماں کی موت کے بعد ہمارے والد صاحب نے دوسری شادی کرلی اور اس دوسری شادی کے بعد ہم دونوں بہن بھائیوں نے جو زندگی گزاری اس کی کہانی آپ کو نہیں سنائی جاسکتی' سوائے اس کے کہ ہم ایک دولتمند بات کے بچے ہونے کے باوجود اس کسمپرسی کا شکار ہوگئے تھے کہ ہمارا دل جانتا ہے' یہاں سے نفرتیں وجود میں آئیں اور اس کے بعد یہ نفرتیں ختم نہ ہو سکیں' کہانیاں ختم ہوگئیں' ظلم کرنے والی خاتون بھی بالآخر اس دنیا سے رخصت ہوگئیں اور پرویز انہی کا بیٹا تھا۔ ابتدا ہی سے انہوں نے یہ بات اپنی نگاہوں کے سامنے رکھی تھی کہ ہمارے اور اس کے درمیان نمایاں فرق رہے' چنانچہ یہ فرق قائم رہا' پھر ہمارے باپ کا ورثہ اس کی زندگی میں ہی ہمیں مل گیا اور یہاں بھی ناانصافیوں سے کام لیا گیا اسے اتنا دیا گیا جس کا وہ اہل نہیں تھا اور یہ سمجھ لیجئے کہ اس کی جو حیثیت یا جو معیار تھا وہ اس کی دولت کی وجہ سے تھا' یعنی اس نے جو کاروبار کیا وہ اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے' لیکن جو کچھ اسے ملا تھا وہ اتنا تھا کہ اپنی پسند کے مطابق اڑاتے ہوئے اس میں اتنی کمی واقع نہ ہوئی کہ اس کی مالی حیثیت خراب ہو جاتی جبکہ مجھے بہت کم حصہ ملا تھا اور میں نے اس سے اپنے آپ کو



ترقی دی۔ جہاں جذبے اور محنت ہوتی ہے وہاں بہت کچھ ہوتا ہے' اپنے جذبے اور اپنی محنت سے میں نے پرویز احمد سے کہیں زیادہ اچھی حیثیت بنالی۔ آپ خود اس کا جائزہ لے سکتے ہیں پولیس آفیسر صاحب بہن کی شادی بھی میں نے کی اور اسے وہ سب کچھ دیا جو اس کا حق بنتا تھا۔ پرویز احمد نے شروع ہی سے ہم سے کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا یہ بس زبردستی کا معاملہ ہے کہ اسے اس کی موت کے بعد میرے بھائی کی حیثیت سے مخاطب کیا جارہا ہے اور تفتیش میں مجھے بھی شامل کر لیا گیا ہے' مجھے اس بات سے شدید نفرت ہے اور اگر بات اس سے زیادہ آگے بڑھائی گئی تو میں سخت موقف اختیار کرلوں گا' اس سے زیادہ آپ کو اور کیا بتاؤں آفیسر۔"

میں نے شہریار کی جانب دیکھا اور شہریار نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے تب میں نے کہا۔

"بے حد شکریہ اشتیاق صاحب البتہ ایک سوال میں بھی آپ سے کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی۔" اشتیاق احمد نے بدستور خشک لہجے میں کہا۔

"آپ کی پرویز احمد سے کبھی کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی؟"

"نہیں۔ کبھی بھی نہیں' نہ اس نے ایسی کوئی کوشش کی اور نہ میں نے ہم کافی سالوں سے نہیں ملے' بس یوں سمجھ لیجئے کہ جب والد صاحب کی موت کے بعد معاملات ورثے کی تقسیم کے ہوئے تو میری اس سے چند ملاقاتیں ہوئیں اسے چونکہ والد صاحب نے اپنی وصیت میں بہت کچھ لکھ دیا تھا اس لئے اسے مزید کوئی حاجت نہیں ہوئی' اور ناہی مجھے' کیونکہ میں اپنی زندگی کا آغاز والد صاحب کی زندگی میں ہی کر چکا تھا"

"بے حد شکریہ' ظاہر ہے اب اس سلسلے میں آپ سے مزید کیا معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں" اشتیاق احمد نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ راستے میں شہریار نے کہا۔"بڑی ٹیڑھی کھیر تھی یہ؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں' عجیب سا آدمی تھا یہ"

"صاحب حیثیت آدمی ہے ظاہر ہے یہ اس کا احسان ہی رہا ہے ہم پر کہ اس نے ہم سے کم از کم اتنی گفتگو ہی کرلی۔ ورنہ لبنیٰ تمہیں اندازہ نہیں ہے جہاں دولت ہوتی ہے وہاں کتنے اختیارات خود بخود ہی ہاتھ میں آجاتے ہیں۔" اس کے بعد میرا اور شہریار کا رابطہ ختم ہوگیا تھا۔ میں اپنے گھر آگئی تھی اور شہریار واپس چلا گیا تھا۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

آج فرصت کے لمحات گہری سوچوں کے لمحات تھے اور سوچوں کا ساتھ ہو' تو خود بخود لطف آنے لگتا ہے۔

شہریار ڈی ایس پی بن گیا تھا۔ بہت مختصر وقت میں اسے کتنی بڑی ترقی ملی تھی مجھ سے زیادہ خوش ہونے والا کون تھا۔ پھر ذہن اس کیس کی طرف چلا گیا پرویز احمد کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟ کیا وہ لڑکی' وہی عام کہانی' مگر کچھ ادھام تھے۔ پرویز احمد کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا ملازمت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کی متلاشی ایک تباہ حال لڑکی پستول تو نہ رکھتی ہوگی۔ وہ نوکری کی تلاش میں بھی گئی تھی اگر اسے کچھ ناخوشگوار حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا تو اس کا نتیجہ قتل تو نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن..... حالات بتاتے تھے کہ لڑکی کا کوئی کردار ضرور ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے قاتل کو دیکھ لیا ہو۔ جس وقت ایسٹرن کارپٹس کے ملازم پرویز احمد کے کمرے میں داخل ہوئے تو لڑکی کو بھاگتے ہوئے دیکھا گیا۔ اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ غائب کہاں ہوگئی؟ کیا قاتل نے اسے ہلاک کر دیا؟ عینی گواہ ہونے کی وجہ سے۔ بعد میں' میں نے فیصلہ کیا کہ لڑکی کے بارے میں مزید معلومات ضروری ہیں اور اس کا ذریعہ دو جگہیں ہو سکتی تھیں۔ ایک تو اس کا پڑوسی' دوسری گرین ڈول کی استانیاں۔

دوسرے دن میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ پہلے میں اس عمارت کی طرف گئی تھی جہاں فریدہ رہتی تھی۔ کل بھی ہم نے یہاں معلومات حاصل کی تھیں لیکن کوئی خاص پتہ نہیں چل سکا تھا۔ جس وقت میں وہاں داخل ہوئی تو دو فلیٹوں کی عورتوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ بہت سی عورتیں اور بچے یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ ایک بڑی بڑی مونچھوں والا جوان آدمی وہاں پہنچ گیا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ.....؟" وہ کڑک کر بولا۔ اور مجمع کھسکنے لگا۔ تماشہ دیکھنے والی عورتیں منتشر ہونے لگیں۔ لڑنے والی عورتوں میں سے ایک نے کہا۔

"دیکھو تو دلاور بھائی یہ کمبخت ماری میرے بچے کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ نہ جانے اسے اس سے کیا بیر ہے کوئی نہ کوئی دکھڑا لے کر آجاتی ہے۔" دوسری بولی۔

"تم خود اپنے بھتیجے کی پیٹھ دیکھ لو دلاور بھائی اس کا بیٹا روز اسے مارتا ہے ایک دن کی ہو دو دن کی ہو۔ ربڑ کا ٹکڑا مارا ہے میرے بچے کے بلبلا کر رہ گیا ہے کوئی کتنا برداشت کرے گا۔"

"لڑو مرو۔ قتل کرو ایک دوسرے کو' میں کہتا ہوں تمہیں اس کے علاوہ اور کوئی کام ہے۔ روٹی ہنڈیا الٹی سیدھی پکائی اور فرصت مل گئی لڑنے کے لئے' گھر میں کوئی اور کام کاج ہو تو یہ لڑائی نہ ہو' تمہارے مردوں نے ہی تمہیں خراب کر کے رکھ دیا ہے' قتل کراؤ گی اس بلڈنگ میں کسی نہ کسی دن۔ آج تم لڑ رہی ہو' کل تمہارے مرد لڑیں گے' دیکھو کان کھول کر سن لو اس کے بعد اگر چیں چیں میں ہوئی تو مجھ سے برا اور کوئی نہ ہوگا قسم اللہ کی اس کے بعد کوئی جھگڑا نہ ہو اور کہاں ہے تمہارا بیٹا کیوں مارا ہے اس نے اس کے بیٹے کو.....؟"

"دلاور بھائی' تم خود سوچو' بچے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اس کے بیٹے نے بھی کئی بار میرے بچے کو مارا ہے' میں نے کبھی کوئی شکایت کی' ارے بچے ہیں' لڑیں گے' پھر مل جائیں گے' بڑوں کو تو اس معاملے میں بولنا ہی نہیں چاہئے' مگر یہ ہے کہ..... میں سب سمجھتی ہوں' دلاور بھائی جس دن سے میرے گھر میں ٹیلی ویژن آیا ہے اس کے پتنگے لگ گئے ہیں' کسی نہ کسی بہانے لڑائی نکالتی رہتی ہے۔"

"تیرے ٹیلی ویژن کو میں نے آگ لگانی ہے' جیسے میں تو کسی فقیر کی بیوی ہوں' کیوں بھی



بات ہے نا....." دوسری نے کہا۔

"اری تو منگوالے نا اپنے میاں سے ٹیلی ویژن' دوسروں کے گھروں میں کاہے کو گھستی پھرتی ہے۔"

"تجھے کیا' منگوالوں گی میرے میاں کے پاس حرام کی کمائی نہیں آئی۔"

"دیکھ لو دلاور بھائی' دیکھ لو کیا کہہ رہی ہے' میرا میاں حرام کی کماتا ہے' اب یہ میں اس سے کہوں گی تو کیا وہ برداشت کر سکے گا۔"

"کہہ کر دیکھنا بڑی آپا' تمہارا جو حشر کروں گا وہ دیکھنے والے دیکھیں گے' سمجھ گئیں' چلو اپنے اپنے گھروں میں اندر جاؤ اور خبردار اگر اس کے بعد کوئی جھگڑا ہوا تو پھر سمجھ لو' بات میرے ہاتھ میں آجائے گی اور جب بات دلاور کے ہاتھ میں آجاتی ہے تو کسی کے سنبھالے نہیں سنبھلتی۔" اس شخص نے اکڑ کر کہا۔ دونوں عورتیں اپنے اپنے گھروں کے دروازے سے اندر گھس گئیں اور دروازے زور دار آواز کے ساتھ بند ہوگئے۔ مجمع ویسے ہی چھٹ گیا تھا' لیکن یہ دلاور بھائی میرے لئے باعث دلچسپی بن گئے تھے۔

وہ چند قدم آگے بڑھے تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے لگ گئی اور میں نے آہستہ سے انہیں آواز دی۔" "دلاور بھائی۔"

وہ چونک کر رکا اور مجھے دیکھنے لگا۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

"دلاور بھائی مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے" میں نے کہا۔

"کیا بات ہے بی بی' ہم تمہیں بالکل نہیں پہنچانتے کس سے ملنے آئی ہوں یہاں۔؟"

"یہاں ایک فلیٹ میں فریدہ نامی لڑکی رہتی تھی۔"

"ہاں ہاں رہتی تھی۔ مگر اب کوئی ایک مہینے سے وہ یہاں سے غائب ہے۔"

"مجھے اس کے بارے میں آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"ہوں آؤ نیچے آؤ" یہاں کھڑی ہوگی تو یہ کم بخت عورتیں پچاس باتیں بنانا شروع کر دیں گی۔ آؤ نیچے آؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ نیچے اتر آئی' اپنی کار کے قریب پہنچ کر میں نے کہا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ دلاور بھائی ذرا اس کے سلسلے میں مدد کر دیں۔"

"تم کون ہو اس کی.....؟"

"دوست ہوں' میری جاننے والی تھی' کچھ کام تھا اس سے مجھے' مگر کئی بار یہاں آچکی ہوں' ملتی ہی نہیں۔"

"اب اس کی اڑان بہت اونچی ہوگئی ہے' سمجھی' بگڑ گئی ہے وہ اس بار نظر آجائے تو بس یوں سمجھ لو پنچائیت بیٹھ جائیں گی اس کے سلسلے میں' میں دلاور ہوں اس محلے کی ساری ذمہ داری میرے کندھوں پر ہے' کہاں برا ہوتا ہے کہاں اچھا ہوتا ہے' یہ سب کام میری اپنی ذمہ داری ہے' ارے میں کہتا ہوں کوئی مجھ سے پوچھے گا تو کیا جواب دوں گا آخر' کون ہے وہ کمینہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



جس کی کار میں وہ یہاں دو مرتبہ دیکھی جا چکی ہے۔ تمہاری دوست ہوگی' برا مت ماننا میری بات کا' بہت اچھی تھی کسی زمانے میں لیکن اب اس کے لچھن اچھے نہیں رہے اور اب' اب تو غائب ہی ہوگئی ہے۔ نجانے کہاں چلی گئی' ہو سکتا ہے کبھی یہاں واپس ہی نہ آئے' سامان لے کے گئی تھی اس دن اپنا۔"

"اچھا' کب کی بات ہے؟"

"ارے ہوگیا کوئی مہینہ بھر۔ ہم سب پر نگاہ رکھتے ہیں' بڑی بہن تھی بے چاری' بیماری سے مرگئی' نہ اس کا ڈھنگ سے علاج ہوا اور نہ ہی کوئی اور کام۔ جب تک اسکول میں کام کرتی تھی' اچھی خاصی تھی' باہر نکلی' نئی دنیا دیکھنے کو نکلی ہوگی اور اب نئی دنیا مل گئی ہوگی کسی نہ کسی دن کسی کوٹھے پر نظر آجائے گی' ایسے معاملوں میں ایسا ہی انجام ہوتا ہے' وہ فلم دیکھی تھی تم نے 'کون سی' نام یاد نہیں آرہا' چلو ٹھیک ہے' مقصد یہی ہے کہ جب برائیوں کے راستے اپنائے جاتے ہیں تو ان کا خاتمہ کوٹھوں پر ہی ہوتا ہے' یا پھر کسی اسپتال میں خون تھوکتے ہوئے۔"

"آپ بالکل سچ کہتے ہیں دلاور بھائی' مگر وہ ایسی تو نہیں تھی.........؟"

"ہم کب کہہ رہے ہیں کہ ایسی تھی۔ مگر بگڑتے ہوئے بھی کیا دیر لگتی ہے۔"

"پورا قصہ کیا ہے' ذرا بتایئے مجھے.........؟"

"ارے بی بی ہم ٹھہرے مصروف آدمی' ہمیں اتنی فرصت کہاں ملتی ہے کہ پورے قصے معلوم کرتے پھریں' بس وہ یہاں اپنی بہن کے ساتھ رہتی تھی اور بہت عرصے سے رہتی تھی' ہم نے بھی یہاں اسے بہت بار دیکھا تھا بہن مرگئی' اس کے بعد اس نے نوکری چھوڑ دی اسکول سے' اور نئی نوکری کی تلاش میں پھر رہی تھی' پتہ نہیں نوکری ملی یا نہیں۔ ایک بار یہاں ایک کار میں آئی تھی' اپنے گھر گئی' واپس پلٹ گئی' دوسری بار پھر اسی کار میں آئی اور تھوڑا بہت سامان لے کر چلی گئی اب بھلا اس سے کون پوچھتا کہ بی بی کیا دھندہ اختیار کرلیا ہے تو نے ہاں البتہ اب اگر وہ یہاں آئی تو اس بلڈنگ میں نہیں رہنے کی' یہ دلاور بھائی کا فیصلہ ہے' سمجھیں تم.........؟"

"ٹھیک ہے' مگر دلاور بھائی وہ کار کس کی تھی' کوئی اتہ پتہ مل سکتا ہے اس کا.........؟"

"پڑھے لکھے ہیں کوئی جاہل نہیں ہیں۔ نمبر نوٹ کرلیا تھا ہم نے اس کا' سفید رنگ کی کار ہے' وہ جو کہتے ہیں نا کون سی والی' نام یاد نہیں آرہا۔ خیر بڑی شاندار کار تھی' ایئر کنڈیشنڈ تھی اس میں سے اتریں صاحب زادی بڑے ٹھاٹ کے ساتھ اور ٹھک ٹھک کرتی اپنے فلیٹ میں چلی گئیں' پھر ایک سوٹ کیس لے کر آئیں۔ کار کی ڈگی میں رکھا اور کار میں بیٹھ کر چلی گئیں۔"

"آپ نے کار کا پیچھا نہیں کیا۔"

"ہمارے جوتے کو غرض پڑی تھی کہ کار کا پیچھا کرتے حالانکہ ہمارے پاس بھی گاڑی



موجود ہے۔"

"ظاہر ہے دلاور بھائی کسی کو اتنی فرصت کہاں ہے۔ مگر آپ واقعی بے حد ذہین آدمی ہیں آپ نے کار کا نمبر بھی نوٹ کرلیا۔ یہ کسی عام آدمی کا تو کام نہیں ہوتا کون غور کرتا ہے ان باتوں پر۔"

"بنکاک کے شعلے دیکھی ہے۔" دلاور بھائی نے اچانک پوچھا۔

"جی.........؟" میں حیران رہ گئی۔

"نہیں دیکھی تو دیکھ لینا' پھر شکل ملا لینا اپنے دلاور بھائی سے اس فلم کے ہیرو کی۔ وہی اپنا استاد ہے۔ اپن نے اسی سے جاسوسی سیکھی ہے۔ دلاور بھائی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ نمبر یاد ہے آپ کو؟"

"لکھ لیا تھا بی بی۔ اے یہ دیکھو" دلاور بھائی نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور اس کے صفحات الٹنے لگے۔ پھر بولے۔ "بیس روپے عظیم اللہ خان کے' ایک سو پندرہ روپے بنے بھائی پرچون والا کے۔ کٹیں گے اس میں سے ساٹھ روپے۔ اے یہ رہا نمبر۔" انہوں نے ایک نمبر میرے سامنے کردیا اور میں اس نمبر کو دیکھنے لگی۔ میں نے اسے ذہن نشین کرلیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ دلاور بھائی۔"

"سنو بی بی۔ وہ مل جائے تو اس سے کہہ دینا اب اس محلے میں نہ آئے یہاں بگڑی ہوئی چھوکریوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے دلاور کے غصے کو آواز نہ دے سمجھیں؟"

"بالکل سمجھ گئی دلاور بھائی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور کار میں جا بیٹھی۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ دلاور بھائی پر ہنسی بھی آرہی تھی لیکن یہ اعتراف بھی کرنا پڑ رہا تھا کہ ہیں کام کے آدمی۔ اگر ان کی اطلاع درست ہے تو بڑا کام بن گیا تھا۔ کار کے نمبر سے کافی مدد مل سکتی تھی۔ یہ کام اسی وقت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہیکل رجسٹریشن آفس ایک شناسا افسر کے علاقے میں تھا اور یہ دکھ بھرا احساس دل میں تھا کہ میں خود یہ کام کسی طرح نہیں کرسکتی کوئی تعاون نہیں دے گا چنانچہ اس علاقے کے تھانے کا رخ کیا تھا۔ احسان اللہ صدیقی تھانے کا ایس ایچ او تھا۔ اس نے میرا پرتپاک خیرمقدم کیا تھا۔ "میرا ایک کام کردیں صدیقی صاحب۔"

"ضرور......... فرمایئے' اس نے کہا۔

"یہ ایک نمبر ہے رجسٹریشن آفس سے یہ معلوم کرادیں کہ یہ کار کس کے نام پر رجسٹرڈ ہے۔" احسان اللہ نے پورا اتفاق کیا۔ ایک ایس آئی کو اس نے نمبر دے کر فوراً روانہ کردیا' اور میرے لئے چائے منگوادی۔ پھر وہ مجھ سے شہریار کے بارے میں باتیں کرنے لگا جو ڈی ایس پی بن گیا تھا۔

"ہم سے جونیئر تھے شہریار بھائی مگر اللہ کے فضل سے بڑی ترقی کرلی انہوں نے۔" میں خاموشی سے چائے پیتی رہی۔ ایس آئی واپس آگیا تھا۔ کار کسی عدنان شیخ کے نام پر رجسٹرڈ تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



عدنان شیخ کے گھر کا پتہ بھی ایس آئی نے نوٹ کرلایا تھا۔

"اس تعاون کے لئے شکر گزار ہوں صدیقی صاحب۔" میں نے کہا۔ کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ اخبار کے دفتر میں کچھ وقت صرف کرنے کے بعد میں اپنے دفتر پہنچ گئی۔ شہریار دو بجے پہنچا تھا۔

"کھانا منگوایا۔"

"نہیں..... کھاؤ گے؟"

"جانا ہے فوراً۔ کچھ اسنیک منگوالو۔" اس نے کہا اور میں نے گل بدر کو بھیج دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ "کسی عدنان شیخ کو جانتے ہو؟"

"عدنان شیخ۔" شہریار کچھ سوچنے لگا پھر چونک پڑا۔ اور چند لمحات کے بعد۔ "بولا جانتا تو نہیں۔ مگر..... اس کا نام کا کارڈ پرویز احمد کے بزنس کے کارڈ فائل میں موجود ہے۔"

میں اس انکشاف پر اچھل پڑی تھی۔ شہریار مجھے گہری نظروں سے دیکھنے لگا پھر بولا "خیریت.....؟"

"تمہیں یقین ہے کہ عدنان شیخ کا کارڈ اس فائل میں موجود ہے.....؟"

"ہاں پورے اعتماد سے کہہ رہا ہوں۔ میں نے فائل میں لگے سارے کارڈ بغور دیکھے تھے اسی لئے یہ نام مجھے یاد رہ گیا مگر تم نے یہ نام کیسے لیا.....؟"

"کہاں جانا ہے تمہیں.....؟" میں نے سوال کیا۔

"چھوٹے چھوٹے کئی سرکاری کام ہیں۔" وہ بولا۔

"تب بعد میں اس موضوع پر بات کریں گے۔" میں نے کہا اور شہریار متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا "جانتا ہوں لگی ہوئی ہو چکر میں۔ ویسے ایک سچائی ناقابل تردید ہے لٹی وہ یہ کہ تم نے مجھ پر جتنی محنت کی ہے شاید ہی کسی نے کسی پر کی ہو۔" شہریار کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"میں اپنے حال سے مستقبل تعمیر کر رہی ہوں شہریار' میری باقی زندگی اس محنت سے منسلک ہے۔" میں نے کہا اور شہریار میرے ان الفاظ پر غور کرنے لگا پھر اچھل پڑا۔

"ایں.....؟ ارے کیا کہہ گئیں خاتون۔ کیا واقعی آپ نے وہی کہا ہے جو میں نے سنا ہے۔"

"ہاں شہریار' ہم اپنا گھر تعمیر کرنے کے لئے ایک ایک اینٹ سنوار کر چن رہے ہیں ایک مضبوط اور صاف ستھرا گھر تعمیر کرنے کے لئے۔ اس گھر کی تعمیر میں' میں تمہیں بھی اتنا ہی سنجیدہ اور مستعد دیکھنا چاہتی ہوں۔" شہریار خلاف عادت سنجیدہ ہوگیا دیر تک خاموش رہا اسی دوران گل بدر واپس آگیا اور میں چائے وغیرہ تیار کرنے لگی۔ شہریار نے اس کے بعد کوئی بات نہیں کی پھر اٹھتا ہوا بولا۔



"تو مجھے اجازت.....؟" اور میں نے اسے خدا حافظ کہا۔ وہ چلا گیا اس کی خاموشی مجھے عجیب لگی تھی۔ کچھ دیر میں اس کے بارے میں سوچتی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ کام کرنا تھا۔ میں نے وہ پتہ ساتھ لیا جو مجھے رجسٹریشن آفس سے معلوم ہوا تھا اور اس کے بعد کار اسٹارٹ کرکے چل پڑی۔ عدنان شیخ کی رہائش گاہ معلوم کرنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ خاصی بڑی کوٹھی تھی بلند وبالا گیٹ لگا ہوا تھا جس کی ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں کار سے اتری اور کھڑکی کے قریب پہنچ گئی۔ قرب وجوار میں کوئی نہیں نظر آرہا تھا کافی فاصلے پر دو رنگین لباس دکھائی دے رہے تھے۔ میں لان کی طرف بڑھ گئی اور ان دونوں نے مجھے دیکھ لیا' ایک نوجوان لڑکی تھی اور دوسری کوئی چار سالہ بچی۔ دونوں خاموش کھڑی ہو کر مجھے دیکھنے لگیں..... لیکن چند قدم آگے بڑھنے کے بعد اچانک میرے قدم رک گئے۔ نوجوان لڑکی کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ یہ فریدہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ گرین ڈول کے مالک رضوی صاحب نے مجھے جو تصویر دی تھی وہ سوفیصد اسی لڑکی کی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگی۔ دفعتاً کسی طرف سے لمبی چوڑی جسامت کا ایک شخص دوڑتا ہوا میرے پاس آگیا۔ یہ چوڑے چہرے کا مالک ایک خونخوار سا آدمی تھا۔ معمولی سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی تیزی تھی۔ فریدہ سے میرا فاصلہ اب صرف چند فٹ رہ گیا تھا لیکن وہ میرے راستے میں حائل ہوگیا۔

"کیا بات ہے.....؟" اس نے کرخت لہجے میں کہا۔ فریدہ بچی کا ہاتھ پکڑے ہمارے قریب آگئی تھی۔ وہ اس کی طرف گھوما اور غرایا..... "اندر جاؤ۔" فریدہ ٹھٹھکی تو وہ پہلے سے زیادہ خوفناک آواز میں بولا ..... "اندر جاؤ بہری ہوگئی ہو کیا.....؟" فریدہ سہمے ہوئے انداز میں بچی کو ساتھ لے کر تیزی سے عمارت کی طرف چل پڑی میں بغور ان حالات کا جائزہ لے رہی تھی..... "تمہاری آواز بند کیوں ہوگئی۔ کون ہو تم اور اندر کیوں گھس آئی ہو۔" اس شخص نے کہا۔

"کیا تم جانوروں کے ساتھ بندھتے ہو۔ کبھی انسانوں سے بات نہیں کی تم نے.....؟" میں نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ وہ سرد نظروں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

"یہ ایک معزز آدمی کی رہائش گاہ ہے خاتون کوئی سرکاری پارک نہیں ہے کہ آپ اطمینان سے اندر گھس آئیں۔ آج کل خواتین مردوں کے اس قدر شانہ بشانہ چل رہی ہیں کہ انہوں نے مردوں والے سارے کام شروع کر دیئے ہیں۔ راکٹ میں سیاروں تک جانے سے لے کر چوری اور ڈاکہ زنی تک۔ آپ کا شعبہ کیا ہے.....؟" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ اپنی جاہلانہ شکل وصورت اور طرز گفتگو کے باوجود مجھے پڑھا لکھا محسوس ہوا۔

"عدنان شیخ سے ملنا ہے۔ اپنے اخبار کے لئے ان سے انٹرویو کرنا تھا۔ اگر تم چوکیدار ہو تو کیا گیٹ پر موجود تھے.....؟"

"اوہو' گیٹ پر نہ ہونے کی معافی چاہتا ہوں' لیکن کونسا اخبار ہے آپ کا.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"عدنان شیخ موجود ہیں.....؟"

"میں نے آپ سے آپ کے اخبار کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"تم جیسے بدتمیز آدمی کو میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔ اگر عدنان صاحب موجود ہیں تو انہیں میرے بارے میں اطلاع دو۔"

وہ موجود نہیں ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں' میں اس عمارت کا نگراں ہوتا ہوں۔ قانون پسند آدمی ہوں اور غیر قانونی حرکتوں سے گریز کرتا ہوں لیکن صرف اس حد تک کہ خود کو احمق نہ سمجھنا پڑے۔ آپ اس عمارت میں غیر قانونی اور غیر اخلاقی طریقے سے داخل ہوئی ہیں اور اپنے بارے میں صحیح جواب دینے کے بجائے میری توہین کر رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اگر مجھ سے کوئی بدتمیزی ہو جائے تو اسے غیر قانونی نہ قرار دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے آؤ تم مجھ سے بدتمیزی کرو۔" میں نے پیروں سے جوتے اتار کر ایک طرف سرکا دیئے اور اپنا پرس ان پر رکھ دیا پھر اس سے چند قدم ہٹ کر کھڑی ہو گئی بس کچھ جنون ابھر آیا تھا۔ لیکن وہ کسی قدر نروس ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر گردن جھٹک کر بولا۔

"آپ شیخ صاحب سے ملنے آئی تھیں' وہ موجود نہیں ہیں آپ کو اطلاع مل گئی اب اور کیا چاہتی ہیں آپ.....؟"

"یہ کہ تم مجھ سے بدتمیزی کرو۔" میں نے غرا کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں۔ آپ جایئے۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگاتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ چند لمحات اسے حقارت سے گھورنے کے بعد میں نے جوتے پہنے' پرس اٹھایا اور بولی۔

"خواتین نے راکٹ اور ڈکیتی کے علاوہ اور بھی بہت سے شعبے اپنائے ہیں۔ اس لئے تمیز کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کرو سمجھے۔ یہ دیکھو میرا کارڈ۔ اگر اسے پڑھ سکتے ہو تو۔" میں نے اپنا پرس کارڈ نکال کر اس کے سامنے کر دیا اور وہ جھک کر اسے دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔

"اب خلوص دل سے معافی مانگ رہا ہوں۔ آپ بھی ذرا خلوص دل سے حالات پر نگاہ ڈال لیجئے۔ میرا قصور کافی حد تک کم ہو جائے گا ویسے آپ سے ملاقات کے یہ چند لمحے میری زندگی کا ایک سنسنی خیز تجربہ ہیں۔"

"عدنان شیخ کہاں ہیں اور ان سے کب ملاقات ہو سکتی ہے.....؟"

"زمیندار آدمی ہیں۔ زمینوں پر گئے ہیں۔ دو تین دن میں واپس آ جائیں گے۔" اس نے کہا اور میں واپس پلٹ پڑی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا مجھے دیکھتا رہا تھا۔ کار کے قریب پہنچ کر میں نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ کوئی چیز کھٹاک سے دروازے سے ٹکرائی اور میں اچھل پڑی۔ وہ ننھا سا پتھر میں نے دیکھ لیا تھا جس سے کاغذ کا ایک پرزہ لپٹا ہوا تھا۔ پلک جھپکتے میں نے وہ پتھر اٹھا لیا اور اچھا ہی کیا کیونکہ دوسرے لمحے وہ گیٹ کے پاس نظر آیا تھا۔ وہ میری کار کو بغور دیکھ رہا تھا۔ میں



نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی اور پہلے ہی گیئر میں اسے کافی تیزی سے دور تک لے گئی پھر گیئر بدل دیا۔ بہت دور نکل آنے کے بعد میں نے پتھر کا وہ ٹکڑا نکالا اور کار ایک جانب کر کے روک لی پھر اس پر مضبوطی سے لپٹا کاغذ کھولا اور اس پر ایک تحریر دیکھ کر گہری سانس لی۔ لکھا تھا۔

"میرا نام فریدہ ہے۔ میں اس عمارت میں قیدی ہوں۔ خدا کے لئے میری مدد کرو۔"

میں دم بخود رہ گئی۔ صورت حال کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس شخص نے جس قسم کا سلوک فریدہ سے کیا تھا اس سے اس تحریر کی تصدیق ہوتی تھی۔ عمارت کا میں نے اچھی طرح جائزہ نہیں لیا تھا۔ یقیناً" پتھر کا یہ ٹکڑا اوپری منزل سے پھینکا گیا ہو گا۔ اس خطرناک آدمی نے فوراً" اسے اندر بھیج دیا تھا۔ اندر داخل ہو کر فریدہ کو موقع مل گیا اور اس نے جلدی سے یہ تحریر گھسیٹ دی اور اوپر میرے باہر آنے کا انتظار کرنے لگی۔ اب ذرا الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ کیا کرنا چاہئے۔ فوری کاروائی ضروری تھی۔ فریدہ اگر پرویز احمد کی قاتل نہیں تھی تو اس سلسلے میں کوئی اہم کردار ضرور تھی اگر اسے غائب کر دیا گیا تو ایک اہم گواہ ہاتھ سے نکل جائے گا..... مگر کیا کیا جا سکتا ہے' شہریار کا بھی پتہ نہیں تھا اس سے مشورہ کیا جا سکتا۔ یوں تو اس سلسلے میں حامد فخری یا ابراہیم شاہ صاحب کا سہارا بھی لیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح بات بگڑ جاتی ویسے ہی بہت سے لوگ شہریار کی پشت پر مجھے سمجھتے تھے۔ بہرحال پولیس ہیڈ آفس کی طرف چل پڑی۔ بعض اوقات ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب پے در پے مصروفیات آ پڑتی ہیں اور ایک کے بعد دوسرا کام نکلتا چلا آتا ہے۔ آج کا دن بھی ایسا ہی طوفانی دن تھا۔ اس بات کی تو میں دل سے قائل تھی کہ ایسے معاملات میں ہمیشہ میری غیبی مدد ہوتی ہے اور غیر متوقع طور پر وہ ہو جاتا ہے جو میرے تصور میں بھی نہیں ہوتا۔ پولیس ہیڈ آفس کی عمارت میں گاڑی روک کر نیچے اتری۔ دفتروں کی قطار میں ایک دفتر کے سامنے سے شہریار گزر رہا تھا۔ میں خوشی سے اچھل پڑی اور پھر تیز رفتاری سے آگے بڑھ کر شہریار کے پاس پہنچ گئی جو ایک اور انسپکٹر سے گفتگو کرنے رک گیا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر چونکا دوسرا انسپکٹر بھی میری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"خیریت لٹی۔ ان سے ملو یہ انسپکٹر رضا شیخ ہیں۔ اور یہ مس لٹی ہیں رضا۔" اس نے تعارف کرایا۔

"اخاہ..... یہ ہیں مس لٹی۔ بڑا تہلکہ مچا رکھا ہے آپ نے لٹی صاحبہ۔ بڑی خوشی ہوئی۔ آیئے پولیس کی چائے پیجئے مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"ادھار رہی رضا صاحب کسی وقت ضرور پیوں گی پولیس کی چائے۔ چند منٹ کے لئے شہریار درکار ہیں۔"

"ہماری طرف سے ہمیشہ کے لئے لے جایئے۔ آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ کوئی فراخ دل انسپکٹر ملا تھا۔" رضا شیخ کافی حاضر جواب معلوم ہوتا تھا۔ شہریار آگے بڑھ آیا۔ پھر بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"خیریت لیٹی.........؟"

"تمہاری مصروفیات کیا ہیں.........؟"

"اب کچھ نہیں ہیں جو کام تھا اسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ یہاں آکر معلوم ہوسکا مجھے خود تمہاری پاس سے چلے آنے کا افسوس ہو رہا تھا۔"

"مجھے تم سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔"

"میری تلاش میں یہاں آئی تھیں؟"

"یہی سمجھو۔"

"چلیں یہاں سے۔ آوء گرین فاؤنٹین میں بیٹھیں گے۔ بہت عرصہ ہوگیا وہاں گئے ہوئے۔"

"نہیں۔ ابھی یہیں رکنا ہے۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔" شہریار اور دفتروں کی قطار میں سے ایک دفتر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ کمرہ خالی تھا البتہ فرنیچر وغیرہ نظر آرہا تھا۔ "یہ کمرہ ڈی ایس پی شہریار کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ بہت جلد اس کے دروازے پر خادم لیٹی کے نام کی تختی لگا دی جائے گی۔"

"اوہ۔ واقعی، بہت خوبصورت ہے۔"

"مزید ہوگا کیونکہ اس کا افتتاح اسی وقت ہوگیا ہے۔ بیٹھو تمہارے چہرے پر کوئی خاص بات دیکھ رہا ہوں۔"

"خاص بات ہے۔"

"تو جلدی سے بتادو.........؟" شہریار نے کہا اور میں نے اسے شروع سے اب تک کی ساری تفصیل بتادی۔ فریدہ کی دریافت، دلاور بھائی کا انکشاف اور اس طرح سے عدنان شیخ کے نام کا سامنے آنا بعد میں عدنان شیخ کی کوٹھی میں فریدہ کا نظر آنا اور آخر میں کاغذ کی وہ گولی جس میں لپٹا ہوا پرزہ میں نے شہریار کے سامنے کردیا۔ شہریار سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ہمیشہ ہی کمال کرتی ہو، اس بارے میں کیا کہوں اب کیا کرنا ہے؟"

"فریدہ کا فوری حصول ضروری ہے۔ اسے غائب نہیں ہونا چاہئے۔"

"ہوں۔" شہریار بھاری لہجے میں بولا۔ پھر اس نے کہا "اس پرزے کو ابھی سامنے نہیں لاتے اسے گرفتار کرنا ہوگا، یہیں رکھنا پڑے گا میرے خیال میں مشکل کام نہیں ہے ابھی کئے لیتے ہیں ہو بچی کون تھی؟"

"پتہ نہیں چل سکا۔"

"اس محافظ کے سلسلے میں کیا کیا جائے۔"

"اس وقت صرف فریدہ ضروری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے دھاکہ کرتے ہیں نتائج بعد میں دیکھے جائیں گے۔"



"بہت مشکل نہیں ہوگی۔ یہ پرزہ بھی کارآمد ہوسکتا ہے اور پھر فریدہ کے انکشافات معمولی نہیں ہوں گے۔"

"عدنان شیخ ہوشیار ہو کر نکل نہ بھاگے۔"

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"اوکے چیف۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر شہریار کو کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ چائے منگواؤں؟"

"ہاں منگواؤ.........!"

"بیٹھو ابھی آتا ہوں۔" شہریار باہر نکل گیا میں اس دفتر کے درودیوار دیکھ رہی تھی شہریار یہاں ڈی ایس پی کی حیثیت سے بیٹھے گا، مجھے ایک سرور آمیز خوشی کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک کانسٹیبل بڑے اہتمام سے چائے لایا تھا اس نے کہا۔

"صاحب کو کچھ دیر لگ جائے گی۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ چائے پئیں!"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور چائے بنانے لگی۔ شہریار کوئی بیس منٹ کے بعد آیا تھا۔

"چائے پی چیف؟"

"ہاں۔ تمہارے لئے بناؤں.........؟ میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے رہنے دو، باہر میں نے سب کچھ تیار کرلیا ہے پہلے چل کر یہ کام کرلیں۔"

میں اٹھ کھڑی ہوئی شہریار نے دس کانسٹیبل اور ایک ایس آئی کو ساتھ لیا تھا۔ وہ خود میرے ساتھ کار میں آبیٹھا تھا اور میں ہی پولیس کی رہنمائی کررہی تھی۔ مطلوبہ جگہ پہنچ کر بڑی برق رفتاری سے کاروائی کی گئی پولیس کے مسلح جوان کوٹھی کے چاروں طرف پھیل گئے اور پھر چار جوانوں اور ایس آئی کے ساتھ شہریار اور میں کوٹھی کے گیٹ کی ذیلی کھڑکی سے اندر داخل ہوگئے۔ شہریار نے یہاں بھی کافی مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ قوی ہیکل شخص ہمیں نظر آگیا جس سے میری یہاں ملاقات ہوئی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر ہی اس کی حالت خراب ہوگئی تھی بعد میں اس نے مجھے دیکھا تھا۔ شہریار نے اس پر پستول تان لیا۔

"عدنان شیخ کہاں ہے.........؟" اس نے کڑک کر پوچھا۔

"وہ زمینوں پر گئے ہیں۔"

"تمہارا کیا نام ہے.........؟"

"مختار خان۔"

"اور کون ہے کوٹھی میں۔"

"تین نوکر ہیں، میں ہوں بے بی ہے اور اس کی گورنس۔"

"تم یہاں کیا کرتے ہو.........؟"

"نوکری کرتا ہوں جی۔"

"گورنس کہاں ہے.........؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"اندر بے بی کے کمرے میں ہے۔"

"بے بی کون ہے.....؟"

"مالک کی بیٹی۔"

"اور بیگم صاحبہ.....؟"

"وہ مرچکی ہیں۔"

"ہوں آؤ گورنس کا کمرہ بتاؤ۔" شہریار نے کہا۔ اور ہم اندر چل پڑے ایک کمرے میں فریدہ اور بچی مل گئے تھے۔ فریدہ مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ شہریار نے مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ بولا۔ "مس فریدہ آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا.....!" فریدہ کے منہ سے الفاظ نہ نکل سکے تھے۔ بچی سہم گئی تھی میں نے اس سے کہا۔

"تم فکر نہ کرنا بیٹی، تمہاری گورنس کچھ دیر کے بعد واپس آجائیں گی۔ آیئے مس فریدہ۔" شہریار نے کہا۔ اور پھر وہ مختار خان کو دیکھ کر بولا۔ "اور تم جانور سے آدمی بنو ورنہ تمہیں انسٹیٹیوٹ میں داخل کرنا پڑے گا جہاں گدھے آدمی بنتے ہیں۔"

"صاحب مالک سے کیا کہوں.....؟"

"یہی کہ گورنس کو پولیس گرفتار کرکے لے گئی ہے۔"

شہریار نے کہا اور ہم فریدہ کو لے کر باہر نکل آئے۔ پولیس کے جوان سمٹ گئے تھے۔ فریدہ کو میں نے اپنے ساتھ کار میں بٹھایا اور ہم اسے لے کر چل پڑے راستے میں فریدہ نے کہا۔

"خدا کی قسم..... نہ جانے کیوں آج دل کو بڑی ڈھارس ہوگئی تھی۔ دل کہہ رہا تھا کہ یہ میری رہائی کا دن ہے۔ میں آپ کا کس دل سے شکریہ ادا کروں خاتون۔" میں نے یا شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ فریدہ خود ہماری نگاہوں میں سخت مشکوک تھی۔ پولیس ہیڈ آفس میں فریدہ کو ایک خاص کمرے میں لے جایا گیا تھا۔

"مس فریدہ کاغذ کا یہ پرزہ آپ نے لکھا تھا.....؟" شہریار نے پرزہ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔"

"کیا عدنان شیخ نے آپ کو حبس بے جا میں رکھا تھا.....؟"

"جی ہاں۔ مختار خان جلاد صفت انسان ہے اگر میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی جنبش کرتی تو شاید وہ مجھے مارنے سے بھی نہ چوکتا۔"

"آپ ہمیں تفصیلی شکایت لکھ کر دے سکتی ہیں۔"

"کیوں نہیں جناب۔ اس گرفتاری کے بعد آپ کو میری زندگی کی حفاظت بھی کرنی ہوگی مجھے کسی بھی لمحے قتل کیا جاسکتا ہے۔ میری زندگی سخت خطرے میں ہے۔"

"اس کی وجہ.....؟"



"میں ایک قتل کی عینی گواہ ہوں۔" اس نے کہا۔ پھر بولی۔ "آپ فوراً مجھ سے پوری کہانی سن لیجئے کسی بھی وقت کچھ ہوسکتا ہے۔" شہریار اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر باہر نکل گیا۔ فریدہ مجھے شکرگزار نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "اگر زندہ رہی تو آپ کا یہ احسان ضرور چکاؤں گی آپ نے جس طرح میری مدد کی ہے اسے میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔"

"تقریباً.....!" میں نے جواب دیا۔

"پھر بھی آپ نے میری بڑی مدد کی ہے۔" وہ بولی اسی وقت شہریار واپس آگیا تھا۔ وہ ایک ٹیپ ریکارڈر اور ایک سادہ لباس والے کو ساتھ لایا تھا جس کے پاس قلم اور کاغذ تھا۔ اس نے کہا۔

"میں نے آپ کے تحفظ کا مکمل بندوبست کردیا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں آپ کی زندگی کی حفاظت اب ہماری ذمے داری ہے چنانچہ آپ بالکل مطمئن ہوجایئے اور بے دھڑک ہو کر گفتگو کیجئے۔"

"میرا نام فریدہ حسن ہے۔ سابقہ مشرقی پاکستان میں رہتے تھے بنگلہ دیش بننے کے بعد ہمیں کافی عرصہ وہاں رکنا پڑا کیونکہ ہمارے والدین ہنگاموں میں ہلاک ہوچکے تھے میری بڑی بہن اپنے شوہر کے ساتھ یہاں آنے کی تیاریاں کر رہی تھیں ہم انتظامات کر چکے تھے کہ میرے بہنوئی بھی بیمار ہو کر چل بسے ہم دونوں بہنیں بے یارومددگار رہ گئے تھے پھر ہم یہاں آگئے میری بہن پے در پے صدموں سے بیمار ہوگئیں اور ہم نہایت بے کسی کی زندگی گزارنے لگے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا قرض پر گزر بسر ہونے لگی میں نوکری تلاش کرنے لگی اور مجھے ایک اسکول میں نوکری مل گئی۔ باقر رضوی صاحب بہت نیک انسان تھے انہوں نے میری بڑی مدد کی لیکن میری بہن جانبر نہ ہوسکی اس کے انتقال کے بعد مجھ پر مزید مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔ اسکول کی تنخواہ بہت کم تھی میں نے ملازمت چھوڑ کر دوسری نوکری کی تلاش شروع کردی کیونکہ ملازمت کرتے ہوئے یہ ممکن نہیں تھا وقت نہیں ملتا تھا۔ میں کامیاب نہیں ہوسکی پھر باقر رضوی صاحب نے ہی مجھے ایک نوکری بتائی جو ایسٹرن کارپٹ انڈسٹریز میں تھی۔ میں ایسٹرن کارپٹ کے مالک پرویز احمد درانی کے پاس گئی اور وہ مجھ سے میرے کوائف معلوم کرنے لگے۔ ابھی ہم باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک شخص دیوانوں کی طرح اندر داخل ہوگیا اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا پھر خونخوار لہجے میں بولا۔

"پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے پرویز اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ تمہیں اس دنیا سے ہی رخصت کردیا جائے۔" پرویز صاحب کھڑے ہو کر میز کے پیچھے سے نکل آئے۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا مگر اس شخص نے فائر کردیا۔ میں دہشت زدہ ہو کر وہاں سے بھاگی اور اپنے فلیٹ پر آکر دم لیا میری حالت اتنی خراب ہوگئی کہ دو دن بخار میں پھنکتی رہی۔ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نے اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھا تھا۔ دو دن کے بعد بخار خود ہی اتر گیا۔ مگر نقاہت مزید دو تین دن تک رہی۔ میں بری طرح دہشت زدہ تھی۔ پھر ایک دو دن کے بعد کی بات ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ پولیس میرے بارے میں کھوج کر رہی ہے۔ اس فرم کے ملازموں نے مجھے دیکھ لیا ہے جہاں میں ملازمت کے لئے گئی تھی اور اب کچھ ہی وقت جارہا ہے کہ مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ بیرسٹر عدنان شیخ اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اصل حالت سے واقف ہیں اس لئے میں فوراً ان سے مل لوں۔ میں بدحواس ہوگئی۔ اس شخص نے بتایا کہ وہ بیرسٹر صاحب کا ڈرائیور ہے بیرسٹر صاحب نے بمشکل میرا پتہ لگا کر اسے یہاں بھیجا کہ مجھے ساتھ لے آئے۔ میں اس کے ساتھ چل پڑی اور وہ مجھے عدنان شیخ کی کوٹھی میں لے گیا یہاں کے ایک کمرے میں مجھے مختار خان ملا اس نے بتایا کہ وہ بیرسٹر شیخ کا پی۔ اے ہے۔ پھر اس نے مجھے ایک سادہ کاغذ اور قلم دے کر ایک تحریر لکھنے کے لئے کہا جو اس کے کہنے کے مطابق مجھے محفوظ رکھنے کے لئے تھی۔ لیکن میں اس وقت دہشت زدہ رہ گئی جب اس نے مجھ سے یہ الفاظ لکھنے کے لئے کہا۔

"میں پرویز احمد درانی کے قتل کا اعتراف کرتی ہوں۔ میں اس کے پاس ملازمت کے لئے گئی تھی مگر اس نے مجھ پر دست درازی کرنا چاہی جس کی وجہ سے مجبور ہو کر میں نے اسی کے پستول سے اسے گولی ماردی۔"

"مگر یہ تو....." میں نے کہا۔

"جو کہا جارہا ہے صرف وہ کرو ورنہ۔ مختار خان نے چاقو کی نوک میری گردن پر رکھ دی۔ آپ اسے دیکھ چکی ہیں وہ وحشی آدمی ہے مجھے یہ لکھنا پڑا جو وہ چاہتا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے میری تحریر پر دستخط کرائے اور وہ کاغذ لے کر باہر نکل گیا۔ کچھ دیر کے بعد دروازے پر پھر آہٹ سنائی دی اس بار ایک اور شخص اندر آیا تھا اور اسے دیکھ کر میرا دم ہی نکل گیا۔ یہ وہی آدمی تھا جس نے میرے سامنے پرویز احمد درانی کو قتل کیا تھا۔ اب میں اتنی بے وقوف بھی نہیں تھی صورت حال میری سمجھ میں آگئی۔ میں قاتلوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔

"میرا نام عدنام شیخ ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ بیرسٹر ہیں.....؟"

"خاموشی..... زبان بند.....! مجھے پہچانتی ہو.....؟" اس نے کہا۔

"ہاں....." میں نے جواب دیا۔

"تمہارے سچ سے مجھے خوشی ہوئی' بات یہ ہے بی کہ بعض اوقات انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس میں بھی اسے دھوکہ ہو جاتا ہے' تمہارے خیال میں میں پرویز احمد درانی کا قاتل ہوں' لیکن یہ حقیقت نہیں ہے' میں نے اسے قتل نہیں کیا۔ میں نہیں جانتا کہ اسے کس نے قتل کیا' لیکن تم پولیس کو یہی بیان دیتیں کہ تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھا



ہے' میں اس کی وجہ سے بہت پریشان تھا' بڑی مشکل سے میں نے تمہارا پتہ معلوم کیا ہے اور اس کے بعد مجھے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کرنا پڑا ہے' میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میرے بارے میں کسی کو کچھ بتاؤ۔"

"لیکن جناب میں بھلا پولیس کے پاس کیوں جاتی' مجھے کیا غرض تھی۔ میں تو نوکری کی تلاش میں گئی تھی اور..... اور.....وہاں جو کچھ ہوا اس نے میرے حواس خراب کر دیئے تھے' میرا دماغ تو خراب نہیں ہے کہ میں جان بوجھ کر پولیس کے پاس پہنچتی اور مصیبت میں پھنس جاتی نہیں جناب میرے لئے ایسا کرنا بہت مشکل تھا۔"

"پھر بھی میرے لئے یہ بڑی خوفناک بات تھی کہ تم نے میری صورت دیکھ لی تھی بحالت مجبوری میں نے یہ قدم اٹھایا ہے اور اب..... اب اگر تم پولیس کے پاس پہنچ بھی جاتی ہو تو تمہارا یہ اعتراف نامہ میرے پاس موجود ہے۔ مجھے یہ ثابت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ تم نے اسے قتل کیا' یوں سمجھ لو کہ اب تم میرے رحم و کرم پر ہو..... تمہیں ملازمت کی ضرورت ہے نا' میرے پاس ایک اچھی ملازمت ہے' بہتر ہے کہ تم یہ ملازمت قبول کرلو اور اپنا وقت یہیں پر گزار دو..... اس عمارت میں تمہاری شخصیت کا مکمل احترام کیا جائے گا اور تمہیں ہر سہولت دی جائے گی میری بچی ہے اس کی ماں موجود نہیں ہے' مرچکی ہے' تم اس کی دیکھ بھال کرو' اس کی تربیت اور پرورش کرو' تمہیں اس کے لئے معقول ترین معاوضہ دیا جائے گا' تین چار سال ہمارے ساتھ گزار لو' اس کے بعد جب یہ معاملہ رفع دفع ہو جائے تو اس کے بعد تم اپنی مرضی کی مالک ہوگی' جہاں جانا چاہوگی جاسکو گی اس دوران تمہیں تین ہزار روپے ماہوار ادا کئے جائیں گے اور یہ رقم تمہاری صرف بینک ہی میں رہے گی کیونکہ یہاں تمہارے تمام اخراجات پورے ہوں گے اور تمہیں ہر سہولت دی جائے گی' میرا خیال ہے اس سے اچھی پیشکش تمہیں کہیں سے بھی نہیں ہوسکتی آرام دہ پرسکون زندگی' بس صرف اتنا کرنا پڑے گا تمہیں کہ باہر کی دنیا سے تمہارا رابطہ اس وقت تک ٹوٹا رہے گا جب تک میں اسے ضروری سمجھوں گا۔ یہیں تک محدود رہو اور پوری محنت اور دیانت کے ساتھ یہ وقت گزار دو۔ دوسری صورت میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہیں کسی تہہ خانے میں قید کر دیا جائے' اور وہاں تم بے سکونی کی زندگی گزارو.....!"

مجھے یہ اندازہ ہوچکا تھا کہ میں گردن گردن تک دلدل میں غرق ہوچکی ہوں' اور اب میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں چنانچہ میں نے اس کی یہ پیشکش قبول کرلی اور اس نے میرا شکریہ ادا کیا اس کی بچی بہت پیاری اور معصوم ہے' ماں مرچکی ہے اس بچی کی' عدنان شیخ زمیندار ہے اور زمینوں کی آمدنی بہت کافی ہے اس کے لئے میں اس کے ڈرائیور کے ساتھ جا کر اپنے فلیٹ سے اپنا مختصر سا سامان لے آئی مجھے اندازہ ہوچکا تھا کہ میری تقدیر پر سیاہی پھر چکی ہے اور اب میرے پاس کوئی راہ فرار نہیں ہے' چنانچہ میں عدنان شیخ کی کوٹھی میں پہنچ کر دقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



گزارنے لگی' عدنان شیخ کا رویہ میرے ساتھ برا نہیں تھا' اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کا ذاتی مسئلہ تھا' لیکن اس کے بعد اس نے مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دی' ہاں میرے اوپر سخت پابندی تھی اور میں آزاد ہونے کے باوجود وہاں قید تھی۔ مختار خان میرے ساتھ بہت بدسلوکی کرتا تھا' کڑی نگاہ رکھتا تھا وہ مجھ پر اور ذرا بھی جنبش نہیں کرنے دیتا تھا' میں عمارت میں رہتی تھی وہاں سے لان میں بھی آ جایا کرتی تھی' لیکن مختار خان کسی خونخوار چیتے کی مانند میرے گرد چکراتا رہتا تھا' اس زندگی سے مجھے اتنی اذیت ہو رہی تھی کہ ناقابل بیان ہے' میرا دل پھڑپھڑاتا رہتا تھا۔ میں ٹیلی فون بھی استعمال نہیں کر سکتی تھی' اس کے سلسلے میں بھی مجھ پر گہری نگاہ رکھی جاتی تھی اور ایک بار میں نے اتفاق سے ٹیلی فون کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ مختار خان نے میرے سر کے بال پکڑ لئے تھے اور کہا تھا کہ عدنان شیخ کی طرف سے جو رعائتیں دی گئی ہیں۔ وہ ان کی جانب سے ہیں' لیکن وہ اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے میرے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں کرے گا' اتنا خونخوار آدمی ہے وہ کہ مجھے اس کی شکل ہی سے خوف آتا تھا' یوں زندگی گزر رہی تھی جناب کہ یہ خاتون مجھے نظر آئیں اور میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کر لیا کہ باہر کی دنیا تک اپنا پیغام پہنچا دوں۔ آہ میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے یہ باہر کی دنیا کیسی لگ رہی ہے' میں نہیں جانتی کہ مستقبل میرے لئے کیا فیصلہ کرے گا' میری لکھی ہوئی تحریر عدنان شیخ کے پاس موجود ہے' ہو سکتا ہے اس کی بنیاد پر مجھے اس قتل کا محرک قرار دیا جائے۔ لیکن ایسی بے مقصد زندگی سے مر جانا بہت بہتر ہوگا۔ میں مرنا چاہتی ہوں' یا آزادی چاہتی ہوں۔ اب میں اس عمارت میں واپس نہیں جاؤں گی جناب' آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں' اگر مجھے وہاں بھیجنے کی کوشش کی گئی تو پھر میں پرویز احمد درانی کے قتل کا اعتراف کر لوں گی آپ کے سامنے اور موت کی سزا قبول کر لوں گی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں اور شہریار سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے بڑی عجیب کہانی تھی۔ بڑا عجیب قصہ تھا' وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس میں سچائیاں نظر آ رہی تھیں۔ یوں بھی فریدہ کے بارے میں اب تک جو معلومات حاصل ہوئی تھیں ان کے تحت وہ ایک بے ضرر لڑکی ثابت ہوئی تھی۔

میں نے کہا۔ "آپ کافی دن تک اس عمارت میں رہی ہیں مس فریدہ۔"

"جی!"

"کوئی اور ایسی بات جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ عدنان شیخ نے پرویز احمد درانی کو کیوں قتل کیا۔"

"خدا کی قسم..... میں سخت ذہنی عذات کا شکار رہتی تھی مجھے ہر لمحہ اپنے خوفناک مستقبل کا خیال آتا رہتا تھا۔ اخبارات دیکھتی رہتی تھی کہ اس میں کوئی خبر تو نہیں ہے۔ مجھے ایسی کوئی بات نہیں معلوم۔"

"عدنان شیخ نے بھی کبھی دوبارہ اس موضوع پر بات نہیں کی.....؟"



"کبھی نہیں..... وہ عجیب سا آدمی ہے اس نے مختار خان کو مجھ پر سختی کرتے ہوئے دیکھ کر بھی اسے کچھ نہ کہا لیکن اس کا رویہ میرے ساتھ کبھی برا نہ رہا۔

"ہوں' آپ اس منظر کو یاد کریں مس فریدہ اور ہمیں ایک بار پھر تفصیل بتائیں۔" میں نے کہا اور فریدہ نے وہی الفاظ دوبارہ دہرائے جو وہ پہلے بتا چکی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"آپ دہشت کے عالم میں نکل بھاگی تھیں کیا عدنان شیخ بھی آپ کے پیچھے ہی دوڑا تھا.....؟"

"مجھے اندازہ نہیں۔"

"باہر نکل کر آپ نے کیا کیا.....؟" میں نے پوچھا۔

"میرا جدھر منہ اٹھا ادھر ہی نکل گئی' سڑک پر آنے کے بجائے میں اس گلی میں داخل ہو گئی جہاں موٹر میکینکوں کی دکانیں ہیں اس گلی کے دوسرے کونے سے مجھے رکشا مل گیا تھا اور میں اپنے فلیٹ آ گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے مس فریدہ آپ نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہے مسٹر شہریار.....؟" میں نے شہریار سے پوچھا۔

"اگر مس فریدہ پسند کریں تو انہیں یہاں رکھا جا سکتا ہے زنانہ لاک اپ میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے گا۔"

"میں کال کوٹھری میں بھی رہ سکتی ہوں جناب۔ بس مجھے یہاں سے باہر نہ جانے دیں۔"

"ٹھیک ہے آپ مطمئن رہیں۔" فریدہ کو زنانہ لاک اپ میں پہنچا کر شہریار نے کچھ دیر قانونی کارروائیاں کیں پھر مجھے دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"آج تمہیں بہت دیر ہو گئی۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ یہاں رکو گے یا.....؟"

"نہیں باہر چلتے ہیں۔" ہم لوگ گرین فاؤنٹین میں آ بیٹھے۔ چائے پیتے ہوئے شہریار نے کہا

"کیا عدنان شیخ قاتل ہے.....؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"تمہیں فریدہ کے بیان پر یقین ہے.....؟"

"کافی حد تک.....!"

"حالات بھی اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیا خیال ہے صرف فریدہ کے بیان پر عدنان شیخ کو گرفتار کر لیا جائے۔"

"کیا تو جا سکتا ہے صورت حال مکمل طور پر عدنان کے خلاف جاتی ہے۔ مثلاً" فریدہ کو حبس بے جا میں رکھنا۔ اس بنیاد پر کہ اس نے اسے قتل کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا' عدنان شیخ اگر وہ کاغذ پیش کرتا ہے' جس میں فریدہ نے اس قتل کا اعتراف کیا تھا' تو میرے خیال میں یہ بھی اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



خلاف ہی جاتا ہے' کیونکہ بھلا فریدہ کو کیا پڑی کہ عدنان شیخ کو اپنے اعتراف کے بارے میں لکھ کر دے' ظاہر ہے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ اس کے لئے عدنان شیخ نے مجرمانہ طور پر اسے آمادہ کیا اس کے علاوہ عدنان شیخ کی وہ بیٹی جس کے ساتھ فریدہ اتنے عرصے سے تھی اس بات کی تصدیق کردے گی کہ فریدہ وہاں تھی۔ تاہم شہریار میری خواہش ہے کہ ابھی عدنان شیخ پر ہاتھ نہ ڈالا جائے' بلکہ اس قتل کا پس منظر معلوم کیا جائے' تاکہ مضبوط بنیادوں پر ہم اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں۔"

شہریار نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تو پھر اس سلسلے میں مجھے مشورہ دو کہ عدنان شیخ اور احمد درانی کے درمیانی رابطے کا پتہ کیسے چلایا جائے.....؟"

"کچھ موقع دو' پہلے یہ دیکھو کہ عدنان شیخ کی جانب سے اس سلسلے میں کیا کاروائی ہوتی ہے' وہ ظاہر ہے اصولی طور پر ہم سے ضروری رجوع کرے گا اور اس کے بعد جو بھی صورت حال ہوگی اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔" شہریار پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا اس کے بعد ہم گرین فاؤنٹین سے اٹھ گئے اور میں شہریار کو اس کی مطلوبہ جگہ چھوڑ کر اپنے گھر واپس چل پڑی۔ میرا ذہن خود بھی سوچوں میں گم تھا۔ رات کو اپنی خواب گاہ میں اپنے مخصوص انداز میں سوچتے ہوئے میں ان حالات پر نگاہ دوڑا رہی تھی پرویز احمد اور عدنان شیخ کے درمیان کیا جھگڑا چل رہا ہے' کم از کم اس کی وجوہات معلوم ہونا بے حد ضروری ہے' اطراف میں بکھرے ہوئے کردار اس مسئلے کی عقدہ کشائی کرسکتے ہیں۔ مگر اطراف میں بکھرے ہوئے کردار کون ہیں۔ پرویز احمد درانی کا بھائی اشتیاق احمد درانی' جو پرویز سے شدید اختلاف رکھتا ہے' بے شک وہ ایک بڑا آدمی ہے اور اس سلسلے میں پرویز کی دولت کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے لیکن اور بھی تو عوامل ہوسکتے ہیں جو بالآخر قتل تک جاسکتے یہ بھی ذرا دیکھنا تھا' ہرچند کہ وہ پڑھا لکھا آدمی تھا لیکن اسے صرف اس لئے تو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ ایک دولتمند اور صاحب اختیار شخص ہے' ادھر عدنان شیخ کے بیک گراؤنڈ پر بھی نگاہ دوڑانی پڑے گی۔ میں بہت دیر تک ان خیالات میں ڈوبی رہی اس کے بعد نیند آنے لگی تو اپنے بستر پر جالیٹی۔

○---------☆---------○

پھر دوسری صبح دفتر جانے کو جی نہیں چاہا تھا ایک تجسس ذہن میں یہ بھی تھا کہ شہریار ڈی ایس پی کی حیثیت سے اپنے آفس میں کب پہنچتا ہے' چنانچہ سیدھی پولیس ہیڈ آفس کی جانب چل پڑی تھی اور شہریار کو تلاش کرنے لگی تھی۔ شہریار موجود نہیں تھا البتہ ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب نظر آئے' اور مجھے دیکھتے ہی میری جانب متوجہ ہوگئے۔

"اخاہ..... محترمہ لبنیٰ تشریف لائی ہیں' بھئی آپ کو براہ راست مبارکباد دینا تھی' آپ کے دوست کی ترقی پر۔ درحقیقت یہ بھی ایک بہت بڑا اعزاز ہے آپ نے شدید محنت کرکے بالآخر اس شاعر کو بھی ڈی ایس پی بنوا ہی دیا۔"



"نہیں شاہ صاحب' میں تو صرف ایک پریس رپورٹر ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ میرے اور شہریار کے درمیان ہمیشہ تعاون رہا ہے۔ لیکن ایک حیران کن بات کہی آپ نے..... آپ کو کیسے معلوم کہ وہ شاعر بھی ہے.....؟"

شاہ صاحب ہنسنے لگے' پھر بولے۔ "آؤ میرے ساتھ ایک پیالی چائے پیو' بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" میں شاہ صاحب کے ساتھ ان کے دفتر کی جانب چل پڑی تھی۔

شاہ صاحب کے دفتر میں بیٹھ کر میں نے ان کے ساتھ چائے پی۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ شہریار کے بارے میں انہیں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل ہوئی ہیں' خصوصاً" یوں کہ شہریار کو جو کیس بھی ملا' اسے اس میں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا جبکہ یہ شاندار ریکارڈ کسی اور کا نہیں ہے' صرف شاہ صاحب ہی نہیں بلکہ محکمہ پولیس کے اور بھی اعلیٰ افسران شہریار کی اس اعلیٰ کارکردگی کے معترف ہیں اور اس تجسس کا شکار ہیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ ہم یہ گفتگو کر رہے تھے کہ شاہ صاحب کے اردلی نے دو کارڈ شاہ صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"سر یہ صاحب اس حوالے سے آپ سے ملنا چاہتے ہیں"۔ شاہ صاحب نے دونوں کارڈ اٹھا کر دیکھے اور بولے۔

"عدنان شیخ..... بلاؤ" میں شاہ صاحب کے الفاظ سن کر سنبھل گئی تھی۔ آنے والا گٹھے ہوئے جسم کا ایک خوش شکل انسان تھا۔ عمدہ سوٹ زیب تن کئے ہوئے تھا۔ تو یہ ہے عدنان شیخ میں نے سوچا۔ اس نے کہا۔

"سر میں ایک مشکل میں گرفتار ہوں۔ کفیل واحدی صاحب میرے کرمفرما ہیں اور کوئی دس سال سے میرے اور ان کے تعلقات ہیں۔ وہ میرے مکمل کوائف سے واقف ہیں' میں کافی دنوں سے ایک ذہنی عذاب میں گرفتار ہوں اور اب بحالت مجبوری کفیل واحدی صاحب کے ذریعے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔"

"جی فرمایئے.....؟" شاہ صاحب نے کہا۔

"سر کچھ پرائیویٹ گفتگو ہے.....؟" عدنان شیخ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ بے تکلفی سے سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔"

"جی....." عدنان شیخ نے خشک ہونٹ زبان سے تر کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر گلا صاف کرکے بولا۔ "ایک نہایت الجھا ہوا معاملہ ہے سر' اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے ایک افسر نے میری بچی کی گورنس کو گرفتار کرلیا ہے' اس کی وجہ سے مجھے مشکل کا سامنا ہے۔ میری بیوی مرچکی ہے اور بچی بہت مشکل سے کسی سے مانوس ہوئی ہے' گورنس بہت نیک فطرت ہے' اور اس نے مختصر عرصے میں' میری بچی کو ذہنی طور پر بہت متاثر کرلیا ہے' میری زمینیں ہیں اور مجھے وہاں بے حد مصروف رہنا پڑتا ہے' ان حالات میں گورنس میرے گھر کے لئے نہایت اہم حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن سر' پولیس اسے بغیر کسی خاص وجہ کہ پکڑ لائی ہے اور میرے لئے جس قدر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پریشانیان ہوں گی ہیں' میں جانتا ہوں۔"

"اوہو' مگر آپ کی گورنس کو پولیس نے کس چکر میں اٹھایا ہے' مسٹرعدنان شیخ۔" ایس پی شاہ صاحب ہمدردی سے بولے اور عدنان شیخ نے ایک بار پھر میری طرف دیکھا' لیکن اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ ایس ایس پی شاہ صاحب مجھ سے کوئی بات چھپا نہیں رہے۔ تو اس نے کہا۔

"آپ کے پاس وقت ہوگا جناب' میں اسی سلسلے میں آپ کو مکمل تفصیلات بتانا چاہتا ہوں۔"

"آپ بے فکر ہو کر جو کہنا چاہیں کہیں۔ آپ سے پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ یہ خاتون جو یہاں بیٹھی ہیں' میری انتہائی معتمد ہیں ان کی موجودگی کو آپ بالکل محسوس نہ کریں۔"

"جی' بے حد شکریہ..... دراصل کچھ عرصہ قبل ایک شخص قتل کردیا گیا تھا' اس کا نام پرویزاحمد درانی تھا۔" ابراہیم شاہ صاحب نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر عدنان شیخ کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"جی ہاں یہ قتل ہوا تھا' غالباً" ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری میں.....؟"

"جی..... پرویز احمد درانی اسی کے مالک تھے۔ میرے بھی ان سے خاصے پرانے تعلقات تھے اور ہمارے درمیان بہت عرصے پہلے کافی دوستی بھی تھی۔ پرویز احمد درانی درحقیقت تھوڑی سی انوکھی فطرت کے مالک تھے۔ دولت انہیں ورثے میں ملی تھی اور وہ اس دولت کو بہت ہی ناجائز طریقے سے استعمال کر رہے تھے' میں نے اپنی زمینوں کے کچھ ٹکڑے فروخت کئے تو پرویزاحمد درانی نے مجھ سے کہا کہ میں اپنا یہ سرمایہ ان کے کاروبار میں لگادوں۔ اور بہتر منافع حاصل کروں۔ میں خود بھی کچھ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ پرویز پر بھروسہ کرکے میں نے یہ رقم اس کے حوالے کردی اور اس انتظار میں مصروف رہا کہ ہوسکتا ہے پرویزاحمد درانی اپنے وعدے کی پابندی کرے۔ کیونکہ سارے کام قانونی طور پر طے پائے تھے اور ان کی کوئی غیر قانونی شکل نہیں تھی' لیکن سر مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ پرویزاحمد درانی مجھ سے کوئی فریب کر رہا ہے' اس نے نہایت ذہانت سے وہ پیپے ہضم کرلئے اور اس سلسلے میں جو کاغذات تیار کرائے تھے انہیں بھی اس نے غائب کردیا۔ میرے اس سے مذاکرات چلتے رہے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ اگر مجھے منافع دینا نہیں چاہتا تو نہ سہی لیکن میری اصل رقم تو مجھے واپس کردے۔ وہ اس سے گریز کرتا رہا وعدے کرتا رہا' میں نے اسے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کیں کہ وہ چاہے تو یہ رقم قسطوں میں بھی ادا کرسکتا ہے۔ لیکن اس نے میری اس بات پر بھی عمل نہیں کیا بلکہ ایک طرح سے مجھے بے وقوف بناتا رہا۔ پھر مجھ پر جھلاہٹ سوار ہوگئی۔ جس دن وہ قتل ہوا اس دن میں غصے کے عالم میں اس کے دفتر پہنچا تھا اور میری اس سے تلخ کلامی ہوئی جس پر میں نے پستول تان لیا۔ ایک لڑکی اس وقت اس کے پاس موجود تھی۔ اچانک گولی چلی اور پرویز ہلاک ہوگیا لیکن یہ گولی میں نے نہیں چلائی تھی کوئی اور ہی تھا جس نے یہ فائر کیا تھا میں بدحواسی سے وہاں سے نکل آیا' مجھ پر دہشت سوار ہوگئی تھی میں اس خوف کا شکار ہوگیا تھا کہ کہیں اس کے قتل کا الزام مجھ پر



عائد نہ ہو جائے۔ وہ لڑکی اس قتل کی گواہ ہوسکتی تھی۔ میری عقل ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اس خوف نے مجھے دیوانہ کر دیا تھا اور میں مزید مجرمانہ کاروائی کرتا رہا اس لڑکی کو میں نے تلاش کرکے اسے اپنے پاس بلوایا اور اسے اپنی بیٹی کی گورنس کی نوکری دیدی۔ ساتھ ہی میں نے اسے یقین دلایا کہ میں نے وہ قتل نہیں کیا۔ البتہ میں نے اسے اپنی کوٹھی سے باہر جانے کی ممانعت کردی تھی اور اس سلسلے میں اس کے ساتھ کچھ سختیاں بھی کی تھیں۔ پولیس میرے گھر جاکر اس لڑکی کو گرفتار کرلائی ہے اور میں جانتا ہوں وہ کیا بیان دے گی۔ اس کا بیان میری گردن پھنسا سکتا ہے۔ میں اپنا تحفظ چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ قتل میں نے نہیں کیا ہے۔"

شاہ صاحب کا چہرہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ پھر انہوں نے کہا۔

"آپ اپنی گورنس کی واپسی چاہتے ہیں.....؟"

"جی ہاں!"

"تاکہ اسے اپنے گھر لے جاکر قید کردیں۔"

"نہیں سر..... وہ پولیس کے پاس پہنچ چکی ہے اپنا بیان دے چکی ہوگی میری خواہش ہے کہ اسے میری بیٹی کے پاس بھیج دیا جائے۔ پولیس تحقیقات کرلے۔ میں اس سے پورا تعاون کروں گا۔"

"آپ کے خیال میں پولیس مجرموں کے تعاون سے مجرموں کا سراغ لگاتی ہے۔"

"سر میں مجرم نہیں ہوں۔"

"آپ کچھ پڑھے لکھے ہیں عدنان صاحب؟"

"جی سر' ایم۔اے فرسٹ ڈویژن۔"

"مگر آپ کی باتیں نہایت جاہلانہ ہیں۔ یقیناً" واحدی صاحب کو پوری تفصیل معلوم نہ ہوگی ورنہ وہ ایک مجرم کی سفارش کبھی نہ کرتے۔ آپ کا پہلا جرم یہ ہے کہ آپ پستول لے کر کسی کے دفتر میں داخل ہوئے۔ کیا ارادہ تھا آپ کا.....؟"

"سر میں اسے صرف دھمکانا چاہتا تھا۔"

"آپ کا دوسرا جرم یہ ہے کہ آپ نے اس قتل کی اطلاع فوراً" پولیس کو نہ دی۔"

"میں خوفزدہ تھا سر.....!"

"اور تیسرا جرم یہ ہے کہ آپ ایک نوجوان لڑکی کو حبس بے جا میں رکھے ہوئے تھے۔ قتل آپ نے کیا یا نہیں لیکن یہ تین جرم آپ کے لئے کافی ہیں مسٹرعدنان شیخ۔ اور آپ اپنے ان جرائم کے لئے مجھے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں سر مجھے اعتراف ہے لیکن یہ سب ..... یہ سب۔" عدنان شیخ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آپ خود کو زیر حراست تصور کریں عدنان شیخ صاحب۔ میں فون پر واحدی صاحب سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



بات کئے لیتا ہوں۔" شاہ صاحب نے کہا اور عدنان شیخ کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

اسی وقت شہریار اندر داخل ہوا۔

شہریار نے شاہ صاحب کو سیلوٹ کیا تھا شاہ صاحب عدنان شیخ کے انکشاف سے کافی برافروختہ تھے۔ انہوں نے شہریار سے کہا "یہ عدنان شیخ ہیں تم نے ان کی کوٹھی سے ان کی بیٹی کی گورنس کو گرفتار کیا ہے....."

"گرفتار نہیں سر میں نے اس کی درخواست پر اسے حبس سے بے جا سے نکالا ہے اور جو بیان اس نے دیا ہے اس کی روشنی میں انہیں گرفتار کرنا چاہتا تھا۔" شہریار نے بے خوفی سے کہا۔

"انہیں گرفتار کرکے لاک اپ میں پہنچا دو یہ جو بیان میرے سامنے دے چکے ہیں وہ لٹی تمہیں بتادیں گی یہ تم سے ملنے آئی تھیں۔ تم خود بھی ان کا باقاعدہ بیان لے سکتے ہو۔" شاہ صاحب بولے۔

"سر یہ میرے ساتھ زیادتی ہے میں یہاں آپ کی مدد حاصل کرنے آیا تھا گرفتار ہونے نہیں آپ براہ کرام واحدی صاحب سے ہی فون پر میری بات کرادیں۔" عدنان شیخ نے کہا۔

"واحدی صاحب کو فون کرکے تمام واقعات کی اطلاع میں خود دیدوں گا۔"

"تب پھر مجھے میرے وکیل احمد اللہ خان کو فون کرنے کی اجازت دیں یہ ایک سچ ہے جناب کے پرویز احمد درانی کو میں نے قتل نہیں کیا' پولیس کی تحقیقات بالآخر اسے ثابت کردے گی۔"

"مسٹر عدنان شیخ تین جرائم کا اعتراف آپ نے خود میرے سامنے کیا ہے اس کے باوجود اگر آپ پرویز احمد کے قاتل نہ نکلے تو پولیس زبردستی آپ کو قاتل ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرے گی یہ میرا وعدہ ہے" شاہ صاحب نے کہا اور عدنان شیخ کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا.....

"میری بچی بہت چھوٹی ہے جناب اور گھر میں نوکروں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے وہ تنہائی میں دہشت سے مرجائے گی۔"

"اس کا کچھ انتظام ضرور کیا جائے گا' مسٹر شہریار آپ انہیں لاک اپ کردیں اور ضروری کاروائی کرنے کے بعد مجھے رپورٹ دیں۔"

"میری بچی کے لئے جو انتظام کیا جائے اس کی اطلاع مجھے دیجئے یہ آپ کا اخلاقی اور قانونی فرض ہے..... ورنہ ..... ورنہ"

"آیئے شیخ صاحب' مس لٹی آپ کو میری مدد کرنا ہوگی" شہریار نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں اٹھ گئی۔ سب سے پہلے عدنان شیخ کو عارضی حوالات میں بند کیا گیا اس کے بعد شہریار میرے ساتھ اپنے دفتر میں آگیا۔ "اس طرف کیسے نکل آئیں؟" اس نے پوچھا۔



"بس تمہارے پاس آئی تھی کوئی خاص بات نہیں تھی"۔ میں نے شہریار کو مختصراً تفصیل بتائی۔ عدنان شیخ جس طرح آیا تھا اور اس نے جو کچھ کہا تھا اس کی تفصیل بتائی۔ شہریار پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے لٹی....."

"کوئی فیصلہ نہیں کرسکی ہوں..... معاملہ واقعی الجھا ہوا ہے خاص طور پر میں فریدہ کے بارے میں سوچ رہی ہوں لڑکی معصوم لگتی ہے اس کا بیان اور انداز بھی غلط نہیں معلوم ہوتا لیکن....."

"ایک اور بات تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"کیا.....؟"

"میں نے خصوصی طور پر پوسٹ مارٹم رپورٹ کا مطالعہ کیا ہے اس میں ایک اہم نکتہ ہے وہ یہ کہ گولی پشت پر چلائی گئی ہے اور کمر کی ہڈی توڑتی ہوئی دل تک پہنچی ہے نیز یہ کہ وہ کوئی بارہ گز کے فاصلے سے چلائی گئی ہے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ واضح ہے۔"

"او مائی گاڈ....." میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ ایک عجیب سی سنسنی بدن میں پیدا ہوگئی تھی۔ میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے سوچتی رہی' شہریار نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں عدنان شیخ کا بیان رجسٹر کرالوں شاہ صاحب انتظار کررہے ہوں گے ان سے ڈسکس بھی کرنا ہے۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"آؤنا..... کہاں جانا ہے" شہریار نے کہا رجسٹرار کے ساتھ ہم عدنان شیخ کے پاس پہنچ گئے وہ بری طرح نڈھال تھا اور شاید روتا رہا تھا۔

"ایک انسان کی حیثیت سے آپ لوگ ایک معصوم بچی کے لئے تو کچھ کیجئے مجھ پر قتل ثابت ہو جائے تو بے شک مجھے سزائے موت دلوادیں لیکن میری زندگی میں تو اس بے گناہ کو بے موت نہ ماریں آخر وہ تنہا کیسے رہے گی' کسی بھی ملازم سے اتنی ہلی ہوئی نہیں ہے کہ اس کے پاس بہل جائے' آپ اسے ایک نگاہ دیکھ لیجئے اگر وہ بھی آپ کو قاتل نظر آئے تو اسے بھی میرے ساتھ موت کی کرسی پر بٹھا دیجئے گا۔ اگر بے گناہ ہو تو کم از کم اس کی معصومیت کا تو خیال کرلیں....."

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں عدنان صاحب' ہمیں آپ کو کوئی نقصان! پہنچا کر خوشی تو نہیں ہوگی اس سلسلے میں شاہ صاحب نے پہلے ہی آپ کو اطمینان دلایا ہے کہ کچھ نہ کچھ کردیا جائے گا اور آپ کو یقیناً اس کی اطلاع دی جائے گی اس کا وعدہ میں آپ سے کررہا ہوں' آپ براہ کرام اپنا تفصیلی بیان رجسٹر کرادیں دیکھئے جو حالات جو واقعات ہیں ان کے بارے میں کوئی جھوٹ نہ بولئے گا ورنہ آپ ہی کے حق میں نقصان ہوگا۔" عدنان شیخ آنکھیں خشک کرنے لگا پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



بولا.........

"شاہ صاحب کو میں نے جو کچھ بتایا ہے اس میں ذرا برابر جھوٹ نہیں ہے وہی بیان آپ کو دوبارہ دے سکتا ہوں........"

"ہاں اسی کی بات کر رہا ہوں........"

پھر عدنان شیخ نے تفصیلی بیان لکھوایا یہی بیان وہ شاہ صاحب کو دے چکا تھا اس نئے بیان میں اس نے کوئی ترمیم نہیں کی تھی' البتہ میں نے اس سے بیان کے آخر میں پوچھا.........

"وہ پستول جو آپ نے پرویز احمد درانی پر تانا تھا وہ کہاں ہے.........؟"

"میرے سونے کے کمرے میں مسہری کے نیچے یعنی گدے کے نیچے" عدنان شیخ نے جواب دیا.........

"اور وہ کاغذ جو آپ نے فریدہ سے لکھوایا تھا........" میں نے سوال کیا اور عدنان شیخ کھوئی کھوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا' پھر بولا.........

"ہاں وہ کاغذ بھی محفوظ ہے' میرے بیڈروم میں سیاہ رنگ کی ایک الماری ہے' اس میں ایک چور خانہ ہے جس میں وہ کاغذ رکھا ہوا ہے آپ کو اس خانے کے کھولنے کی ترکیب بتائے دیتا ہوں آپ لوگوں نے درحقیقت مجھے جال میں جکڑ لیا ہے مجھے خود بھی محسوس ہو رہا ہے کہ میرے پاس کوئی راہ فرار نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود عدنان شیخ صاحب اگر آپ بے گناہ ہیں تو میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کی بے گناہی ثابت کرکے رہوں گی' آپ حوصلہ رکھئے........"

یہاں سے ہم دونوں ایس ایس پی شاہ صاحب کے پاس پہنچے تھے اور پھر شہریار نے شاہ صاحب کو تفصیلی رپورٹ پیش کی' جس میں اس لڑکی کی گرفتاری کے بارے میں تفصیل بھی شامل تھی' شاہ صاحب پرخیال نگاہوں سے شہریار کو دیکھ رہے تھے پھر انہوں سے مسکراتے ہوئے کہا.........

"یہ دونوں جاسوس اس بارے میں کیا کہتے ہیں عدنان شیخ قاتل ہے؟ خاص طور سے مس لیٹی میں آپ سے سوال کر رہا ہوں۔""

"آخری جواب ابھی نہیں دیا جاسکتا شاہ صاحب ہمیں تھوڑا سا کام کر لینے دیجئے۔" میں نے کہا.........

"ضرور ضرور........ اب یہ بتاؤ اس بچی کے لئے کیا کیا جائے........؟"

"آپ ہمیں فوری طور پر عدنان شیخ کی کوٹھی کی تلاشی کا اجازت نامہ فراہم کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے ملازم مختار خان کی گرفتاری کا حکم بھی عطا کردیں' مختار خان کو گرفتار کرکے ہم لاک اپ میں بند کئے دیتے ہیں۔ اس کے بعد جو ملازم وہاں رہ جاتے ہیں وہ بے ضرر ہیں ہیں میری رائے ہے کہ فریدہ کو گورنس کی حیثیت سے وہاں قیام کرنے پر مجبور کیا



جائے اور وہاں اسے پولیس کا پورا پورا تحفظ فراہم کیا جائے۔ تاکہ اسے بھی اطمینان ہو اس کام کے لئے میرا خیال ہے میں اسے تیار کرلوں گی۔" میں نے کہا اور شاہ صاحب خوشی سے مسکرا دیئے۔

"بہترین مشورہ ہے' میں یہ اجازت نامہ فوراً تمہیں دے دیتا ہوں' کیا خیال ہے شہریار کارآمد رہے گانا.........؟"

"بالکل سر' بہترین رہے گا' لیکن مس لیٹی اگر فریدہ کو تیار نہ کرسکیں تو.........؟ وہ وہاں سے بہت خوفزدہ ہے........"

"فریدہ کو عدنان شیخ اور مختار خان کی گرفتاری کی اطلاع دے دی جائے گی' بلکہ ضرورت ہوئی تو اسے ان دونوں کو لاک اپ میں دکھا بھی دیا جائے گا' اس کے بعد وہ کافی حد تک مطمئن ہو جائے گی تاہم اس کی نگرانی بھی ضروری ہوگی۔"

یہ بات طے پاگئی اور اس کے بعد اس سلسلے میں ضروری امور طے ہونے لگے' میں نے لاک اپ میں فریدہ سے ملاقات کی' وہ بہت مطمئن نظر آرہی تھی مجھے اور شہریار کو دیکھ کر اس نے شکرگزاری کے انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں نے اس سے تمام تفصیلات بیان کردیں' یہ سن کو وہ نہایت خوش ہوئی تھی کہ عدنان شیخ گرفتار ہوگیا ہے پھر میں نے اسے اپنے مقصد سے آگاہ کیا تو وہ بھونچکی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔

"لل لیکن وہاں......... وہاں......... کیا اب میرا وہاں رہنا خطرناک نہیں ہوگا.........؟"

"پولیس تمہاری بھرپور حفاظت کرے گی' وہ بچی کیا نام ہے اس کا.........؟"

"نیلم!"

"وہ بچی اپنے باپ کی غیر موجودگی میں کسی حادثے کا شکار بھی ہو سکتی ہے اس' وقت یہ تمہاری انسانی ذمہ داری ہے کہ تم اس کی نگہداشت کرو ہم تمہیں پورے تحفظ کا یقین دلاتے ہیں........"

فریدہ ہمارے کہنے سے تیار ہوگئی تھی اور اس کے بعد یہ اطلاع عدنان شیخ کو بھی دے دی گئی اس اطلاع کو سن کو وہ مضمحل سے انداز میں مسکرا دیا تھا پھر اس نے کہا.........

"اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو یقینی طور پر یہ ایک معقول بندوبست ہے' یقینی طور پر میری بچی فریدہ کی نگرانی میں بہتر رہے گی' میں آپ لوگوں کا بے حد شکرگزار ہوں' فریدہ کو میرے سامنے لایا جاسکتا ہے؟"

"اگر آپ کہیں تو......... ویسے وہ باہر موجود ہے........" ہم نے فریدہ کو اندر بلایا اور وہ عدنان شیخ کو دیکھ کر سہم گئی۔ عدنان شیخ مضمحل لہجے میں بولا.........

"فریدہ تم نے مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے اور تمہارا بیان مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا ہے' مجھے سزا ملنی ہی چاہئے کیونکہ میں نے تمہیں اپنے مقصد کے لئے قید میں رکھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھا لیکن میرے لئے کتنی ہی بددعا چاہو کرلو نیلم تم سے مل گئی ہے اگر مجھے سزائے موت بھی ہو جائے تو میں ایک ایسا وصیت نامہ تیار کردوں گا جس کی رو سے فریدہ تمہیں وہ اختیارات مل جائیں گے جن کے ذریعے تم نیلم کی پرورش کرسکتی ہو میں تمہیں اس کا اتنا معقول معاوضہ دوں گا کہ تمہیں اپنی زندگی میں کوئی مشکل نہیں رہے گی بولو مجھ پر احسان کرسکتی ہو.....؟"

فریدہ نے کوئی جواب نہیں دیا' وہ بدستور سہمی ہوئی نگاہوں سے عدنان شیخ کو دیکھتی رہی' میں نے عدنان شیخ سے کہا.....

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں اور آپ بھی بددل نہ ہوں' قانون آپ کے ساتھ مکمل انصاف کرے گا بشرطیکہ پرویز احمد درانی کے قاتل نہ ثابت ہوئے۔"

"سنو تم جو کوئی بھی ہو میری اس بات کو اچھی طرح سن لو میں نے اسے قتل نہیں کیا' خدا کی قسم میں نے اسے قتل نہیں کیا' میں بے شک اپنا پستول لے کر بڑے جنون کے عالم میں وہاں پہنچا تھا لیکن اگر بات بہت زیادہ بگڑ جاتی تب بھی شاید میں اس پر گولی نہ چلا سکتا بس ایک دھمکی دینا تھی اسے لیکن تقدیر مجھ پر ہنس رہی تھی۔ بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں' میں تقدیر کے فیصلے کا منتظر ہوں....."

ہم لوگ فریدہ کو وہاں سے لے آئے' تقریباً" تمام ہی انتظام ہوچکے تھے' شاہ صاحب کی طرف سے مختار خان کو حراست میں لینے کا اجازت نامہ مل گیا تھا۔

پولیس کی تھوڑی سی نفری کے ساتھ ہم فریدہ کو لے کر چل پڑے' فریدہ کو راستے میں بہت اطمینان دلایا گیا تھا اس کے باوجود وہ خوف زدہ تھی' بہرحال اس سے زیادہ اور کچھ کیا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ البتہ میں نے فریدہ سے یہ ضرور کہا کہ دیکھو فریدہ تم اس سلسلے میں بالکل ہی بری الذمہ نہیں ہو' پولیس تم پر بھی شک کرسکتی ہے حالات کو جب تک ہمارے سامنے نہیں لایا جائے ہم کوئی فیصلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پولیس تمہارے ساتھ یہ رعایت برت رہی ہے کہ تمہیں حراست میں نہیں رکھا جارہا لیکن اگر تم نے عدنان شیخ کی کوٹھی سے فرار ہونے کی کوشش کی تو پھر صورت حال بالکل تبدیل ہو جائے گی اور تمہاری طرف بھی اس قتل کا شبہ کیا جاسکتا ہے تم یہ سمجھ لو کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اس میں پولیس کا تمہارے ساتھ تعاون بھی شامل ہے تم اس کام کو ایک ذمہ داری سمجھ کر پورا کروگی۔"

"جی..... میں سمجھ رہی ہوں' آپ اطمینان کرلیں اور پھر ویسے بھی وہاں پولیس کا پہرہ ہوگا میں کہاں جاسکتی ہوں" فریدہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"حالات بُرے نہیں ہیں دیکھیں گے آگے کیا ہوتا ہے" ہم فریدہ کو لے کر عدنان شیخ کی کوٹھی میں پہنچ گئے یہ خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں مختار خان وہاں سے غائب نہ ہوچکا ہو ظاہر ہے عدنان شیخ کو اطلاع دینے والا وہی ہوگا لیکن شکر تھا کہ دروازے سے دوسری طرف نگاہ ڈالتے ہی مختار خان نظر آگیا۔ فریدہ کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔ پھر وہ ہمارے قریب پہنچ گیا اور شہریار



نے اپنے ساتھ آنے والے سپاہیوں کو اشارہ کیا..... انہوں نے فوراً" ہی مختار خان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی تھی.....

"میں میں کیوں مم میرا کیا قصور ہے؟" مختار خان گھبرائے ہوئے انداز میں بولا.....

"تمہارا قصور یہ کم ہے مختار خان کے عدنان شیخ کے کہنے سے تم فریدہ کو قید میں رکھے رہے ہو....."

"میں ملازم تھا صاحب' جو حکم ملا کرتا رہا' کیا عدنان شیخ صاحب نے میری شکایت کی ہے میرا مطلب ہے....."

"تمام باتیں تمہیں پولیس اسٹیشن چل کر معلوم ہو جائیں گی..... چلو....."

"یہ زیادتی ہے مگر آپ لوگ زیادتی کرسکتے ہیں آپ کو اس کا لائسنس ملا ہوا ہے چلئے....." مختار خان نے کہا اور شہریار کے اشارے پر پولیس کے کانسٹیبل اسے باہر لے گئے اور اسے پولیس کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ یہاں ہمیں کچھ کام کرنا تھا چنانچہ کانسٹیبلوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ مختار خان کی طرف سے ہوشیار رہیں۔ اس کے بعد ہم کوٹھی میں داخل ہوگئے تھے فریدہ ہماری مددگار تھی عدنان شیخ کا کہنا درست نکلا پستول اس کی خواب گاہ میں بیڈ کے گدے کے نیچے سے مل گیا تھا اس کے وہ کاغذ بھی جس کے بارے میں اس نے تفصیلات بتائی تھیں فریدہ کو وہ کاغذ دکھاتے ہوئے میں نے کہا.....

"تمہاری اس تحریر کو اب پولیس کی تحویل میں رکھا جائے گا فریدہ..... لیکن اس بات سے خوفزدہ نہ ہونا ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ یہ تحریر تم سے زبردستی لکھوائی گئی ہے۔" فریدہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی تھی..... خوبصورت سی معصوم سی لڑکی فریدہ کے پاس پہنچ کر اس سے لپٹ گئی تھی اور اس سے سوالات کر رہی تھی کہ آنٹی آپ کہاں گئی تھیں۔ فریدہ نے اسے تسلیاں دیں' اور اس کے بعد میں نے فریدہ کو بتایا کہ سادہ لباس میں چار پولیس والے آس پاس موجود ہوں گے اور ہر خطرے سے نمٹنے کے لئے تیار..... جب کہ اب اسے کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ مختار خان کو اس کے سامنے گرفتار کرلیا گیا ہے اور عدنان شیخ کو ویسے ہی لاک اپ میں دیکھ چکی ہے۔ ان دونوں باتوں سے فریدہ کافی حد تک مطمئن ہوئی تھیں اور اس نے کہا تھا.....

"آپ اطمینان رکھیں' میں اپنا فرض سمجھ کر اسے انجام دوں گی' پولیس کی مدد کرنا میرا فرض ہے کیونکہ میری گردن بھی اس معاملے میں پھنسی ہوئی ہے....."

ہم وہاں سے واپس آئے' مختار خان کو بھی لاک اپ میں بند کر دیا گیا۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ بعد میں ان دونوں کو علاقے کے لاک اپ میں منتقل کر دیا جائے گا اور ابتدائی تحقیق کے بعد جو بھی فیصلہ ہوا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ شہریار نے مجھ سے کہا.....

"جی محترمہ اب کیا حکم ہے.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"چلو پھر جب کام کر ہی رہے ہو اس سلسلے میں تو اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"جی بہتر پولیس گاڑی لے چلوں یا آپ اس نیک کام کے لئے اپنی ہی گاڑی استعمال کریں گی میرا مطلب ہے کانسٹیبلوں وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے....."

"نہیں میری گاڑی میں چلو....." میں نے کہا اور شہریار میرے ساتھ باہر نکل آیا' اجازت تو مل ہی چکی تھی اور اب کوئی اور مسئلہ نہیں تھا چنانچہ میں نے کار اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑی' راستے میں شہریار نے کہا.....

"پوچھ سکتا ہوں خاتون کہ اب کہاں تشریف لے جارہی ہے.....؟"

"ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری....." میں نے جواب دیا.....

"مگر یہ خدشہ ہے کہ وہ بند ملے....."

"کیوں.....؟"

"بھئی اسٹاک ٹیکنگ ہو رہی تھی اور میرا خیال ہے وہ کام ختم ہو چکا ہوگا"

"ہاں بات واقعی قابل غور ہے اور مجھے خوشی ہے اس بات کی کہ اب تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی غور کرنے لگے ہو....."

"جی ہاں بالغ ہوتا جارہا ہوں" شہریار نے جواب دیا ہم لوگ مطلوبہ جگہ پہنچ گئے اور یہ دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی کہ ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کے شٹر کھلے ہوئے تھے۔ ہم کار سے اتر کر اندر داخل ہوئے تو گنجے سروالے افتخار صاحب پر نگاہ پڑی' جو دو کلرکوں کے ساتھ وہاں موجود تھے ہمیں دیکھ کر انہوں نے ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھری تھیں۔

"کہئے افتخار احمد صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے.....؟"

"جی بہتر ہوں..... آپ لوگ کیسے ہیں.....؟"

"بس ٹھیک ہیں آج تھوڑا سا کام اور تھا ہمیں یہاں لیکن آپ ابھی تک یہاں کیسے نظر آرہے ہیں کیا آپ کا کام ختم نہیں ہوا ابھی تک؟"

"نہیں کام تو ختم ہوگیا لیکن اشتیاق احمد صاحب کا حکم ہے کہ ہم ابھی یہاں بیٹھیں اور ان لوگوں کا انتظار کریں جن کے پرویز صاحب پر کچھ حسابات وغیرہ ہوں ان سب کی ادائیگی کے لئے اشتیاق صاحب نے ہمیں رقم دی ہے ایسے کچھ نام تھے میرے علم میں جن کے بارے میں میں نے اشتیاق صاحب کو بتادیا تھا چنانچہ اس سلسلے میں یہاں بیٹھنا پڑ رہا ہے ویسے بھی پولیس کی جانب سے ہمیں کوئی ممانعت نہیں کی گئی ہے....."

"ٹھیک ہے ذرا ایک بار پھر ہم دفتر کا جائزہ لینا چاہتے ہیں....."

"جی ضرور..... تشریف لائیے میری ضرورت ہے۔" افتخار احمد صاحب نے پوچھا.....

"ہاں ہاں آئیے" ہم نے کہا..... اندرونی دروازہ بدستور اندر کی سمت سے بند تھا چنانچہ ہمیں بیرونی سمت سے اندر داخل ہونا پڑا۔ میرے ذہن میں ایک خیال تھا جس کی میں تصدیق کرنا



چاہتی تھی اور اس مقصد کے تحت یہاں آئی تھی کمرے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ اس بڑی سی میز کے عقب میں پہنچی اور دوسرے لمحے میری آنکھیں چمکنے لگیں..... میز کے عقب میں ایک بڑی سے کھڑکی موجود تھی جس پر پردہ پڑا ہوا تھا میں نے حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا کمرہ بہترین اشیاء سے آراستہ تھا لیکن ایئرکنڈیشنڈ نہیں تھا یہ ایک حیران کن بات تھی تاہم میں نے ابھی اس سلسلے میں افتخار احمد سے سوال نہیں کیا اور میز کے عقب میں پہنچ کر کھڑکی کا پردہ سرکا دیا۔ اس کے بعد میں نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیئے۔ دوسری جانب دور تک کا منظر نظر آرہا تھا۔ مکانات بنے ہوئے تھے لیکن مکانات کے اور اس دفتر کے درمیان کافی فاصلہ تھا' یہ ایک اچھی خاصی گزرگاہ تھی جو نجانے کہاں سے آتی تھی اور کہاں جاتی تھی لیکن یہاں بالکل خاموشی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا کبھی کبھی اکا دکا افراد آتے جاتے نظر آجاتے تھے شہریار بھی شاید میرا مقصد سمجھ گیا تھا کیونکہ وہ بھی برق رفتاری سے میرے نزدیک پہنچ کر باہر جھانکنے لگا تھا۔ کچھ دیر تک باہر کا جائزہ لینے کے بعد میں نے کھڑکی بند کردی اور افتخار احمد صاحب کی طرف مڑی.....

"افتخار احمد صاحب کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ پورا شوروم ایئرکنڈیشنڈ ہونے کے باوجود یہ کمرہ ایئرکنڈیشنڈ نہیں ہے.....؟"

"جی میڈم..... دراصل پرویز احمد درانی صاحب دائمی نزلے کا شکار تھے اور ایئرکنڈیشنڈ میں بیٹھ کر ان کی طبیعت مزید خراب ہو جایا کرتی تھی..... چنانچہ اس کمرے کو انہوں نے ایئرکنڈیشنڈ نہیں کرایا....."

"جب وہ یہاں اس کمرے میں بیٹھتے تھے تو کیا یہ کھڑکی کھول لیا کرتے تھے....."

"جی' جب انہیں گھٹن محسوس ہوا کرتی تھی تو وہ کھڑکی کھول لیا کرتے تھے۔"

"ذرا یاد کرکے بتائیے کہ جب انہیں قتل کیا گیا تو کیا یہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی.....؟"

افتخار احمد صاحب سوچ میں ڈوب گئے' پھر گردن ہلا کر بولے "جی ہاں بعد میں پولیس نے ہی یہ کھڑکی بند کی تھی اور اسے اندر سے بولٹ کر دیا تھا....."

"جی بہت بہت شکریہ افتخار احمد صاحب' معاف کیجئے گا آپ کو زحمت دی گئی....." میں نے کہا اور اس کے بعد میں شوروم میں واپس چل پڑی شہریار میرے پاس آکر بیٹھ گیا تھا اس نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا..... "خدا کی قسم لٹنی مذاق کی باتیں اپنی جگہ تمہاری ذہانت بے مثال ہے' پتہ نہیں تم نے یہ ذہانت کہاں سے پائی' ایسا گہرا نکتہ سوچتی ہو کہ دوسرے کی عقل کام ہی نہ کرے....."

"بس جناب مائل صاحب' یہ سب کچھ آپ کی نظر کرم ہے آپ کو کچھ اندازہ ہوا.....؟"

"ہاں میں تو واقعی بہت بری طرح الجھ گیا ہوں' ہوں اس کا مقصد ہے کہ وہ تقریباً درست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہی کہتا ہے۔"

"عدنان شیخ.....؟"

"ہاں..... اس بات کے مکمل امکانات ہیں کہ وہ پرویز احمد درانی کا قاتل نہ ہو' کیونکہ گولی عقب سے چلائی گئی ہے اور جس جگہ سے چلائی گئی ہے وہ اب ہمارے علم میں آچکی ہے....."

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پرویز درانی کا قاتل کون ہے؟"

"لیٹی ایک شخص کو ہم مکمل طور پر نظرانداز کرچکے ہیں..... اور غالباً" اس سے مرعوب ہوگئے ہیں....."

"اشتیاق احمد....." میں نے مسکراتے ہوئے کہا.....

"سوفیصد"

"ہاں نظرانداز تو اسے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے لئے ذرا تھوڑی سی کاروائی کرنا ہوگی میرا خیال ہے شاہ صاحب کو ہم اس سلسلے میں اپنا معاون کار بناتے ہیں....."

"یقیناً" اشتیاق احمد چیز کیا ہیں اچھے اچھے ایسے مسئلوں میں ناکوں چنے چباتے نظر آتے ہیں میرا خیال ہے شاہ صاحب کو اشتیاق احمد کے بارے میں شبہے سے آگاہ کر دیا جائے' ویسے بھی حالات یہی کہتے ہیں کہ اشتیاق احمد اس قتل کے ذمہ دار ہوسکتے ہیں' ان کی نفرت' ان کا سوتیلاپن' ان کا ماضی' دولت ہی کے لئے تو سب کچھ نہیں کیا جاسکتا اور بھی بہت سے عوامل ہوسکتے ہیں نہیں لیٹی نہیں اشتیاق احمد کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا اب کہاں چل رہی ہو.....؟"

"واپس عدنان شیخ صاحب کی کوٹھی پر....." میں نے جواب دیا اور شہریار چونک کر میری صورت دیکھنے لگا' پھر اس نے اس بارے میں سوال نہیں کیا تھا ایک بار پھر ہم فریدہ سے ملے..... وہ یہاں اب کافی مطمئن نظر آرہی تھی مسکراتے ہوئے اس نے ہمارا خیرمقدم کیا اور کہنے لگی.....

"پتہ نہیں کیا ہوگا میں ایک کھلونا بن کر رہ گئی ہوں اس بچی میں اتنا دل لگ گیا ہے میرا کہ بتا نہیں سکتی' ویسے آپ لوگوں کی فوری واپسی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ایک سوال باقی رہ گیا تھا فریدہ' جواب دینا پسند کروگی.....؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں..... میں تو آپ لوگوں کو اپنا محسن سمجھتی ہوں بتایئے دل و جان سے جواب دوں گی....."

"تم جس وقت وہاں داخل ہوئی تھیں تو وہ شخص وہاں موجود تھا.....؟"

"عدنان شیخ....."

"ہاں ہماری مراد اسی سے ہے.....؟"



"نہیں میں نے عرض کیا تھا نہ کہ میں باتیں کررہی تھی پرویز احمد صاحب سے کہ وہ غصے میں ڈوبا ہوا اندر آیا اور اس نے وہ جملہ ادا کیا جو میں نے آپ کو بتایا تھا اس کے بعد اس نے پستول نکال لیا..... پرویز احمد اپنے میز کے عقب سے نکل کر اس کے سامنے آگئے تھے۔"

"اور اس کے بعد اس نے فوراً" ہی فائر کر دیا.....؟"

"جی بالکل....." فریدہ نے جواب دیا.....

"اس وقت وہ یقینی طور پر پرویز احمد کے بالکل سامنے ہوگا....."

"جی بالکل سامنے....."

"فاصلہ کتنا تھا ان دونوں کے درمیان....." میں نے سوال کیا اور فریدہ کچھ سوچنے لگی..... پھر بولی.....

"زیادہ سے زیادہ تین یا چار فٹ کا....." اس نے جواب دیا.....

"اور اس نے ان کے سینے پر گولی ماری تھی....."

"جی ہاں....."

"وہ ان کے عقب میں تو نہیں گیا تھا میرا مطلب ہے عدنان شیخ پرویز احمد کے عقب میں تو نہیں گیا تھا.....؟"

"جی نہیں' اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا اس نے.....!"

"بس فریدہ یہی معلوم کرنا تھا تم سے ..... اب ہمیں اجازت دو۔"

میں نے کہا اور فریدہ ہمارے ساتھ ہی باہر نکل آئی' بچی نیلم بھی اس کے ساتھ تھی ہم اندر سے باہر پہنچے تو سادہ لباس والے ایک آدمی کو پکڑے ہوئے تھے اور اسے دھکیلتے ہوئے کوٹھی سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہے تھے وہ چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا شہریار نے گرج کر ان لوگوں سے کہا اس آدمی کو چھوڑ دیں اور سادہ لباس والوں نے جلدی سے اسے چھوڑ دیا وہ کئی قدم آگے بڑھ آیا تھا' اچھے خاصے تن و توش کا اور بگڑی ہوئی سی شکل کا آدمی تھا کہنے لگا.....

"دیکھئے افسر صاحب یہ زیادتی ہو رہی ہے میرے ساتھ میں اپنے بہنوئی کے گھر میں آیا ہوں کسی غیر کے گھر نہیں آیا اندر میرا بہنوئی موجود ہے اس سے بس اتنا کہلوادیں کہ ریحانہ کا بھائی شہزاد اس سے ملنے آیا ہے میری بھانجی ہے یہاں۔" اس نے کہا اور دوسرے لمحے اس کی نگاہیں نیلم کی جانب اٹھ گئیں..... وہ ایک دم ساکت رہ گیا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"یہ ریحانہ کی بیٹی ہے نا..... یہی ہے نا ریحانہ کی بیٹی میری بھانجی' میری بچی میری لخت جگر....." وہ جلدی سے آگے بڑھا اور اس نے نیلم کو اٹھا کر سینے سے بھینچ لیا۔ میں حیران رہ گئی تھی شہریار کڑی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا سادہ لباس والے بھی ہوشیار تھے کہ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو فوری طور پر مداخلت کریں۔ وہ شخص بلک بلک کر رو رہا تھا اور نیلم کو بری طرح چوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



رہا تھا بے چاری بچی بری طرح گھبرا گئی تھی غالباً" وہ شخص اس کے لئے اجنبی تھا چنانچہ وہ بھی رونے لگی وہ اس شخص کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی شہریار نے آگے بڑھ کر بچی کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا اور بولا۔

"کون ہوں تم ڈرامہ کرنے کی بجائے اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ تمہیں اندازہ ہے کہ تم پولیس کے سامنے ہو۔"

"میری بھانجی ہے یہ بالکل میری بہن کی ہمشکل ہے اسے دیکھ کر بے اختیار ہو گیا تھا اس کا باپ عدنان شیخ میرا بہنوئی ہے آپ اسے میرے بارے میں بتا دیجئے۔ میری مرحوم بہن نے ضرور اسے میرے بارے میں بتایا ہو گا وہ میری کہانی جانتا ہے۔"

"عدنان شیخ پولیس کی حراست میں ہے" شہریار بولا۔

"کیوں.....؟" وہ حیرت سے اچھل پڑا۔

"قتل کیا ہے اس نے ایک شخص کو وہ پرویز احمد درانی کا قاتل ہے۔"

"میرے خیال میں اندر چل کر بات کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"آیئے مسٹر شہزاد آپ اندر آیئے۔" میں نے مداخلت کرنا ضروری سمجھا پرویز احمد کا نام سن کر اس شخص کے چہرے پر جو تاریکی پھیل گئی تھی وہ میری نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اندر آیا تھا ہم نے اسے بٹھایا اس نے کمزور لہجے میں کہا۔

"پانی' مجھے ایک گلاس پانی مل جائے گا۔" اس کے لئے پانی منگوایا گیا پانی پینے کے بعد اس نے کہا "عدنان کس کے قتل کے الزام میں گرفتار ہے۔"

"پرویز احمد درانی۔"

"ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کا مالک.....؟" اس نے پوچھا

"ہاں! تم اسے جانتے ہو؟"

"کیا مجھے اس قتل کی تفصیلات بتائی جا سکتی ہیں....."

"تم اپنے بارے میں ہمیں بتاؤ گے یا الٹے ہم سے سوالات کر رہے ہو؟" شہریار بگڑ کر بولا۔

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر شہریار اگر شہزاد صاحب اس سلسلے میں معلومات کرنا چاہتے ہیں تو انہیں بتا دیا جائے۔" میں نے مداخلت کی تو شہریار سنبھل گیا اس کے کچھ بولنے سے پہلے وہ شخص بول اٹھا.....

"ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کا مالک پرویز احمد درانی تو کافی دن پہلے قتل ہوا تھا.....؟"

"ہاں پرویز احمد درانی کو اس کے دفتر میں گولی مار کر قتل کر دیا گیا اور اس کا قاتل عدنان شیخ تھا۔ پولیس نے تحقیقات کی اور اب سے ایک دن قبل عدنان شیخ کو گرفتار کر لیا گیا....."

"صرف ایک دن قبل۔" شہزاد نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا' اس کے چہرے پر شدید کشمکش نظر آ رہی تھی اور وہ ذہنی ہیجان کا شکار معلوم ہوتا تھا میں نے ایک بار پھر مداخلت کی۔



"شہزاد صاحب اگر آپ اس سلسلے میں کچھ جانتے ہیں تو براہ مہربانی پولیس کی مدد کیجئے ویسے حالات عدنان شیخ کے خلاف گواہی دے رہے ہیں اور اس بات کے یقینی امکانات ہیں کہ پرویز احمد درانی کے قتل کے سلسلے میں عدنان شیخ کو سزائے موت ہو جائے.....

"نہیں پولیس کی تحقیقات غلط ہیں' یہ نہیں ہونا چاہئے واہ مالک بہت بڑی قیمت وصول کر رہا ہے لیکن دیں گے ہم قیمت دیں گے مالک تو نے جو تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی ہونا چاہئے جی کر بھی کیا کریں گے اس بیکار دنیا میں واہ مالک واہ۔" شہزاد عجیب سے انداز میں بولا شہریار اور میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہے تھے پھر اس نے کہا.....

"یہ بھی تقدیر ہی کی بات ہے' اتنے عرصے کے بعد بہنوئی اور بھانجی کا پتہ لگا' مگر کون جانتا تھا کہ تقدیر اس طرح گھیر کر کہاں لا رہی ہے ٹھیک ہے مالک کی یہی مرضی ہے تو یہی سہی' انسپکٹر صاحب آپ نے غلط تحقیقات کی ہیں پرویز احمد درانی کا قاتل عدنان شیخ نہیں ہے میں ہوں۔ اس کا قاتل آپ کے سامنے موجود ہے یہ پستول ہے میرے پاس جس سے میں نے اسے قتل کیا ہے آپ کی تحقیقات بالکل غلط ہیں' پتہ نہیں پولیس بے گناہوں کو کیوں ایسے الزامات میں پھانس لیتی ہے صورت حال میری سمجھ میں آ رہی ہے وہ شخص وہ شخص ہاں وہ یقینی طور پر عدنان شیخ ہی ہو گا واہ مالک واہ۔" وہ غمزدہ انداز میں آہستہ سے ہنس' پھر اس نے اپنے نیفے سے ایک پستول نکال کر شہریار کے سامنے رکھ دیا۔

"پوری کہانی سن لو پولیس افسر صاحب' اچھا ہی ہوا جو عین وقت پر آ گئے ہم' اگر دیر لگتی تو پھر زندگی بھر افسوس ہی کرتے رہتے' ہماری بھانجی ہے باپ کے سائے میں پلے گی تو زیادہ اچھا ہے' ہمیں وہ بے چاری کیا جانے خون کو خون کبھی پہچانتا ہو گا اب نہیں پہچانتا۔ اگر پہچانتا تو ہمارے قریب آ کر وہ اس طرح نہ روتی..... نہیں اس کے سر پر اس کے باپ کا سایہ ہی رہنا چاہئے اور پھر اس نیک آدمی کو بے گناہ نہیں پھنسنا چاہئے نہیں پولیس افسر صاحب' ہم ہر جگہ اعتراف جرم کریں گے آپ کے سامنے بھی کر رہے ہیں عدالت میں بھی کریں گے اب جب جانا ہی ہے اس دنیا سے تو جائیں گے چلے جائیں گے کوئی بات نہیں ہے آپ ہمارا بیان لوگے یا پولیس اسٹیشن جا کر لوگے؟"

ہم دونوں بڑی سنسنی محسوس کر رہے تھے شہریار نے رومال جیب سے نکالا اور پستول لے لیا' پستول اپنی تحویل میں لے کر اس نے کہا.....

"تم مجھے تفصیل بتاؤ مسٹر شہزاد' یہ کیا قصہ ہے....."

"ایسی بہت سی کہانیاں سنی ہوں گی آپ نے اپنی زندگی میں انسپکٹر ہم ایک آوارہ مزاج آدمی تھے ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا بہن تھی بس ایک ہماری نام اس کا ریحانہ تھا کچھ بھی نہیں کیا تھا ہم نے زندگی میں بہن سے بہت محبت کرتے تھے ہمارے پڑوس میں مولوی اعتماد احمد رہتے تھے بہت ہی اچھے انسان تھے بے چارے ان کی بیٹی رئیسہ ہماری بہن کے ساتھ بچپن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سے پروان چڑھی تھی دونوں میں بڑی دوستی تھی مولوی صاحب ہمارا بے حد خیال رکھتے تھے ہمیشہ اچھی باتیں سمجھاتے تھے لیکن یہاں ماننے والا کون تھا بس آوارہ دوستوں کی صحبت تھی اور ہماری بہن بڑی ہوتی جارہی تھی مولوی صاحب ہمارے لئے بہت فکر مند رہا کرتے تھے مگر ہمیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی بس کبھی بہن کا خیال آجاتا تھا تو سوچتے تھے کہ کوئی داؤ لگالیں گے اور اس کی شادی کردیں گے بس اسی داؤ کا چکر چل رہا تھا کہ ہم نے پرویز احمد درانی کو دیکھا مولوی صاحب کا کوئی رشتے دار تھا کبھی کبھی ان کے پاس آتا رہتا تھا لیکن مولوی صاحب مولوی صاحب اس سے مل کر خوش نہیں ہوتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ایک برا آدمی ہے بتایا تھا انہوں نے ایک بار ہمیں اس کے بارے میں کہ وہ دولت مند خاندان کا بیٹا ہے بہت دور کا رشتہ' ہے اور مولوی صاحب کے پاس بس یونہی کبھی کبھی چلا آتا ہے لیکن آدمی ٹھیک نہیں ہے پھر اس برے آدمی سے ہماری بھی دوستی ہوگئی اور یہ دوستی اس نے خود آگے بڑھ کر ہم سے کی تھی ہمیں اس وقت یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کمینہ ہم سے یہ دوستی کیوں بڑھا رہا ہے اس نے ہماری بہن ریحانہ کو دیکھ لیا تھا اور وہ اس کے لئے ہم پر جال ڈال رہا تھا اور ہم اس کے جال میں پھنس گئے ' بڑی گہری دوستی ہوگئی اس سے ہماری اور اس نے ہم سے کہا کہ ہم دولت کمانے کے لئے اس کا سہارا لے سکتے ہیں۔ ہمیں اور کیا چاہئے تھا اس کے خرچ پر ہم دوبار سنگاپور گئے ایک بار ہانگ کانگ گئے مال لائے وہاں اس نے اپنا قالینوں کا کارخانہ کھولا ہوا تھا ہم سے یہ کام کرارہا تھا کافی پیسے خرچ کئے اس نے ہم پر اور پھر ایک بار اس نے ہمیں کچھ سامان دے کر لندن بھیجا اور ہم لندن ایئرپورٹ پر گرفتار ہوگئے ہمارے سامان میں ہیروئن موجود تھی۔ چنانچہ وہاں ہم پر مقدمہ چلا اور اس کے بعد ہمیں ایک لمبی سزا ہوگئی بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ پرویز احمد درانی نے جان بوجھ کر ہماری مخبری کی تھی اور ہمیں گرفتار کرایا تھا مگر ساری کہانی ہمیں معلوم نہیں تھی وہاں سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوسکا اور ہم جیل میں بے بسی کے دن اور بے بسی کی راتیں گزارنے لگے۔ پھر رہائی ملی وہاں اور ہمیں یہاں بھیج دیا گیا گھر پہنچے تو سب کچھ اجڑ چکا تھا گھر بک چکا تھا ہمارا' مولوی اعتماد احمد مرچکے تھے۔ ان کی بیٹی رئیسہ کی شادی ہوچکی تھی لیکن پڑوسیوں نے ایک اور کہانی بھی ہمیں سنائی تھی اور یہ کہانی ہماری بہن کی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ پرویز احمد درانی ہماری بہن کو اپنے ساتھ لے گیا تھا اور اس کے بعد طویل عرصے تک ہماری بہن کا کوئی پتہ نہ چل سکا پرویز احمد درانی کی یہ حرکت ہمارے لئے بڑی حیران کن تھی لیکن بعد میں ہمیں ساری تفصیل پتہ چل گئی۔ پرویز احمد درانی نے ہماری بہن کے ساتھ بڑا ظلم کیا تھا وہ ایک بار پھر واپس آئی تھی یعنی اپنے گھر پھر اس نے گھر وغیرہ بیچ دیا تھا اور وہاں سے چلی گئی تھی کچھ جاننے والوں کو اس نے بتایا کہ پرویز احمد درانی نے اس کے ساتھ بہت ہی کمینگی کا سلوک کیا ہے اس نے اس سے شادی کا وعدہ کیا تھا لیکن پھر دھکے دے کر گھر سے نکال دیا پرویز احمد درانی کے لئے ہمارے دل میں نفرت اور انتقام کی آگ روشن ہوگئی اس سے ملنا بے کار تھا'



چالاک اور شاطر آدمی تھا ہم جانتے تھے کہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے بس انتقام کے لئے پیاسے ہورہے تھے ہم اور ہمیں اپنی بہن کی بھی تلاش تھی یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ کہاں گئی بڑی پریشانی کا شکار تھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی تب پھر ہم نے پرویز احمد درانی سے مل کر یہ معلوم کرنے کا فیصلہ کیا کہ ہماری بہن کہاں ہے اس سے ملے تو وہ حیران رہ گیا اور اس نے ہمیں جھوٹی کہانیاں سنائیں اس نے کہا کہ ابتدا ہی سے اسے ہماری بہن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے وہ تو ازراہ کرم ہماری گرفتاری کے بعد اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا چند روز وہ اس کے ساتھ رہی اور اس کے بعد یہ کہہ کر واپس چلی گئی کہ وہ مولوی اعتماد کے گھر جارہی ہے بس اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلا۔

ہمیں رئیسہ کی بھی تلاش تھی اس کا بھی کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا بہرطور ہمیں یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے اور فیصلہ ہم نے یہی کیا کہ پرویز احمد درانی سے اپنا اور اپنی بہن کا بدلہ لیں۔ چنانچہ پولیس افسر صاحب اس پستول سے ہم نے پرویز احمد درانی کا کام تمام کردیا ہم نے بڑی سوچ سمجھ کے ساتھ یہ قدم اٹھایا تھا اور پرویز احمد درانی کے دفتر کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ عقب سے اس پر فائر کرکے اسے ہلاک کردیں کئی بار ہم یہ کوشش کرچکے تھے مگر ناکام رہے تھے کیونکہ عموماً" کھڑکی بند ملتی تھی' سامنے سے ہماری ہمت نہیں پڑتی تھی۔ اس دن کھڑکی کھلی مل گئی اور سناٹا بھی ملا چنانچہ ہم نے فیصلہ کرلیا کہ آج اس کا کام تمام کردیا جائے اس وقت ہم کھڑکی کے قریب موجود تھے جب ایک لڑکی پرویز احمد درانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ہم اس کے جانے کا انتظار کررہے تھے۔ لڑکی تو بیٹھی رہی اس دوران ایک اور شخص اندر آگیا اور پھر نجانے کیا باتیں ہوئیں ان کے درمیان ہمیں کچھ نہیں معلوم پرویز احمد درانی کھڑا ہوا تو ہم نے سوچا کہ آج بھی ہم اپنے کام میں ناکام رہے تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ ہمیں موقع ہی نہ مل سکے گا چنانچہ ہم نے اس پر گولی داغ دی۔ یہ ہے ہماری کہانی' بعد میں ہمیں اتفاقیہ طور پر رئیسہ مل گئی اور رئیسہ نے ہمیں بعد کی کہانی سنائی رئیسہ مولوی اعتماد کی لڑکی تھی ہم آپ کو بتا چکے ہیں رئیسہ نے بتایا کہ ہماری بہن پرویز احمد درانی کے ہاتھوں برباد ہونے کے بعد کئی بار خودکشی کی کوشش کرچکی تھی اور اسی دوران عدنان شیخ نامی ایک شخص مل گیا عدنان شیخ نے اس کی پوری کہانی سننے کے بعد اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا اس نیک آدمی نے ہماری ہماری بہن سے شادی کرلی اور اس کے بعد بڑی محبت سے اسے رکھا۔ اس نے کبھی ہماری بہن کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی' رئیسہ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ہماری بہن کی ایک بیٹی ہے اور اب وہ کافی بڑی ہوگئی ہوگی' لیکن ہماری بہن شروع ہی سے بیمار رہتی تھی' اور اس نے خودکشی کرنے کے لئے ایک خاص قسم کی بوٹی کھائی تھی جس نے اسے بہت نقصان پہنچایا چنانچہ ہماری بھانجی کو جنم دینے کے بعد وہ اس دنیا میں نہ رہ سکی اور اس کا انتقال ہوگیا۔ رئیسہ ہی کے ذریعے ہمیں عدنان شیخ کا پتہ معلوم ہوا تھا ہم اس فرشتہ صفت آدمی سے ملنے آئے تھے اپنی بھانجی کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



دیکھنے آئے تھے اور ہم نے یہ سوچا تھا کہ اس کا شکریہ ادا کریں گے اس کے قدموں پر سر رکھ کر کہیں گے کہ اس نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے مگر..... مگر آپ آپ نے ہمیں یہ انوکھی کہانی سنائی ہے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا انسپکٹر صاحب جس شخص نے ہماری بہن کو برا جاننے کے باوجود اس کے ساتھ یہ اچھا سلوک کیا بھلا اسے ہم ایک غلط الزام میں پھنسنے دیں گے ہم آپ سے حلف اٹھا کر یہ بات کہہ رہے ہیں کہ پرویز احمد درانی کو ہم نے قتل کیا تھا اور قتل کی وجہ بھی آپ کے علم میں آچکی ہے عدنان شیخ بالکل بے گناہ ہے اس کا کوئی قصور نہیں ہے کون کہتا ہے کہ اس نے پرویز احمد درانی کو قتل کیا ہے یہ ہمارے ہاتھ حاضر ہیں ہتھکڑیاں لگائیے اور ہمیں اس شخص کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیجئے' عدنان شیخ کو آپ کو چھوڑنا ہی ہوگا....."

میں اور شہریار سر پکڑ کر بیٹھ گئے تھے یہاں تو کہانی ہی بالکل بدل گئی تھی لیکن ایسا بھی ہوتا ہے پولیس یا جرم کا سراغ لگانے والے درویش نہیں ہوتے کہ بس ہمیشہ ہی سیدھے راستوں کی طرف دوڑ پڑیں۔ بعض اوقات غلط فہمیاں نجانے کیا کیا کہانیاں بنا دیتی ہیں اور ایسی ہی کہانی یہ بھی تھی۔ لیکن اس میں کوئی جھوٹ نہیں تھا شہزاد نے اس قتل کا اعتراف کر کے آلہ قتل پیش کر دیا تھا وہ جذبہ احسانمندی سے سرشار تھا ادھر بے چارے اشتیاق احمد درانی بھی اپنے بیان میں سچے تھے اس کیس نے ایک اور احساس دلایا تھا وہ یہ کہ بعض اوقات معاملات اس بری طرح الجھے ہوتے ہیں کہ حقیقت بے پناہ گہرائیوں میں چھپ جاتی ہے فریدہ اس قتل کی عینی گواہ تھی عدنان شیخ کے سلسلے میں قتل کا جواز بھی تھا لیکن یہ بے چارہ قاتل نہیں تھا تقدیر اگر اس کا ساتھ نہ دیتی تو اس وقت یہ سب کچھ نہ ہوتا حالانکہ پوسٹ مارٹم رپورٹ عقب سے گولی چلنے کی کہانی سناتی تھی لیکن شہزاد کے کردار کو روشنی میں لانا مشکل ترین عمل ہوتا۔

اس کے بعد صورتحال میں کوئی الجھاؤ نہیں آیا شہزاد کو عدنان شیخ سے ملایا گیا دونوں ایک دوسرے کے صورت آشنا بھی نہیں تھے عدنان شیخ کو غیر متوقع طور پر رہائی نصیب ہوئی تھی وہ بہت جذباتی ہو گیا اور اس نے شہزاد کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرنا بھائی میں تمہیں بے گناہ ثابت کروں گا اپنا سب کچھ تم پر خرچ کر دوں گا تمہیں بچانا میری زندگی کا سب سے اہم فریضہ ہوگا۔" ہمارا کام ختم ہو گیا تھا باقی معاملہ قانون کا تھا اور اب ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی شہریار کے جسم پر ڈی ایس پی کی وردی سجی تو میری خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا لیکن اس کے فوراً بعد ہی اسے ایک اہم ترین کیس بھی سونپا گیا تھا۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

ہوا یوں کہ حیات حسین شاہ کے ہاں ان کی بیٹی کی سالگرہ کی تقریب منعقد ہوئی میں صرف اتنا جانتی تھی کہ حیات حسین شاہ صاحب بہت بڑے بزنس میں تھے کسی زمانے میں صوبائی وزیر بھی رہ چکے تھے نیک نام انسان تھے۔ ہر شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں سے ان کے تعلقات



تھے اس لئے ان کے ہاں کی تقاریب خصوصی ہوا کرتی تھیں۔ فوجی افسران' پولیس کے تمام عہدیداران' حکومت کے اعلیٰ ترین ارکان مدعو ہوتے تھے جس علاقے میں ان کی کوٹھی تھی وہاں یوں تو دن رات سیکیورٹی رہتی تھی کیونکہ بہت سے وزراء بہت سے ممالک کے سفراء وہاں رہا کرتے تھے لیکن تقریب کے دوران تو وہاں راستے ہی بند ہو جاتے تھے باقاعدہ چیک پوسٹ قائم ہو جاتی تھیں اور اس طرح تقریب کی شان ہی کچھ اور ہو جاتی تھی۔ ویسے بھی اس انداز کی تقاریب کے مقاصد وسیع تر ہوتے ہیں یہ سبھی جانتے ہیں۔ مجھے بھی میرے چیف ایڈیٹر صاحب نے اس تقریب کی کوریج کا خصوصی حکم دیا تھا۔ شام کے پونے چھ بجے میں وہاں پہنچی تھی۔ پارکنگ کافی فاصلے پر رکھی گئی تھی اور پندرہ منٹ اس تقریب گاہ میں پہنچنے میں صرف ہو گئے تھے۔ بیگمات اور صاحبان کا جم غفیر تھا جن کے بارے میں بس یہ کہہ دینا کافی ہے حشر ساماں بن کر آئے تھے۔ اخبارات کے نمائندے اپنے نمبر بنا رہے تھے اور اصل کام ضروری نہیں رہ گیا تھا۔ اس ذخیرہ گاہ میں سب نے اپنے نشانے تاک لئے تھے چنانچہ بہت سے سرکاری' سیاسی' فنی اور کاروباری انکشاف ہو رہے تھے۔ ذو افراد کو دیکھ کر مجھے چونکنا پڑا تھا۔ ایک تھے میرے ڈیڈی خان غضنفر علی خان رویلہ اور دوسرا شہریار جو وردی میں نہیں تھا۔ مجھے دیکھ کر میری طرف لپکا تھا۔

"یہ کیا حلیہ بنایا ہے؟"

"کیوں.....؟"

"یہ تقریب میں آنے کا لباس ہے.....؟"

"آن ڈیوٹی ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔" شہریار نے طویل سانس لی۔ "میرا پیغام ملا تھا.....؟"

"کہاں سے.....؟"

"گلبدر نے کچھ نہیں کہا.....؟"

"دفتر ہی نہیں گئی۔ تم نے کل کہا تھا نا کہ مصروف ہو' کوئی ٹیلیفون بھی نہیں ملا تمہارا۔ دفتر میں کئی کام تھے سوچا نمٹا لوں۔ پھر چیف ایڈیٹر صاحب نے یہ ذمے داری سونپ دی۔"

"مسٹر اینڈ مسز شہریار کا کارڈ ملا تھا۔ اور پرائیویٹ تھا یعنی ڈی ایس پی شہریار کے لئے گلبدر کو دے کر کہا تھا کہ اس کا جواب چاہئے جو تقریب گاہ پہنچ کر بھی دیا جا سکتا ہے۔"

"چلو آ تو گئی کسی بھی حیثیت سے سہی' ویسے جناب کو پرائیویٹ دعوت نامہ ملا ہے۔ مٹھائی ڈیو ہو گئی۔"

"یہاں ڈی ایس پی کے رینک کے لوگ صرف ڈیوٹی پر ہیں' مجھے میری خصوصی حیثیت کی بناء پر بلایا گیا ہے اور بڑے تعریفی الفاظ کے ساتھ میرا استقبال کیا گیا ہے۔ ایک اور بات بتاؤں سنو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔"

"ضرور سناؤ.....!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ان کلمات کی ادائیگی کے وقت جناب غضنفر علی خان صاحب بھی موجود تھے جنہوں نے مجھے ایک تحفہ عطا کیا ہے۔"

"تحفہ.....؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں فرمایا کہ ایسے ہونہار نوجوان ملک وقوم کی آبرو ہوتے ہیں۔ مزید کہا کہ شہریار کا نام سن کر انہوں نے سوچا تھا کہ کوئی مقابلہ مونچھ کا انعام یافتہ خونخوار چہرے والا افسر ہوگا جس کے چہرہ دیکھ کر ہی جرائم پیشہ لوگ اعتراف جرم کرلیتے ہوں گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں کبھی ان سے ملنے آؤں۔"

"مجھے خوشی ہوئی.....! میں نے کہا۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی ان کے گھر کی آبرو قوم کی آبرو میں شامل ہو جائے گی تو شاید انہیں اعتراض نہ ہو۔ مگر تمہارا یہ لباس.....؟"

"دماغ خراب ہوا ہے تمہارا۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"بھئی میرے اسٹیٹس کا بھی تو سوال ہے۔"

"تمہارا اسٹیٹس ہمیشہ یہی رہے گا۔ میں اپنے گھر میں رشوت کا داخلہ نہیں ہونے دوں گی سمجھے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ نیرہ نظر آگئی تھی جو میرے دفتر سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ وہ مجھے یہاں کے لوگوں کے بارے میں بتانے لگی۔ تقریب کا رنگا رنگ آغاز ہوا۔ میں بھی مصروف تھی۔ اس وقت حیات حسین شاہ اور ڈیڈی ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے فوٹوگرافر کو اشارہ کیا اور وہ ان دونوں کی تصاویر بنانے لگا۔ ڈیڈی نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے زور سے آواز دی۔

"پریس..... اے میڈم آپ کو آواز دے رہا ہوں۔" انہوں نے براہ راست مجھے اشارہ کیا اور میں مسکراتی ان کے سامنے پہنچ گئی۔ "تمہارے پاس یہاں داخل ہونے کا اجازت نامہ ہے.....؟"

"یس سر....." میں نے جلدی سے اپنا پریس کارڈ نکال کر ان کے سامنے کردیا۔

"ہوں۔ ایسی تقریب میں معیاری رپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے تم جیسی کل کی لڑکیاں کیا رپورٹنگ کرتی ہوں گی۔" حیات حسین شاہ ایک دم سنجیدہ ہوگئے۔ انہوں نے جلدی سے کہا۔

"نہیں غضنفرخان یہ شعبہ ہی نوجوانوں کا ہے۔ بوڑھے جغادری مصلحتوں کے لبادوں میں لپٹے ہوتے ہیں اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں جبکہ نوجوان صحافی بیباک ترجمانی کرتے ہیں۔ میں تم سے اختلاف کرتا ہوں۔ محسوس نہ کرنا بے بی' رویلہ صاحب خالص پٹھان ہیں۔"

"محسوس کرے گی تو سر نہیں توڑ دوں گا اس کا۔ کیا سمجھتی ہے یہ خود کو' کیوں لڑکی میں تیرا سر توڑ سکتا ہوں یا نہیں.....؟"

"حاضر ہے سر۔" میں نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔



"غضنفر کیا ہوگیا تمہیں.....؟" حیات حسین صاحب نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیسے چچا ہو یار بھتیجی کو نہیں پہچانتے۔" ڈیڈی نے میرا تعارف کرایا تو شاہ صاحب بھونچکے رہ گئے۔

"اور یہ ملازمت کر رہی ہے۔" شاہ صاحب نے کہا۔

"یہ فتور نہ ہو ہماری کھوپڑی میں تو پھر بات ہی کیا ہے۔" ڈیڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے اجازت سر.....؟" میں نے کہا اور اجازت ملنے پر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ بہت اعلیٰ پائے کی تقریب تھی۔ میں اس میں بڑے اونچے درجے کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ پریس کے افراد اپنے الگ گروہ بنائے ہوئے تھے۔ حیات حسین شاہ صاحب کی لڑکی کو دیکھا جو بہت خوبصورت تھی لیکن عمر پختگی کی حد میں داخل ہوچکی تھی اٹھائیس انتیس سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ اسے دیکھ کر ایک صحافی لڑکی نے کہا۔

"خونی ملکہ پہلے سے زیادہ حسین نظر آرہی ہے۔"

"خونی ملکہ نہیں موت کی شہزادی کہو۔" ایک نوجوان صحافی بولا۔

"دیکھیں آج قرعہ فال کس کے نام نکلتا ہے۔" تیسرے صحافی نے کہا۔

میں بھی ان کی گفتگو میں دلچسپی لئے بغیر نہ رہ سکی یہ تمام لوگ شناسا تھے۔ میں نے کہا۔

"آپ لوگ شاید اس کے حسن پر جدید شاعری کر رہے ہیں۔"

"وہ کیسے مس لیلیٰ۔" انیلا ریاض نے کہا۔

"خونی ملکہ' موت کی شہزادی۔ اور کسی کشتہ ناز کی کہانی جسے آج کا مقتول کہا جارہا ہے۔"

"اوہ نہیں مس لیلیٰ یہ شاعری نہیں حقیقت ہے۔ یہ لوگ صحیح تشریح نہیں کرپارہے ہے یہ کسی خونی ملکہ یا موت کی شہزادی کا معاملہ نہیں بلکہ اس کا بہتر نام موت کی سالگرہ یا خونی سالگرہ ہو سکتا ہے۔" ایک اور صحافی نے کہا جس کا تعلق میرے اخبار سے تھا۔

"وہ کیوں.....؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"نادیہ حیات' ممالک غیر میں تعلیم حاصل کررہی تھیں۔ یہ قدرتی کنواری ہیں کسی قیمت پر شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ تین سال یا اس سے کچھ زیادہ دن ہوئے جب یہ بیرونی ممالک سے واپس آئی تھیں کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن پھر ان کی برتھ ڈے ہوئی اور ایک قتل کی وجہ سے یادگار ہوگئی۔"

"وہ کیسے.....؟"

"انہیں کسی مشروب میں زہر دیدیا گیا تھا۔ کیا نام تھا ان کا۔"

"اعتماد عالم صدیقی۔"

"خاتون کی دوسری سالگرہ پر بھی ایک قربانی ہوئی بالکل پہلے کے سے انداز میں۔ وہی زہر وہی انداز یہ ناظم سعید تھے ایک بڑے صنعت کار۔ انہیں بھی اسی طرح قتل کیا گیا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"حیرت انگیز۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اور یہ تیسری سالگرہ ہے۔ اب سمجھ میں آگیا ہوگا اس شاعری کا مطلب.....؟"

میں پھیکی سی ہنسی ہنسنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔ "ان دونوں وارداتوں کا سراغ نہیں لگا.....؟"

"اس وقت ہمارے ہاں آپ جیسی کوئی سراغ رساں خاتون نہیں تھیں۔" ایک معرصحافی نے طنز کیا۔ میں نے ہنس کر بات ٹال دی تھی ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جو اپنی ناکامیوں کی منہ بولتی تصویر تھے اور ایسی ہی باتوں سے دل کے چھالے پھوڑ لیتے تھے۔ ان لوگوں کے درمیان میں نے اس موضوع پر اور کوئی گفتگو نہیں کی لیکن اس انوکھی کہانی نے مجھے متاثر کیا تھا اور دوران تقریب میری نگاہیں بڑے مشکوک انداز میں چاروں طرف اٹھتی رہی تھیں۔ حیران بھی تھی اور بہت سے خیالات ذہن میں آئے تھے۔ پوری تقریب شاندار رہی۔ تمام امور خوش اسلوبی سے طے پاگئے۔ شہریار کو چونکہ علم تھا کہ میرے ڈیڈی بھی تقریب میں موجود ہیں اس لئے وہ محتاط رہا تھا۔ ڈنر کے لئے گانگ بجا اور مائیک پر معزز مہمانوں سے کھانے کی درخواست کی گئی۔ لوگ اٹھ اٹھ کر جانے لگے وسیع و عریض جگہ انتظام کیا گیا تھا۔ پھر وہ ہوگیا جس کا انتظار نہ جانے کون کون کر رہا تھا۔ اچانک ایک طرف سے کچھ نسوانی چیخیں سنائی دیں اور لوگ ٹھٹھک ٹھٹھک کر رکنے لگے۔ یقیناً" ان میں بیشتر ایسے ہوں گے جو پچھلی دو وارداتوں کے بارے میں جانتے ہوں گے اور ان کے ذہنوں میں بھی وہ خیال ہوگا۔ جہاں چیخیں سنائی دی تھیں۔ وہاں مجمع جمع ہونے لگا۔ میں بھی اسی سمت دوڑی تھی۔ چند خدائی فوجداروں نے ایک میز کے گرد گھیرا ڈال کر دوسرے لوگوں کو ہٹانا شروع کردیا مگر پھر پولیس اور انتظامیہ کے لوگ دوڑے اور خدائی فوجدار وہاں سے ہٹادیئے گئے۔ میں نے اس بھیڑ سے دور رہنا ہی مناسب سمجھا۔ اور ایک گوشے میں جا کھڑی ہوئی۔ ڈنر شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ ختم ہوگیا۔ جو لوگ ڈنر کی میزوں پر پہنچ گئے تھے وہ بھی پلٹ آئے پھر کچھ لوگوں نے واپسی شروع کردی۔ انہیں روکا نہیں جاسکتا تھا کیونکہ وہ معمولی لوگ نہیں تھے۔ شہریار خود ہی مجھے تلاش کرکے میرے پاس آگیا۔ اور میں اسے دیکھ کر مسکرادی۔

"ڈیوٹی شریف ہوگئی۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"اس بار مقتول کون ہے.....؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ تو تمہیں معلوم ہے.....؟"

"ہاں کیوں نہیں.....؟"

"کیسے.....؟"

"بیشمار لوگ انتظار کر رہے تھے۔ پچھلے دو قتل بھی کیا ڈنر سے پہلے ہوئے تھے.....؟" میں نے پوچھا۔



"مجھے تفصیل نہیں معلوم۔ مقتول ایک معروف سیاستدان ہے۔ کوئی عہدیدار نہیں ہے لیکن بڑی پوزیشن کا مالک ہے۔"

"زہر خورانی کا شکار ہوا ہے.....؟"

"سو فیصد۔ ایسے ماحول میں اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے؟"

"مرچکا ہے.....؟"

"ہاں ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہے۔"

"کیا نام ہے.....؟"

"تیمور علی۔"

"اوہ معروف نام ہے۔"

"بڑی گڑبڑ کا اندیشہ ہے۔" شہریار ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"مصروف ہو تو جاؤ' ویسے بڑے محتاط پھر رہے ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"سر محترم کا احترام کر رہا ہوں۔ ورنہ مابدولت کسی سے ڈرنے والے نہیں ہیں البتہ مصروفیت کوئی نہیں ہے جو لوگ ڈیوٹی پر ہیں وہ کام کر رہے ہیں۔"

"تفصیل کیا ہے.....؟"

"ابھی تک مختصراً" معلوم ہوسکی ہے۔ مسٹر اینڈ مسز تیمور اس تقریب میں شریک ہوئے تھے اور پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بیگم صاحبہ کی الگ کمپنی تھی اور صاحب اپنے دوستوں میں گھرے ہوئے تھے۔ ڈنر کے لئے بیگم صاحبہ شوہر کے پاس آئیں وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ مسز تیمور نے ان سے ڈنر کے لئے اٹھنے کو کہا اور جواب نہ پا کر ان کا بازو پکڑ لیا۔ بس وہ میز پر اوندھے ہوگئے۔

"زہر کی تصدیق ہوگئی.....؟"

"ہاں یقیناً" کوئی سائنائٹ قسم کا زہر ہے۔ جس نے تڑپنے یا رخ بدلنے کی مہلت بھی نہ دی۔"

"حیات حسین شاہ کا کیا حال ہے.....؟"

"پتہ ہی نہیں چل رہا۔"

"کیا پروگرام ہے؟"

"کھانا تو اب کوئی نہیں کھائے گا دیکھو لوگ واپس جارہے نہیں کل کا کیا پروگرام ہے.....؟"

"صبح اخبار کے دفتر فون کرنا.....!"

"کس وقت.....؟"

"دس بجے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"اوکے۔" شہریار نے کہا اور پھر مجھ سے اجازت لے کر آگے بڑھ گیا۔ انتظامیہ کی کاروائیاں جاری تھیں۔ میں ڈیڈی کو تلاش کرنے لگی اور کچھ دیر کے بعد وہ نظر آگئے۔ اس وقت کوئی ان کے ساتھ نہیں تھا۔

"رکوگی.....؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں ڈیڈی۔ ضروری نہیں ہے۔"

"رپورٹنگ نہیں کروگی.....؟"

"یہاں اتنے لوگ موجود ہیں کہ سب کچھ کر چکے ہوں گے۔ میں سنسنی خیز کہانیاں نہیں لکھتی میرا کام حقائق سے شروع ہوگا اور حقائق اتنی جلدی سامنے نہیں آتے۔" میں نے کہا۔ میرا جواب ڈیڈی کو شاید پسند آیا تھا وہ مسکرائے۔ پھر بولے۔ "گھر چلیں.....؟"

"جی چلئے۔" میں نے کہا۔ ڈیڈی نے اپنی کار ڈرائیور کے ہاتھ واپس کردی اور میرے ساتھ آبیٹھے اور آتے ہی انہوں نے کہا۔

"مجھے خطرہ ہے کہ اس بار حیات شاہ کافی دشکلات کا شکار ہو جائے گا پہلے ہی اس کے بارے میں کافی شکوک وشبہات ہیں اس کی بیٹی کی پچھلی دو سالگرہوں پر بھی اسی طرح دو قتل ہو چکے ہیں۔"

"وہ سالگرہ مناتے ہوئے خوفزدہ نہیں تھے.....؟"

"بہت الجھا ہوا تھا مگر نادیہ اس پر حد سے زیادہ حاوی ہے۔ وہ نہ مانی اور اسے مجبور کردیا ویسے بھی ناقابل یقین سی بات ہے۔ ایک بار ہوا' دوسری بار ہوگیا مگر تیسری بار بالکل اسی انداز میں ایسی ہی واردات کیا معنی رکھتی ہے۔ بڑا سنسنی خیز واقعہ ہے اور اس بار حالات کچھ زیادہ ہی بگڑے ہوئے ہیں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے.....؟"

"اس وقت ان کا کیا حال ہے.....؟"

"زبردست شاک لگا ہے۔ اندر کوٹھی میں چلا گیا پھر پتہ نہیں کیا ہوا؟ کھانا گھر پر کھایا گیا مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ خان صاحب دیر تک ساتھ رہے اور تبصرہ آرائی کرتے رہے اس کے بعد میں اپنے گوشہ تنہائی میں آگئی۔ خیالات کا ایک انبار تھا بے چارے حیات شاہ صاحب کے ہاں تقریب کا کیا برا حال ہوا تھا ہزاروں افراد کے لئے کھانا پکوایا گیا تھا۔ لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہوں گے مگر یہ سب ہے کیا.....؟ مجھے اندازہ تھا کہ کسی نہ کسی شکل میں مجھے اور شہریار کو بھی ان معاملات میں ملوث ہونا پڑے گا۔ اس لئے کام شروع ہو جانا چاہئے.....! اپنی رائٹنگ ٹیبل پر میں نے چند سوالات اور دیگر ضروری پوائنٹس ترتیب دیئے۔ پہلا سوال تھا۔"

حیات حسین شاہ کیا ہے۔ سابق وزیر' بزنس مین' صاحب اثر شخصیت' لیکن اس کا مستقبل کا پروگرام کیا ہے۔ یہ معلوم ہونا ضروری ہے۔ نمبر دو..... مقتولین اعتماد عالم صدیقی' ناظم سعید اور تازہ تیمور علی میں کونسی قدر مشترک ہے۔ ان کے درمیان کوئی ربط ہے یا نہیں۔



نمبر تین..... ان دونوں کے قتل کی تفصیلی رپورٹ کیا ہے.....؟ ان کے درمیان کوئی ایسی شخصیت جس کا تعلق تینوں سے ہو۔ ان کے حیات حسین شاہ سے تعلقات کس نوعیت کے تھے.....؟ اس وقت تیمور علی کے قریب کون کون رہا تھا۔ نمبر چار..... محترمہ نادیہ حیات کیا کرتی ہیں۔ اس عمر کے باوجود انہوں نے شادی کیوں نہیں کی۔ ان کی شخصیت بھی خاصی پراسرار تھی کیونکہ یہ سلسلہ ان کی سالگرہ کے موقع پر شروع ہوا تھا۔ بیرون ملک وہ کہاں کہاں رہیں اور ان کے مشاغل کیا کیا تھے۔ نیز یہ کہ ان مقتولوں سے ان کے براہ راست کچھ تعلقات تھے یا نہیں۔ یہ تمام پوائنٹس میں نے تحریر کئے اور اس کے بعد آرام کرنے لیٹ گئی۔

○---------☆---------○

دوسرے دن صبح کے اخبارات کا جائزہ لیا۔ زبردست سرخیاں جمائی گئی تھیں۔ بڑے بڑے لوگوں نے بیانات دیئے تھے۔ قیاس آرائیاں تھیں۔ مطالبے تھے دھمکیاں تھیں۔ خاص بات یہ محسوس کی تھی میں نے کہ حیات حسین کو کسی نے نشانہ نہیں بنایا تھا بلکہ اس قتل کو سازش قرار دیا گیا تھا۔ اس نکتے پر میں نے بھی سوچا اور ذرا مختلف انداز میں سوچا اور اس پوائنٹ کو محفوظ کرلیا۔ دس بجے شہریار کا فون ملا۔

"کہو..... کیا پوزیشن ہے.....؟"

"میں خیریت سے ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔ مگر سمجھی نہیں۔"

"سب مصروف ہیں..... معاملہ اتنے اونچے پیمانے پر ہے کہ عام لوگوں کے بس کی بات نہیں سمجھ گئی اس لئے الحمدللہ میں آزاد ہوں۔"

"ہرگز نہیں..... یہ کیس میں تمہیں دیتی ہوں ڈی ایس پی شہریار۔" میں نے کہا۔

"ارے باپ رے چیف کوئی ناراضگی ہے کیا۔"

"کمال ہے شہریار' اتنا عجیب معاملہ ہے اور تم پہلو بچا رہے ہو.....؟"

"آرام کر لینے دو چیف' بڑا تھکا ہوا ہوں۔"

"دوپہر کو دفتر آرہے ہو.....؟"

"ضرور آرہا ہوں مگر.....؟"

"اس بارے میں جس قدر معلومات حاصل ہو سکیں مجھے مہیا کرو' گلبدر سے کھانا منگوالوں گی وقت پر پہنچ جانا۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ شہریار ڈیڑھ بجے دفتر پہنچا تھا کہنے لگا۔

"بڑے پیارے لگ رہے ہیں اس وقت مجھے یہ افسران بے چارے خود کام کررہے ہیں اور نچلے عملے کو آرام کے لئے چھوڑ دیا ہے کھانا آگیا.....؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں.....؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ کھانے کے دوران اس نے بتایا۔

"اسے ایک بہت سریع الاثر زہر سے ہلاک کیا گیا ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ تینوں بار زہر کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اقسام مختلف تھیں۔ اعتماد عالم صدیقی کو جو زہر دیا گیا تھا وہ عام زہر تھا جو اکثر ادویات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی بڑی مقدار نے مشکل حل کی اور وہ زہر اسے ایک خاص مشروب میں دیا گیا۔ ناظم سعید کو اس سے خطرناک زہر دیا گیا جو لیبارٹریز میں تجربات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تیسرا زہر بہت فائن قسم کا تھا جس کے صرف دو قطرے فوری طور پر دل پر گرفت کرکے اسے جکڑ لیتے ہیں اور کام ایک لمحے میں ہو جاتا ہے۔"

"اور کوئی خاص بات.....؟"

"بس ہر شخص اسے اپنی پسند کا قتل قرار دے رہا ہے۔ کوئی تیمور علی کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اس کے تابناک مستقبل کے خوف نے اس کے دشمنوں کو پریشان کر رکھا تھا اور وہ مستقبل میں نہ جانے کیا بننے والا تھا۔ کچھ نشاندہیاں بھی کی گئی ہیں۔"

"لوگوں نے حیات حسین کے سلسلے میں بڑے صبر سے کام لیا ہے۔"

"لوگوں نے نہیں بلکہ اخبارات نے ورنہ بہت سے سربرآوردہ لوگوں نے تو حیات حسین کی گرفتاری کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ مگر اخبار جانتے ہیں کہ جس شخص کے گھر میں اس پائے کے مہمان جمع ہو سکتے ہیں اس کے بارے میں کیا لکھنا چاہئے۔"

"یہ پوائنٹس ذہن نشین کرو.....!" میں نے اسے کاغذ دیتے ہوئے کہا۔

"کک کیا ہے.....؟" شہریار نے اداکاری کی۔ اور پھر کاغذ لے کر اسے بغور دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر دلچسپی کا اظہار ہونے لگا تھا۔ پھر اس نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"نہایت باریک بینی سے تجزیہ کیا ہے تم نے واقعی ان سوالات سے بہت سے عقدے کھل سکتے ہیں۔ مگر میرا اندازہ ہے کہ یہ معاملہ اونچے پیمانے پر جائے گا۔ بات بہت بڑی ہے۔"

"اس کے باوجود ہمیں بھی کام کرنا ہے شہریار معاملہ اتنا دلچسپ ہے کہ نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔" شہریار میرے دیئے ہوئے نوٹس پر غور کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے.....؟"

"حیات حسین شاہ کے بارے میں معلومات' اس کا مستقبل کا سیاسی پروگرام کیا تھا اور تینوں قتل ہونے والوں میں کوئی قدر مشترک۔ تم پہلے دو مقتولوں کی فائل نکلوالو اور پھر مجھ سے رجوع کرو۔"

"ہوں..... ٹھیک ہے یہ کاغذ رکھ لوں.....؟"

"رکھ لو۔"

"جاؤں.....؟"

"جاؤ....." میں ہنس پڑی۔ کچھ دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ شام سات بجے میں گھر پہنچی تو ڈیڈی اتفاق سے سامنے نظر آئے مجھے ہیلو کیا پھر بولے۔

"تمہارا محکمہ جاسوسی کیسا چل رہا ہے آجکل.....؟"



"میرا محکمہ جاسوسی.....؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"ہاں تم یہ سب کچھ بھی تو کرتی ہو رپورٹنگ کیلئے۔"

"جی ہاں کبھی کبھی۔"

"حیات حسین شاہ کے سلسلے میں بھی اپنے طور پر کام کرو نا۔"

"آپ حکم دیں گے تو ضرور کروں گی۔"

"بڑا انوکھا کیس ہے جاؤ ضروریات سے فارغ ہو جاؤ تو باتیں کریں گے اس موضوع پر۔" میں نے جلدی جلدی لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر ڈیڈی کو جا پکڑا۔ کہنے لگے۔ "میں گیا تھا وہاں..... وہ بہت پریشان ہے اب تو اس کا خیال ہے کہ اس کے خلاف کوئی گہری سازش ہو رہی ہے۔"

"یہ سازش تین سالوں پر محیط ہے ڈیڈی سازش کرنے والے پورا ایک سال گزرنے کا انتظار کرتے ہیں۔ درمیان میں کہاں چلے جاتے ہیں وہ۔"

"ایں..... ہاں یہ تو ہے۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے.....؟"

"جو کچھ بھی ہے دلچسپ ہے۔ ویسے حیات حسین شاہ کو آپ کب سے جانتے ہیں.....؟"

"سالہا سال سے خاندانی بزنس ہے الیکشن لڑکر کامیاب بھی ہو چکا ہے۔ پھر وزیر بنا اور اسے جو محکمہ دیا گیا اسے خوش اسلوبی سے چلایا بنیادی طور پر بزنس مین ہے' خاندانی بزنس مین اور اپنا بزنس اس نے نہایت کامیابی سے برقرار رکھا ہے اور خاصی ترقی کی ہے۔"

"ایک اور سوال ڈیڈی۔ معاف کیجئے گا' قطع کلامی کی معافی چاہتی ہوں اپنے دور وزارت میں اس نے یقینی طور پر مفادات کا خیال رکھا ہوگا میں چونکہ ملک میں نہیں تھی اور مجھے یہاں کے حالات سے بہت کم واقفیت ہے لیکن آپ اس سوال کا جواب نہایت منصفانہ دیں۔" ڈیڈی صاحب ہنسنے لگے بولے۔

"یہ سوال تقریباً" بے کار ہی ہے لیکن فی زمانہ انداز فکر اتنا بدل گیا ہے کہ وہ تمام اچھی باتیں یوں سمجھو' شوکیسوں میں جانچی جن کا تعلق اخلاقیات اور شرافت سے ہوتا تھا ہر شخص اپنے مفادات کے لئے ہر کام کرنے پر تیار ہو جاتا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ بعض اوقات کچھ کوشش صرف اس لئے کی جاتی ہیں کہ ان کے پس پردہ کوئی بہت بڑا مفاد چھپا ہوتا ہے۔ تمہارا یہ سوال بے کار ہے اور میں اس کا کوئی تفصیلی جواب نہیں دے سکوں گا۔"

"جواب تو آپ نے دے دیا ہے ڈیڈی۔ ہو سکتا ہے اس کے دور وزارت میں یا کاروباری مسئلے میں کسی کی اس سے ایسی مخاصمت ہو گئی ہو جس کا انتقام اس طرح لیا جا رہا ہو اور انتقام لینے والا اپنے آپ کو منظر عام پر بھی نہ لانا چاہتا ہو۔ میرا مطلب ہے ایسی ہی کوئی بات ہو سکتی ہے۔"

"بہرطور کچھ نہ کچھ تو ہے۔ ورنہ ایسا کیوں ہوتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ڈیڈی مسٹر حیات حسین شاہ کا آئندہ پروگرام کیا ہے کیا وہ الیکشن میں حصہ لینے کا اظہار کر چکے ہیں۔"

"نہیں میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا' لیکن بظاہر یوں لگتا ہے کہ وہ الیکشن وغیرہ میں حصہ لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" میں خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔

"آپ کی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ تو کوئی خاص بات ہوئی۔"

"نہیں بس اتنی ہی بات ہوئی وہ پریشان ہے اور یہ سوچ رہا ہے کہ آخر اپنے تعلقات کی بناء پر کب تک اپنے اوپر سے شبہات ٹال سکتا ہے کوئی بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ تین سال سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے آخر کیوں اور پھر میری ہی کوٹھی میں کیوں۔ ایک عجیب سا انداز ہے بہرحال اس بارہ وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہے۔"

"ڈیڈی میں ان کے گھر جاسکتی ہوں۔" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب....."

"میرا مطلب ہے آپ کی طرف سے کوئی ایسی سفارش وغیرہ ہو جائے ان سے کہ اگر میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہوں تو وہ مجھے اپنا سمجھ کر اس بارے میں تفصیلات بتائیں۔"

"میں ٹیلیفون کروں گا اور ویسے بھی تمہارا تعارف ہو چکا ہے۔ مجموعی طور پر وہ برا انسان نہیں ہے۔"

"آپ ٹیلیفون ضرور کردیں۔ کل دن میں یا شام تک میں کسی وقت ان کے پاس جاؤں گی ویسے ان کی بیٹی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے.....؟"

"نادیہ حیات....." ڈیڈی نے سوال کیا؟

"جی....."

"میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا ویسے بھی میری اور اس کی ملاقاتیں سرسری سی رہی ہیں تاہم اگر کچھ کرسکتی ہو تو ضرور کرو۔ بہرحال کسی نہ کسی طور تو سامنے آہی جائے گی کیونکہ معاملہ اتنی آسانی سے ٹلنے والا نہیں ہے مجھے بھی اندازہ ہو رہا ہے۔"

ڈیڈی سے کافی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد میں واپس اپنے کمرے میں پہنچی ہی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی یہ میری ڈائریکٹ لائن تھی اور اس پر صرف میرے ہی ٹیلیفون آتے تھے۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھالیا ذہن میں صرف اور صرف شہریار ہی کا خیال آیا تھا اور وہی تھا.....

"لبنیٰ صاحبہ سے بات کرنی ہے کیا وہ تشریف رکھتی ہیں؟"

"جی ہاں رکھتی ہیں فرمایئے۔" میں نے کہا۔

"اوہو لبنیٰ' ایک اہم کام کے سلسلے میں آپ کو ٹھیک ساڑھے دس بجے حامد فخری صاحب کی کوٹھی تک پہنچنا ہے۔ انہوں نے یہ درخواست کی ہے آپ سے اور وہ آپ کا انتظار کریں



گے۔"

"حامد فخری صاحب۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"جی..... بہت بڑا رتبہ ہے آپ کا بہت بڑا درجہ ہے فخری صاحب براہ راست آپ سے ملاقات کریں گے مجھے بتادیجئے گا کہ آپ وہاں پہنچ سکیں گی یا نہیں۔" شہریار اس لئے اتنے مذبانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا کہ خدشہ تھا کہ کوئی اور نہ ٹیلیفون سن رہا ہو۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں پہنچ رہی ہوں کیا تم بھی وہاں موجود ہوگے۔"

"جی ہاں فدوی کو بھی طلب کیا گیا ہے۔"

"میں پہنچ جاؤں گی اطمینان رکھو۔" میں نے کہا اور شہریار نے ٹیلیفون بند کردیا اس سے زیادہ اس نے اور کوئی بات نہیں کی تھی میرے ذہن میں چند لمحات کے لئے مختلف خیالات ابھرے اور اس کے بعد میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور تیاریاں کرنے لگی۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے میں حامد فخری صاحب کی کوٹھی میں پہنچ گئی۔ ویسے یہ بہت بڑا اعزاز تھا حامد فخری صاحب مجھ پر ہمیشہ ہی عنایات کرتے رہے تھے۔

کمپاؤنڈ میں پولیس گاڑی نظر آرہی تھی اس کا مطلب ہے کہ شہریار وہاں پہنچ چکا ہے میری گاڑی باآسانی اندر داخل ہوگئی غالباً" اس کے سلسلے میں ہدایات دے دی گئی تھیں اور پھر میں کار سے اتری ہی تھی کہ شہریار حامد صاحب اور ان کے ساتھ ساتھ ہی ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب بھی باہر برآمدے میں نکل آئے۔ تینوں نے میرا پرجوش خیرمقدم کیا۔

"آؤ بیٹے' ہرچند کہ تم سے بہت کم ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن ہمیشہ یہ محسوس ہوتا رہا ہے کہ تم مجھ سے بہت زیادہ قریب ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے۔ ہم تین افراد کے علاوہ انہوں نے کسی اور کو دعوت نہیں دی تھی۔ ہم صوفے پر بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا۔

"اور اس بات سے تم تینوں کو یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ نشست خالص ذاتی ہے اور میں نے صرف انفرادی طور پر تم تینوں کو اپنے پاس طلب کیا ہے۔ دراصل میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا ایک خفیہ سیل بھی موجود ہے جس میں بے شک دو افراد سرکاری حیثیت رکھتے ہیں لیکن تیسرا بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب کو گو کہ زیادہ عرصہ نہیں ہوا انہیں ہمارے درمیان آئے ہوئے لیکن انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی ہمارے دیرینہ آدمی ہیں اس وقت جن حالات کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے اس سے آپ تینوں واقف ہیں بے چارے حیات حسین شاہ صاحب سخت پریشانی کا شکار ہیں۔ پہلی بار جب ان کی کوٹھی میں سالگرہ کی تقریب میں یہ حادثہ ہوا تھا وہ سخت ذہنی انتشار کا شکار ہوگئے تھے کسی کو گمان بھی نہیں تھا کہ دوسری بار ٹھیک ایک سال کے بعد بالکل ویسا ہی حادثہ ان کی کوٹھی میں ہوگا تاہم اس دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



حادثے پر کافی لے دے کی گئی اور اب اس تیسرے حادثے نے سب ہی کے ذہن خراب کر دیئے ہیں اور ذمہ دار حضرات یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ حیات حسین شاہ صاحب انتظامیہ کی مشینری کو بے وقوف بنانے پر تلے ہوئے ہیں کوئی بھی جرم کسی بھی انداز میں کیا جائے اس کے پس پردہ ایک زبردست پلاننگ ہوتی ہے اور ہم سامری جادوگر نہیں کہ جادو کا ڈنڈا گھما کر کسی کے ذہن تک رسائی حاصل کرسکیں اس کے لئے جو کچھ کرنا پڑتا ہے ہر شخص ہی جانتا ہے میں ان افسران میں سے نہیں ہوں جو براہ راست ایک حیثیت حاصل کر لیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ تفتیشی مراحل کیا ہوتے ہیں بلکہ میں بھی بتدریج ترقیاں کرکے اس عہدے تک پہنچا ہوں اور ابتدائی منازل سے گزرا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جرم کی تفتیش گڑیا گڈے کا کھیل نہیں ہوتی کہ ہاتھ ڈالا اور معاملہ ختم ہوگیا اس میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا ہے میں اپنے ماتحتوں کو خود بھی مدد دیتا ہوں اس بار چونکہ جو شخص قتل ہوا ہے وہ ایک طرح سے بڑی سیاسی حیثیت کا حامل ہے اور اس سلسلے میں حکومت کو بھی ملوث کیا جاسکتا ہے بیانات دینے والے ایسے ہی موقعوں پر اپنے نمبر بناتے ہیں حکومت پر لے دے کرنا ہر شخص ہی اپنا فرض سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ظاہر ہے زد میں ہم بھی آجاتے ہیں۔ چنانچہ معمول کے مطابق مجھے جو ہدایات ملیں ان کے تحت میں نے کئی بڑے پینل بنائے اور ان میں ذہین ترین اور اعلیٰ عہدیداران افسران کو تفتیش کے لئے شامل کرلیا گیا۔ ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب ' ڈی ایس پی شہریار خان جو بلاشبہ آفاقی شہرت کے حامل ہیں اس مسئلے پر براہ راست شریک کئے گئے ہیں لیکن میں نے اپنے طور پر بھی سوچا کہ ایک خفیہ رابطہ میں آپ تینوں سے قائم کروں' اور اس میں لبنیٰ کو بھی شریک کروں کیونکہ وہ انتہائی ذہین صحافی خاتون ہیں اور انہوں نے بے شمار معاملات میں پولیس کی بہترین مدد کی ہے میں آپ تینوں کا ذہنی رابطہ بھی سمجھتا ہوں اور اسی لئے میں نے ذاتی طور پر آپ کو یہاں زحمت دی اور یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ پینل تین افراد پر مشتمل نہیں بلکہ چار افراد پر مشتمل ہے جس میں ' میں بھی شامل ہوں۔ بہت بڑے بڑے نام اب اس سلسلے میں کام کررہے ہیں اور یقینی طور پر میں ان سے مایوس نہیں ہوں' یقیناً" وہ کچھ نہ کچھ کرکے دکھائیں گے لیکن یہ پینل میری نگاہوں میں بلکہ میرے ذہن میں مجھ سے زیادہ قریب ہے اسی لئے میں اس سے براہ راست خفیہ رابطہ قائم کرکے اس سلسلے میں کام لینا چاہتا ہوں آپ تینوں کو میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں....."

"نہیں سر اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے.....؟"

"تو پھر یہ سمجھ لیں کہ خصوصی طور پر میں یہ کیس ڈی ایس پی شہریار کے سپرد کرتا ہوں اور اس سلسلے میں تمام تر سرکاری کاروائیاں بھی ہوں گی' ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب اپنی سرپرستی رکھیں گے۔ لبنیٰ شہریار کی معاونت کریں گی اور آپ لوگوں کی تمام رپوٹوں کا واسطہ براہ راست مجھ سے رہے گا' مجھے خوشی ہوگی اگر آپ لوگ مجھ سے تعاون کریں گے۔"



"دل و جان سے سر۔ بس آپ کا حکم کافی ہے۔" شہریار نے کہا۔ وہ بہت خوش نظر آرہا تھا' میری آنکھوں میں بھی خوشی کے تاثرات تھے۔ ظاہر ہے شہریار کو یہ اعزاز بخشا گیا تھا اس طرح ڈی ایس پی بنتے ہی شہریار کو ایک اہم کیس مل گیا تھا حامد فخری صاحب کچھ دیر خاموش رہے' پھر انہوں نے کہا.....

"میرا خیال ہے آپ تینوں ہی اس تقریب میں شریک تھے۔ آپ لوگوں نے خود بھی وہاں کا جائزہ لیا ہوگا' البتہ ایک سوال میں آپ سے ضرور کروں گا' کیا پچھلے سال بھی اس تقریب میں آپ میں سے کوئی شریک ہوا تھا.....؟"

"نہیں جناب..... اتفاق سے میں تو اس شہر ہی میں نہیں تھا' لبنیٰ کے بارے میں بھی جہاں تک میرا علم ہے یہ بیرون ملک تھیں' اور شہریار اپنی ترقی کے مدارج طے کر رہے تھے۔"

"ہوں لیکن اس بار آپ تینوں حضرات وہاں موجود تھے ہوسکتا ہے آپ کے علم میں پچھلے سال کا یہ واقعہ آچکا ہو اور اگر نہیں بھی آیا تو جانے دیجئے۔ مسٹر شہریار اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ اس واقعہ کے بعد' یقینی طور پر آپ ایک ذمہ دار' ذہین اور بہترین خداداد صلاحیتوں کے مالک' پولیس آفیسر کی حیثیت سے آپ نے ان معاملات کے بارے میں سوچا ہوگا آپ کے ذہن میں اس سے متعلق کوئی ایسا تصور آیا جو ان حادثات پر روشنی ڈال سکے۔"

"جی سر کیوں نہیں....." شہریار نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور میں اس نگاہ کا مفہوم سمجھ گئی تھی' چنانچہ میں نے آنکھیں بند کرکے اپنے چہرے پر وہ تاثر پیدا کیا' جس سے شہریار کو ان پوائنٹ کے بارے میں گفتگو کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور شہریار آہستہ سے بولا.....

"سر میرے ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہوئے ہیں اور اگر مجھے اس سلسلے میں کام کرنے کی ہدایت کی جاتی' جیسا کہ اب کی گئی ہے تو میں سب سے پہلے انہی چند سوالات پر غور کرتا....."

"ہاں ہاں میرے لئے یہ گفتگو بہت زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگی۔" حامد فخری صاحب نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"سر پہلی تقریب میں ایک شخص اعتماد عالم صدیقی قتل ہوا..... دوسرے سال ناظم سعید اور اس بار تیمور علی سب سے پہلے تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان تینوں کے درمیان وہ کون سا مشترکہ رابطہ ہے' جس کی بناء پر یہ تینوں ایک ہی جگہ اور ایک ہی طریقے سے قتل کئے گئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ یہ پتہ بھی ضرور چلنا چاہئے کہ حیات حسین شاہ کے ماضی اور اس کے بعد اب مستقبل میں یہ لوگ کہیں کسی جگہ اس کے آڑے تو نہیں آتے' حیات حسین شاہ صاحب سابق وزیر رہ چکے ہیں' ان کے دور وزارت میں یا اس سے پہلے یہ لوگ کہیں ان کے سامنے تو نہیں آئے کوئی پرانی دشمنی یا مستقبل میں کوئی ایسا معاملہ جو حیات حسین شاہ کے راستے کی رکاوٹ بنتا ہو' اس کے علاوہ سر اور بھی چند ایسی باتیں ہیں' جن کی تفتیش لازمی ہے' مثلاً حیات حسین شاہ کی صاحبزادی' جو عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کوئی وجہ تو اس کی بھی ضرور ہوگی- بیرون ملک وہ کہاں کہاں رہیں اور ایک بار سالگرہ میں ہونے والے حادثے کے بعد وہ خوفزدہ نہ ہوئیں' یہ سالگرہ دوسرے سال بھی منائی گئی اور پھر حادثہ ہوا اور اس کے بعد تیسرے سال بھی- انہی کی ضد پر سالگرہ کی تقریب کی گئی' بڑے دل گردے کا کام ہے' ماضی کے دو واقعات نظرانداز کر دیئے گئے نیز یہ کہ ان پہلے دو حادثوں کے سلسلے میں جو تحقیقات ہوئیں ان کے نتائج کیوں نہ برآمد ہوئے- اس کے علاوہ سر کچھ اور مشکوک باتیں ہیں مثلاً" تینوں کیس زہرخورانی کے تھے..... لیکن تینوں میں الگ الگ زہروں کا استعمال ہوا..... یہ چند پوائنٹس ایسے تھے' جنہیں میں نے اپنے ذہن میں ترتیب دیا تھا اور یہ سوچا تھا کہ اگر تفتیش ہو تو ان پوائنٹس کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا جائے....." ناصرف ڈی آئی جی حامد فخری صاحب بلکہ ایس ایس پی شاہ صاہ کے چہرے پر بھی تحسین کے آثار پھیل گئے- شاہ صاحب نے بے اختیار کہا.....

"یقیناً" شہریار بہت گہرائیوں میں نگاہ ڈالی ہے تم نے بلاشبہ یہ ذہانت کا کمال ہے-" حامد فخری صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا-

"تو بھائی بلاوجہ ہی تو میں نے کل سے اب تک کی مصروفیات کے باوجود اس خصوصی ٹیم کو زحمت نہیں دی ہے' مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ سب پر سبقت لے جائیں گے اور کچھ کرکے دکھائیں گے- اب اس سلسلے میں جہاں بھی میرے تعاون کی ضرورت پیش آئے' میں موجود ہوں' تفصیل تو آپ لوگ سمجھ ہی گئے ہیں' خاص طور پر مس لبنیٰ آپ کی شخصیت میرے لئے بڑی اہمیت کی باعث ہے' آپ نے کبھی مجھ سے کوئی کام نہیں لیا' جبکہ میں آپ کو دیکھئے کس اعتماد کے ساتھ زحمت دے رہا ہوں-"

"سر مجھے خوشی ہے اور میں فخر کرتی ہوں اس بات پر کہ آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں-"

مزید کچھ دیر رسمی گفتگو ہوتی رہی' اس کے بعد ہمیں واپسی کی اجازت مل گئی' شاہ صاحب بھی ہمارے ساتھ ہی باہر آئے تھے' انہوں نے کہا.....

"پھر شہریار کل دن میں تم سے اس موضوع پر گفتگو ہوگی اور ہم ایک طریقہ کار متعین کریں گے کہ ہمیں کس طرح تفتیش کا آغاز کرنا چاہئے' مس لبنیٰ کو بھی اس سلسلے میں جہاں زحمت دی جاسکتی ہے ضروری زحمت دی جائے گی- میں چلتا ہوں' ملاقات تو کل ہونی ہی ہے-"

ہم نے انہیں احترام کے ساتھ رخصت کیا اور پھر شہریار میرے ساتھ میری کار میں آبیٹھا' پولیس گاڑی ایس ایس پی شاہ صاحب لے گئے تھے' غالباً" شہریار بھی ان کے ساتھ ہی حامد فخری صاحب کی کوٹھی پر پہنچا تھا- میں نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی اور شہریار کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا بولا.....

"اگر اتنی دیر نہ ہوگئی ہوتی تو میں تمہیں ایک پیالی چائے کی پیشکش کرتا گرین فاؤنٹین میں....." میں نے مسکراتے ہوئے کہا.....



"تو پیشکش کردو اب اتنی دیر بھی نہیں ہوئی ہے-" گرین فاؤنٹین میں اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا.....

"تمہارے ڈیڈی نے تمہیں واقعی ضرورت سے زیادہ آزادی دے دی ہے لبنیٰ- اعتراض تو نہیں کرتے کبھی تمہاری ان مصروفیات پر.....!"

"ڈیڈی نے اپنے رویے میں جو تبدیلی پیدا کی ہے' یقین کرو' مجھے دنیا کی ہر شے سے زیادہ حیرت انگیز محسوس ہوتی ہے....."

"واقعی ان کی سخت مزاجی اور اقدارپسندی کو دیکھتے ہوئے یہ سب کچھ بہت حیران کن ہے لیکن وہ خود تمہاری ذہانت سے متاثر ہیں- ویسے تمہارا ٹیپ ریکارڈر درست چلا.....؟"

"کیا.....؟" میں اس کے الفاظ سمجھ نہ سکی تھی-

"میں نے حامد فخری کے سامنے بروقت پوائنٹس پیش کئے نا.....!" میں نے غصیلی نظروں سے شہریار کو دیکھا تو وہ ہنسنے لگا پھر بولا....." وہ لوگ مجھے اداکاری کرتے نظر آتے ہیں-"

"کون.....؟"

"فخری صاحب' شاہ صاحب' محکمہ پولیس کی ایک نہایت خفیہ اور ذاتی میٹنگ میں ایک رپورٹر خاتون کو مدعو کیا جانا قطعی غیرفطری بات ہے اور پھر انہیں ایک ایس ایس پی اور ایک ڈی ایس پی کے ساتھ ٹیم میں شامل کر دینا ناقابل یقین اور غیرذمہ داری کی بات ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ شہریار کی گاڑی کیسے چلتی ہے-"

"جاننے دو' کسی اور کی گاڑی وہ ایسے چلواکر دیکھیں-"

"ہاں جادو کا چراغ سب کے پاس تو نہیں ہوتا-"

"صرف یہ باتیں کرنے یہاں آئے تھے.....؟"

"ارے نہیں برا نہ مانو' بس یونہی شرم آرہی تھی- اب آپ کے ڈی ایس پی صاحب کو یہ کیس باقاعدہ مل گیا ہے چنانچہ اب کیا ارادہ ہے؟"

"ایک ترتیب بنانی ہے- سب سے پہلے مجھے ان دونوں مقتولوں کے بارے میں پوری تفتیشی رپورٹ درکار ہے ان کے پورے کیس فائل مجھے مہیا کرو- وہ فائل دیکھ کر اندازہ لگاؤں گی کہ پولیس نے کیا کیا- ان کے لواحقین کے بیانات کیا ہیں حیات حسین شاہ صاحب نے اس بارے میں کیا موقف اختیار کیا ہے ویسے حیرت ہے کہ ایک اور دوسال کے اندر اندر پولیس نے ایسے دو بڑے آدمیوں کے کیس نظرانداز کر دیئے-"

"بڑے بڑے کام کر لیتے ہیں ہم لوگ اس کی بات نہ کرو- ارے ہاں ایک بات یاد آئی- تمہارے ڈیڈی کے حیات حسین شاہ سے کافی گہرے تعلقات ہیں تم تو وہاں اس حوالے سے بھی جاسکتی ہو.....!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کیا مجھے وہاں جانا چاہئے.....؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں.....؟ کوئی حرج ہے.....؟"

"اوہ نہیں۔ کبھی کبھی مجھے ہدایات بھی تو دیا کرو۔ کیسے ڈی ایس پی ہو۔"

"ویل ڈاکٹرواٹسن۔ تم وہاں ضرور جاؤ اور صورت حال کا جائزہ لو.....!" شہریار نے منہ ٹیڑھا کرکے کہا۔

"پھر تم نے مجھے اس مکروہ نام کا حوالہ دیا جس کے تصور سے ہی متلی ہونے لگتی ہے۔ دو خشک ویران چہرے نگاہ میں آجاتے ہیں اور سر میں درد ہونے لگتا ہے۔" شہریار ہنسنے لگا پھر بولا.....

"میں تمہیں اپنا نظریہ بتاؤں اس سلسلے میں۔"

"ضرور.....!" میں نے کہا۔

"صرف حیات حسین شاہ کی معمرکنواری صاحبزادی کے بارے میں تفتیش کرڈالو معمہ حل ہو جائے گا!"

"کیسے.....؟ میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہر سال سالگرہ۔ اور ہر سالگرہ میں ایک خون۔ حسن و جوانی کا صدقہ۔ وہ یقیناً غسل خونی مناتی ہے ایک انسانی جان کی بلی لے کر۔ تمہیں ہیگرڈ کی شی یاد ہوگی جو غسل آتش کرتی تھی۔"

"اٹھو۔ وقت زیادہ ہوگیا ہے تمہیں یقیناً نیند آرہی ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

○ --------- ☆ --------- ○



شہریار نے مذاق میں یہ الفاظ کہے تھے لیکن رات کو میں نے اس پر بھی غور کیا تھا۔ سوچا پہلے بھی تھا مگر اس انداز میں نہیں۔ یہ خیال ضرور آیا تھا کہ دو مرتبہ سالگرہ کی تقریب میں ایک ہی انداز کے حادثے ہوئے تھے لیکن تیسری مرتبہ بھی تقریب اسی شان سے منائی گئی حالانکہ لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور انہیں احساس رہتا ہے۔ یہ بڑی ہمت کی بات ہے کہ ایسے حادثات کو نظرانداز کر دیا جائے نادیہ سے ملنا بہت ضروری ہے۔ دوسرے دن دفتر گئی۔ گیارہ بجے تک وہاں رہی۔ شہریار سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ پھر دفتر سے نکل آئی کچھ دیر کے بعد میری کار حیات حسین شاہ کی کوٹھی میں داخل ہو کر پورچ میں رک گئی۔ ایک ملازم نے بڑے ادب سے مجھ سے پوچھا کہ میں کس سے ملنا چاہتی ہوں تو میں نے حیات حسین شاہ کا نام لے دیا۔

"آپ کا کارڈ۔"

"بس یہ کہہ دیں کہ غضنفر علی خان کی بیٹی لبنیٰ ملنا چاہتی ہے۔" ملازم چلا گیا پھر نادیہ حیات ملازم کے ساتھ آگئی تھی۔ اس کے انداز میں بڑی خوش اخلاقی تھی اس وقت بہت دلکش نظر آرہی تھی کیونکہ بغیر میک اپ کے تھی۔

"ہیلو لبنیٰ کیسی ہو میں تم سے ملنا چاہتی تھی/" اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میں حاضر ہوگئی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"انکل غضنفر کا فون آیا تھا میں بھی ڈیڈی کے پاس ہی موجود تھی۔ تب ڈیڈی نے تمہارا مکمل تعارف کرایا تمہارا کردار مجھے بہت دلکش محسوس ہوا' میری سالگرہ میں تم پریس رپورٹر کی حیثیت سے شریک ہوئی تھیں۔ مجھے سالگرہ کی مبارکباد بھی نہیں دی۔"

"اخبار کے ذریعہ دی تھی۔" میں نے جواب دیا وہ مجھے ساتھ لے کر اندر داخل ہوگئی۔ ڈرائنگ روم کے بجائے وہ مجھے نجی نشست گاہ میں لے گئی تھی جہاں حیات حسین شاہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے بزرگانہ انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور بولے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"غضنفر خان میرے بہت عزیز دوست ہیں لبنیٰ بیٹی' مجھے تمہارے بیرون ملک جانے کا علم تھا بعد میں تمہارے بارے میں تفصیلی بات چیت ہوئی میں نے نادیہ کو بتایا تھا۔"

"ہاں لبنیٰ جرأت کا پیکر ہیں انہوں نے بڑی دلیری سے اپنی پسند کی زندگی حاصل کی ہے۔ تم پولیس کے ساتھ بھی کام کرتی ہو لبنیٰ؟"

"مغربی ممالک میں نادیہ آپ نے اگر کبھی تجزیہ کیا تو انتظامی محکمے پریس سے بہت قریب ہوتے ہیں یہاں ماحول تھوڑا سا مختلف ہے لیکن میں نے وہ ماحول حاصل کیا ہے۔"

"ہماری مشکل میں ہمارا ساتھ دو لبنیٰ۔ میری ہمت جواب دینے لگی ہے میں نے غضنفر خان سے بھی کہا تھا۔" حیات حسین شاہ نے وقت ضائع نہ ہونے دیا۔ جس سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔

"جس قابل ہوں حاضر ہوں انکل حکم دیجئے۔"

"اس بار تیمور علی کو ہلاک کر دیا گیا۔" بالکل اسی انداز میں آخر یہ سب کیا ہے کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں کچھ پتہ تو چلے تم انتظامی محکموں کو جانتی ہو اگر میں ذرا بھی کمزور ہوتا تو اس وقت پولیس کی کسٹڈی میں ہوتا بغیر ثبوت کے وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے میں ہچکچا رہے ہیں ورنہ شبہے میں ہی پکڑ لے جاتے لیکن وہ جو کچھ کر رہے ہیں مجھے اس کا علم ہے۔"

"آپ کا کیا نظریہ ہے انکل۔"

"کچھ بھی نہیں دن رات غور کرتا ہوں تمہارا کیا خیال ہے کیا پہلے چھان بین نہ ہوئی ہوگی۔ پولیس نے بال کی کھال نکالی تھی۔ اس وقت میں نے خاصا سخت رویہ رکھا تھا مگر دوسرے سال بھی میں تشویش کا شکار ہوگیا تھا اور اس بار بہت سوچنا پڑا تھا مجھے لیکن۔"

"آپ کو خطرہ تھا انکل۔"

"ایک مذاق ہی ہے لبنیٰ بیٹی تم خود سوچو پہلا مقتول اعتماد عالم صدیقی تھا ایک معزز کاروباری جرمنی میں میری اس سے ملاقات ہوئی کبھی کوئی کاروباری رابطہ بھی نہ رہا سرسری ملاقاتوں کے علاوہ اور کوئی مسئلہ بھی نہیں تھا اس کے بعد میرے کاروبار میں کوئی مماثلت بھی نہ تھی۔ اسے زہر دیدیا گیا بھلا اس میں میرا کیا قصور تھا۔ پھر دوسرے سال اسی موقع پر ناظم سعید کو بھی قتل کر دیا گیا ایک ایسے شخص کو جس سے چیمبر آف کامرس کی کچھ میٹنگوں میں ملاقات ہوئی تھی اور اسے صرف معززین کی فہرست کی بنیاد پر دعوت نامہ دیا گیا تھا۔ اس سالگرہ پر مجھے خوف ضرور محسوس ہوا تھا یقین نہیں تھا۔ میں نے حامد فخری صاحب سے اس کا اظہار کیا تو وہ بولے کہ اس طرح کیا آپ اپنے گھریلو مشاغل ترک کریں گے بات درست تھی مگر پھر ایسا ہوگیا۔ تیمور علی تو صورت آشنا بھی نہیں تھا' بس سیکرٹری نے معمول کے مطابق فہرست ترتیب دے کر اسے دعوت نامہ جاری کیا تھا۔"

"تنہا آیا تھا۔" میں نے سوال کیا؟"

"ہاں شاید۔ حالانکہ ہم نے سارے دعوت نامے مسٹر اینڈ مسز کی نام جاری کئے تھے' لیکن



وہ تنہا ہی آیا تھا' مجھ سے اس کا تعارف غیاث غوری نے کرایا تھا' جو میرے پاس موجود تھے۔"

"غیاث غور صاحب کون ہیں؟" میں نے سوال کیا؟"

"وہ بھی ایک بڑے ایکسپورٹر ہیں اور اچھے خاصے نامور آدمی ہیں' تم چاہو تو ان سے مل سکتی ہو اگر ضرورت محسوس کرو۔"

"جی جی یہ سب بعد کی باتیں ہیں' آپ مجھے کچھ اور باتیں بتائیے۔"

"ضرور پوچھو' میں اس وقت شدید پریشانی کا شکار ہوں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے خلاف بہت سی باتیں کی جارہی ہیں' محکمہ پولیس کے ذمہ دار ارکان مجھے اچھی طرح جانتے ہیں' وزارت میں رہ چکا ہوں اور کافی حد تک نیک نام رہا ہوں' یہ دوسری بات ہے کہ نئی سیاست کسی بھی مشکل میں نیک نام نہیں رہنے دیتی' مخالف پارٹی' حکمران طبقے پر اور حکمران طبقہ مخالف پارٹی پر ہر طرح کا کیچڑ اچھالنا سیاست کا ایک حصہ سمجھتا ہے' چنانچہ مجھے بھلا کیوں چھوڑا جاتا' لیکن کوئی ایسی بات سامنے نہیں آسکی' جس سے مجھے باقاعدہ ملوث کرلیا جاتا' تاہم جو یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس کے نتائج میں جانتا ہوں کہ اچھے نہیں نکلیں گے' جس کا جو دل چاہے گا کہے گا اور یہ مہم شروع بھی ہوچکی ہے' ایک اخبار نے اس سالگرہ کو خونی سالگرہ کا نام بھی دیدیا ہے اور نجانے کیا کیا ہوگا۔ میں اس بے چینی کو بھی سمجھتا ہوں جو ذہنوں میں پیدا ہوگئی ہے' لیکن مجھے بتاؤ' میرا کیا قصور ہے کیا کرسکتا ہوں' پولیس دوبار اس سلسلے میں تحقیقات کرچکی ہے اس بار بھی میں نے افسران سے کہا ہے کہ وہ میرے بھرپور تعاون کے ساتھ تحقیقات کریں اور اگر میں بے گناہ ثابت ہو جاؤں تو اس سلسلے میں باقاعدہ اشاعت کی جائے۔ لیکن خوف تو بہرحال مجھے ہے آخر یہ سب کیا ہے؟"

"معاف کیجئے گا' بعض اوقات ہماری اڑان کسی بھی مسئلے میں اتنی اونچی ہو جاتی ہے کہ ہم نچلی سطح کی چیزوں کو نہیں دیکھ پاتے۔ تیمور علی اور اس سے پہلے قتل ہونے والے دونوں افراد جس پائے کے لوگ تھے' یقینی طور پر ان کے سلسلے میں اسی سطح کی تحقیقات بھی کی گئی ہوگی اور ایسے مجرموں کو تلاش کیا جاتا رہا ہوگا' جو سیاسی یا کاروباری مقاصد رکھتے ہوں' بہت ہی نچلی سطح پر اس سلسلے میں شاید تحقیقات نہیں کی گئی ہوگی' کیا ضروری ہے کہ وہ دونوں قتل اور یہ قتل کسی بہت بڑے مسئلے سے متعلق ہو کوئی چھوٹی سی بات بھی تو ہوسکتی ہے۔" میں نے کہا اور حیات حسین شاہ کے چہرے پر ایک دم عجیب سے تاثرات پھیل گئے / انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے نادیہ کو دیکھا اور نادیہ نے بھی آنکھیں پھاڑ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیڈی' بڑے پوائنٹ کی بات ہے' واقعی بہت بڑا پوائنٹ ہے یہ' پولیس کو تو سارے ہی رخ دیکھنے چاہئے تھے' میرا خیال ہے یہ بالکل درست کہہ رہی ہیں' بات سمجھ میں آتی ہے ڈیڈی' کوئی چھوٹی سی بات بھی تو ہوسکتی ہے' جس کی بناء پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔" نادیہ نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"غضنفر علی خان نے غلط نہیں کہا تھا' بہت بڑی بات کہہ دی ہے اس چھوٹی سی بچی نے بالکل' میرا خیال ہے میں حامد فخری صاحب کو اس بارے میں ضروری بتاؤں گا۔"

"نہیں انکل میں درخواست کرتی ہوں آپ سے اور میری آپ سے آئندہ گفتگو کا انحصار بھی اسی پر ہوگا کہ جو بات چیت میرے اور آپ کے درمیان ہوگی وہ صیغہ راز میں رہے گی' کسی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی شخصیت کو آپ اس بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے' اگر آپ یہ وعدہ کرتے ہیں تو میں آپ سے آگے گفتگو کروں' ورنہ میری گفتگو کا یہ سلسلہ یہیں ختم ہو جانا چاہئے۔"

"نہیں نہیں بھئی' میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ وہی ہوگا جو تم چاہوگی میں تو ذرا جذباتی ہوگیا تھا۔ بیٹے تم اپنے ڈیڈی سے بات کرنا' میرے ان سے بہت ہی اچھے تعلقات ہیں اور دیکھو تم سے بھی یہ بات کہتا ہوں کہ ان تعلقات کی وجہ سے رعایت نہ کرنا میرے ساتھ' اگر کسی طرح میرے اوپر جرم ثابت ہو جائے تو میں تمہیں ایک بزرگ کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ پولیس کو اطلاع دینا اور مجھے گرفتار کرادینا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو میری تم سے درخواست ہے کہ اس وقت میری بھرپور مدد کرو' بڑی مشکل کا شکار ہوگیا ہوں میں۔ ساری زندگی کی نیک نامی داؤ پر لگ گئی ہے' خاص طور پر اس تیسری واردات کے بعد تو میں نے ان لوگوں کی نگاہوں میں بھی شبہات کے آثار دیکھے ہیں' جو اس سے پہلے ہمیشہ میری طرفداری کرتے رہے ہیں' وہ میں دیکھ رہا ہوں' پتہ نہیں یہ میری غلطی ہے کہ ان دو حادثوں کے بعد بھی میں نے یہ سالگرہ منائی' یا پھر تم یہ سمجھ لو کہ یہ ایک تجربہ بھی تھا اور میں اس بار لوگوں کے خیالات کو غلط ثابت کرنا چاہتا تھا بس میں تمہیں اپنی ذہنی کیفیت کی تفصیل نہیں بتا سکتا۔ نادیہ مجھے بہت عزیز ہے اس کی ماں موجود نہیں ہے اور میں نے اسے ماں بن کر ہی پرورش کیا ہے' حالانکہ مجھ جیسے کاروباری آدمی کیلئے یہ کام کتنا مشکل تھا۔ تم شاید خود بھی اندازہ لگا سکتی ہو۔ لیکن نادیہ کو میں نے کوئی دکھ نہیں دیا۔ بس میں اسے اپنی تقدیر ہی سمجھتا ہوں اگر کبھی یہ دکھ کا شکار ہوئی تو خیر یہ بالکل الگ بات ہے' میرا مطلب یہ تھا کہ اس بار اس واقعہ کے بعد میں بہت نروس ہوگیا ہوں' اور میری دلی خواہش ہے کہ یہ سب کچھ منظرعام پر آجائے کہ آخر یہ ہے کیا۔ میری کوٹھی میں یہ تین وارداتیں کیوں ہوئی ہیں' ان کا پس منظر کیا ہے۔"

"انکل آپ کے اہل خاندان' میں کون کون ہے۔" میں نے سوال کیا؟"

"میں نے پوری فہرست تیار کی ہے' میں یہ فہرست تمہیں دیئے دیتا ہوں' ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے رشتے دار کے بارے میں' میں نے مکمل تفصیلات ایک کاغذ میں درج کی ہیں' اس دوران میں خود بھی کام کرتا اور سوچتا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ بیٹی یہ سمجھ لو کہ میں نے بہت ہی غور کیا ہے ان معاملات کے بارے میں' بلیک میلنگ کے بارے میں بھی سوچتا رہا ہوں' اگر کوئی بلیک میلر ہوتا تو پہلے قتل کے بعد مجھ سے رابطہ کرتا' کسی اور وقت پر ایسا ہی



کوئی واقعہ میرے نام سے منسوب کرنے کی دھمکی دیتا' مجھ سے کچھ وصول کرتا' اپنے دوروزارت میں بھی میں نے جو کچھ کیا ہے اس کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ کوئی ایسی شخصیت جو میرے ہاتھوں نقصان اٹھا کر مجھے زک دینے پر تل گئی ہو' کچھ نہیں ملتا' کچھ ملے تو کاروائی بھی کروں' یہاں تو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا' چاروں طرف خلاء ہے' کس کو ان واقعات کیلئے نامزد کروں۔"

میں نے وہ فہرست طلب کی تو حیات حسین شاہ صاحب نے وہ فہرست میرے حوالے کردی۔ فہرست پر ایک نظر ڈالنے کے بعد میں نے شے اپنے پاس رکھ لیا اور کافی دیر تک ان سے اس موضوع پر گفتگو کرتی رہی تھی۔ پھر نادیہ نے کہا۔

"ڈیڈی میں تھوڑی دیر انہیں اپنے ساتھ رکھ سکتی ہوں؟"

"ہاں ضرور ان کی خاطرمدارت کرو۔" حیات حسین شاہ نے کہا۔

نادیہ سے میری تنہائی میں ملاقات ہوئی اور میں نے پرتکلف چائے پر موجود لوازمات سے شغل کرتے ہوئے کہا۔

"ایک بہت ہی اہم سوال آپ سے کرنا چاہتی ہوں؟"

"میں سمجھ رہی ہوں تاہم تم پوچھ لو.....؟"

"نہیں آپ سمجھ رہی ہیں تو خود ہی مجھے بتا دیجئے۔"

"تم میری عمر اور میرے غیرشادی شدہ ہونے کے بارے میں سوال کروگی۔"

"آپ بہت ذہین ہیں۔" میں نے کہا لیکن نادیہ کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہوگئی اس نے کہا۔

"نوعمری کے زمانے میں' میں نے ایک نوجوان سے محبت کی تھی وہ غریب گھر کا انسان تھا اور ابتدا میں جب میں نے اپنے ڈیڈی سے اس کے بارے میں کہا تو ڈیڈی نے اس سے شدید اختلاف کیا۔ ان کے ہاں سے ہمارے ہاں رشتہ بھی آیا اور ڈیڈی نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ دونوں کے خاندانوں میں یکسانیت نہیں' اس لئے وہ مجبور ہیں نتیجے میں اس نوجوان نے خودکشی کرلی اور اس کے بعد ڈیڈی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ مجھ سے شادی کیلئے کہیں۔ میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا' کہ میں اسی شرط پر جی سکتی ہوں کہ مجھ سے شادی کیلئے نہ کہا جائے' بس ایسے ہی معاملات تھے پھر ڈیڈی نے مجھے بیرون ممالک بھیج دیا۔ ہاں ایک بات اور بتادوں اگر تم یہ سوچو کہ اس نوجوان کے اہل خاندان نے کسی قسم کی انتقامی کاروائی کے تحت یہ کھیل شروع کیا ہے تو اس بات کو ذہن سے نکال دو۔ اس بے چارے کی ایک ماں اور صرف ایک بہن تھی' ایک بیوہ بہن جو اس کے ساتھ ہی رہتی تھی' اس کی خودکشی کے بعد اس کی ماں کا انتقال ہوگیا' اس کے دل کی حرکت بند ہوگئی تھی۔ بیوہ بہن جو پہلے سے بیمار تھی ہسپتال میں خون تھوک تھوک کر مرگئی اور یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ ناصر کا ان دونوں کے علاوہ اس دنیا میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کوئی نہیں تھا- یہ ہے صورت حال' میرا خیال ہے تمہاری تسلی ہوگئی ہوگی-" میں ہکابکا نادیہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی ایک لمحے کیلئے اس کی آنکھیں میں اداسی تیرنے لگی تھی- پھر اس نے گردن جھٹک کر میری طرف ایک پلیٹ بڑھاتے ہوئے کہا- "اور اب میں وہ سارے واقعات ذہن سے نکال چکی ہوں' سنو کوئی ایسی بات بالکل نہ سوچنا جو میرے خلاف ہو' میں دنیا میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی' میں تو خود نقصان اٹھانے کی اہلیت رکھتی ہوں' میں جانتی ہوں کہ لوگ طرح طرح کی باتیں کریں گے میرے خلاف اور کررہے ہیں- لیکن خدارا تم ایسی بات مت سوچنا' وقت ضائع کروگی' ڈیڈی جتنے پریشان ہیں میں جانتی ہوں' اب میں زندگی میں کبھی سالگرہ نہیں مناؤں گی یہ میرا عہد ہے لیکن اس وقت تم اپنی ذہانت سے صرف ان لوگوں کو تلاش کرو جو ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں باقی تم خودمختار ہو' اگر کہیں سے ہم باپ بیٹی کسی سلسلے میں تمہارے لئے شبہ کا باعث بن جائیں تو جیسا ڈیڈی نے کہا وہی میں بھی کہہ رہی ہوں کہ اس وقت تکلف مت کرنا' باقی تمہاری مرضی ہے- ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس شخص کے بارے میں مزید تفصیلات بتا سکتی ہوں یعنی یہ کہ وہ کہاں رہتا تھا' کیا کرتا تھا' اس کا ماضی کیا تھا' میری مراد اس شخص سے ہے جسے میں چاہتی تھی اور جس کا میں نے ابھی تمہیں حوالہ دیا ہے-"

"نہیں نادیہ صاحبہ' مجھے اس پتے کی کوئی ضرورت نہیں ہے-" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے ان لوگوں سے اجازت طلب کرلی ایک کام میں نے اور کیا تھا' بڑے سرسری انداز میں حیات حسین شاہ سے غیاث غوری کا پتہ معلوم کرلیا تھا اور پھر اس طرح اسے ٹال دیا تھا جیسے اس بات کو میں نے کوئی اہمیت نہ دی ہو- وہاں سے اٹھی تو ذہن بڑی پراگندگی کا شکار تھا- نادیہ کے کردار پر غور کر رہی تھی اور دل اندر سے یہ گواہی دے رہا تھا کہ وہ ایک صاف ستھرے کردار کی لڑکی ہے بظاہر جو نظر آتی ہے اس سے بالکل مختلف اور شخصیت کا یہ تضاد بھی اس کے اندر کے دکھ سے تعلق رکھتا تھا- دل کی گواہی ایسے معاملات میں بے اثر رہتی ہے- ٹھوس حقائق ہی صحیح راستے متعین کرتے ہیں- شہریار دوپہر کو دفتر نہیں آیا تھا- گل بدر نے بتایا کہ اس کا فون بھی نہیں آیا میں نے بھی اسے آزاد چھوڑ دیا دفتر کا کچھ کام بھی تھا ایک سیاسی جلسے کی کوریج کرنی تھی پانچ بجے وہاں پہنچ گئی نو بجے تک مصروف رہی تھی اس کے بعد گھر کا رخ کیا تھا- ساڑھے دس بجے شہریار کا فون ملا-

"خیریت؟"

"ہاں تم سناؤ کہاں رہے-"

"عہدے بڑھواتی رہو- خود سے دور رکھنے کا راستہ دریافت کرلیا ہے تم نے- پانچ تھانے دیئے گئے ہیں اور ان کا چارج لینے کی ہدایت کی گئی ہے-"

"مبارک- کام کرو کام یہ دور رکھنے کا نہیں قریب لانے کا راستہ ہے کیا سمجھے؟"

"کام کتنا بڑھ گیا ہے ویسے ایک کام خراب ہوگیا ہے-"



"کیا؟"

"صاحب خان بھی میرے ہی علاقے میں آگیا ہے بڑا خوش ہو رہا تھا مگر مجھے شرمندگی ہوئی-"

"اس کا احترام کرو- یہ سب کچھ ہوتا ہے-"

"ادھر کی کچھ سنی-"

"کیا-"

"آٹھ افراد گرفتار کرلئے گئے ہیں مزید گرفتاریوں کیلئے وارنٹ مانگے گئے ہیں- ہو سکتا ہے نوبت حیات حسین شاہ تک پہنچ جائے ان سے ملاقات تو نہیں ہوئی؟"

"ہوئی تھی-"

"اوہ' کوئی خاص بات.....؟"

"قابل ذکر نہیں-" میں نے جواب دیا-

"الجھنیں بڑھتی جارہی ہیں' اچھا ایک بات بتاؤ اگر حیات حسین شاہ گڑبڑ نکلے تو کیا کروگی؟"

"کیا مطلب ہے اس سوال کا؟" میں نے تعجب سے پوچھا-

"وہ بس' سسر صاحب سے دوستی کا معاملہ ہے' سمجھ رہی ہونا-"

"سنجیدہ رہو-" میں نے خشک لہجے میں کہا-

"بھئی غضنفر خان صاحب کے گہرے دوست ہیں وہ- کمال ہے-"

"ڈی ایس پی بن کر بہک رہے ہو شہریار' قانون کیا کہتا ہے-" میں نے کہا-

"وہ تو ٹھیک ہے مگر بعض اوقات قانون بہت مشکل کا شکار ہوجاتا ہے- ذرا مجھے حیات حسین شاہ کے بارے میں اپنے تاثرات تو بتاؤ-"

"ابھی تک میرے ذہن میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں آئی لیکن اگر کوئی معاملہ نکلا تو ظاہر ہے اسے تم اور میں کیسے تبدیل کرسکتے ہیں-"

"ایک کام تو کرہی ڈالو' میرے خیال میں کوئی نقصان نہیں ہوگا-"

"وہ کیا؟"

"مل چکی ہو ان سے رابطہ ہو چکا ہے فون کرکے کہہ دو کہ کل ضمانت قبل از گرفتاری کروالیں- اسی طرح تمہاری ان سے تھوڑی سی قربت اور بڑھ جائے گی اور تمہیں تحقیقات کرنے میں آسانی ہوگی اور وہ تمہیں اپنا ہمدرد تصور کریں گے-"

"کیا ان کی گرفتار کی آرڈر ہو چکے ہیں؟"

"ہو جائیں گے-"

"کس بنیاد پر؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"شبیے کی بنیاد پر معاملہ غلط رخ اختیار کرتا جارہا ہے۔ تیمور علی کی سیاسی حیثیت بھی تھی ایک سیاسی پارٹی اس حوالے سے شورش کرنا چاہتی ہے حکومت کو کچھ فوری اقدامات کرنے ہوں گے۔ آج جو گرفتاریاں ہوئی ہیں وہ بھی انہی حالات کی بنا پر ہوئی ہیں خاصا سخت رویہ اختیار کیا جارہا ہے سختی سے تحقیقات کرنے کی ہدایات ملی ہیں اور مزید اقدامات کئے جارہے ہیں۔"

"کس قسم کے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے؟"

"مختلف اقسام ہیں۔ سیاسی اور کاروباری چپقلش کو مدنگاہ رکھا جارہا ہے۔ ہر پہلو پر نگاہ ڈالی جارہی ہے دراصل حکومت خراب حالات سے بچنا چاہتی ہے اور کچھ کرکے دکھانا چاہتی ہے۔"

"حیات شاہ کا فون نمبر معلوم ہے؟" میں نے کہا اور شہریار سے مجھے نمبر بتایا پھر بولا۔

"تم یہ کام کرلو اس طرح تمہارے ڈیڈی کی دوستی کا بھرم بھی رہ جائے گا بعد میں ظاہر ہے معاملہ قانون کا ہوگا اور اس طرح ممکن ہے تمہیں مدد حاصل ہو جائے۔"

"کل کیا پروگرام ہے؟"

"اخبار کے دفتر فون کرکے بتادوں گا۔" شہریار نے کہا۔ کچھ چند رسمی جملوں کے بعد میں نے اسے الوداع کہا اور سوچ میں ڈوب گئی۔ شہریار کا مشورہ برا نہیں تھا کچھ دیر کے بعد میں نے وہاں فون کیا فون نادیہ نے ریسیو کیا تھا۔

"سوری نادیہ صاحبہ۔ کیا آپ آرام کرنے لیٹ گئی تھیں۔"

"آواز نہیں پہچان رہی۔" نادیہ نے کہا۔

"لبنیٰ بول رہی ہوں۔"

"اوہ لبنیٰ ڈیئر' اپنے گھر سے بول رہی ہو۔"

"ہاں۔ کیا کر رہی تھیں؟"

"ڈیڈی سے باتیں ہو رہی تھیں وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"معافی چاہتی ہوں' پریشان کیا۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو لبنیٰ' ہم باپ بیٹی تمہارے بارے میں بہت سی باتیں کرتے رہے ہیں۔ ڈیڈی نے مجھے غضنفر صاحب کی سخت مزاجی کے قصے سنائے ہیں اور وہ حیران ہو رہے تھے کہ تم نے کس طرح شیر کو پنجرے میں بند کرلیا۔ تم آخر اپنا اخبار کیوں نہیں نکالتیں۔"

"مالک بن کر کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے مس نادیہ۔ اس موضوع پر اطمینان سے باتیں کریں گے۔ ذرا فون حیات صاحب کو دو۔"

"اوہ اچھا۔ ڈیڈی بات کیجئے۔" ریسیور میں ہلکی آواز سنائی دی پھر حیات صاحب بولے۔

"جی لبنیٰ بیٹی۔ خیریت۔"

"انکل ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں کہو.....؟"



"کل آپ پہلا کام یہ کریں کہ اپنی اور نادیہ کی ضمانت قبل از گرفتاری کرالیں۔" میں نے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر چند لمحات کے بعد حیات حسین کی آواز ابھری۔

"اس مشورے کی کوئی خاص وجہ؟"

"جی انکل آپ کو علم ہے کہ ہمارا رابطہ پولیس سے رہتا ہے؟"

"تمہیں اشارہ ملا ہے۔"

"جی!"

"ہوں' میرا خیال ہے اب مجھے خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے' میں بھی موم کا بنا نہیں ہوں۔ ٹھیک ہے بیٹی مشورہ بروقت اور مناسب ہے ابھی انتظام کئے لیتا ہوں تمہاری اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا بے شک میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔"

"میرا فرض ہے انکل۔ آپ نے مجھے جو ڈیوٹی سونپی ہے اس پر مجھے الرٹ پائیں گے۔"

دوسرے دن دفتر میں شہریار کا فون ملا۔ لبنیٰ آج پورا دن مصروف رہوں گا۔ انتظار نہ کرنا۔"

"اوکے - کام کرو۔ خدا حافظ۔" میں بولی اور فون بند کردیا۔ دفتری کام نمٹا کر میں کاغذ پر آڑی ترچھی لکیریں بنانے لگی۔ بہت دیر تک سوچتی رہی پھر کسی خیال سے چونک پڑی۔ سالگرہ کا تازہ ترین مقتول تیمور علی تھا۔ دوسرے معاملات ایک اور دو سال پرانے ہوگئے تھے انہیں بعد میں دیکھا جاسکتا ہے اگر تیمور علی کے گھر کا چکر لگا لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اس کے گھر کا پتہ حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا دفتر ہی سے مل گیا میں تیار ہوکر اس پتے پر چل پڑی۔ خوبصورت کوٹھی تھی پولیس یہاں موجود تھی گیٹ پر ہی روک لیا گیا۔

"اخباری رپورٹر ہوں۔ یہ میرا کارڈ ہے۔"

"ایس پی صاحب اندر موجود ہیں اخبار والوں کو منادی کر دی گئی ہے۔"

"کونسے ایس پی ہیں۔"

"راٹھور صاحب۔"

"اوہ"۔ میں نے ہونٹ سکوڑے پھر بولی۔ جاؤ ان سے کہو لبنیٰ اندر آنا چاہتی ہے۔"

"کوئی اندر نہیں جاسکتا۔" سپاہی نے کہا اور میں نے کاغذ نکال کر اس کا نمبر نوٹ کرلیا۔ دوسرے سپاہی نے کہا۔

"اپنا کارڈ دے دو بی بی۔ اس بیچارے کا نمبر نوٹ کرنے سے کیا فائدہ ہم تو ڈیوٹی کررہے ہیں آپ اپنا کارڈ دیدو' میں چلا جاتا ہوں۔" میں نے اسے اپنا کارڈ دیدیا تھا۔ وہ اندر چلا گیا اور اسے واپس آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ اس نے سامنے اشارہ کرکے کہا۔

"ایس پی صاحب نے بلایا ہے۔" راٹھور صاحب کوٹھی کے سامنے والے حصے میں نظر آرہے تھے کچھ اور افسران بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ وہ ایس پی صاحب تھے جن سے ایک بار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میری چل گئی تھی اور بعد میں فخری صاحب نے انہیں طلب کرلیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں کینہ توزی کے آثار تھے۔

"ہیلو راٹھور صاحب"

"جی فرمایئے۔" راٹھور صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

"تھوڑا سے کام کرنے کی اجازت دیں گے۔"

"جی نہیں میرا خیال ہے اس بار آپ وزیر داخلہ صاحب سے مل لیں۔"

"اوہو کیوں کیا آپ نے فخری صاحب کی ملازمت ختم کرادی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو لڑکی' ہم پولیس والے تمہاری ہی جیسی شخصیتوں کی وجہ سے بدنام ہوتے ہیں۔ کچھ سختی کر ڈالیں گے تو تم اخباروں کے کالم سیاہ کردوگی ہر کام کی ایک نوعیت ہوتی ہے اس سلسلے میں اخباروں کو خبریں نہیں دی جارہی ہیں تمہیں تمہارے دفتر سے اطلاع نہیں ملی۔"

"میں کبھی دفتر سے ہدایت نہیں لیتی۔"

"بہت بڑے آدمی کی بیٹی جو ہو' لیکن تھوڑی سی نصیحت مان لو تو کام آئے گی۔"

"ارشاد۔"

"پولیس سے اڑنا حماقت کی معراج نہیں ہے کسی جال میں پھنس گئی تو کوئی کام نہیں آسکے گا قانون ہم جانتے ہیں تم نہیں۔" میں نے ایک نگاہ ایس پی صاحب پر ڈالی اور ہنس پڑی۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں' قانون تو آپ جانتے ہیں لیکن میں قانون کے ساتھ آپ کا بھی احترام کرنا چاہتی ہوں۔ تاہم آپ کے یہ الفاظ قرض ہیں مجھ پر راٹھور صاحب۔"

"جاسکتی ہو۔" راٹھور صاحب بولے..... اور میں خاموشی سے پلٹ آئی۔ ہر محکمے میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور راٹھور صاحب کے ذہن میں میرے لئے غصہ تھا لیکن یہ ثانوی باتیں تھیں اور ان پر زیادہ توجہ نہیں دی جاسکتی تھی۔ گیٹ سے باہر نکلی تھی کہ ایک اور پولیس جیپ آتی نظر آئی اس میں انسپکٹر فیاض بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے زور سے سلام کیا اور میں رک گئی۔ فیاض نیچے اتر آیا تھا۔ "ہیلو مس لبنیٰ' کیسے مزاج ہیں.....؟"

"بہت خراب۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوہو' خیریت.....؟"

"اندر سے آرہی ہوں معلومات حاصل کرنے آئی تھی' لیکن اندر ایس پی راٹھور صاحب موجود ہیں' بہت سی دھمکیاں دے کر باہر نکال دیا ہے۔" میں نے کہا اور انسپکٹر فیاض کے ہونٹ سکڑ گئے پھر وہ ایک دم ہنس پڑا۔

"ایس پی راٹھور صاحب' بالکل ٹھیک ہے مس لبنیٰ' ایس پی راٹھور کے ساتھ آپ کے سلسلے میں جو واقعہ پیش آیا ہے وہ تقریباً سارے ہی محکمے کو معلوم ہوگیا ہے اور بعض لوگوں نے راٹھور صاحب سے بڑے بڑے سنگین مذاق کئے ہیں۔ اس سلسلے میں چنانچہ ان کا غصہ برحق'



لیکن جانے دیں مس لبنیٰ ہمارے اور آپ کے درمیان تو یہ مذاق چلتا ہی رہتا ہے' ویسے آپ تیمور علی کے گھر آنے والی پہلی صحافی خاتون ہیں شاید..... صحافیوں نے ادھر کا رخ نہیں کیا بلکہ دوسری سمتوں ہی کے چکر لگاتے رہے ہیں۔ کوئی خاص بات تھی.....؟"

"نہیں انسپکٹر..... تم یہاں کیسے.....؟"

"راٹھور صاحب کی ماتحتی میں کام کر رہا ہوں۔" انسپکٹر فیاض نے کہا۔

"یہاں کے بارے میں کوئی خاص بات.....؟"

"جی کوئی خاص بات نہیں ہے' بس چھان بین ہو رہی ہے۔ ویسے بیچاری تہمینہ علی اسپتال میں داخل ہیں اور ان کی حالت بہت تشویشناک ہے سکتہ سا طاری ہے ان پر' آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے ہیں۔"

"یہ تہمینہ علی کون ہے.....؟" میں نے سوال کیا۔

"مسز تیمور علی۔"

"اوہ اچھا..... اچھا..... وہ ہسپتال میں داخل ہوگئی ہیں.....؟"

"جی ہاں مس لبنیٰ' شدید صدمے کا شکار ہے بیچاری' اس دن سے ہسپتال میں داخل ہیں جس دن سے تیمور علی کا قتل ہوا تھا۔"

"اور اس کوٹھی میں کون کون رہتا ہے انسپکٹر فیاض۔" میں نے سوال کیا۔

"بس ملازمین ہیں' اہل خاندان ہیں۔ میرا خیال ہے سارے کے سارے بے کار لوگ ہیں' اور ان لوگوں سے کوئی خاص بات معلوم نہ ہو پائے گی۔ میں بھی کوشش کر چکا ہوں۔"

"اوکے بہت بہت شکریہ..... ویسے تہمینہ علی کون سے ہسپتال میں ہیں.....؟" میں نے انسپکٹر فیاض سے پوچھا اور اس نے مجھے ہسپتال کا نام بتادیا میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور گاڑی میں جا بیٹھی۔ ایس پی راٹھور کے لئے دل میں شدید غصہ بھرا ہوا تھا۔ لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو معتدل کیا' وہی بات تھی کہ یہ لوگ اس قسم کی کوشش کرنے سے باز نہیں آتے تھے' کہاں تک ان کے خلاف عمل کیا جاتا' بہتر تھا کہ خاموشی اختیار کرلی جائے' خود بخود ٹھیک ہوجائیں گے۔ میں نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا اور پھر اچانک ہی ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔ چنانچہ میں اس پتے کو ذہن میں دہرانے لگی' جو مجھے حیات حسین شاہ سے معلوم ہوا تھا یعنی غیاث غوری کا پتہ..... یہ نام ابھی تک منظرعام پر نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں میں نے کوئی کہانی سنی تھی' حیات حسین شاہ صاحب نے بس اتنا بتایا تھا کہ وہ تیمور علی کے صورت آشنا نہیں تھے اور صرف ایک معزز آدمی کی حیثیت سے انہوں نے اسے اس تقریب کا دعوت نامہ بھیج دیا تھا اور جب وہ آیا تو غیاث غوری صاحب نے اس کا تعارف حیات حسین شاہ سے کرایا تھا۔ ہو سکتا ہے غیاب غوری سے کوئی خاص بات معلوم ہو جائے ویسے اس کردار کے بارے میں بھی' میں نے زیادہ چھان بین نہیں کی تھی البتہ پتہ ضرور معلوم کرلیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



غیاث غوری کی رہائش گاہ تلاش کرنے میں تھوڑی سی دقت ضرور پیش آئی تھی- بہرحال میں ایک درمیانہ درجے کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی- اس قسم کے لوگ کوٹھیوں میں ہی رہا کرتے ہیں- گیٹ پر کوئی چوکیدار وغیرہ نہیں تھا- ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی' کوئی بیل وغیرہ بھی نظر نہیں آرہی تھی- باہر کا لان اجاڑ سا پڑا ہوا تھا- میں ٹہلتے انداز میں عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گئی- پھر میں نے ادھر ادھر دیکھا اور صدر دروازے کو زور سے بجایا-

عجیب جگہ تھی نہ کوئی ملازم نہ اہل خاندان' مگر چند لمحات کے بعد دروازہ کھلا وہ ایک نوجوان لڑکی تھی خاصی خوش شکل تھی اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا-

"غیاث صاحب سے ملنا چاہتی ہوں-"

"کیا کام ہے.....؟"

"اخباری نمائندہ ہوں اور ان سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں-"

"کونسے اخبار سے تعلق ہے.....؟"

"یہ میرا کارڈ ہے-" میں نے اسے کارڈ دیتے ہوئے کہا' اور وہ کارڈ کا جائزہ لینے لگی' پھر اچھل پڑی-

"لبنیٰ ہیں آپ-"

"جی.....!"

"آپ تو بہت مشہور شخصیت ہیں آیئے- بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر' لیکن ڈیڈی سے کیا کام ہے- آیئے نا-" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی- اسی وقت اندر کے کسی کمرے سے دبلے پتلے بدن کا ایک سفید بالوں والا شخص باہر نکل آیا جو صرف سفید بالوں کی وجہ سے عمر رسیدہ نظر آتا تھا ورنہ اچھی صحت کا مالک تھا-

"کون ہے کوثر.....؟"

"ڈیڈی یہ مشہور صحافی خاتون لبنیٰ ہیں' آپ سے ملنا چاہتی ہیں-"

"صحافی خاتون-" معمر شخص نے کہا پھر بولا-" آیئے خاتون افسوس آپ کو اس وقت یہ گھر بھوت گھر معلوم ہو رہا ہوگا دراصل ہم مکان شفٹ کر رہے ہیں بہت دن سے کام ہو رہا ہے اور اس وقت تقریباً" پورا مکان خالی ہوچکا ہے ہم باپ بیٹی لائبریری کی چھان بین کر رہے تھے- آیئے لائبریری میں آجایئے معاف کیجئے گا میرا نام ہی غیاث غوری ہے-"

"جی غیاث صاحب میں نے اندازہ لگا لیا تھا-"

"یہ میری بیٹی کوثر ہے- آیئے-" وہ مجھے لائبریری میں لے گیا کوثر بھی ساتھ آئی تھی-

"آپ نہیں جانتے ہیں ڈیڈی.....؟" کوثر نے پوچھا-

"ہاں..... صحافی کی حیثیت سے بھی اور ایک دولتمند آدمی کی بیٹی کی حیثیت سے بھی-



غضنفر علی خان صاحب میرے دوست ہیں- مگر بیٹی ہم سے کیا کام آپڑا تمہیں.....؟"

"تیمور علی کے قتل کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں-" میں نے جواب دیا اور غیاث صاحب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے- وہ لائبریری میں داخل ہوگئے- فرش پر جگہ جگہ کتابوں کے انبار لگے ہوئے تھے- الماریوں میں بھی کتابیں سجی ہوئی تھی غالباً" یہ لوگ ان کی فہرست بنا رہے تھے-

"بیٹھو....." غوری صاحب نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرکے کہا' اور پھر کوثر سے بولے-" چائے کا انتظام ہو سکتا ہے کوثر.....؟"

"تھرمس میں مل جائے تو ممکن ہے' ڈیڈی- بلکہ نہیں ہوگی-" کوثر نے کہا-

"شکریہ غوری صاحب' ان حالات میں تکلف نہ کریں- آپ کے نئے گھر میں آپ کے ساتھ چائے ضرور پیوں گی-"

"ڈیڈی مجھے بتایئے میں کیا کروں- ڈرائیور صاحب تو کہیں لمبے نکل گئے مجھے دیر ہو رہی ہے-"

"ایں ہاں..... تم جانا چاہو تو چلی جاؤ ٹیکسی یا رکشہ مل جائے گا- جاؤ تم چلی جاؤ-"

"اوکے ڈیڈی تھینک یو' اوکے ڈیئر لبنیٰ مجھے ایک ضروری کام ہے ورنہ تمہارے ساتھ ضروری بیٹھتی تمہیں اپنے نئے گھر کی دعوت ضرور دونگی' خداحافظ-" کوثر باہر نکل گئی- میں غوری صاحب کی طرف متوجہ ہوگئی اور میں نے کہا-

"معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو اس طرح تکلیف دی-"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے مگر مجھے حیرت ہے تیمور علی کے قتل کے سلسلے میں' میں کیا بتا سکتا ہوں-"

"آپ کے تعلقات تھے تیمور علی صاحب سے.....؟"

"ہاں وہ کوئی غیر معروف شخصیت تو نہیں تھی- تقریباً" تمام لوگ ایک دوسرے کے شناسا ہیں-"

"کوئی ایسی بات جو ان کے قتل پر روشنی ڈال سکے.....؟"

"بھلا کیا ہو سکتی ہے-" غیاث صاحب نے کہا-

"حیات حسین شاہ صاحب کی تقریب میں آپ بھی شریک تھے.....؟"

"ہاں.....بالکل.....!"

"آپ کو کوئی اندازہ ہے کہ وہاں تقریب میں کون تیمور علی کے قریب قریب رہا تھا.....؟"

جواب میں غیاث غوری صاحب آہستہ سے ہنسے اور بولے..... "بڑا عجیب سوال ہے' بھائی تقریبات میں یہ خیال کیسے رکھا جاسکتا ہے اور خیال رکھنے کی بھلا کیا وجہ ہو سکتی ہے' سب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ایک دوسرے سے ملتے ہیں کسی ایک آدمی پر غور کرنا تو ناممکن ہے اور پھر بھلا کسے اس بات کا شبہ ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے' ظاہر ہے یہ بات کوئی نہیں جانتا کہ آنے والے لمحوں میں کیا ہونے والا ہے.....؟"

"جی ہاں میں جانتی ہوں..... میں نے بس اس تصور کے تحت یہ سوال کیا ہے کہ بعد میں کوئی ایسی شخصیت آپ کے ذہن میں آئی ہو' جس پر آپ کو شبہ ہوا ہو.....؟"

"نہیں بھئی' ایسی کوئی بات نہیں ہے....." غیاث غوری نے کہا.....

"معاف کیجئے گا غیاث صاحب' ایک اور سوال کر رہی ہوں آپ سے' برا نہ محسوس کریں۔ حیات حسین شاہ صاحب کی کوٹھی میں اس قسم کے تین قتل ہوچکے ہیں' آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے.....؟"

"مطلب.....؟" غوری صاحب نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا.....!"

"حیات حسین شاہ صاحب بڑی ذہانت سے یہ ڈرامہ تو نہیں کر رہے' اپنے دشمنوں کو یا اپنے راستے کی کسی بھی رکاوٹ کو وہ اس طرح ہٹا رہے ہوں.....؟"

"ناسمجھی کی بات ہے بے بی' ذرا غور کرو کون اپنے گھر میں قتل وغارت گری پسند کرتا ہے اور پھر کوئی اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ دشمن کو گھر بلا کر مارے' تقاریب ہی میں سہی اور اگر حیات حسین شاہ یہ کام کرتے تو اس کے لئے اپنا گھر اور ایک تقریب منعقد کرنے کی ہی کیا ضرورت تھی۔ آخر کب تک وہ پولیس یا عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتے تھے۔ اب بھی بے چارے کی پوزیشن اچھی خاصی خراب ہوگئی ہے' پتہ نہیں کیسے اس مشکل سے نکلے گا' اور پھر جہاں تک میرے علم کی بات ہے وہ دونوں تو ایک دوسرے کی صورت آشنا بھی نہیں تھے بلکہ میں نے ہی ان دونوں کا تعارف کرایا تھا تب حیات حسین شاہ نے اسے پہچانا تھا۔"

"جی آپ کا کہنا بالکل درست ہے لیکن بعض جرائم میں مجرم نے ذرا مختلف انداز سے عمل کیا ہوتا ہے وہ دنیا کو بھٹکانے کے لئے ایسا کوئی قدم اٹھاتا ہے جس سے شبہ اس کی طرف جائے اور یہی شبہ اس کی بے گناہی کا باعث بن جاتا ہے اور منطقی طور پر یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ بھلا کون اپنے آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا....."

"دیکھو بے بی تم جو کچھ بھی چاہو کہہ سکتی ہو۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' حیات حسین شاہ اس قسم کا آدمی نہیں ہے۔ وہ بے داغ کردار کا مالک رہا ہے' اپنے دور وزارت میں بھی اس کے نام کے ساتھ کوئی ایسی بات موسوم نہیں ہوئی' میرے خیال میں اگر پولیس یا پریس کا یہ اندازہ ہے' تو غلط ہے۔ حیات حسین شاہ بہت اچھا آدمی ہے' دوست نواز' امن پسند' میں اس خیال کی سختی سے تردید کرتا ہوں اور ایک گزارش اور ہے میری تم سے..... آنو گئی ہو تم میرے پاس..... لیکن اخبارات میں کہیں سب کچھ میرے نام سے ہی منسوب مت کردینا۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ میں ایک چھوٹا موٹا کاروباری آدمی ہوں اور خاموشی سے



زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہا ہوں۔ حالات اس قدر سنگین ہیں اس کا اندازہ اس عمر میں تو تمہیں نہیں ہوگا لیکن ہم لوگ بڑے مشکل حالات میں گزارہ کر رہے ہیں براہ کرم تم میرا نام اخبارات سے دور رکھنا..... اور پھر بھلا میرا ان حالات سے کیا واسطہ' بس شناسائیاں ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان ہوتی ہیں اور اسے ہی دوستی کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ورنہ سب ہی اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں....."

"تو آپ کے خیال میں کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جسے شبہ کی نگاہ سے دیکھا جائے.....!"

"توبہ کرو بے بی' میں بھلا ایسی شخصیتوں پر نگاہ رکھنے کی پوزیشن میں کہاں ہوں..... میں تو خود بری طرح سراسیمہ ہوگیا ہوں اور یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا ہوں کہ اس قسم کی تقاریب بعض اوقات ایسے حادثوں کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔"

میں گہری نگاہوں سے غیاث صاحب کا جائزہ لیتی رہی تھی بڑے محتاط آدمی تھے ہر طرح سے پہلو بچا رہے تھے۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ ان سے کچھ نہیں معلوم ہوسکے گا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

"بے حد شکریہ غوری صاحب' ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو زحمت دی۔"

"کوئی بات نہیں ہے' میں خود بڑا عجیب محسوس کر رہا ہوں۔ کوئی خدمت نہ کرسکا تمہاری ہاں ایک درخواست دوبارہ دہراؤں گا۔ میرے بارے میں کچھ نہ لکھو تو مجھ پر احسان ہوگا میں کمزور اعصاب کا انسان ہوں ساری زندگی محتاط رہ کر گزاری ہے یہ آخری لمحات ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ ایسا کچھ نہ ہوگا.....!" اچھا خدا حافظ.....!" غیاث صاحب مجھے باہر تک چھوڑنے آئے اور میں کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ کوئی کام نہیں بنا تھا دن ہی شاید خراب تھا راٹھور صاحب نے بدشگونی کردی تھی ایک بار پھر وہ ذہن میں آگئے۔ شہریار سے تذکرہ مناسب نہیں تھا جذباتی آدمی تھا اس کے علاوہ اس مسئلے کو نظرانداز کیا جاسکتا تھا سب چلتا ہے میں نے اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔ غیاث غوری کی رہائش گاہ ایسی جگہ تھی کہ کئی پر پیچ راستے عبور کرکے چوڑی سڑک پر آنا پڑتا تھا۔ میں سست رفتاری سے ڈرائیو کرتی سڑک کے کنارے پہنچی ہی تھی کہ کسی طرف سے ایک لڑکی دوڑ کر کار کے سامنے آگئی۔ میں نے اسے پہنچان لیا اور کار روک دی۔ تھی کوثر تھی وہ ڈرائیونگ سائیڈ کے دوسری سمت کے دروازے پر زور آزمائی کرنے لگی اور پھر بے چینی سے بولی۔

"ارے کھولو' جلدی کھولو۔ وہ آرہا ہے۔ جلدی پلیز....." اس نے سڑک پر دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے دروازے کا لاک اندر سے کھول دیا۔ وہ پھرتی سے اندر داخل ہوگئی تھی۔ "چلو پلیز..... تیزی سے چلو.....!" اس نے التجا کی اور میں نے کار آگے بڑھادی۔ عقب سے ایک اور کار چلی آرہی تھی۔

"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ڈرائیور' میرے لئے گاڑی لے کر آرہا ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات تھی.....؟"

"مجھے دیکھ لیتا تو مجھے اس کے ساتھ جانا پڑتا۔ نہ جاتی تو ڈیڈی کو بتادیتا' جبکہ میں صرف تمہاری وجہ سے وہاں سے بھاگی تھی.....!"

"میری وجہ سے.....؟"

"ہاں تنہائی میں تم سے باتیں کرنا چاہتی تھی جس کی اجازت ڈیڈی کبھی نہ دیتے.....!"

"اوہ.....تب میرے خیال میں کسی ہوٹل میں چلیں!"

"جہاں دل چاہے چلو اب کوئی فکر نہیں ہے۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔

"غیاث صاحب تمہیں تنہائی میں مجھ سے باتیں کرنے سے کیوں روکتے۔" کچھ دیر کے بعد میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ وہ بزدل ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے ان سے تیمور علی کے بارے میں سوالات کئے.....؟"

"ہاں.....!"

"کچھ بتایا انہوں نے تمہیں.....؟"

"بالکل نہیں۔ بس پہلو بچاتے رہے۔"

"میں جانتی تھی۔ قیامت تک زبان نہیں کھولیں گے وہ۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں گی کہ تیمور علی کا قاتل کون ہے۔" اس نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

میں نے گردن گھما کر کوثر کو دیکھا اور پھر سامنے نگاہیں جمادیں۔ اس پر غور کیا جو کچھ اس نے کہا تھا۔ وہ سنجیدہ بات نہیں تھی اور سنجیدگی سے کہی گئی بھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن چہرے اور انداز سے وہ بے وقوف جذباتی یا غیر سنجیدہ بھی نہیں لگتی تھی۔ اس نے اتنے اہم انکشاف پر میری لاپرواہی کو محسوس کیا اور بولی۔

"تم شاید مجھے پاگل یا بے وقوف سمجھ رہی ہو' لیکن کچھ دیر کے بعد ایسا نہیں ہوگا۔"

"اوہ' نہیں ڈیئر ایسی بات نہیں ہے۔ یقیناً تم نے اتنے اہم الفاظ مذاق میں نہیں کہے ہوں گے۔" اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور خاموشی سے سامنے دیکھتی رہی۔ ایک چھوٹے سے پرسکون ریستوران کے سامنے میں نے کار روک دی اور ہم دونوں ریستوران کے اوپری حصے میں جا بیٹھے۔ ویٹر سے چائے کے لئے کہہ کر میں نے اسے دیکھا وہ بولی۔

"تمہاری شہرت میں نے بہت سنی ہے خود بھی تمہارے کالم شوق سے پڑھتی ہوں اور



سوچتی ہوں کہ ایک خاتون اتنی بصیرت کی حامل کیسے ہوسکتی ہے جبکہ تمہاری عمر بھی زیادہ نہیں ہے خیر غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرکے میں تمہیں جو کچھ بتانا چاہتی ہوں اسے توجہ سے سنو اور مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔"

"پتہ نہیں تمہیں یہ احساس کیوں ہوا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میں تمہارے اعتماد پر حیرت زدہ تھی تم نے تیمور علی کے قاتل کے بارے میں بڑے اعتماد سے بات کی تھی۔"

"ہاں اس لئے کہ مجھے اس قتل کا پس منظر معلوم ہے۔ اخبارات باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔ تیمور علی کے قتل کے سلسلے میں جو قیاس آرائیاں اور ہنگامہ آرائیاں ہورہی ہیں وہ سب بے معنی ہیں لیکن یہ دوہ ہی عجیب ہے۔ ڈاکہ زنی کی کوئی واردات ہو ذاتی دشمنی کا معاملہ ہو ہر واقعہ پر سیاسی رنگ چڑھا دیا جاتا ہے۔ انتظامیہ اصل کام بھول کر ان ہنگاموں کو فروغ کرنے میں لگ جاتی ہے اور مجرم کو بہترین مدد حاصل ہو جاتی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اب ذاتی قسم کے جرائم بھی اس پلاننگ کے تحت کئے جارہے ہیں اور جرم کرنے والے کامیابی سے بچ جاتے ہیں۔"

"عمدہ تجزیہ ہے۔ یقیناً" کچھ "واقعات ایسے ضرور ہوئے ہوں گے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"یہ واقعہ بھی ایسا ہے۔" کوثر نے کہا۔

"میں تمہارے نظریات معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"نظریات نہیں۔ ٹھوس معلومات کہو۔" وہ پرزور لہجے میں بولی۔ میں نے چہرے پر مصنوعی سنسنی کے آثار پیدا کرلئے وہ یہی چاہتی تھی اسی دوران چائے آگئی۔ اس نے خود چائے تیار کرکے ایک پیالی میری طرف سرکائی دوسری سے چند گرم گرم گھونٹ لے کر بولی۔

"تین سال میں تین قتل ہوئے ہیں۔ تینوں زہرخورانی کے کیس ہیں تینوں ایک ہی جگہ ایک ہی تقریب میں ہوئے ہیں لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تینوں کیس الگ الگ ہیں اور ان کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ بدنصیب خاندان کو حالات کا نشانہ بنایا گیا ہے ورنہ حیات حسین شاہ کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود سوچو لبنیٰ کون اس طرح خود کو بدنام کرسکتا ہے اس گھر کو بس قتل گاہ بنایا گیا ہے' پہلی کاروائی ممکن ہے صرف اتفاقیہ ہو' کسی نے اس تقریب میں اپنا کام کر دکھایا ہو' دوسرا قتل بھی ممکن ہے اسی تصور کا حامل ہو اور قاتل نے پہلی سالگرہ میں ہونے والے قتل کے بارے میں سوچا ہو اور اسے وہ جگہ سہولت کی جگہ محسوس ہوئی ہو وہاں اسے کامیابی ہوئی لیکن یہ تیسرا معاملہ' یہ تو سوفیصد سوچی سمجھی کاروائی ہے۔"

"تمہارے دلائل بہت وزنی ہیں۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"اور اب میں تمہیں اس قتل کا پس منظر بتاتی ہوں۔ تم قاتل کی نشاندہی چاہتی ہو نا.....؟"

"یقیناً.....!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"یہ قتل دو افراد نے مل کر کیا ہے۔"

"کون کون.....؟"

"تہمینہ علی' تیمور علی کی بیوی' اور انجم جمال' اس کا منگیتر' اس کا محبوب۔" کوثر نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"انجم جمال.....؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے کوثر کو دیکھا۔

"سنتی رہو' جو کچھ بتاؤں گی پورے دلائل کے ساتھ بتاؤں گی' تم تسلیم نہ کرلو تو نام نہیں....." کوثر نے کہا اور بقیہ چائے بھی حلق میں انڈیل لی۔ "تم پلیز' میرے لئے چائے کی ایک پیالی اور بنادو۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور چائے کے برتن اپنے نزدیک کرلئے۔ وہ بولی۔

"تہمینہ علی ایک نچلے درجے کے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا باپ کسی سرکاری محکمے میں ملازم تھا اب ریٹائر ہوچکا ہے اور اس کے دو بھائی معمولی سی ملازمتیں کرتے ہیں اور درمیانے درجے کے ایک گھر میں رہتے ہیں جبکہ تیمور علی ایک سیاسی شہرت رکھنے والا دولت مند اور کاروباری آدمی ہے' اس کے بارے میں سب ہی جانتے ہیں تہمینہ علی ابتدا ہی سے اپنی حیثیت سے زیادہ سوچنے کی عادی تھی' اس نے ہمیشہ بلندیوں کے خواب دیکھے تھے جن کا اظہار بارہا اس کی زبان سے ہوچکا تھا۔ اپنی حیثیت سے زیادہ بہتر حالت میں رہتی تھی اور یونیورسٹی میں وہ اونچی اونچی باتیں کرنے والی مشہور تھی' عموماً" لڑکیاں اس کا مذاق اڑایا کرتی تھیں' خاص طور سے وہ جنہیں اس کی اصل حیثیت معلوم تھی۔ انجم جمال میرے بہت دور کے ایک عزیز کا بیٹا تھا اور ابتداء ہی سے ذہین اور ہونہار تھا' کسی زمانے میں میرے والد غیاث احمد اور اس کے مرحوم باپ کی بڑی گہری دوستی تھی' چنانچہ ابتدا ہی سے میرے والد نے اس پر نظر عنایت رکھی اور اس کی ذہانت کو مدنگاہ رکھتے ہوئے بڑی محبت سے اس کے تعلیمی اخراجات پورے کرتے رہے' اور ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ اس کے باپ کی موت کے بعد ان ماں بیٹوں کی پرورش کی انہوں نے۔ میں بھی یونیورسٹی میں انجی جمال کے ساتھ تھی اور میرے گھر میں یہ تذکرے ہوا کرتے تھے کہ انجم جمال کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد اسے میری زندگی میں شامل کر دیا جائے گا۔ یہ بات انجم جمال بھی اچھی طرح جانتا تھا' کچھ عرصے کے بعد اس کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا' کوئی بہن بھائی نہیں تھا۔ بہرحال غیاث احمد صاحب نے اس کی مدد جاری رکھی' کیونکہ ان کے ذہن میں اپنی بیٹی کا مستقبل تھا' ہمارے درمیان' میرا مطلب ہے میرے اور انجم جمال کے درمیان کبھی عشق و محبت کا کوئی سلسلہ نہیں ہوسکا' لیکن ہم دونوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ہمیں ایک دوسرے سے منسوب کر دیا گیا ہے اور ہمارا مستقبل ساتھ ہی گزرے گا' پھر وہ اسپیشلائزیشن کے لئے مغربی جرمنی چلا گیا اور پانچ سال وہاں رہا۔ یہ بات میں بالکل نہیں جانتی تھی کہ اس کے اور تہمینہ علی کے درمیان عشق و محبت کے معاملات پڑوان چڑھ



رہے ہیں' بہت محتاط رہتے تھے وہ یونیورسٹی میں' جب انجم جمال باہر سے واپس آیا تو اس نے اپنے ان جذبات کا کھل کر اظہار کردیا۔ تعلیم کے درمیان اس نے والد صاحب کی مالی اعانت قبول نہیں کی تھی' اور شکریہ کے ساتھ خط لکھ بھیجا تھا کہ مغربی جرمنی میں اس نے ایک چھوٹا موٹا کام ایسا کرلیا ہے جس کی بناء پر وہ اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرسکتا ہے' چنانچہ اس کا بے حد شکریہ اب اسے انکی مالی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو اسی وقت چونکی تھی' لیکن پھر میں نے یہ سوچا کہ ہوسکتا ہے ایک غیرت مند انسان کی حیثیت سے اب وہ مسلسل اپنے ہونے والے سسر کی مالی مدد قبول کرنا نہیں چاہتا۔ اور یہ سوچ کر مجھے خوشی ہی ہوئی تھی۔ پھر وہ واپس آگیا' اور ہمیں حیرت اس وقت ہوئی جب یہاں آنے کے تقریباً" ایک ماہ بعد اس نے ہم سے ملاقات کی۔ وہ بالکل بدلا ہوا تھا' اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے اپنے ٹپ کو ہم سے الگ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہو' بحالت مجبوری میں نے اس سے بات کی اور اس سے اس کے رویہ کی شکایت کی' تو اس نے بڑے اجنبی انداز میں مجھے بتایا کہ وہ اپنے مستقبل کے لئے ایک لائحہ عمل رکھتا ہے' اس کی آرزو ہے کہ وہ اپنا ہسپتال بنائے۔ میں نے صاف الفاظ میں اس سے کہا کہ میری زندگی میں شامل ہونے کے بعد یہ سب کچھ ہو جائے گا' تو اس نے صاف گوئی سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اس کی زندگی کا محور تو تہمینہ علی ہے اور اس کے بعد میری کیفیت جو کچھ ہوئی ہوگی' ایک عورت کی حیثیت سے تم اس کا اندازہ لگا سکتی ہو۔ میں نے زندگی میں کبھی کسی چھچھورے پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اپنے طور پر میں نے اس تصور کا آغاز کیا تھا بلکہ جو بات بچپن ہی سے میرے ذہن میں ڈالی گئی تھی میں نے اسی پر سوچا تھا۔ اس کی ان باتوں سے میں نے اپنی سخت توہین محسوس کی' میں نے ڈیڈی سے بھی اس کا تذکرہ کیا اور انہوں نے اس معاملے کو بہت سادگی سے لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ کرنا اس کا حق ہے۔ میں نے ڈیڈی سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابتدا ہی میں انہوں نے اس سے اس موضوع پر گفتگو کیوں نہیں کی تھی۔ بہرحال ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کیلئے زبان بندی ضروری ہے۔ سو میں خاموش ہوگئی' درحقیقت ڈیڈی کو بھی یہ بات سخت ناگوار گزری تھی لیکن اس کا اظہار انہوں نے میرے سامنے نہیں کیا تھا۔

تہمینہ علی اور اس کے معاملات چلتے رہے' ڈیڈی نے اب قطعی طور پر اس سے قطع تعلق کرلیا تھا اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں دی تھی۔ میں بھی سخت ذہنی گھٹن کا شکار ہوکر اس سے نفرت کرنے لگی تھی' اس دوران اس نے کیا کیا کچھ کیا' مجھے نہیں معلوم' تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ آج کل وہ ایک پرائیویٹ ہسپتال میں پریکٹس کر رہا ہے اور وہاں کا میڈیکل انچارج بھی ہے۔ ظاہر ہے اسکے پاس اور کچھ وسائل نہیں تھے اس کے بارے میں مختلف طریقوں سے رپورٹیں ملتی رہا کرتی تھیں میں اس بات کا انتظار کر رہی تھی کہ اس کی اور تہمینہ علی کی شادی ہو جائے کچھ شناسا لڑکیاں تھیں جو اس کے بارے میں تفصیلات جانتی تھیں' یہ بات تقریباً" بالکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



طے تھی کہ وہ تہمینہ سے شادی کرے گا' کیونکہ تہمینہ جس سطح کی عورت تھی اس پہ سے بات بالکل مشکل نہیں لگتی تھی' کہ اس کے اہل خاندان اس شادی کے لئے خوشی سے راضی نہ ہو جائیں..... لیکن پھر ایک اور ہی خبر سننے کو ملی اور وہ خبر یہ تھی کہ تہمینہ علی نے تیمور علی سے شادی کرلی..... یہ شادی کس طرح ہوئی' کسی کو نہیں معلوم۔ تیمور علی تک ان لوگوں کی پہنچ کیسے ہوئی' شاید کوئی بھی نہیں جانتا۔ لیکن تہمینہ بہت تیز طرار عورت ہے اور یقینی طور پر اس نے اس کے لئے زبردست کوششیں کی ہوں گی' مجھے حیرت تھی انتہائی حیرت اور میں اکثر یہ سوچتی تھی کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا' انجم جمال نے البتہ اس کے بعد ہماری جانب رخ نہیں کیا۔ اور اپنی مصروفیتوں میں لگا رہا۔ یہ بات اس کے تمام شناسا جانتے تھے کہ وہ اپنا ہسپتال بنانا چاہتا ہے' لیکن اس بات پر ہنسنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا' کیونکہ اس کی یہ آرزو شاید بڑھاپے تک پوری نہ ہوتی' بات اس وقت سمجھ میں آئی تھی۔ لیکن اب سب کچھ سمجھ میں آگیا' آپ بھی سمجھ رہی ہوں گی' تہمینہ نے بہت بڑی قربانی دی ہے انجم جمال کے لئے' اس نے تیمور علی سے شادی صرف اس لئے کی کہ انجم جمال کے خواب پورے ہو جائیں' لیکن میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ان خوابوں کی تکمیل کے لئے وہ ایسا مجرمانہ انداز اختیار کریں گے۔ بات بالکل صاف ہے' ان دونوں نے آپس میں طے کرلیا تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے انہیں کیا کرنا ہے بلکہ یقیناً" تہمینہ نے اس سلسلے میں انجم جمال کو پیشکش کی ہوگی اور اپنی قربانی پیش کی ہوگی اور انجم جمال نے یہ قربانی قبول کرلی ہوگی' بس اتنا سا ہی تو کام تھا کہ تیمور علی سے شادی کرلی جائے۔ اگر آپ تیمور علی کے بارے میں معلومات حاصل کریں تو آپ کو یہ علم بخوبی ہو جائے گا کہ اس کے اطراف میں بھی کوئی نہیں ہے' جو اس کی دولت کا حصہ دار ہو' سوائے اس کی بیوہ تہمینہ علی کے..... سارا منصوبہ بہت سوچ سمجھ کر طے کیا گیا۔ تہمینہ علی نے تیمور علی سے شادی کرلی کچھ عرصہ اس کے ساتھ وقت گزارا..... اور بالآخر اس نے ڈاکٹر انجم جمال کے فراہم کردہ زہر کے ذریعے تیمور علی کو ہلاک کردیا اور اس کے لئے بھی وہی قتل گاہ متعین کی گئی جہاں دو قتل پہلے بھی ہو چکے تھے اور ان کی تفتیش نامکمل رہی تھی کوئی مجرم نہیں پکڑا گیا تھا۔ اس قتل گاہ میں بالآخر تیمور علی کو بھی قتل کر دیا گیا اور اب تہمینہ بلاشرکت غیرے اس دولت کی مالک ہے' بھلا کون ہے جو اب ان دونوں کو شادی کرنے سے روکے گا کچھ عرصہ انتظار کرنا چاہو تو کرلو' میرے بیان کی تصدیق ہو جائے گی اور میرے ان پر زور دلائل کی وجہ تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ میں یہ بات کہنے میں بالکل جھجک محسوس نہیں کر رہی کہ میرے دل میں آج بھی رقابت کا جذبہ موجود ہے' دونوں کے خلاف نفرت ہے میرے دل میں اور اس نفرت نے مجھے مجبور کیا کہ میں وہ حقائق سامنے لے آؤں..... میں اس کے لئے بے چین تھی' لیکن میرے والد غیاث احمد صاحب بہت نرم طبیعت کے مالک ہیں میں اگر ان سے اس کا تذکرہ کرتی تو میری زبان بند کر دی جاتی اور وہ کبھی مجھے ان حقائق کو سامنے لانے کی اجازت نہ دیتے'



بلکہ شاید مجھ پر سختی بھی شروع ہو جاتی' مگر میں کم از کم دنیا کو قاتلوں کا چہرہ دکھانا چاہتی ہوں۔ لوگ یہ تو جان لیں کہ جرم کتنے بھیانک اور گھناؤنے انداز میں کیا جاتا ہے' اب یہ تم پر منحصر ہے کہ کس طرح ان حقیقتوں کی تصدیق کرو اور انہیں منظرعام پر لاؤ' کیا خیال ہے تمہارا.....؟ میں اپنے اندرونی جذبوں سے متاثر ہو کر قاتلوں کو کیفرکردار تک پہنچانا چاہتی ہوں اور یہ بھی سمجھتی ہوں کہ یہ شہری فرض کی ادائیگی بھی ہے کوئی بری بات تو نہیں ہے اس میں..... اگر ثبوت مل جائیں اور ان واقعات کی روشنی میں کام کیا جائے تو کیا حرج ہے کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے اور ایک انسان کو زندگی سے محروم کرنے والے کو سزا نہ ملے۔"

"سوفیصد..... تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔ تور میں ثم سے بالکل متفق ہوں۔ یہ بھی اطمینان رکھو کہ ان واقعات کی روشنی میں تفتیش کی جائے گی اور یقیناً" مجرموں کو گرفتار کرکے سزادی جائے گی۔ ویسے یونیورسٹی کی ساتھی ہونے کی حیثیت سے تہمینہ سے تمہارے تعلقات بھی تو ہوں گے.....؟"

"ہاں کیوں نہیں..... لیکن اس انکشاف کے بعد میرے اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں رہا۔"

"اور انجم جمال سے.....؟"

"انجم جمال سے کبھی کبھی ملاقات ہوجاتی تھی..... لیکن زیادہ نہیں' تہمینہ پوری طرح سے اس معاملے میں ملوث ہے اور شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ قتل کے فوراً" بعد خاتون نے ڈرامہ شروع کردیا اور ہسپتال میں داخل ہوگئیں اس سے بہترپناہ گاہ اور کون سی ہوسکتی ہے' شبہے کرنے والوں کی نگاہوں سے چھپنے اور بچنے کے لئے بدترین بحران کا مظاہرہ کیا جائے اور جب جرم کا خوف کم ہو جائے اور دل پرسکون ہو جائے تو اس• کے بعد ایک مظلوم بیوہ کی حیثیت سے کچھ عرصہ کے لئے منظرعام پر رہا جائے۔ بعد میں باقی معاملات کی تکمیل کرلی جائے۔ یہ کیا بہترین کہانی ہے' کیا ہی عمدہ طریقہ جرم ہے' لیکن مجھے بھول گئے۔ میرے خیال میں انہیں ایک نہیں دو قتل کرنا چاہئے تھے' جس طرح بھی بن پڑتا وہ مجھے بھی زہر دے دیتے تو زیادہ کامیاب رہ سکتے تھے' کیونکہ ان حقیقتوں کی گہرائیوں کا انکشاف صرف میں کرسکتی تھی اور کوئی نہیں۔ مگر احمق غلطی کرگئے' مجھے زندہ چھوڑ دیا اور اپنے لئے موت کا سامان مہیا کرلیا۔ میں فرشتہ صفت نہیں ہوں' میرے دل میں انتقام کا جذبہ ہے اور میں ان دونوں کے لئے سزائے موت چاہتی ہوں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس میں برائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو' بہرحال وہ معاشرے کے بھی مجرم ہیں اور قانون کے بھی..... معاشرتی جرم انہوں نے یہ کیا ہے کہ ایک بیوی نے اپنے شوہر کو قتل کیا اور اس کا محبوب اس کا معاون تھا۔ زہر کے حصول کی آسانی ڈاکٹر انجم جمال سے زیادہ اور کون فراہم کرسکتا تھا اور اس کے بعد اس کی مدد سے تیمور علی کا قتل ہوگیا۔ قانونی جرم تو بہرطور ہے ہی..... میں نے اگر جوش رقابت سے مجبور ہو کر یہ عمل کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہے تو کوئی انہونی بات نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سلسلے میں قابل مذمت ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے مس لیلیٰ.....؟"

"قطعی نہیں کوثر..... بلکہ تم نے قانون کی مدد کا نیک فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ باقی معاملات تو ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"تو اب تم یہ بتاؤ کہ کیا کرو گی اس سلسلے میں تمہارے تو یقیناً پولیس سے بھی تعلقات ہوں گے۔ ایک کرائم رپورٹر صحافی اور پولیس کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے' کیا تمہیں میری سنائی ہوئی یہ کہانی آگے بڑھانے میں کوئی دقت ہوگی.....؟"

"میرا خیال ہے نہیں....."

"تو بس پھر تم کاروائی کا آغاز کرو اور سنو' صرف میری ہی سنائی ہوئی کہانی پر یقین مت کر لینا۔ ان لائنوں پر اگر تحقیقات کی جائے گی تو بالآخر مجرم سامنے آجائیں گے' بس صحیح راستہ میں نے دکھا دیا ہے۔"

"بلاشبہ۔"

"تو اب اٹھ جائیں۔ ڈیڈی بڑے ذہین آدمی ہیں' خیر میں نے انہیں ہوا بھی نہیں لگنے دی کہ میرے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی ہے لیکن میرا گھر پہنچنا ضروری ہے چنانچہ چلتی ہوں۔" اس نے پرس کھولنا چاہا لیکن میں نے اس سے پہلے بل کی رقم نکال کر میز پر رکھ دی اور ویٹر کو اشارے کرکے باہر نکل آئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہے میں اسے ڈراپ کردوں۔ تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا میں اس کا نیا گھر بھی دیکھ لوں۔ تاکہ دوبارہ ملاقات میں کوئی دقت نہ ہو.....

غیاث احمد کا نیا مکان ایک بہت خوبصورت علاقے میں واقع تھا اس کی دعوت پر بھی میں اندر نہ گئی اور میں نے اس سے کہا کہ دوبارہ اس سے ملاقات کروں گی اور پھر میں وہاں سے چل پڑی۔

بلاشبہ بڑا سنسنی خیز انکشاف تھا' خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ تیمور علی کے قتل کے سلسلے میں بڑے لے دے ہو رہی تھی پولیس اور انتظامیہ خاصے پریشان تھے۔ اگر صورت حال یہ رخ اختیار کرلیتی تو بڑے خوشگوار اثرات مرتب ہوسکتے تھے۔ ایک پبلک کال بوتھ کے پاس پہنچ کر میں نے گل بدر کو ٹیلیفون کیا اور دوسری طرف سے فون شہریار نے ریسیو کیا۔ میں نے اس کی آواز سن کر ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔

"کون ہے بھئی بولتے کیوں نہیں۔" دوسری طرف سے شہریار نے کہا۔

"اب بولنے کی کیا ضرورت ہے' تمہاری آواز سن لی' آرہی ہوں۔"

"فوراً آجاؤ' پتہ نہیں کہاں کہاں آوارہ گردی کرتی رہتی ہو۔" شہریار نے کہا اور میں نے



ہنس کر فون بند کردیا۔ اس کے بعد میری کار اپنے دفتر کے سامنے ہی رکی تھی۔ شہریار کافی فرصت سے تھا' بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا' مجھے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "دفتر میں بھی حاضری نہیں ہوتی' کہیں اور بھی پتہ نہیں چلتا' کہاں کہاں گھومتی پھرتی ہو آجکل؟"

"اے اے' لہجہ سنبھالو اپنا' یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔"

"پریکٹس کر رہا ہوں بھئی' کچھ تو کرنے دو اس دنیا میں۔" شہریار نے کہا اور میں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئی۔

"کھانا منگواؤں۔"

"منگوالو' تم بھی کیا یاد کرو گے۔" میں نے جواب دیا' گل بدر کھانا لانے چلا گیا میں نے شہریار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڑی فرصت میں نظر آرہے ہو۔"

"ہاں' فرصت ہے۔"

"اتنا اہم کیس تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور تم فرصت سے بیٹھے ہوئے ہو۔"

"بڑے بڑے تیس مارخان' تیس مارخانی کر رہے ہیں ہمارا بھلا کیا گزر ہے' بلاوجہ تم نے بانس پر چڑھا دیا ہے' بانس ہلتا ہے تو ڈر لگتا ہے۔"

"فضول باتیں کرنے میں تو تم ماہر ہو۔ کھانا آنے سے پہلے ایک تفصیل سن لو' بہت ضروری ہے۔"

"کھانے کے بعد سنی جائے تو کیا حرج ہے۔ مجھے تو شبہ تھا کہ تم سے ملاقات نہیں ہوگی' میرا خیال ہے کہ محبت کے بعد پیٹ کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

"جی نہیں' بعض اوقات پیٹ کے سامنے محبت بھی پس پشت جا پڑتی ہے۔"

"خیر اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو کریں گے' ہاں تو کیا انکشاف تھا؟"

"تم کہاں مصروف رہے۔"

"یقین کرو کوئی خاص کام نہیں تھا' بس بہت سے معاملات ہوتے ہیں۔ تھانوں میں گردش کرتا رہا' کچھ ایسے چھوٹے موٹے امور نمٹائے جو موجودہ واقعہ سے منسلک نہیں تھے اور پھر تمہارے پاس آگیا' کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ویسے تم نے وعدہ کیا تھا کہ حیات حسین شاہ صاحب سے رابطہ قائم کروگی کیا ہوا گئی تھیں وہاں؟"

"ہاں ہاں گئی تھی"۔

"ملاقات ہوئی؟"

"دونوں باپ بیٹی سے"۔

"گڈ..... کوئی کام کی بات"۔ شہریار نے سوال کیا۔

"کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوسکی' سوائے اس کے کہ حیات حسین شاہ اور ان کی بیٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت پریشان تھے"۔

"وہ بھی پریشان تھی۔ میرا مطلب ہے انگلش کی وہ"۔ شہریار نے پوچھا۔

"نہیں شہریار..... وہ تو بہت خوش مزاج اور نفیس طبیعت کی لڑکی ہے' تمہارا نظریہ اس کے سلسلے میں غلط ہے"۔

"بھئی میرا تجربہ تو یہی کہتا ہے کہ نادیہ صاف ستھری طبیعت کی مالک ہے اور حیات حسین شاہ بھی برے انسان نہیں ہیں' لیکن درپردہ کچھ نکل آئیں تو نہیں کہا جاسکتا۔ نادیہ سے بہت سی باتیں ہوئیں حیات حسین شاہ سے بھی اس مسئلے پر کافی گفتگو ہوئی۔ وہ واقعی پریشان ہیں' نادیہ کی شادی کا پس منظر بھی معلوم ہوا وہ ایک حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ یہی عشق و محبت کا معاملہ تھا اور اس کے بعد اس نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور شاہ صاحب بھی اسے مجبور نہیں کرسکے' یہ ایک ایسی بات ہے جس کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن ایک اور نام میرے علم میں آیا تھا شہریار' اور میں اس سلسلے میں مصروف ہوئی تو بڑی کام کی باتیں معلوم ہوئیں"۔ شہریار سنبھل کر بیٹھ گیا اور بولا۔ "کونسا نام"۔

"غیاث احمد"۔

"یہ نام میرے لئے تو اجنبی ہے' کہیں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے"۔

"ہاں یقیناً تمہارے لئے اجنبی ہے' حیات حسین شاہ صاحب نے تیمور علی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس کے صورت آشنا بھی نہیں تھے' ایک اور صاحب جان کا نام غیاث احمد تھا ان کے درمیان تعارف کا ذریعہ بنے تھے' بات کوئی خاص نہیں تھی' میں نے صرف اس تصور کے تحت کے ہو سکتا ہے غیاث احمد' تیمور علی کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بتا سکیں' غیاث احمد کی جانب رخ کیا اور وہاں ایک اور کردار سے ملاقات ہوگئی"۔

"اچھا کیسا کردار تھا۔ یونہی سا' بھرتی کا یا پھر جاندار"۔ شہریار نے سوال کیا اور میں اسے ابتدا سے ساری تفصیلات بتانے لگی' یہ ضروری تھا کیونکہ اس سلسلے میں شہریار سے کام لیا جاسکتا تھا' جوں جوں میں تفصیلات بتاتی جارہی تھی' شہریار کا چہرہ سرخ ہوتا جارہا تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے تیمور علی کی کوٹھی پر جانے کا واقعہ گول کردیا تھا اور ایس پی راٹھور کے ذکر کو بالکل ہی نظرانداز کر گئی تھی کیونکہ شہریار جذباتی نوجوان تھا اور یہ جذباتیت اس کے راستے میں رکاوٹ ڈال سکتی تھی۔ جب میں نے ساری کہانی سنادی تو شہریار کی دونوں مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"خدا کی قسم..... خدا کی قسم۔ ہنگامہ ہو جائے گا اس انکشاف پر' تم تو قاتل بلکہ قاتلوں کو گردن سے پکڑ لائیں"۔

"ہنگامہ کیسے ہو جائے گا"۔

"نقص امن کا خطرہ تھا تیمور علی کے قتل کے معاملے میں' بات اتنی بڑھ گئی کہ ہوم منسٹر نے میٹنگ طلب کرلی"۔



"پھر....."

"جغادریوں کا پینل بنا دیا گیا ہے۔ اختیارات بڑھا دیئے گئے ہیں اور اپنی پسند کے لوگوں کو گرفتار کرتے پھر رہے ہیں"۔

"اپنی پسند کے لوگوں کو"۔ میں ہنس پڑی۔

"بالکل نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہے ان حالات میں اگر ہم ایک نئی اور ٹھوس کہانی لے آئیں تو کیا ہوگا۔ اس پر غور کرو"

"ہوں..... اس قدر پرجوش ہونے کے بجائے اس کہانی پر غور کرو"۔

"تم صرف غور کرنے کی بات کررہی ہو' میرا بس نہیں چلتا کہ ان دونوں کو فوراً گرفتار کرلوں"۔

"انجم جمال اور تہمینہ علی کو"۔

"سوفیصد' پوری کہانی سمجھ میں آتی ہے۔ اور پھر گواہ بھی موجود ہے"۔

"ثبوت" میں نے کہا۔

"اللہ مالک ہے"۔ شہریار نے کہا۔

"نہیں شہریار خود سوچو مشکل ہو جائے گا' بہت ٹھوس ثبوت درکار ہونگے اگر کہیں ہلکے پڑے تو جانتے ہو کیا ہوگا"۔

"کیا ہوگا"۔

"اپوزیشن پورا الزام حکومت پر رکھ دے گی۔ کہہ دیا جائے گا کہ اصل قاتلوں کو چھپانے کیلئے حکومت نے دو قاتل تلاش کئے ہیں سارا الزام حکومت پر تھوپ دیا جائے گا"۔

"ایں..... ہاں یہ تو ہے"۔ شہریار کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار پھیل گئے۔ اسی وقت گل بدر ہوٹل سے کھانا لے آیا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کھانا کھاؤ بھولے ڈی ایس پی۔ معدہ وزنی ہوگا تو عقل بھی ساتھ دینا شروع کردے گی"۔

شہریار نے معصوم لہجے میں کہا۔

"خدا کی قسم ظلم کی انتہا ہے جو دماغ خوبصورت خیالات کو لفظوں میں تراشنے کا فن جانتا تھا اسے وحشیانہ جرائم کی گتھیو کو سلجھانے میں الجھا دیا گیا ہے کیا ستم ہے غور کرو"۔

"کھانا کھاؤ۔ خوبصورت لفظ کچھ نہیں دیتے عمل زندگی کا ساتھی ہوتا ہے چلو شروع ہو جاؤ"۔ کھانے کے دوران ہم خاموش رہے تھے شہریار بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے بھی اسے پریشان نہیں کیا۔ کھانے کے بعد بھی وہ کچھ دیر سوچتا رہا تھا۔

پھر اس نے کہا۔ "لبنیٰ گڑ بڑ ہے' بہت بڑی گڑ بڑ اوہو لبنیٰ ضرور گڑ بڑ ہے" میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی اس نے کہا۔ "چند باتیں نوٹ کرو"۔

"ہوں"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کیا نام ہے اس لڑکی کا' میرا مطلب ہے غیاث احمد کی بیٹی کا؟"

"کوثر"۔

"عمر کیا ہوگی"۔

"میرے خیال میں پچیس چھبیس سال تھی"۔

"شاندار' چہرے کی بناوٹ سے کیسی لگتی ہے"۔

"مطلب؟"

"بعض چہرے اپنی کہانی خود سناتے ہیں' کیا وہ سفاک مزاج لگتی ہے کیا یہ کہانی سناتے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات کچھ کہتے تھے۔ کیا وہ پرجوش تھی کیا اس کی آنکھوں میں انتقام کی پرچھائیاں تھیں"۔ شہریار نے کہا اور میں اچھل پڑی۔ میرا ذہن چٹخنے لگا۔ شہریار نے بالکل نئے انداز میں سوچا تھا اور اس کی یہ سوچ بے وزن نہیں تھی۔ وہ پھر بولا۔ ہم ان واقعات کو دوسرے رنگ میں بھی تو دیکھ سکتے ہیں لبنیٰ۔ اور میرے پاس اس کیلئے دلائل ہیں"۔

"کیا"۔ میں نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"انجم جمال۔ غیاث احمد کے دوست کا بیٹا' اس کی بیٹی کا یونیورسٹی کا ساتھی جس کی کفالت غیاث احمد نے کی تھی اس تصور کے ساتھ کہ وہ اس کی بیٹی کا مستقبل ہے لیکن غیاث احمد نے کبھی انجم کو یہ سمجھایا نہیں تھا کیوں سچ ہے نا۔"

"بالکل"۔

"لبنیٰ تم میرے خیالات سے انحراف کرکے مجھ سے بحث کرو پلیز"۔ شہریار نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ شہریار بولا۔ اور کوثر کہتی ہے کہ ہم دونوں یہ بات جانتے تھے کہ ہم دونوں کی شادی ہوگی حالانکہ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ ہمارے درمیان عشق و محبت کے راستے استوار نہیں ہوئے تھے۔ تضاد ہے نا ان دونوں باتوں میں"۔

"ہاں ہے"۔ میں نے اعتراف کیا۔

"کوثر انجم جمال کو اپنی میراث سمجھتی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ انجم زندگی میں کسی اور طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔ تہمینہ بھی یونیورسٹی میں ان کے ساتھ تھی' اگر جمال تہمینہ سے متاثر تھا تو یہ بات ایک ایسی لڑکی سے چھپی رہ سکتی ہے جو اسے اپنی جاگیر سمجھتی تھی' سوچو ہم نے بھی یونیورسٹی دیکھی ہے"۔

"آگے بڑھو' میں نے کہا۔

"جرمنی جاکر بھی نوکری کرتا ہے اور غیاث احمد کی مالی امداد سے معذرت کرلیتا ہے۔ آخر کیوں وہ مسلسل یہ فائدہ حاصل کرسکتا تھا کیونکہ وہ کسی بندھن میں نہیں جکڑا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے اندر کہیں غیرت اور عزت نفس چھپی ہوئی تھی"۔

"ہوں"۔ میں نے گردن ہلائی۔



"وہ واپس آگیا۔ ایک ماہ تک ان لوگوں سے نہیں ملا' اسے تہمینہ سے عشق تھا۔ وہ ایک ہسپتال بنانا چاہتا تھا' حالانکہ یہ کام وہ غیاث احمد سے لے سکتا تھا۔ غیاث احمد اسے بیٹی کے جہیز میں ہسپتال دے سکتے تھے۔ اگر اسے تہمینہ سے اس حد تک عشق تھا کہ اس نے اس کیلئے غیاث احمد کی دولت ٹھکرا دی تو وہ تہمینہ سے قربانی لے کر ہسپتال بنانے کے بجائے عارضی طور پر اپنی قربانی دے سکتا تھا"۔

"عارضی طور پر"۔ میں نے سوال کیا۔

"ہاں' کوثر سے شادی کرلیتا' ہسپتال بن جاتا' وہ تہمینہ کی مدد سے کوثر کو قتل کر دیتا ان دونوں میں قتل کرنے کی صلاحیت ہے کام تو بس یہی تھا کہ ہسپتال بن جائے ایسا ہو جاتا اور بعد میں وہ تہمینہ سے شادی کرلیتا"۔

"مگر کوثر کی موت کے بعد ہسپتال اس کی ملکیت تو نہ رہتا"۔

"کیوں۔ ہسپتال کا تعلق تو صرف جمال سے ہوتا کوثر ڈاکٹر تو نہیں تھی اور پھر جمال غیاث احمد کے دوست کا بیٹا تھا یہ قتل سر پر کلہاڑی مار کر تو نہ کیا جاتا کوئی بھی پلاننگ ہوسکتی تھی"۔

"چلو ٹھیک ہے آگے کہو"۔ میں نے کہا۔

"ایک غیور انسان جو اپنی محبت کو سنبھالنے کیلئے اپنا کام مکمل کرنے کیلئے کسی کی مدد سے انکار کر دیتا ہے ایک ایسا گھناؤنا قدم اٹھا سکتا ہے کہ اپنی محبوب کو دوسروں کے حوالے کردے جبکہ اس کے پاس دوسرا ذریعہ تھا"۔

"یہ قربانی عورت کی ہوسکتی ہے"۔ میں نے کہا۔

"یعنی تہمینہ کی"۔

"ہاں"۔

"اس پر ہاتھ رکھو' کانوں پر ہاتھ رکھو' تم مشرق کی عورت کی بات کر رہی ہو' مغرب کی نہیں مشرق میں عورت ہے صرف عورت' مشرق میں مرد ہے مکمل مرد' وہ خود قربان ہوتا ہے عورت سے قربانی نہیں مانگتا"۔ شہریار نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔

"سوری"۔ میں پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"آؤ کچھ اور آگے بڑھیں۔ وہ ایک گھریلو لڑکی ہے سراغ رساں نہیں لیکن اس نے کس طرح قتل کے تانے بانے بنے ہیں یہ پہلو تحفظ' مکمل ترین ہے اس نے خود کو رقیب ظاہر کیا ہے گڑبڑ ہے لبنیٰ ضرور گڑبڑ ہے"۔

"تمہارے خیال میں کوثر قاتل ہوسکتی ہے"۔

"تہمینہ اور جمال ہوسکتے ہیں تو کوثر بھی قاتل ہوسکتی ہے۔ میری اس بکواس سے تم نے کیا اندازہ لگایا"۔

"صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ اب تمہیں ایس پی بننے میں دیر نہیں لگے گی"۔ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



مسکراتے ہوئے کہا۔ اظہار نہیں کیا تھا میں نے لیکن دل میں تسلیم کیا تھا کہ شہریار نے کمال کی ذہانت کا ثبوت دیا ہے اس نے واقعات کا پانسہ ہی پلٹ دیا تھا۔

"اس کے بعد کیا ہوگا"۔ شہریار نے آنکھیں بند کرکے پوچھا۔

"کس کے بعد"۔

"ایس پی بننے کے بعد"۔

"ڈی آئی جی ہوں گے"۔

"پھر"۔

"آئی جی"۔

"پھر؟"

"بوڑھے ہو جاؤ گے ریٹائر ہو جاؤ گے"۔ میں نے کہا اور شہریار نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں وہ غصیلے انداز میں مجھے گھور رہا تھا۔ میں نے کہا "اب ایک لفظ بھی فضول نہیں اب ہمیں کام بانٹ لینے چاہئیں"۔

"تم ہسپتال میں تہمینہ علی سے ملو گے میں ڈاکٹر انجم جمال کو تلاش کروں گی ہم غیاث احمد سے بھی تنہائی میں مل کر معلومات حاصل کریں گے یہ سارے کام خاموشی سے ہوں گے دوسرے لوگ جو کر رہے ہیں انہیں کرنے دو"۔

"معمولی سی ترمیم چاہتا ہوں"۔ شہریار نے کہا۔

"وہ کیا"۔

"یہ سارے کام ہم دونوں ساتھ مل کر کریں گے' پلیز' میں سنجیدہ ہوں اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہم سارے کرداروں کا اپنے طور پر جائزہ لیں گے کچھ میری نگاہ سے چوک سکتا ہے کچھ تمہاری نگاہ سے۔ دونوں اپنا اپنا کام کریں گے تو زیادہ موثر رہے گا"۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور راضی ہوگئی کوئی حرج نہیں تھا بس راٹھور صاحب کا خیال تھا وہ راستہ نہ روکیں لیکن ہمیں فخری صاحب کی مدد حاصل تھی زیادہ گڑبڑ ہوئی تو دیکھا جائے گا! میں نے کہا۔

"چلو پھر دیکھی تمہیں معلوم ہے کہ تہمینہ کونسے ہسپتال میں ہے"۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا"۔ شہریار بولا' پھر اس نے فون اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور بات کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ہسپتال کا نام بتایا اور ہم دونوں باہر نکل آئے کچھ دیر کے بعد کار ہسپتال کے سامنے رکی۔ تہمینہ کے کمرے کے دروازے پر دو پولیس کانسٹیبل موجود تھے جنہوں نے شہریار کو زوردار سلوٹ کیا اور شہریار میرے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ میز پر تہمینہ علی موجود تھی ایک نوجوان بھی اس کے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ تہمینہ علی کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا وہ بہت نقاہت کا شکار تھی۔

"آپ"۔ شہریار نے نوجوان سے پوچھا۔



"میں ڈاکٹر انجم جمال ہوں۔ ایک دوسرے ہسپتال میں کام کرتا ہوں' مسز علی کا دوست بھی ہوں اپنی ڈیوٹی کے بعد یہاں کے ڈاکٹروں کی اجازت سے ان کی دیکھ بھال کرتا ہوں"

"آپ کیسی ہیں مسز علی"۔ میں نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہوں"۔ وہ کمزور آواز میں بولی۔ انجم جمال پہلی نظر میں ایک شریف النفس انسان محسوس ہوا تھا پاکیزہ چہرے والا وہ مجرم نہیں ہوسکتا' میرا فیصلہ تھا۔

"ہمیں اس حادثے کا دکھ ہے مسز علی۔ لیکن یہ ہونا تھا آپ خود کو سنبھالئے آپ کے اہل خاندان والدین وغیرہ تو ہوں گے"۔

"ہاں ہیں۔ مگر میری درخواست ہے کہ انہیں پریشان نہ کیا جائے میرے والد دل کے عارضے میں مبتلا ہیں ان پر اٹیک ہو چکا ہے"۔

"نہیں پولیس انہیں کیوں پریشان کرے گی۔ آپ بالکل اطمینان رکھیں ڈاکٹر انجم آپ ہمیں کچھ وقت دے سکیں گے"۔ اس نے کہا۔

"ضرور آفیسر' یہ میرا فرض ہے"۔ انجم جمال نے کہا پھر تہمینہ سے بولا۔

"اوکے تہمینہ کل صبح آؤں گا تمہارے پاس۔" تہمینہ نے اسے خدا حافظ کہا اور ہم بھی اس سے رسمی باتیں کرکے باہر آگئے۔

"آپ کے پاس کچھ وقت ہے۔ ڈاکٹر جمال؟"

"جی بے شک' میری ڈیوٹی' اب شام چھ بجے سے شروع ہوگی۔" اس نے کہا ہم اسے لے کر اپنے آفس چل پڑے تھے اس کے پاس کار بھی نہیں تھی چنانچہ وہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ کچھ پریشان بھی ہوگیا تھا پھر ہم اسے اپنے دفتر میں لے آئے۔ گل بدر سے چائے کیلئے کہا پھر اس سے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ "آپ کو تیمور علی کے قتل کے کیس میں ہی تکلیف دی گئی ہے جمال صاحب!"

"میں حاضر ہوں"۔

"معاف کیجئے گا کچھ ایسے سوالات بھی ہوں گے جو آپ کو ناگوار گزریں۔"

"آپ لوگ میرے دشمن نہیں ہے۔ اگر آپ کا فرض آپ کو ایسے سوالات کیلئے مجبور کرتا ہے تو میں بھی ان کے جواب دے کر اپنا فرض پورا کروں گا"۔

"بے حد شکریہ۔ آپ کے والدین؟"

"مر چکے ہیں۔"

"کوئی بہن بھائی؟"

"محروم ہوں۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"آپ نے اپنی تعلیم کیسے مکمل کی؟"

"ایک مہربان کے کرم سے۔ ان کا نام غیاث احمد ہے۔ میرے والد کے دوست تھے۔ والد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



صاحب کی موت کے بعد انہوں نے ہمیں سہارا دیا ورنہ میں یہ سب کچھ نہ ہوتا"۔

"کیا یہ سچ ہے کہ آپ یونیورسٹی میں ان کی بیٹی کے کلاس فیلو تھے"۔

"جی ہاں۔" وہ کسی قدر حیرت سے بولا۔

"جی بالکل!" وہ اب پریشان ہوگیا تھا۔ میں اور شہریار بغور اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

"ڈاکٹر انجم کیا آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ غیاث احمد اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کرنا چاہتے تھے"۔ میں نے سوال کیا ڈاکٹر انجم کے چہرے پر کرب کے تاثرات نمایاں تھے اور اس نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خدا کیلئے مجھے اتنا تو بتا دیجئے یہ تفتیش کیسی ہے۔ کیوں ایسے سوالات کر رہے ہیں آپ۔ سب کچھ معلوم کرلیا ہے آپ نے مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ ان باتوں کا اس قتل کی تفتیش سے کیا تعلق ہے۔"

"ڈاکٹر انجم آپ نے اپنا فرض پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ وہ چند لمحات خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا پھر خود کو سنبھال کر بولا۔

"نہیں' مجھے یہ نہیں معلوم تھا!"

"کوثر آپ سے محبت کرتی تھی؟" میں نے سوال کیا اور پھر وہ اچھل پڑا لیکن اس بار اس نے کوئی سوال نہیں کیا اور چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"میں نہیں جانتا تھا؟"

"بعد میں آپ کو علم ہوا؟"

"ہاں۔"

"عجیب بات ہے جمال صاحب' آپ لوگوں کا اتنا ساتھ رہا' لیکن آپ کو یہ بات نہیں معلوم ہوسکی۔ کوثر کا رویہ کیسا تھا آپ کے ساتھ؟"

"یہ بتانا ضروری ہے آفیسر؟"

"بے حد ضروری جمال صاحب' آپ پولیس کی مدد کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے براہ کرم جو کچھ آپ کو معلوم ہے وہ سب سچ بتا دیجئے۔" شہریار نے کہا اور اس نے گردن جھکالی پھر وہ افسردہ لہجے میں بولا۔

"میرے والد ایک غریب آدمی تھے لیکن ہم اپنی خاندانی شرافت پر ناز کرتے تھے۔ ہمیں اپنی خاندانی روایات عزیز تھیں۔ غیاث احمد نے میرے والد کی موت کے بعد دوستی نبھائی اور ہم ماں بیٹوں کی پرورش کی۔ انہوں نے مجھے کبھی کسی مشکل کا شکار نہیں ہونے دیا۔ کوثر کو میں بچپن سے جانتا تھا۔ میرے دل میں اس کیلئے کبھی ایسا کوئی تاثر نہیں ابھرا۔ میں نے اسے سگی بہن کی مانند سمجھا۔ وہ کچھ مغرور فطرت کی مالک تھی۔ اسے یہ احساس تھا کہ میرا مستقبل اس کے باپ کی کرم فرمائیوں کا مرہون منت ہے اور اس کا رویہ اسی احساس کا شکار رہا۔ غیاث احمد نے کبھی



ایسی بات منہ سے نہیں نکالی جس سے مجھے ان کے اس خیال کا علم ہوتا۔ کوثر نے بھی کبھی مجھ سے محبت کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کا انداز میرے ساتھ ہمیشہ تحکمانہ ہوتا تھا۔ میں صرف یہ جانتا تھا کہ وہ احساس برتری کا شکار ہے اور مجھ پر حکم چلانا اپنا حق سمجھتی ہے۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ مجھے اپنی میراث سمجھتی ہے۔ پھر غیاث احمد نے مجھے جرمنی بھیج دیا۔ وہ مجھ پر بہت خرچ کرچکے تھے۔ میں ان کے احسانات کے بوجھ سے دبا ہوا تھا۔ وہاں مجھے ایک نوکری بھی مل گئی اور میں نے اپنے تعلیمی اخراجات خود سنبھال لئے۔ غیاث احمد کو میں نے ساری تفصیل لکھ بھیجی اور آئندہ رقم نہ بھیجنے کی درخواست کی جسے انہوں نے خوشدلی سے منظور کرلیا۔ میری تعلیم پوری ہونے لگی لیکن پھر مجھے کوثر کے کچھ ایسے خطوط ملے جن میں اس کی کیفیت کا اظہار ہوتا تھا اس نے انداز وہی رکھا تھا لیکن اسکی تحریر بتاتی تھی کہ وہ کیا سوچ رہی ہے میں حیرت سے پاگل ہوگیا تھا۔ میرا دل چاہا تھا کہ میں اسے جواب دوں اس کی یہ غلط فہمی دور کروں' اسے بتاؤں کہ میں اسے کس نگاہ سے دیکھتا ہوں لیکن خوفزدہ تھا کہ میرے خط غیاث احمد صاحب کو نہ مل جائیں کوثر کو نقصان نہ پہنچے' اس لئے خاموش رہا پھر میں تعلیم مکمل کرکے واپس آگیا لیکن غیاث احمد کے ہاں نہیں۔ میں نے اپنا الگ بندوبست کیا تھا....."۔

"قطع کلامی کی معافی انجم صاحب۔ ایک اور تکلیف دہ سوال کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے اسے درمیان میں ٹوکا۔

"جی....."

"آپ تہمینہ سے محبت کرتے تھے۔ آپ دونوں آپس میں.....؟" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ انجم جمال کا چہرہ دھواں ہوگیا تھا۔ پھر اس نے جنونی لہجے میں کہا۔

"آپ لوگوں کا میں کچھ نہیں بگاڑ سکتا' لیکن خدا کی قسم یہ بات منظرعام پر آئی تو میں خودکشی کرلوں گا اور میرا خون آپ کی گردن پر ہوگا۔ آپ لوگ' آپ لوگ..... آخر آپ لوگ یہ تمام معلومات کیوں کر رہے ہیں۔"

"کچھ بے گناہ زندگیاں بچانے کیلئے ڈاکٹر جمال۔ جواب دیجئے۔"

"ہاں ہمارے دلوں میں کچھ پاکیزہ جذبے تھے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ جینا چاہتے تھے۔"

"یہ بات کوثر کو معلوم تھی.....؟"

"اس وقت نہیں۔"

"گویا بعد میں معلوم ہوگئی؟"

"ہاں....."

"خیر۔ گفتگو کا سلسلہ وہاں سے ٹوٹا تھا کہ آپ واپس آگئے۔ آپ نے کہاں قیام کیا؟"

"کرائے کے ایک فلیٹ میں' اب بھی وہیں رہتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"جی پھر کیا ہوا؟"

"سب سے پہلے میں نے ملازمت تلاش کی اور مجھے ملازمت مل گئی کیونکہ یہ بنیادی مسئلہ تھا۔ پھر میں پہلے تہمینہ سے ملا' اور مجھ پر انکشاف ہوا کہ تہمینہ کی شادی ہو رہی ہے اس کے والدین سارے معاملات طے کر چکے ہیں۔ تہمینہ غمزدہ تھی مگر یہ والدین کی عزت کا معاملہ تھا وہ اپنے اور میرے لئے کچھ نہ کر سکی تھی۔ اسے میری خاموشی سے بھی گلہ تھا۔ اس نے کہا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا' ہمیں تقدیر پر شاکر ہونا پڑے گا۔ میں بجھ گیا۔ مگر مجھے جینا تھا پھر میں غیاث احمد سے ملا اور میں نے کھل کر دل کی بات ان سے کہہ دی۔ میں نے انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کیا اور وہ خاموش ہو گئے مگر کوثر ناراض ہو گئی اور اس نے سخت برہمی کا اظہار کیا۔ وہ کھوج میں لگ گئی۔ تہمینہ شادی سے پہلے آخری بار مجھ سے ملنے میرے فلیٹ پر آئی تو ہم جذباتی ہو گئے اس وقت کھلے دروازے سے کوثر بھی اندر آ گئی اور اس نے..... اس نے....."

اچانک ڈاکٹر جمال خاموش ہو گیا۔ اس کی کیفیت بدلنے لگی۔ اس کے چہرے پر ہیجان نمودار ہو گیا۔ وہ کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ ہم دونوں اس کے بدلتے ہوئے مزاج کا تجزیہ کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا آنکھیں آگ اگلنے لگیں۔ عجیب وحشت طاری ہو گئی تھی اس پر۔ پھر وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

"اس کے بعد..... اس کے بعد اگر تم دونوں نے ایک لفظ بھی مجھ سے کہا تو..... تو.....تو....." اس کی آواز چیخوں میں بدل گئی اور گل بدر گھبرا کر اندر آ گیا۔ ڈاکٹر جمال دروازے کی طرف بڑھا اور گل بدر کو دھکا دے کر باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر جمال پر اچانک یہ ردعمل ہوا تھا اس لئے ہم بھی اسے نہ روک سکے اور احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہ گئے پھر مجھے ہنسی آ گئی۔

"کیا ہوا۔" میں نے شہریار سے پوچھا۔

"پتہ نہیں" وہ بدستور احمقانہ انداز میں بولا اور میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

"واہ ڈی ایس پی صاحب' اس طرح تو کوئی مجرم بھی آپ کی تحویل سے نکل کر بھاگ سکتا ہے۔"

"مجرم۔" شہریار نے گہری سانس لی پھر بولا۔ "نہیں لبنیٰ صاحبہ مجرم نہیں بھاگ سکتا وہ اسی لئے بھاگ گیا کہ مجرم نہیں تھا۔ شدید ترین ذہنی ہیجان کا شکار ہو گیا تھا ورنہ یہ جرات نہ کر پاتا اسے تو قبرستان سے بھی پکڑ کر بلوایا جا سکتا ہے مگر تمہارا کیا خیال ہے وہ مجرم ہے؟"

"نہیں۔ نہ وہ مجرم ہے نہ مجرم کا شریک کار۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر کوثر ہی رہ جاتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے تیمور علی کا قتل اس سلسلے میں ہوا ہی نہ ہو۔"



"اب ایسی باتیں نہ کرو' میں نے تو چشم تصور سے نہ جانے کیا دیکھ لیا ہے۔" شہریار بولا۔

"کیا۔ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت تیمور علی کے قتل کی تفتیش جس نہج پر ہو رہی ہے اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتیں ملکی اور غیر ملکی تنظیموں کی کاروائی بھی سمجھی جا رہی ہے۔ انٹرپول سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ حکومت ہر قیمت پر ہنگامے روکنا چاہتی ہے۔ ایسے حالات میں ہم اگر بغل سے لڑکا نکال لائیں تو بڑا کارنامہ ہو گا۔"

"یہ کارنامہ تم سرانجام دو گے شہریار۔" میں نے کہا۔

"خدا کرے پہلی بار یہ خواہش دل میں پیدا ہوئی ہے۔" شہریار نے کہا پھر بولا۔ "انجم جمال اس سے آگے کیا کہنا چاہتا تھا۔"

"ہاں قابل غور بات ہے میرا خیال ہے کوثر نے ان دونوں پر مذموم الزامات لگائے ہوں گے۔" شہریار نے مجھ سے متفق ہو کر گردن ہلائی۔

"سو فیصد! اور اسی بات نے اسے ہیجان میں مبتلا کر دیا تھا مگر چیف اس سے آگے کے معاملات کیا بہت مشکل نہیں ہیں۔"

"ہیں تو۔"

"اگر ہم کوثر کو مجرم تصور کر لیتے ہیں تو اس کے خلاف ثبوت کہاں سے لائیں گے۔" میں بھی سوچنے لگی تھی شہریار بولا۔ "ڈاکٹر انجم کو اس کے ہسپتال میں' گھر پر یا تہمینہ علی کے پاس دوبارہ پکڑا جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے ابھی اسے نہ چھیڑو۔"

"تو پھر کسے چھیڑوں۔"

"سوچیں گے بھئی کہ آگے کیا کرنا ہے۔" شہریار سے کوئی تسلی بخش بات نہ کہہ سکی البتہ میں نے اس رات بہت کچھ سوچا تھا۔ دوسرے دن میں نے دفتر سے حیات حسین کے گھر فون کیا تھا۔ حیات حسین موجود نہیں تھے نادیہ فون پر آ گئی۔

"نادیہ میں لبنیٰ بول رہی ہوں۔"

"اوہ لبنیٰ ڈیئر میں اور ڈیڈی تمہارے احسان مند ہیں تم نے بروقت ہماری مدد کی اور صحیح مشورہ دیا ورنہ ہماری عزت دو کوڑی کی ہو جاتی۔"

"کچھ ہوا تھا۔"

"ہاں ہماری گرفتاری کے وارنٹ ایشو ہوئے تھے مگر ہم ضمانت کرا چکے تھے۔ ویسے مشکل میں گرفتار ہو گئے ہیں عزت داؤ پر لگ گئی ہے ہمارے لئے دعا کرو ڈیڈی وزیر صنعت سے ملنے گئے ہیں۔"

"کیوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ان سے ہمارے گہرے تعلقات ہیں ڈیڈی اب کافی پریشان نظر آرہے ہیں ہمارے گھر پر پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا ہے اس وقت بھی چار پولیس والے موجود ہیں۔"

"کوئی پابندی لگائی گئی ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ کہا یہ گیا ہے کہ کچھ سرپھرے لوگ یہاں حملہ بھی کرسکتے ہیں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے لیکن فکرمند نہ ہو بہتر یہی ہے۔ ہاں نادیہ پتہ نہیں میں نے تم سے پوچھا تھا یا نہیں۔ اس دن تقریب میں مسز تیمور علی بھی شریک تھیں۔"

"نہیں۔ ڈیڈی نے شاید تمہیں یہ بات بتائی تھی۔"

"ایک اور نام لیا تھا تم نے غالباً" غیاث احمد۔"

"ہاں ان سے تعارف ہوا تھا میرا۔"

"وہ تنہا تھے۔"

"نہیں ان کے ساتھ ان کی بیٹی بھی تھیں۔"

"ان کا کیا نام تھا۔"

"نام۔ شاید کوثر تھا بالکل یہی نام تھا" نادیہ نے جواب دیا۔

"تمہارا پہلے تعارف نہیں تھا۔"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"بس یہی معلوم کرنا تھا بے حد شکریہ۔"

"میں خوفزدہ ہوں لبنیٰ بڑا ڈر لگ رہا ہے نہ جانے کیوں یہ محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم لوگ کسی بڑی مصیبت کا شکار ہونے والے ہیں یہ منحوس سالگرہ ہمارے لئے مصیبتوں کا پیغام لائی ہے خدا کی قسم اگر زندہ رہ گئی تو آئندہ کبھی سالگرہ نہیں مناؤں گی" میں نے نادیہ کو تسلیاں دیں پھر فون بند کردیا۔

ذہن گرداب میں پھنسا ہوا تھا۔ انجم جمال تہمینہ علی اور کوثر کے بارے میں مسلسل سوچ رہی تھی۔ شہریار کو فون کیا نہیں ملا کوئی مناسب فیصلہ کرنا تھا۔ پھر غیبی مدد حاصل ہوگئی۔ دفتر میں ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"آپ مس لبنیٰ بول رہی ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی آپ کون ہیں؟"

"میرا نام کوثر ہے؟" میں اچھل پڑی خود کو سنبھال کر کہا۔

"اوہ کوثر ڈیئر کہو کیسے مزاج ہیں۔ تمہاری شفٹنگ مکمل ہوگئی۔"

"وہ تو پہلے ہی ہوگئی تھی بس لائبریری کا کام رہ گیا تھا اب بھی باقی ہے وہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔"

"ہاں یقیناً"



"لبنیٰ میرے کام کے سلسلے میں تم نے کچھ کیا۔"

"مثلاً"؟ میں نے پوچھا۔"

"لبنیٰ میرا تو خیال تھا کہ تم میری کہانی اخبار میں چھاپوگی یا کچھ ایسے اشارے ضرور دوگی جس سے پولیس کو یہ نکتہ مل جائے مگر کچھ بھی نہیں ہوا کسی پولیس افسر سے بھی رجوع کیا تم نے۔"

"اوہ۔ نہیں کوثر۔ اخبار میں اگر کچھ چھپتا ہے تو اس کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے برا نہ ماننا تم نے مجھے ایک کہانی سنائی جو ایک بڑے اہم قتل میں رہنمائی کرتی ہے لیکن یہ کہانی زبانی ہے بات آگے بڑھتی ہے اور تمہارے والد صاحب تم سے بازپرس کرتے ہیں اور تم انکار کردیتی ہو کہ یہ کہانی من گھڑت اور رپورٹر کے ذہن کی تخلیق ہے تو میری نوکری بھی گئی اور عزت بھی تمہارے والد مجھ پر دعویٰ کرسکتے ہیں۔

"مگر میں انکار کیوں کروں گی بلکہ تمہارے اخبار میں کچھ نہ پاکر تو میں نے اور کچھ بھی سوچا تھا۔"

"کیا۔"

"میں نے سوچا تھا کہ یہ ساری تفصیل پولیس کو بتانی چاہئے لیکن پولیس سے ڈر لگتا ہے وہ پیچھے پڑ جاتی ہے۔"

"یہ تو بعد میں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"مگر بات کھلنی چاہئے۔"

"پھر بتاؤ کیا کیا جائے"

"تم ہی کچھ کرو۔ تمہارے پاس وسائل ہیں۔"

"ایک ترکیب ہوسکتی ہے۔"

"کیا۔"

"تم مجھے یہ تمام واقعات لکھ کر دے دو۔ میں انہیں اپنے پاس محفوظ رکھوں گی اور پھر تمہارے بارے میں پولیس کو بتا دوں گی اپنے طور پر۔ اگر کوئی مشکل ہوئی تو تمہاری تحریر سامنے کردوں گی۔" دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا' پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔

"نہیں یہ خطرناک ہو جائے گا میرے لئے کچھ اور سوچوں گی۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی اگر یہ بات منظرعام پر آئے گی تب بھی تو پولیس تم سے رجوع کرے گی اس کہانی کی تصدیق وہ تم سے کرے گی۔"

"اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔"

"کیوں۔"

"میں نے تمہیں والد صاحب کے بارے میں بتایا ہے نا۔ وہ اس سلسلے میں خاموشی چاہتے

ہیں اگر کسی اور طریقے سے بات کھل جائے تو کوئی حرج نہیں ہے میں تو وہی کہوں گی جو سچ ہے لیکن والد صاحب یہ نہ کہہ سکیں گے کہ میں نے ان کی مرضی کے خلاف کیا ہے۔"

"اس طرح مشکل ہو جائیگا کوثر کیونکہ پولیس کے لئے یہ ایک نئی کہانی ہوگی پولیس نے تو اس طرف غور بھی نہیں کیا ہے اور وہ دونوں ہی باآسانی نکل رہے ہیں تمہیں یقیناً" معلوم نہیں ہوگا۔" اچانک ہی ذہن میں آیا تھا اور میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر تکا لگا لیا تھا۔

"کون دونوں؟" کوثر چونک کر بولی۔

"تہمینہ علی اور انجم جمال۔"

"کیا مطلب' میں سمجھی نہیں۔" کوثر کے لہجے میں ناگن کی سی پھنکار تھی۔

"تمہاری اطلاع کے بعد میں اس ہسپتال گئی تھی جہاں تہمینہ علی داخل ہے وہاں انجم جمال سے بھی ملاقات ہوگئی۔ وہ تہمینہ کی دیکھ بھال ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے کر رہا ہے۔ اس نے درخواست کی ہے کہ تہمینہ کو علاج کی غرض سے یورپ جانے کی اجازت دی جائے اور اس کی یہ درخواست قبول کرلی گئی ہے۔ انہیں این او سی جاری کر دیا گیا ہے۔ البتہ اس میں دو ایک دن لگ جائیں گے کیونکہ تہمینہ کے معالج نے اسے ابھی سفر کے قابل قرار نہیں دیا ہے۔"

"دیکھا۔ دیکھ لیا۔ وہ۔ وہ۔ وہ شاطر صاف نکل رہے ہیں۔ دیکھا تم نے۔ غلط تو نہیں کہا تھا میں نے۔ وہ یورپ جائیں گے وہیں شادی کریں گے ہنی مون منائیں گے دنیا گھومیں گے اور پھر واپس آجائیں گے پھر ہسپتال کھلے گا اور۔ اور دو قاتل چین کی بنسی بجائیں گے۔ مگر۔ مگر خدا کی قسم۔ خدا کی قسم۔" بڑی خوفناک غراہٹ تھی کوثر کی۔ اس کے بعد وہ خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد میں نے کہا۔ "ہیلو۔"

"ہاں۔ سوچ رہی ہوں۔ تمہارا قانون کتنا بے بس ہے۔ بیکار ہے سب کچھ بے کار ہے جب قانون ہی بے بس ہے تو دوسرے کیا کرسکتے ہیں۔ سب کچھ جہنم میں جائے۔" اس نے مزید کچھ کہے بغیر فون بند کردیا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت کا بخوبی جائزہ لے رہی تھی۔ فتمیں کھاتے وقت اس کی آواز سے جو سفاکی ٹپک رہی تھی مجھے اس سے بہت کچھ محسوس ہو رہا تھا۔ سچ مچ اچانک ہی سوجھی تھی مگر کیا غضب کی سوجھی تھی اور غضب ہونے سے پہلے اس کے لئے کچھ کرنا تھا اس کے لئے شہریار ضروری تھا۔ ایک بار پھر شہریار کو ہیڈ آفس فون کیا۔ وہ موجود نہیں تھا چنانچہ ایک ایک کرکے اس کے ماتحت تھانوں میں اسے تلاش کرنے لگی اور وہ مل گیا۔

"ہیلو شہریار فورا" دفتر پہنچو۔ میں اخبار کے دفتر سے وہیں جا رہی ہوں۔"

"اوکے؟" شہریار نے کوئی اور سوال نہیں کیا میں بھی فون بند کرکے فورا" اٹھ گئی تھی کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے کوئی اور کام پڑ جائے۔ شہریار دفتر سے زیادہ قریب تھا کیونکہ مجھ سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ میں نے پولیس جیپ دفتر کے سامنے دیکھی اس میں دو پولیس والے بیٹھے ہوئے تھے میں دفتر میں داخل ہوگئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"شہریار' اندھیرے میں ایک تیر چلایا ہے میں نے اس کے نتائج شاندار بھی نکل سکتے ہیں۔"

"بتاؤ تمہارا لہجہ بڑا سنسنی خیز تھا" میں نے اسے کوثر کے بارے میں پوری تفصیل بتائی اور آخر میں بولی۔

"اس کے نتائج فوری بھی نکل سکتے ہیں اور ہمیں کوئی رسک نہیں لینا چاہیے میری چھٹی حس کہتی ہے کہ کچھ ہوگا۔"

"بہترین لوگ درکار ہیں کوثر کی نگرانی ضروری ہے اس کے علاوہ تہمینہ علی کی نگرانی بھی ہوگی ہر لحہ اہم ہے۔"

"کوثر کا پتہ۔" شہریار نے کہا۔

"تم انتظار کرلو۔ میں ساتھ چلوں گی۔"

"پتہ نہیں اس وقت کہاں ہوگی؟"

"آؤ چلتے ہیں' میں تمہیں ساتھ لے چلوں گی لیکن تم یہاں سے بندوبست کرلو اور جسے بھی بلانا ہے اسے لائن اسٹریٹ کے چوراہے پر بلالو۔" شہریار نے گردن ہلا کر ٹیلیفون اٹھا لیا پھر اس نے دو تین فون کرکے ہدایات جاری کیں اور پھر فون بند کردیا۔ بدقسمتی سے مجھے کوثر کے نئے گھر کا فون نمبر معلوم نہیں تھا۔ ہم لائن اسٹریٹ پہنچے تو شہریار کے طلب کئے ہوئے لوگ موجود تھے۔ انہیں ساتھ آنے کا اشارہ کرکے ہم آگے بڑھ گئے پھر میں نے کوثر کا گھر شہریار کو دکھایا اور اسے اس کا حلیہ بتا کر بولی۔

"یہاں تم خود رکو' میں ہسپتال جا رہی ہوں۔ لیکن خبردار اسے شک نہ ہونے پائے۔"

"اطمینان رکھو' میں نے اسی لئے سادہ لباس والوں کو طلب کیا ہے۔ لیکن میں وردی میں ہوں۔"

"بس فاصلہ رکھو اور محتاط رہو۔ کیا تمہیں مشکل ہوگی۔"

"نہیں' تم جاؤ۔" شہریار نے کہا اور میں آندھی طوفان کی طرح چل پڑی۔ مجھے تہمینہ کی زندگی کا خطرہ لاحق تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی دل کے ایک گوشے میں یہ احساس بھی تھا کہ کہیں یہ سب کچھ مفروضہ ہی ثابت نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو اور تو کوئی بات نہیں تھی بس شہریار سے شرمندگی اٹھانی پڑتی۔

تہمینہ تک رسائی حاصل کرنے میں وقت نہیں ہوئی۔ ایک نرس اس کے پاس موجود تھی۔ سلام دعا ہوئی اس نے کہا۔ "آپ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتی ہیں۔"

"نہیں اخبار میں۔"

"اوہ۔ اچھا جمال کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہیں۔"

"کیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"وہ مجھے بہت پریشان نظر آئے۔ بہت زیادہ پریشان' کیا مرحوم تیمور کے سلسلے میں ان پر کوئی شک کیا جا رہا ہے۔"

"پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ ہر اس شخص سے معلومات حاصل کرے گی جو اس سلسلے میں دور کا بھی مشکوک نظر آئے گا" میں نے بہت سوچ کر جواب دیا۔

"جمال کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے وہ معصوم تو صرف زخم کھانا جانتا ہے وہ کسی کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے۔" تہمینہ نے معصوم مسکراہٹ سے کہا۔

"جمال صاحب سے کب ملاقات ہوئی۔"

"صبح آئے تھے۔ آپ کیا کیا نام ہے۔ شاید آپ نے مجھے بتایا تھا یاد نہیں رہا یا پھر آپ نے بتایا ہی نہیں تھا۔"

"آپ مجھے لبنیٰ کہیں۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں لبنیٰ اگر ممکن ہو سکے تو جمال کو پریشان نہ کیا جائے وہ سرتاپا زخم ہے اسے اس کائنات میں کچھ نہیں ملا۔ وہ بے حد مظلوم انسان ہے۔"

"ایک درخواست میں بھی کرنا چاہتی ہوں مسز علی۔ قبول کرلیں گی۔" میں نے کہا اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "کہیے۔"

"جمال صاحب کے بارے میں' میں پورے اعتماد سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ انہیں نقصان نہ پہنچنے دینا میری ذمہ داری ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں ایسا نہ ہونے دوں گی بشرطیکہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔"

"تعاون۔"

"ہاں جو کچھ میں پوچھوں مجھے بتادیں۔"

"پولیس مجھ سے بیان لے چکی ہے۔"

"میں اس سے مختلف معلومات چاہتی ہوں۔"

"یہ شاید ممکن نہ ہو سکے۔"

"کیوں۔"

"بس اور کچھ مجھے نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتی کہ علی کا قاتل کون ہے اور میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہنا چاہتی جو میرے لئے۔ اور۔ دوسروں کے لئے مشکل بن جائے۔ مجھے معاف کردیں لبنیٰ۔"

"آپ نے جمال صاحب کے لئے مجھ سے جو کچھ کہا ہے اس کے جواب میں' میں نے آپ سے یہ درخواست کی ورنہ ظاہر ہے مجھے اس سے دلچسپی نہ ہوتی۔ البتہ چند باتیں میں خود آپ کو بتادوں شاید آپ کے کام آئیں۔"

"کیا۔" اس نے پوچھا۔



"اس قتل کے سلسلے میں انجم جمال پولیس کی لسٹ میں ہیں کیونکہ معاف کیجئے پولیس صرف تھانے میں نہیں بیٹھی۔ کام ہو رہا ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ یونیورسٹی کے ساتھی تھے اور شاید آپ لوگ مستقبل کے ساتھی بھی بننا چاہتے تھے۔ لیکن آپ کی شادی تیمور علی سے کردی گئی اور جمال صاحب محروم رہ گئے۔ پولیس کے خیال میں یہ قتل رقابت کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔"

تہمینہ کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا۔ اس نے کئی بار ہونٹ کھولے لیکن اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ نرس اس دوران باہر چلی گئی۔ پھر اچانک تہمینہ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ وہ بری طرح سسکنے لگی تھی۔ "مسز علی۔ آنسو کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتے۔ میں نے بڑے وثوق سے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں جمال صاحب کو بچالوں گی مگر آپ نے مجھے نکا سا جواب دے دیا۔ یہ میرے خلوص کی توہین تھی۔" میں نے سرد اور موثر لہجے میں کہا۔

"آہ۔ نہیں۔ خدا کے لئے نہیں۔ جمال مجرم نہیں ہے۔ میں نے اسے زندگی تو نہیں دی لیکن میری وجہ سے اسے موت تو نہ ملے۔ آہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔"

"آپ کے یہ کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوگا تہمینہ خود کو سنبھالئے اور میرے چند سوالات کے جواب دیجئے۔ مجھے جو معلومات حاصل ہیں ان کا ذریعہ پولیس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے لیکن اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ پولیس کہاں تک پہنچی ہے۔ ہاں یہ وعدہ میں ایک بار پھر کرتی ہوں کہ سزا مجرم کو ہی ملے گی کسی بے گناہ کو نہیں۔" وہ مسلسل روتی رہی۔ میں نے کہا۔

"آپ انجم جمال کو چاہتی تھیں۔"

"میں اب بھی اسے چاہتی ہوں اپنی زندگی سے زیادہ ساری کائنات سے زیادہ۔" اس نے روتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔

"آپ نے تیمور علی سے شادی سے انکار کیوں نہ کردیا۔"

"بزدل تھی بالکل احمق' ناکارہ۔ اسے بے وقوف بنایا اور خاموشی سے والدین کی بھینٹ چڑھ گئی۔ وہ روایتی قسم کے لوگ تھے۔ بالکل روایتی۔ اولاد ان کی نگاہ میں صرف صرف۔" وہ خاموش ہو گئی۔

"تیمور علی سے آپ کے والدین کی پہلے سے شناسائی تھی۔"

"نہیں۔ والد صاحب دل کے مریض تھے دورہ پڑا' ہسپتال میں داخل ہو گئے علی سوشل ورکر تھے یا سیاستدان تھے۔ اسپتال آئے والد صاحب کی رسمی عیادت کی۔ وہیں مجھ سے ملاقات ہوئی اور ان کی عنایات اچانک بے پناہ بڑھ گئیں۔ انہوں نے ساری سہولتیں والد صاحب کیلئے مہیا کردیں روز آنے لگے۔ تحائف کی بارش کردی ڈاکٹروں کی لائنیں لگ گئیں غیر ملکی دواؤں کی ترسیل آسان تر ہو گئی۔ فضائی کمپنیوں کے پائلٹ دوائیں لانے لگے اور والد صاحب ٹھیک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہوگئے- صلے میں نے انہوں نے مجھے مانگ لیا اور بالا بالا تمام باتیں طے ہوگئیں- والد صاحب نے جذبات احسان مندی سے مغلوب ہو کر خوشی سے مجھے ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کرلیا- میری ایک نہ چلی سارے روایتی حوالے دیئے گئے- زندگی موت کے معاملے ہوئے- دل کے مریض تھے میرے انکار سے خطرہ ہوسکتا تھا مجھے خاموش ہونا پڑا- جمال واپس آگئے- میں نے انہیں پوری کہانی سنائی تو وہ بولے- "اب کیا ہوگا-"

"بتاؤ کیا کروں جمال-"

"والدین کی اطاعت کرو' شادی کرلو' انہوں نے جواب دیا بس یہ ہے ساری کہانی-

"علی کیسے شوہر تھے؟"

"اچھے..... انہوں نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی- وہ بے قصور تھے الجھنیں ہم لوگوں کی تھیں انہیں کیا معلوم تھا-"

"جمال سے آپ کے تعلقات رہے؟"

"مسلسل..... میں نے ان سے کہا وہ شادی کرلیں- انہوں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے وہ صرف مجھے چاہتے ہیں اور کسی اور کو نہ چاہ سکیں گے کسی بے گناہ کو اپنی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتے یہ ظلم ہوگا- انہوں نے کہا کہ میں ان کی زندگی کی مالک ہوں ان سے ان کی زندگی مانگ لوں کسی اور کو وہ قربان نہیں کریں گے اور میں خاموش ہوگئی- کیا جواب دیتی انہیں-"

"کوثر کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور تہمینہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی..... پھر بولی-

"میرے خدا' سب کچھ معلوم ہے تمہیں-"

"ہاں..... میں نے جو دعویٰ کیا ہے وہ کسی ٹھوس بنیاد پر کیا ہے-"

اب میں اسے تسلیم کرتی ہوں' کوثر کے بارے میں اس نے وہی سب کچھ بتایا تھا جو جمال اور خود کوثر نے- کافی وقت تہمینہ کے ساتھ گزارا- عام حالات میں ان دونوں کا کردار واقعی بے حد مشکوک قرار پاتا لیکن میرا دل دونوں کی طرف سے صاف تھا- میں نے فیصلہ کیا کہ کم از کم تین دن تک تہمینہ کی سخت نگرانی کراؤں گی جمال کو اس قدر خطرہ نہیں تھا جتنا تہمینہ کو-

شہریار باہر مل گیا- اس نے بتایا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جو قابل غور ہو کوثر کو عمارت میں دیکھ لیا گیا ہے وہ بولا-

"تمہیں یقین ہے کہ کوثر ایسی کوئی کاروائی کرے گی-"

"امکان ہے شہریار' جو جال میں نے بچھایا ہے اگر میرا اندازہ درست ہے تو شکار اس میں ضرور پھنسے گا بشرطیکہ ہمارا اندازہ درست نکلے-"

"میں نے اس مسئلے کو تقدیر سے منسلک کرلیا ہے اگر بات ویسی نکلے جو ہم نے سوچی ہے تو یوں سمجھ لو محکمہ پولیس کی ناک بن جاؤں گا-"



"میری دلی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں-" میں نے خلوص سے کہا اور شہریار مسکرادیا- پھر بولا- "اچھا مذاق کرلیتی ہو' سب کچھ کر رہی ہو اور بات صرف دعاؤں کی-"

"میں تمہارے وجود کا ایک حصہ ہوں شہریار' اس لئے جو کچھ میں کرتی ہوں وہ تم کرتے ہوں- آگے بولنے پر پابندی ہے-" شہریار خاموش ہوگیا پھر ہم دونوں نے نہایت خاموشی سے انتظامات کئے شہریار نے کہا کہ وہ خود یہاں موجود رہے گا- میں نے ان انتظامات سے اطمینان کا اظہار کیا تھا- رات کو گھر کے معمولات میں مصروف ہوگئی- تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے ایک کتاب پڑھ رہی تھی- نیند کا آنکھوں میں شائبہ نہیں تھا- فون کی گھنٹی نے اعصاب توڑ کر رکھ دیئے- بدن اینٹھ کر رہ گیا جانتی تھی کہ اس وقت فون کون کرسکتا ہے- نہ جانے کس طرح ریسور اٹھایا تھا آواز بھی حلق میں پھنسی جارہی تھی-

"لبنیٰ صاحبہ سے بات کرنی ہے-" شہریار کی آواز میں نے صاف پہچان لی تھی-

"بول رہی ہوں شہریار-"

"ہم نے قاتل کو گرفتار کرلیا ہے مس لبنیٰ-" شہریار نے کہا' میں خاموش رہی تو وہ بولا- وہ کوثر ہے"

"کہاں سے بول رہے ہو-"

"ہسپتال سے ' پورے آپریشن کے بارے میں میرے عملے کے پانچ افراد' دو ڈاکٹر اور دو نرسیں جانتی ہیں وہ ہماری تحویل میں ہے اور اقرار جرم کرچکی ہے- یہ بتاؤ آسکتی ہو-"

"ہاں آرہی ہوں-" میں نے کہا ان سارے معاملات کے ساتھ مجھے اخبار بھی عزیز تھا- فون بند کرکے میں نے اخبار کے دفتر فون کیا اور نائٹ انچارج صاحب سے بات کی "فرنٹ پیج کا ایک بڑا حصہ خبر کے لئے چھوڑنا ہے-"

"اوہو کوئی بہت اہم خبر ہے مس لبنیٰ-"

"بہت بڑی..... آپ انتظار کیجئے گا چاہے اخبار لیٹ چھپے-"

"ٹھیک ہے-" انچارج صاحب نے کہا اور میں کیل کانٹے سے لیس ہو کر چل پڑی- ہسپتال بالکل پرسکون تھا- ایک کانسٹیبل کو میرے انتظار کیلئے باہر چھوڑ دیا گیا تھا اس نے مجھے اس کمرے میں پہنچا دیا جس کے سامنے باقی پولیس والے موجود تھے اندر کئی ڈاکٹر' شہریار' کوثر اور تہمینہ موجود تھے- کوثر کو پوری طرح قابو میں کرلیا گیا تھا وہ نرس کے لباس میں ملبوس تھی-

"تصویریں بنا لیجئے مس لبنیٰ' یہ تیمور علی کی قاتل مس کوثر ہیں-" شہریار بولا اور میرا کیمرا کام کرنے لگا- شہریار کے اشارے پر میں نے ڈاکٹروں کی تصویر بھی بنائی پھر ایک زخمی نرس کو لایا گیا جس کے سر پر پٹی کسی ہوئی تھی- شہریار نے اس کی تصویر بنانے کیلئے بھی کہا تھا اس کام سے فارغ ہوئی تو شہریار بولا- اجازت ہو تو شاہ صاحب کو فون کردوں ان کا آنا ضروری ہے ظاہر انہیں کچھ وقت لگے گا- اس دوران میں تمہیں تفصیل بتادوں گا-" میں نے گردن ہلادی اور شہریار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میرے ساتھ ڈیوٹی روم میں آگیا۔ ابراہیم شاہ صاحب کو ان کے گھر پر فون کیا گیا تھا۔ شہریار نے کہا۔

"اس وقت تکلیف کیلئے معافی چاہتا ہوں آپ کو زحمت کرنی ہوگی جی۔ تیمور علی کی قاتلہ کو میں نے گرفتار کرلیا ہے' جی ہاں اقبالی ہے..... جی' میں بھی یہی چاہتا ہوں جی ہاں" پھر شہریار نے ہسپتال کے بارے میں تفصیل بتائی کچھ دیر دوسری طرف کی بات سناتا رہا پھر بولا۔ "جیسا آپ پسند کریں سر۔ جی پورے اعتماد کے ساتھ..... جی سر میں ذمے دار ہوں۔ اوکے سر' اوکے سر..... شکریہ۔" اس نے فون بند کردیا پھر بولا۔ "میرے خیال میں آئی جی' ڈی آئی جی صاحب اور دوسرے کچھ اہم لوگ آرہے ہیں تم رپورٹ تیار کرلو۔"

"ہاں بتاؤ۔"

"وہ رات گیارہ بجے گھر سے نکلی اور ٹیکسی میں ہسپتال آئی۔ میرے آدمی اس کے پیچھے چل پڑے انہوں نے وائرلیس پر مجھے اطلاع دیدی اور ہم لوگ یہاں مستعد ہوگئے میں فورس کا انتظار کرنے لگا اور میں نے پولیس پہرہ بھی لگادیا۔ وہ ہسپتال میں داخل ہوگئی اور پھر نہایت چالاکی سے دوسروں کی نظروں سے بچتی ہوئی اس کمرے کے سامنے آگئی نرس فردوس کی یہاں ڈیوٹی تھی اس نے اس سے سلام دعا کی نرس سے مریضہ کی خیریت پوچھی اس نے بتایا کہ وہ مریضہ کی یونیورسٹی کی دوست ہے ملک سے باہر تھی آج ہی آئی ہے اور اس وقت یہاں آگئی۔ فردوس نے اس سے معذرت کی کہ اس وقت وہ ملاقات نہیں کراسکتی تو اس نے کہا کہ وہ صبح کو آجائے گی پھر اس نے فردوس سے درخواست کی اسے باہر تک چھوڑ دے اور فردوس اس کے ساتھ اخلاقاً باہر آگئی اس نے کہا کہ ہسپتال سے ناواقفیت کی وجہ سے اس نے اپنی کار غلط جگہ پارک کردی ہے اس طرح وہ نرس کو باتوں میں لگا کر ہسپتال کے ایک تاریک گوشے میں لے گئی اور یہاں اس نے نرس پر حملہ کرکے اسے زخمی کردیا نرس کو بے ہوش کرکے اس نے نرس کا لباس اتار کر خود پہن لیا اور تیزی سے واپس آگئی۔ اس دوران ہم کمرے میں پوزیشن لے چکے تھے اور مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے تھے۔ کمرے میں آکر اس نے ایک گلاس میں پانی لیا پھر اپنے لباس سے ایک شیشی نکال کر اس کا سیال پانی میں ٹپکا دیا اور پھر سوتی ہوئی تہمینہ کو جگا کر اس سے کہا کہ وہ یہ دوا پی لے۔ تہمینہ علی نے گلاس نیند کے عالم میں اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پانی پینا ہی چاہتی تھی کہ ہم نے مداخلت کی اور پانی اس سے چھین لیا۔ ساتھ ہی اسے بھی گرفتار کرلیا وہ جنونی ہوگئی تھی اس نے کہا کہ وہ اسے ہلاک کرنا چاہتی ہے ہر قیمت پر ہلاک کرنا چاہتی ہے ہر قیمت پر..... اس نے جدوجہد بھی کی اور اسی دوران اعتراف کیا کہ اس نے تیمور علی کو ہلاک کیا ہے اس کا پورا اعتراف ریکارڈ کرلیا گیا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ جان دینا چاہتی ہے دنیا اس کے لئے بیکار ہے۔ اس نے کہا کہ وہ ان دونوں کو یورپ نہیں جانے دے گی۔"

"گڈ..... میرا خیال ہے کافی ہے..... تمہیں کیا رپورٹ دینی ہے تم جانتے ہو۔" میں



نے کہا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"تو اب میں چلتی ہوں۔ ذرا ایک تصویر بنالوں۔" میں نے شہریار کی تصویر بنائی آئی جی صاحب ابھی نہیں آئے تھے چلتے ہوئے میں نے شہریار سے کہا اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو مجھے اخبار کے دفتر فون کرلے۔ میرا رواں رواں خوشی سے کانپ رہا تھا بالآخر ہمیں کامیابی حاصل ہوگئی تھی اور یہ عظیم کامیابی تھی۔ اخبار کے دفتر میں میرا انتظار ہو رہا تھا میری دی ہوئی اطلاع کو بلا اعتراض بڑی خبر تسلیم کیا گیا تھا۔ میں نے شہریار کے بارے میں الگ رپورٹ تیار کی تھی اور اس کے پچھلے کارناموں کا حوالہ بھی دیا تھا۔ کاپی پیسٹ کرانے کے بعد ہی میں نے گھر کا رخ کیا تھا۔

دوسری صبح میرا اخبار واحد اخبار تھا جس نے تہلکہ مچا دیا تھا اور بعد میں پتہ چلا کہ پرنٹ آرڈر سے کہیں زیادہ چھپوانے کے باوجود اس کی ایک کاپی نہیں مل رہی تھی۔

پورا دن شہریار کے انتظار میں گزرا۔ دوپہر کے اخبارات نے اپنے طور پر کام کیا تھا اور انہیں مزید تفصیلات معلوم ہوئی تھیں۔ رات کو بھی شہریار کے فون کا انتظار کیا مگر اندازہ تھا کہ وہ افسران میں گھرا ہوگا یہ میری خوش نصیبی تھی دوسرے دن کے اخبارات نے بھی کافی خبریں چھاپیں اور وہ باتیں سامنے آگئیں جو میں چاہتی تھی۔ شہریار کو پولیس کا ماسٹر برین قرار دیا گیا تھا اور اعتراف کیا گیا تھا کہ اس کی ذہانت نے بڑے بڑے تجربہ کاروں کے کان کتر دیئے۔ لوگ اسے سیاسی قتل قرار دے رہے تھے مگر معاملہ خالص گھریلو نکلا..... البتہ اس شام آخری خبر شہریار نے دی تھی جو افسوس ناک بھی تھی۔ اس نے بتایا کہ کوثر نے تفصیلی بیان دیکر خودکشی کرلی۔

یہ سب کچھ معمول تھا۔ جرائم ہوتے ہیں' وجہ جرم ہوتی ہے مجرم جرم کرکے خود کو چھپاتا ہے اور ایسے الجھاوے پیدا کرتا ہے کہ اس کا سراغ نہ مل سکے یوں لگتا ہے جیسے یہ کبھی زندگی کا سب سے مشکل کیس ہے لیکن ایک طاقت رہنمائی کرتی ہے اور مشکلیں آسان ہوتی چلی جاتی ہیں یہ آسمانی طاقت ہوتی ہے جو بروں کو برائی کی سزا دیتی ہے کسی کو بھی ذریعہ منتخب کرکے۔ میرے والد صاحب نے کہا۔ "شہریار سے تمہاری شناسائی ہے۔"

"جی ڈیڈی۔" میری آواز لرز گئی مگر شکر ہے اسے محسوس نہیں کیا گیا وہ بولے۔

"میں اس سے ملا تھا عام پولیس افسران سے بہت ہٹ کر ہے بعض اوقات ذہانت طویل تجربے کی محتاج نہیں ہوتی اور اس نے یہ ثابت کیا ہے۔"

"جی؟"

"اسے بلاؤ کسی دن ڈنر پر۔"

"میرے پاس اس کے گھر کا فون نمبر ہے۔" میں نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ٹھیک ہے مجھے دیدو میں خود بات کرلوں گا۔" ڈبڈی کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو باعث تشویش ہو میں نے اچھی طرح اندازہ لگالیا تھا۔ میں نے انہیں نمبر دیدیا لیکن یہ رات بڑی سنسنی خیز گزری۔ بڑا دلکش تصور تھا شہریار میرے گھر آرہا تھا اس کے قدم مستقبل کی وہ دہلیز پار کرنے والے تھے جسے وہ اکثر عبور کرے گا خدا کرے اس آمد کا انجام خیر ہو۔ لیکن میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ خود اسے نہیں بتاؤں گی کہ والد صاحب اسے دعوت دینے والے ہیں دوسرے دن معمول کے مطابق دوپہر کو میری اس سے ملاقات ہوئی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہی آوارہ مزاج شاعر جس کی آنکھیں شعر کہتی تھیں وہ ذہنی طور پر پولیس افسر نہیں بن سکا تھا۔

"سوچ رہا ہوں ایک ماہ کی چھٹی لے لوں۔"

"کیوں؟"

"تمام پرانے دوستوں سے ملوں گا' مشاعرے کرلوں گا' شعروشاعری ہوگی' ماضی بہت یاد آتا ہے۔"

"حال سے فرار کم ہمتی کی نشانی ہے۔ یہ وقت تو تیزی سے دوڑنے کا ہے تم دیکھو تھوڑی سی ہمت کی تو کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔"

"زندگی کے سفر میں اسٹیشن تو ضرور آنا چاہئے" وہ بولا۔

"اسپیڈ بریک ہو جائے گی' ابھی نہیں۔" میں نے کہا اور وہ کرسی پر نیم دراز ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر چونک کر بولا۔

"ارے ہاں' وہ انور سعید کا واقعہ پڑھا۔"

"نہیں کیا واقعہ ہے' غور نہیں کیا۔"

"شام کے اخبارات نے تو بڑی تصویریں وغیرہ شائع کی ہیں۔"

"آج دفتر ہی نہیں گئی' گھر سے یہاں آئی ہوں اس لئے شام کے اخبارات نہیں دیکھے کیا واقعہ ہے۔"

"اصل بات ابھی اخبارات کو پتہ نہیں چل سکی کل شاید تفصیل آئے مگر وہ تمہارے راٹھور صاحب مصیبت میں پھنس گئے۔"

"ایس پی راٹھور۔"

"ہاں۔"

"قصہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔ راٹھور صاحب کا رویہ یاد آگیا تھا شکر تھا کہ بات شہریار کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔

"راٹھور صاحب ایک کیس پر کام کر رہے تھے منشیات فروشوں کے درمیان فائرنگ ہوئی تھی اور دو آدمی شدید زخمی ہوگئے تھے۔ راٹھور صاحب تفتیش پر گئے اور اس بستی سے چار



آدمی پکڑ لائے جن میں انور سعید نامی ایک نوجوان بھی تھا۔ راٹھور صاحب نے معلومات حاصل کرتے ہوئے اسے مارا اور وہ مرگیا۔ بستی والوں نے ہنگامہ کردیا اور کوئی ساٹھ ستر آدمی تھانے پہنچ گئے۔ تشدد ہوا اور بات آگے بڑھ گئی لیکن اس دردناک واقعے کا ایک اور اہم پہلو برآمد ہوا وہ یہ کہ انور سعید اس بستی کا باشندہ نہیں تھا بلکہ ایک بڑے آدمی کا بیٹا تھا اور یہ بڑا آدمی ایک مرکزی وزیر کا رشتے دار ہے سمجھ لو کیا ہوگیا۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس کا منشیات فروشوں سے کوئی تعلق نہیں ثابت ہوا کیونکہ فائرنگ کرنے والے دونوں گروہ پکڑ لئے گئے۔ جو چار آدمی راٹھور صاحب لائے تھے وہ بے گناہ تھے انور سعید نے راٹھور صاحب سے کہا تھا کہ وہ پکڑے جانے والے تین افراد کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ نیک اور ایماندار آدمی ہیں۔ راٹھور صاحب کو تو تم جانتی ہو وہ بگڑ کر اسے بھی پکڑ لائے اور اسے ہی سب سے زیادہ مارا۔"

"اوہ..... کیا یہ درندگی نہیں ہے؟"

"راٹھور صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسے اتنا نہیں مارا' بس دو چار بید مارے تھے جن کا نتیجہ یہ نہیں برآمد ہوسکتا۔ بات واقعی اس غریب بستی کے کسی آدمی کی ہوتی تو شاید اسے کھینچ کھانچ کر منشیات فروشوں کا ساتھی ثابت کردیا جاتا لیکن وہ نکل آیا مرکزی وزیر کا رشتے دار۔"

"بڑی دکھ بھری باتیں کر رہے ہو شہریار۔"

"سچائیاں ہیں کیا کروں۔"

"مگر وہ اس بستی میں کیا کر رہا تھا۔"

"زیادہ تفصیل نہیں معلوم۔ معاملہ چونکہ راٹھور صاحب کا تھا اس لئے یاد رہ گیا اور تمہیں سنادیا۔"

"راٹھور صاحب کا کیا ہوا؟"

"آئی جی صاحب کے پاس بات پہنچ گئی ہے ابھی کوئی ایکشن نہیں ہوا۔"

"ہوگا۔"

"امکانات تو ہیں۔"

"تھانہ کونسا ہے؟"

"جاوید قریشی انچارج ہے۔"

"ارے اوہ وہ بھی پھنس گیا..... وہ تو اچھا آدمی ہے۔"

"کوئی اچھائی ہی کام آگئی۔ پولیس پارٹی کے ساتھ دوسرے شہر گیا ہوا تھا کوئی ملزم پکڑنے۔ اس کی غیر موجودگی میں واردات ہوئی۔"

"خدا کی پناہ! کیا جاوید واپس آگیا؟"

"پتہ نہیں" شہریار نے جواب دیا اور میں کسی سوچ میں گم ہوگئی پھر میں نے کہا۔ "معاملہ دلچسپ ہے دیکھو گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کیا دیکھنا ہے بھلا اس میں بھی کوئی پیچیدگی ہے؟" شہریار نے کہا۔

"جاوید قریشی کے بارے میں معلوم کرو آگیا یا نہیں۔"

"تمہارے سامنے زبان کھولنا قیامت ہے۔ سوری میڈم بالکل فرصت نہیں ہے کھانا کھلاؤ اور اجازت دو۔"

"مسٹر شہریار۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"قسم لے لو' جانا ہے میں تمہارے ساتھ کھانا کھانے آگیا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب نے تین بجے میٹنگ کال کی ہے۔"

"فون کرکے معلوم کرو جاوید قریشی آگیا ہے یا نہیں۔" میں نے کہا اور شہریار فون کرنے لگا۔ گل بدر نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی تھی شہریار نے بتایا کہ جاوید آگیا ہے اور تھانے میں موجود ہے کھانے کے بعد ہم دونوں اٹھ گئے اور دو مختلف سمتوں میں چل پڑے راستے میں' راٹھور صاحب کے بارے میں سوچتی رہی بہت برا کیا تھا انہوں نے اختیارات کا اتنا فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے آپ قانون کے ہاتھوں کسی گناہ گار کو سزائے موت دلوانے کے حقدار ہیں یہ سزا آپ اپنے ہاتھوں سے کیوں دیتے ہیں؟

جاوید قریشی تھانے میں موجود تھا اس نے گرمجوشی سے میرا خیرمقدم کیا۔ "کہئے مس لیلیٰ کیسی ہیں۔"

"آپ سنائیں جاوید صاحب۔"

"والدہ صاحبہ دو کالے بکرے صدقہ دے چکی ہیں بال بال بچا ہوں مگر تھانہ خطرے میں ہے سب پریشان ہیں۔"

"واقعہ تھوڑا بہت میرے علم میں آچکا ہے تمہارے ساتھ اور کون گیا تھا۔"

"ایس آئی فتح نواز اور چار کانسٹیبل باقی سب یہاں تھے۔"

"وہ لوگ موجود ہیں جو یہاں تھے۔"

"باہر نظر نہیں آئے سب کے سب "ٹن" ہو رہے ہیں اسپیشل والے ابھی کچھ دیر پہلے گئے ہیں۔"

"تحقیقات ہو رہی ہے۔"

"بڑے زور و شور سے معاملہ دبے گا نہیں بات بھی بہت بڑی ہے بس یوں سمجھ لیں میں بچ گیا۔ ایس پی صاحب کے خلاف تو نہیں جاسکتا تھا وہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی اور یہ الزام اپنے سر لے لے وہ اسے بچالیں گے مگر کوئی چھوٹی بات تو نہیں ہے۔"

"کچھ معلومات چاہتی ہوں۔" میں نے کہا

"ذاتی طور پر جو پوچھیں گی ضرور بتاؤں گا لیکن خدا کیلئے اخبار میں کچھ نہ لکھیں ورنہ لٹک جاؤں گا اوپر سے ہدایات آئی ہیں کہ کوئی بیان اخبار کو نہ دیا جائے!"



"ٹھیک ہے' اطمینان رکھو۔"

"اطمینان ہے۔" جاوید قریشی نے کہا۔

"پوری تفصیل بتاؤ۔"

"ہمارے علاقے کی بستی میں کچھ منشیات فروش پیدا ہوگئے تھے ان کے بارے میں خبریں مل رہی تھیں لیکن کسی گروہ کے آدمی نہیں تھے بلکہ گروہ بنا رہے تھے۔ پھر ان کے درمیان جھگڑا ہوگیا رپورٹ ملی اور راٹھور صاحب خود چلے گئے۔ وہ لوگ تو نہیں ملے مگر راٹھور صاحب کو کچھ کرنا تھا چار آدمی پکڑ لائے اور یہاں ڈرائنگ روم آباد ہوگیا مرنے والا بہت خوبصورت نوجوان تھا مجھے دلی افسوس ہے۔"

"وہ کسی بڑے آدمی کا بیٹا تھا۔"

"ہاں سعید نوری مشہور تاجر ہیں اور مرکزی وزیر شمشیر صاحب کے قریبی عزیز ہیں۔ اور سعید ان کا بیٹا تھا۔"

"اس بستی میں وہ کیا کرنے گیا تھا۔"

"وہیں رہتا تھا اس نے بستی کی ایک غریب لڑکی نسرین سلطانہ سے شادی کرلی تھی۔ والدین کی مرضی کے خلاف اور تخت و تاج ٹھکرا کر وہاں سسرال میں رہنے لگا تھا۔"

"اوہ..... وہ وہیں رہتا تھا۔"

"ہاں اور ایک مل میں اسٹور کیپر کی نوکری کرتا تھا۔"

"کتنے عرصے سے۔"

"یہ نہیں معلوم۔"

"سعید نوری سے اس کے تعلقات بالکل نہیں تھے۔"

"ہوتے تو اپنے گھر میں رہتا۔"

"اب اندر کی باتیں بتاؤ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"خدا جانے۔ ویسے بتا چکا ہوں کہ میں یہاں نہیں تھا لیکن اللہ داد' تجمل خان اور اکبر شاہ نہیں کھاتے ہیں کہ راٹھور صاحب نے کچھ بید ضرور مارے تھے مگر ایسے نہیں کہ وہ مرجاتا۔"

"یہ نام جو تم نے بتائے ہیں۔"

"دو کانسٹیبل ہیں اور ایک ہیڈ کانسٹیبل۔"

"موجود ہیں۔"

"ہاں انہیں تاحکم ثانی تھانے میں رہنے کا حکم ملا ہے وہ جا نہیں سکتے۔"

"بلا سکتے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"نہ بلائیں تو بہتر ہے برے حال میں ہیں زبان نہیں کھولیں گے۔" جاوید قریشی نے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم سے بات ہوئی۔"

"ہاں قسمیں کھا رہے ہیں کہ ایس پی صاحب نے خود ہی انہیں مارا تھا اور کسی دوسرے نے ہاتھ نہیں لگایا کہتے ہیں کہ اس کی موت اتفاقیہ ہے ورنہ ایس پی صاحب نے بھی اتنا نہیں مارا۔"

"تمہارا کیا تجزیہ ہے؟"

"ایس پی صاحب غصہ ور ضرور ہیں لیکن زیادہ مشقت نہیں کرتے کسی کانسٹیبل سے پٹواتے تو دوسری بات تھی لیکن ایک شبہ بھی ہے۔"

"کیا؟"

"سنا ہے گرفتاری کے وقت اس نے کچھ بدتمیزی بھی کی تھی ممکن ہے زیادہ مشتعل ہوگئے ہوں۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ کیا کہتی ہے؟"

"ہمیں نہیں ملی۔" جاوید قریشی نے جواب دیا کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی پھر اس کا شکریہ ادا کرکے اٹھ گئی۔ بہت سے خیالات ذہن میں آرہے تھے لیکن ظاہر ہے کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جو قابل غور ہوتا بس ایک دکھ بھری کہانی تھی جس پر افسوس ہی کیا جاسکتا تھا میں اس پر کچھ نہیں لکھنا چاہتی تھی جانتی تھی بہت سے اخبارات لکھیں گے اور مجھ سے پہلے لکھ چکے ہوں گے۔ گھر سے نکل آئی تو سوچا کہ اخبار کے دفتر کا چکر بھی لگالوں۔ دفتر پہنچ کر اخبار دیکھے ان میں انور سعید کی تصویر بھی چھپی تھی۔ جاوید قریشی کا کہنا درست تھا بڑا خوش شکل نوجوان تھا۔ اس لڑکی کا خیال آیا جس سے اس نے شادی کی تھی ظاہر ہے محبت کی شادی ہوگی جلدی ہوئی ہوگی طبیعت پر اضمحلال طاری ہوگیا۔ دفتر کے دوسرے لوگوں سے باتیں کرتی رہی پھر رپورٹر جبار حسین سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ وہ اس بستی سے آرہا ہے بستی والے بہت مشتعل ہیں اور وہاں بڑی دھواں دھار تقریریں ہو رہی ہیں' پولیس کے خلاف' وہ لوگ ایس پی راٹھور کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کررہے ہیں۔ جبار نے بتایا کہ وہ تصویریں بھی لایا ہے۔ ان میں سوگوار نسرین سلطانہ کی تصویر بھی تھی پڑھی لکھی معلوم ہوتی تھی کافی خوبصورت تھی۔

ان تمام باتوں میں میری دلچسپی کیلئے کچھ نہیں تھا۔ شام کو سیدھی گھر آگئی تھی۔ یہاں بھی طبیعت پر اضمحلال طاری رہا........ ہاں رات کو کچھ تبدیلی ہوئی شہریار کا فون ملا تھا۔

"ہیلو........" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"خیریت' تمہاری آواز کو کیا ہوا۔"

"لیئی........ میرے حق میں دعائے خیر کرو' یعنی بڑا مشکل وقت آپڑا ہے مجھ پر........ میرے لئے دعا کرو لیئی" شہریار کے انداز پر میرا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ بولنے کی کوشش کی لیکن آواز ساتھ نہ دے پارہی تھی۔ خدا جانے کیا ہوگیا تھا؟



ذہن میں لاتعداد وسوسے جاگ اٹھے۔ بمشکل تمام ہمت کرکے بولی۔ "کیا ہوگیا شہریار کچھ بتاؤ تو سہی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔" میری آواز بری طرح بھرا گئی تھی۔

"خود میری سمجھ میں کچھ آجائے تو تمہیں بتاؤں۔ آہ لیئی نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ خان صاحب قبلہ بنفس نفیس مجھے ملے اور انہوں نے کل مجھے ڈنر پر بلایا ہے۔" شہریار نے کہا۔

"کیا؟" کون خاں صاحب۔"

"غضنفر حسین خان روہیلہ۔" شہریار نے اسی طرح پھنسی پھنسی آواز میں کہا اور میرا ذہن چکرانے لگا۔ شہریار کی آواز اور گفتگو کرنے کے انداز سے اتنی نروس ہوگئی تھی کہ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی اور جب سمجھ میں آیا تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ایسی جھلاہٹ طاری ہوئی کہ ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ شرارت فرمائی تھی شہریار صاحب نے اور مجھے پریشان کرکے رکھ دیا تھا۔ خان صاحب نے اس کا تذکرہ مجھ سے بھی کیا تھا۔ وہ شہریار سے متاثر ہوئے تھے مجھے بھی خوشی ہوئی تھی لیکن یہ بے تکی شرارت۔ کچھ دیر کے بعد فون کی گھنٹی پھر بجی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"ایکسکیوزی۔ کیا یہاں مس لیئی رہتی ہیں۔ براہ کرم ان سے کہئے شہریار بات کرنا چاہتا ہے۔"

"شہریار۔ کیا یہ درست ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ کیا مجھے ایسی باتوں کا کوئی تجربہ ہے؟" اس نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"کیسی باتوں کا۔"

"یہی بردکھاوا وغیرہ۔ ارے باپ رے وہ بھی کسی روہیلہ فیملی میں۔"

"آپ کا دماغ خراب ہے' ڈیڈی حیات حسین شاہ والے کیس سے متاثر ہوئے ہیں بس اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"ارے چھوڑو ہم پولیس والے ہیں اڑتے کوے کے پر گن سکتے ہیں خان صاحب کا لہجہ کچھ اور بتاتا تھا۔"

"مریض ہو تم' دیوانے ہو۔ اور کیا کہوں۔ میں اسے شرارت نہیں بدتمیزی سمجھتی ہوں۔ تم نے میرے پرسکون ذہن کو جھٹکا پہنچایا ہے۔"

"چڑیا کو کوا کہہ کر۔ یہ کیا بات ہوئی۔ ہمارے ہونے والے سسر ہیں چڑیا کہیں طوطا کہیں کوا کہیں' خدا کیلئے فون نہ بند کرنا۔ تمہارے صرف ذہن کو جھٹکا لگا ہے۔ یہاں اس دعوت کے موصول ہونے کے بعد پورے بدن کو جیسے الیکٹرک شاٹ لگ رہے ہیں۔ کیا اس رات کو سویا جاسکتا ہے' اکیلا کیسے جاگوں گا بس تمہیں فون کرتا رہوں گا۔"

"اوکے۔ میں ریسیور نیچے رکھ دیتی ہوں۔" میں نے سلسلہ منقطع کرکے ریسیور واقعی نیچے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



رکھ دیا چند لمحات ذہن پر غصہ طاری رہا' پھر ہنسی آگئی- دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی- عجیب انسان ہے کبھی بیحد ذہین کبھی کھلنڈرا اور شوخ- بڑی غلط حرکت تھی اس نے یہ لہجہ اختیار کرکے- خواہ مخواہ پریشان کر دیا تھا- دیر ہوگئی- پھر نگاہ ریسیور پر پڑی- میں نے اسے اٹھایا اور یونہی کان سے لگایا مگر پھر چونکنا پڑا- دوسری طرف سے لائن بے جان نہیں تھی-

"ہیلو"- میں نے کہا-

"خدا حافظ-" دوسری طرف سے شہریار کی آواز سنائی دی اور فون بند ہوگیا- دوسرے دن میں پرسکون تھی- دفتر جانے کیلئے تیار ہو رہی تھی کہ والد صاحب آگئے اور میں مستعد ہوگئی-

"شام کو کوئی مصروفیت نہیں ہے-"

"نہیں ڈیڈی- کوئی خاص بات-"

"میں نے ڈی ایس پی شہریار کو ڈنر پر بلایا ہے- تمہاری اس سے کیسی ملاقات ہے؟"

"شاید یہ بات میں نے پہلے بھی آپ کو بتائی تھی ڈیڈی- وہ میرا کلاس فیلو تھا' بہت اچھا شاعر بیحد نفیس انسان لاتعداد کیسوں میں' میں نے اس کے ساتھ کام کیا ہے اور اب بھی ایسا ہوتا ہے وہ ہر کیس میں مجھ سے ڈسکس کرتا ہے اور میں اس کیلئے کام کرتی ہوں- ہماری روزانہ ملاقات ہوتی ہے-"

"گڈ- تم نے اسے کبھی گھر نہیں بلایا-"

"جی ہاں ایسا اتفاق نہیں ہوا-"

"شام کو جلد آکر انتظامات کا جائزہ لے لینا-"

"اور لوگوں کو بھی مدعو کیا ہے ڈیڈی-"

"بالکل نہیں- صرف اسے بلایا ہے-" ڈیڈی نے جواب دیا-

یہ بات البتہ ذرا چونکانے والی تھی' ڈیڈی کی فطرت سے میں واقف تھی- کسی ایک شخص کو انہوں نے اس طرح اہمیت نہیں دی تھی' بلاشبہ حیات حسین شاہ والے کیس میں وہ شہریار سے بے حد متاثر ہوئے تھے لیکن بعد میں یہ دعوت اور وہ بھی تنہا' بہرطور ذہن زیادہ کھپانا مناسب نہیں سمجھا تھا- دفتر چلی گئی' اڑتے اڑتے خیالات ذہن سے ٹکراتے رہے' تقریباً ساڑھے دس بجے شہریار کے دفتر فون کیا' وہ اتفاق سے دفتر ہی میں مل گیا-

"ہیلو شہریار....."

"ہیلو' کہئے کیسے مزاج ہیں آپ کے....."

"ٹھیک ہوں' کیا کر رہے ہو.....؟"

"کچھ مصروفیات ہیں' اس وقت تو دفتر میں ہی ہوں لیکن بارہ بجے نکل جانا ہے' آج شاید دوپہر کو دفتر نہیں پہنچ پاؤں گا-"

"کوئی حرج نہیں ہے' اس سلسلے میں کوئی نئی خبر سناؤ' اخبارات میں تو کوئی تفصیل نہیں



ہے....."

"انور سعید کے بارے میں....."

"ہاں....."

"آئی جی صاحب کے ہاں میٹنگ ہوئی تھی- آئی جی صاحب نے اپنا رویہ بہت سخت کیا ہے اور راٹھور صاحب کو گرفتار کر لیا گیا ہے شہریار نے کہا اور میں چونک پڑی-

"اوہو' اخبارات کو یہ خبر نہیں دی گئی....." میں نے حیرانی سے پوچھا-

"دے دی جائے گی' کچھ ایسی باتیں تھیں جن کی بناء پر یہ خبر روکی گئی ہے-"

"کیا مصروفیت ہے-"

"میں نے کہا نا کچھ ایسی ہی دفتری مصروفیات ہیں اور کوئی خاص بات نہیں....."

"اوکے"..... میں نے فون بند کردیا- شہریار کے انداز پر ایک بار پھر مسکرا پڑی تھی' غالباً ناراض ہوگیا تھا وہ میرے رات کے رویے سے لیکن بہت دیر تک شہریار ذہن میں نہ رہ سکا راٹھور صاحب کے بارے میں سن کر افسوس ہوا تھا' اس کا مطلب ہے کہ یہ معاملہ کافی گڑبڑ ہو جائے گا- معطل کر دیا جاتا تو اس قدر سوچنے کی بات نہیں تھی' لیکن راٹھور صاحب کی گرفتاری یہ بتاتی تھی کہ معاملہ اب نہایت سنگین حدود میں داخل ہوگا- بات تھی بھی بہت بڑی- میرا نظریہ پہلے بھی اس کے بارے میں یہی تھا' لیکن کچھ دلچسپی محسوس ہوئی' بظاہر ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا' جس پر خصوصی توجہ دی جاتی' لیکن جاوید قریشی نے جو چھوٹی سی کہانی سنائی تھی وہ ذرا دلچسپ تھی اور میرا دل چاہا کہ میں اس سلسلے میں کچھ کروں- ویسے بھی خالی دن تھا اور کوئی خاص کام نہیں تھا' چنانچہ تھوڑی سی جدوجہد ہی سہی دفتر سے باہر نکلی' ایک بار پھر جاوید قریشی کی جانب رخ کیا اور وہاں پہنچ گئی-

جاوید قریشی فرض شناس افسر تھا' دفتری امور کو نمٹانا اس کی عادت تھی' اس کا اندازہ میں نے پہلے بھی لگایا تھا- اس وقت بھی دفتر ہی میں موجود تھا' مجھے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح پرتپاک ہوگیا-

"آیئے مس لبنیٰ' دراصل آپ کی آمد بھی بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم بھی بڑے آدمی ہیں-"

"کیا بات ہے' بہت اچھے موڈ میں ہو؟"

"نہیں ایسی بات تو نہیں ہے' راٹھور صاحب کے بارے میں کچھ سنا آپ نے-"

"ہاں' سنا ہے گرفتار ہوگئے-"

دوپہر کے اخبارات میں خبریں آجائیں گی- اخباری نمائندے بھلا کہاں چوکنے والے ہیں مل چند لمحات خاموش رہی پھر میں نے کہا-

"ذرا مجھے وہ پتہ بتا دو جہاں انور سعید رہتا تھا-"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"اس کے سسرال کا پتہ؟"

"ہاں سسرال کا بھی بتادو' اور باقی میرا خیال ہے سعید نوری صاحب کے بارے میں معلوم کرنا زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔"

"دونوں پتے نوٹ کر لیجئے۔" جاوید قریشی نے کہا اور میں نے اپنی چھوٹی سی نوٹ بک میں اس کے بتائے ہوئے پتے درج کرلئے۔

"آئی جی صاحب کے سامنے میری بھی پیشی ہوئی تھی۔ تین کانسٹیبل بھی نظربند کئے گئے ہیں۔" جاوید قریشی نے بتایا۔

"تمہارے تھانے کے۔"

"ہاں یہ سب اس وقت تفتیش میں شامل تھا' میرا بیان بھی لیا گیا۔"

"کیا؟....."

"بس یہی پوچھا گیا تھا کہ ملزموں کے ساتھ راٹھور صاحب کا رویہ کیسا ہوتا ہے کیا وہ بہت زیادہ تشدد کے عادی ہیں۔"

"کیا کہا تم نے؟"

"انکار کر دیا میں شکایت تو نہیں کرسکتا تھا وہ میرے افسر ہیں۔" جاوید قریشی نے کہا۔ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنے کے بعد میں اٹھ گئی اس کے بعد میں نے اس بستی کا رخ کیا تھا۔ اب میں اس ماحول سے اجنبی نہیں رہی تھی۔ میں نے انور سعید کے بارے میں پوچھا تو فوراً مجھے وہ گھر بتا دیا گیا۔ اس وقت بھی گھر کے باہر کچھ لوگ چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"میرا تعلق اخبار سے ہے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"اخبار والے ہمارا ساتھ دے رہے ہیں مگر کھل کر نہیں لکھ رہے ہمیں تم سے شکایت ہے بی بی۔" ایک صاحب بولے۔

"میں پہلی بار آئی ہوں۔ آپ مجھے حالات بتایئے میں کھل کر لکھوں گی۔" میں نے کہا۔

"حالات سب کے سامنے ہیں پولیس ہم لوگوں کو انسان نہیں سمجھتی' یہ سارے ظلم غریبوں پر ہی توڑے جاتے ہیں کسی دولت مند کے چھوکرے کو مارا ہے پولیس والوں نے۔" انہی صاحب نے کہا۔

"اس بار ہم خاموش نہیں رہیں گے۔ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔" دوسرے صاحب بولے! اس وقت گھر کے اندر سے ایک جوان آدمی باہر نکل آیا۔ اس کی بغل میں بیساکھی دبی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر طنزیہ انداز میں بولا۔

"اخاں بڑے بڑے لوگ آگئے غریب خانے پر۔ کہئے بیگم صاحبہ کیسے آنا ہوا۔"

"آپ کون ہیں۔ کیا مجھے جانتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ارشاد علی یہ اخبار کی نمائندہ ھیں۔" باہر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا۔



"ہاں مگر ان کا اخبار ہمارا نمائندہ نہیں ہے۔ یہ بڑے لوگوں کی نمائندگی کرتی ہیں کیونکہ خود بھی ایک بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہیں۔" لنگڑے ارشاد علی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ مجھے سخت حیرت ہوئی کہ جانے یہ شخص مجھے کیسے جانتا ہے اس کے طنز کو نظرانداز کرکے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے کیسے جانتے ہیں ارشاد علی صاحب؟"

"ہیڈ کانسٹیبل تھے ہم بیگم صاحبہ ٹانگ کٹ گئی ریٹائر کردیئے گئے تمام لوگوں سے یاداللہ ہے آپ کو بھی دو چار بار بڑے افسروں کے ساتھ دیکھا انہی سے آپ کے بارے میں معلوم ہوا۔"

"مگر آپ نے میرے بارے میں غلط نظریہ قائم کیا ہے میں ہمیشہ سچائیوں کا ساتھ دیتی ہوں۔"

"بڑے لوگ ایسا کم ہی کرتے ہیں۔

"مجھے کچھ تفصیل بتانا پسند کریں گے آپ۔"

"کوئی تفصیل نہیں ہے۔ پولیس نے اسے ماردیا ایک اور بے گناہ پولیس کے ہاتھوں مارا گیا۔ کوئی نئی بات تو نہیں ہے جوان بہن بیوہ ہوگئی ایسی ہزاروں کہانیاں ہیں۔"

"آپ بھی تو پولیس والے ہیں۔"

"تھا اب نہیں ہوں اور لنگڑا ہو کر بھی خوش ہوں کہ بچ گیا ورنہ نہ جانے کتنے خون کرنا پڑتے۔"

"میں نسرین سلطانہ' سے ملنا چاہتی ہوں" میں نے کہا۔

"ممکن نہیں ہے بی بی۔ اس کی کائنات تاریک ہوگئی ہے وہ اپنے ہوش میں کہاں ہے" ارشاد علی نے کہا۔

"آپ مجھ سے تعاون نہیں کر رہے ارشاد علی صاحب اس کا مجھے دکھ ہے بہرحال آپ کی مرضی"

"بس رہنے دو بی بی۔ اب کیا ہوتا ہے ساری باتیں بیک آر ہیں۔" ارشاد علی نے کہا مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ مجھ سے تعاون نہیں کرے گا اکھڑ قسم کا آدمی تھا اور خوامخواہ اس کی بدتمیزی برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ وہاں سے واپس چل پڑی مگر کچھ کرنا چاہتی تھی اس سلسلے میں دل چاہتا تھا چنانچہ اس بارے سعید نوری کی رہائش گاہ پر چل پڑی۔ پتہ موجود تھا۔ بہترین کوٹھی تھی۔ بیل بجانے پر ایک ملازمہ آئی تھی۔

"نوری صاحب موجود ہیں؟"

"نہیں صاحب گئے ہوئے ہیں۔"

"بیگم صاحبہ ہیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ہاں جی۔ آپ آیئے میں اطلاع دیدوں۔ آپ کون ہیں جی؟"

"بس اگر ممکن ہوسکے تو انہیں اطلاع دے دو کہ لبنیٰ ان سے ملنا چاہتی ہے۔"

"آپ میرے ساتھ آجایئے' ڈرائنگ روم کھول دوں؟"

"نہیں برآمدے میں رک کر انتظار کرلیتی ہوں۔" میں نے کہا اور کوٹھی کے برآمدے میں کھڑی ہوگئی' ملازمہ اندر چلی گئی تھی' کچھ دیر کے بعد وہ واپس آئی اور اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

میں اندر داخل ہوگئی۔ بڑے سے دروازے کے بعد ایک ہال تھا' جس میں قالین بچھا ہوا تھا' کناروں پر صوفے پڑے ہوئے تھے۔ سامنے ہی ٹیلی وژن رکھا ہوا تھا' ڈرائنگ روم اس سے ملحق تھا۔ ملازمہ نے مجھے وہیں ہال میں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ابھی میں بیٹھی ہی تھی کہ ایک دراز قامت خاتون سفید رنگ کی ساڑھی میں ملبوس باہر آگئیں' بہت خوبصورت خدوخال تھے' چہرہ متین اور سنجیدہ تھا آنکھوں پر ورم تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ روتی رہی ہیں ان کے پیچھے ہی پیچھے دو لڑکیاں بھی اندر آگئیں' جن میں طے ایک کی عمر تقریباً" سولہ اور دوسری کی اٹھارہ کے قریب ہوگی' نقش ونگار سے اندازہ ہوتا تھا کہ انہی خاتون کی بیٹیاں ہیں' ویسے خاتون بہت اچھی صحت کی مالک تھیں اور بہت زیادہ عمررسیدہ بھی نہیں لگتی تھیں' یہ حیرت کی بات تھی کہ انور سعید ان کا بیٹا تھا۔

انہوں نے مجھے دیکھ کر گردن خم کی اور میرے سلام کا جواب دے کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ دونوں لڑکیوں نے بھی کسی قدر متاثر انداز میں مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ معمر خاتون نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ بیٹھئے لبنیٰ اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ خان غضنفر خان صاحب کی بیٹی ہیں نا.....؟"

"اوہو آنٹی آپ تو مجھے جانتی ہیں....."

"ہاں بھئی..... دراصل ہم ماں بیٹیوں کا دلچسپ ترین مشغلہ پڑھنا پڑھانا ہے اور ہم لوگ خود بھی لکھنے سے دلچسپی رکھتے ہیں' خاص طور پر میری یہ بیٹی سیماب تو چھوٹے موٹے افسانے لکھ کر اخبارات اور رسائل کو بھیجتی رہتی ہے۔ آپ کے اخبار میں بھی اس کے آرٹیکل اکثر چھپتے رہتے ہیں۔ خاص طور سے آپ کا کالم میزان ہماری توجہ کا مرکز رہتا ہے۔ بس اطلاع ملی تو ہم سب کو ذہنی الجھنوں کے باوجود آپ سے سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوگیا۔"

"چلئے آپی یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ میرے کالم مجھے آپ جیسے لوگوں سے روشناس کرادیتے ہیں' آپ کی خدمت میں ایک خاص مسئلے کیلئے حاضر ہوئی تھی۔"

"نوید چائے کیلئے کہہ دو۔" معمر خاتون نے اپنی دوسری بیٹی سے کہا۔ ملازمہ قریب ہی موجود تھی اس لڑکی نے ملازمہ کو چائے کیلئے کہا اور پھر ہمارے سامنے آبیٹھی۔ معمر خاتون کہنے



لگیں۔

"ہم نے تمہارے بارے میں کافی معلومات حاصل کی ہیں۔ خان صاحب سے تو ہمارا براہ راست تعلق نہیں ہے' لیکن نوری صاحب خان صاحب کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں' ایک بزنس مین دوسرے بزنس میں سے تو واقف ہوتا ہی ہے' مگر تمہارا مشغلہ کافی دلچسپ ہے۔" میں مسکراتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"آپ لوگ ایک المیے سے دوچار ہوگئے ہیں' اس کے اثرات آپ لوگوں کے چہرے سے نمایاں ہیں' میں آپ لوگوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہوں اور ایک نوجوان بیٹے کی موت پر آپ سے تعزیت کرتی ہوں۔" خاتون نے گردن ہلائی اور پھر گہری سانس لے کر بولیں۔

"شاید تم یہ نہ کرتیں۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہوتا کہ میں انورسعید کی سوتیلی ماں ہوں....."

"جی....." میں نے چونک کر پوچھا.....؟"

"ہاں اور یہ ایک سچ بھی ہے کہ شاید میں اس کی موت پر اس قدر افسردہ نہیں ہوں جتنا اس کی اصلی ماں ہوتی۔" میں اس صاف گوئی پر حیران رہ گئی تھی۔ دونوں لڑکیوں کی گردنیں جھک گئی تھیں۔ چند لمحات میں ان الفاظ کی بازگشت اپنے ذہن میں محسوس کرتی رہی' یہ ایک انوکھا اعتراف تھا میری نگاہ میں۔ پھر میں نے کہا۔

"واقعی' یہ ایک انوکھی بات ہے میرے لئے لیکن خاتون آپ کا لہجہ بتاتا ہے کہ آپ کو..... آپ کو ویسے بھی سوتیلی ماں ہی سمجھا گیا ہے۔"

"تم جیسی ذہین لڑکی اگر یہ اندازہ لگالے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔" معمر خاتون نے کہا اور میں خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ چند لمحات کے بعد وہ چونک کر بولیں۔

"تم یقیناً" ہم سے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے آئی ہوگی۔ میں خود بھی دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں لیکن اگر میری سنائی ہوئی کہانی لکھنے کی کوشش کرو تو اس تحریر میں ان بچیوں کے مستقبل کا خیال رکھنا۔ نوری صاحب۔" خاتون جملہ ادھورا چھوڑ کا خاموش ہوگئیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ "میرا نام دردانہ ہے۔ نوری صاحب کی دوسری بیوی ہوں مگر ٹھہرو' میں جلدبازی سے کام تو نہیں لے رہی۔ تم اس سلسلے میں آئی بھی ہو یا نہیں۔"

"یقیناً" آنٹی۔ اگر آپ مجھ سے اور میرے کالم سے واقف ہیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ میں کیا کرتی ہوں۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال تھا اور میں یہ چاہتی ہوں کہ کوئی مجھے سنے' مجھ پر تفتیش کرے میں بھی انسان ہوں' جذبات رکھتی ہوں اور..... اور....." خاتون کی آواز بھرا گئی۔

"لوگ میری سنتے ہی نہیں ہیں۔ ارے سوتیلی ماں ہوں تو کیا انسان بھی تو ہوں۔ سوتیلی ماں کے نام کے ساتھ ڈائن کا تصور کیوں قائم کر دیا جاتا ہے اور اگر یہ نام اتنا ہی برا ہے تو ایک

عورت کو اس مقام تک لایا ہی کیوں جاتا ہے۔ یہ تو زیادتی ہے آپ اپنے اختیارات ' اپنے وسائل سے کام لے کر ان کنواریوں کے خواب چھینتے ہیں جن کے تصور میں ایک گھر ہوتا ہے ایک محبوب ہوتا ہے جو ان کا شوہر ہو' وہ اسے اپنے نام سے وابستہ سمجھیں' وہ خود کو اس کے نام سے وابستہ کرلیں۔ لیکن ' اسے آپ کی وابستگی نہیں ملتی کیونکہ آپ اس سے پہلے دوسرے نام سے وابستہ ہوچکے ہوتے ہیں آپ نشان زدہ ہوتے ہیں۔ وہ صبر بھی کرلے تو آپ اسے بتاتے ہیں کہ وہ دوسری بیوی ہے وہ سوتیلی ماں ہے آپ اس کا موازنہ پہلی بیوی سے کرتے ہیں اس پہلی بیوی کی خوبیاں اور اس کی خامیاں بتاتے ہیں بتاؤ لٹنی اس میں اس عورت کیا کیا قصور جس کے نام پر یہ چھاپ لگادی جائے۔ وہ اپنی خوبیوں کو اپنا اور اپنی خامیوں کو اپنا کیوں نہ سمجھے۔ پہلی بیوی اس کا قصور کیوں قرار دی جاتی ہے یہ کیسا ظلم ہے کہ آپ اس سے اس کے خواب چھین لیتے ہیں اور پھر اسے احساس دلاتے ہیں کہ وہ اوریجنل نہیں ڈبلی کیٹ ہے۔ ڈبلی کیٹ کیا ہوتا ہے وہ اوریجنل کیوں نہیں ہوسکتا۔"

بڑی انوکھی فکر تھی بڑا جامع خیال تھا جس کا جواب مشکل تھا۔ اگر کچھ خصوصی عوامل جن میں اپنی مرضی اپنی کوشش کو نکال دیا جائے تو واقعی یہ ایک ظالمانہ عمل ہے کم ازکم ان احساسات کے ساتھ جن کا اظہار مسزنوری نے کیا تھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا کہنا بالکل درست ہے آنٹی۔"

"مگر کیا کیا جائے۔ ساری دنیا ڈرامے پر چلی رہی ہے سارے اقدار کھیل بن گئے ہیں حقوق نسواں کا عالمی دن منایا جاتا ہے ادارے قائم کئے گئے ہیں ان اداروں کی سرپرست بیگمات بیوٹی پارلر سے میک اپ کراکے تصویریں بنوانے اور چھپوانے کے علاوہ بھی کچھ کرتی ہیں۔ کچھ ہوا ہے اس سلسلے میں' کہیں سے عورت کو تحفظ ملا ہے جینز کا مسئلہ حل ہوا ہے۔ دوسرے حقوق حاصل ہوئے ہیں ابھی تو اس کی مشکلات کی تفصیل بھی منظرعام پر نہیں لائی گئی۔ سب بیکار تماشے ہیں۔ بالکل بیکار۔" وہ جوش میں بولے جارہی تھیں۔

ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئی اور سلسلہ گفتگو رک گیا مگر میں بہت متاثر تھی اور اندازے لگارہی تھی۔ ملازمہ نے سب کو چائے دی ساتھ نمکین کاجو اور کچھ دوسری چیزیں بھی تھیں۔ اس دوران مسزنوری خود کو نارمل کرنے میں مصروف رہی تھیں پھرانہوں نے کہا۔

"سوری میں کچھ زیادہ بول گئی۔"

"نہیں آنٹی' یقیناً" اس کا کچھ پس منظر بھی ہوگا۔"

"ہاں پس منظر ہے۔ یہ بچیاں انور کیلئے روتی ہیں میرے دل سے آنسو نکلتے ہیں تو نوری صاحب ہمیں طنز بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم ڈرامہ نہ کریں یہ صرف ان کا غم ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بیس سال قبل' میں اٹھارہ سال کی تھی' میں نے بی اے پاس کیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ میری شادی طے کر دی گئی ہے۔ سعید نوری صاحب دولت مند آدمی ہیں۔ میں راج کروں گی۔ میں خوش ہوگئی میری نظروں میں ایک راج محل آگیا نوری صاحب کو میں نے دیکھا جوان تھے خوش شکل تھے مجھے اعتراض نہ ہوا اس لیے کہ میرا ذہن کسی کثافت سے پاک تھا۔ مگر پھر مجھے علم ہوا کہ اس راج محل کی رانی مجھ سے پہلے کوئی اور تھی۔ وہ اس دنیا سے چلی گئی اور مجھے اس کی جگہ دی جارہی ہے مجھے علم ہوا کہ نوری صاحب کا ایک چھ سالہ بچہ بھی ہے مجھ سے بارہ سال چھوٹا۔ یہ ساری باتیں انوکھی تھیں اور مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لوگوں نے کہا ایسا ہوتا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں نے بھی سوچا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے' نوری صاحب نے مجھ سے کہا۔

"دردانہ۔ رخشندہ مجھے بہت پیاری تھی۔ ہماری لو میرج تھی وہ مجھے چھوڑ گئی۔ میں ویران ہوں' تمہیں یہ ویرانے آباد کرنے ہیں' دردانہ تم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انور' رخشندہ کی نشانی ہے' تمہیں اپنی زندگی سے زیادہ اسے چاہنا ہے۔ میں رخشندہ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ انور کو اس کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی' اگر تم نے انور کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو تم یہ سمجھ لو کہ مجھے کبھی تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی....."

میں حیران ہوئی' مجھے دکھ بھی ہوا' شوہر کے تصور کے ساتھ تو سکھ اور پیار کا تصور بیدار ہوتا ہے۔ وہ زندگی کا اجنبی ایک ایسا دلکش احساس لئے ہوتا ہے جس میں ایک نئی چاہت کا تصور ہوتا ہے' وہ چاہت جو ماں باپ بہن بھائی سے مختلف ہوتی ہے' مگر میری زندگی کا ساتھی کہہ رہا تھا کہ اسے رخشندہ بہت پیاری تھی اور اس نے رخشندہ سے لو میرج کی تھی' پھر اس نے مجھ سے کیا کیا تھا اور یہ ذمہ داری کس حساب میں' میرے شانوں پر ڈال دی گئی تھی' مجھے یقین نہیں آرہا تھا اس بات پر کہ میرے ساتھ یہ سب کچھ ہوگیا ہے۔ نوری صاحب کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا' لیکن اس کے بعد سے مجھے مستقل یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ شادی ہے یا ملازمت..... میں نے تو ملازمت نہیں کرنا چاہی تھی' پھر مجھے یہ نوکری کیوں دے دی گئی' پہلے ہی دن میرے سینے پر ایک ضرب لگی تھی اور مجھے یہ احساس ہوگیا تھا کہ میں ویرانوں کو آباد کرنے کیلئے آئی ہوں..... لیکن اس رات کے بعد نوری صاحب نے مجھ سے بہتر رویے کا اظہار کیا' میری آسائشوں اور ضروریات کا خیال رکھنے لگے' مجھے گھمانے پھرانے لگے اور میں نے سوچا کہ اب جبکہ یہ زندگی مجھ پر مسلط ہوگئی ہے تو میں اسے اپنے لئے دکھ کیوں بناؤں میں نہیں جانتی تھی کہ چھ سالہ انور کا دل کس طرح اپنی جانب راغب کیا جاسکتا ہے۔ نوری صاحب مجھے ہدایات دیتے تھے اور میں ان کی ہدایات پر عمل کرتی تھی' لیکن جب پہلی بار نوری صاحب نے انور سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"انور بیٹے یہ تمہاری "ممی" ہیں..... تو انور نے مجھے ایسی تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھا کہ میں اس کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکی- پھر اس نے گردن جھٹک کر کہا..... "یہ میری ممی کیسے ہو سکتی ہیں ڈیڈی.....؟"

"نہیں بیٹے یہ تمہاری ممی ہیں....."

"آپ ہمیشہ مذاق کرنے کے عادی ہیں ڈیڈی..... لیکن یہ مذاق بہت برا ہے' آئندہ نہ کریں- میں انہیں کبھی ممی نہیں کہوں گا..... نوری صاحب خود بھی غصہ ور آدمی ہیں- بگڑ گئے اور ایک تھپڑ مار دیا اس کے چہرے پر' اور اس کے انداز میں ایسی تلخی گھل گئی لبنیٰ کہ میں بیان نہیں کر سکتی' اس وقت تو میرا تجربہ کچھ نہیں تھا- لیکن آج اپنے تجربے کی بنا پر یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ ایک چھ سالہ بچے کا چہرہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا- بڑی انوکھی بات تھی اس کے چہرے پر..... اور یہ انوکھا پن میری زندگی کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگا- میں نے نوری صاحب کی خواہشوں کے سامنے سر جھکا دیا تھا- مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں ڈبلی کیٹ ہوں- لیکن مجھے یہ احساس بھی تھا کہ میں جو کچھ بھی ہوں مجھے زندگی اسی طرح گزارنی ہے' میں نے کوششیں شروع کر دیں کہ اپنے اس بارہ سالہ چھوٹے لڑکے سے دوستی کروں- لیکن انور کے ذہن سے یہ تصور کبھی دور نہ ہوا کہ میں اس کی سوتیلی ماں ہوں- اس نے کبھی میری جانب بھرپور نگاہوں سے نہیں دیکھا..... میرے ہر طرز عمل کی وہ مخالفت کرتا رہا اور یہ چیز اس کی فطرت بن گئی' وہ بے حد سرکش تھا- پھر میری زندگی میں شادی کے دو سال بعد ہی سیماب آ گئی اور میری ذمہ داریوں میں کچھ تبدیلی رونما ہو گئی- انور کو سیماب میں بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی مزید دو سال کے بعد نوید پیدا ہو گئی اور میں کچھ اور مصروف ہو گئی- نوری صاحب کے انداز میں کبھی کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ میں اپنا فرض پورا کرنے میں ناکام رہی ہوں اور انور کو وہ محبت نہیں دے سکی ہوں جو اس کا حق تھی' مجھ پر جھنجلاہٹیں بھی سوار ہوتی تھیں' لیکن میں کیا کر سکتی تھی میرے بس میں کچھ نہیں تھا- یہ شخص جو میرے شوہر کی حیثیت سے میری زندگی میں داخل کیا گیا تھا روز اول سے سچا تھا اس نے مجھے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ رخشندہ اس کی محبت تھی اور میں صرف ویرانوں کو آباد کرنے والی' اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں تھی- غرض یہ لبنیٰ کہ میں اس صورت حال میں گزرتی رہی' کوئی حل نہیں تھا میرے پاس اپنی اس مشکل کا- نوری صاحب بے شک میری بات نہیں مانتے تھے اور مجھے قصوروار ٹھہراتے تھے لیکن انہیں اپنے بیٹے کی سرکشی کا بھی احساس تھا- انور انہیں چٹکیوں میں اڑا دیا کرتا تھا اور کبھی ان کی بات نہیں مانتا تھا پھر یونیورسٹی میں اسے کسی لڑکی سے محبت ہو گئی' یہ لڑکی معمولی حیثیت کے کسی گھر سے تعلق رکھتی تھی انور نے اس سے شادی کا اعلان کر دیا' اور اپنے باپ سے کہا کہ وہ نسرین سلطانہ سے شادی کرنا چاہتا ہے- نوری صاحب نے اس سے نسرین سلطانہ کا شجرہ پوچھا تو اسنے بتا دیا کہ وہ ایک ہیڈ کانسٹیبل کی بہن ہے اس کا باپ مر چکا ہے اور وہ ایک چھوٹی سی بستی میں



رہتی ہے سعید نوری صاحب کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور انہوں نے انور سے کہہ دیا کہ وہ اس کا تصور بھی نہ کرے' کہ اس کی بیوی کسی ایسی جگہ سے اٹھ کر یہاں آ سکتی ہے- باپ بیٹوں میں ٹھن گئی' اور بالآخر وہی ہوا انور نے اپنے باپ سے کہہ دیا کہ وہ اس جنم کو اب اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھوڑ رہا ہے- نوری صاحب بھی ضدی فطرت کے آدمی ہیں بیٹے سے تمام تر محبت کے باوجود انہوں نے اس کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا- نتیجے میں انور چلا گیا اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا- نوری صاحب کی کیفیت کا مجھے اندازہ تھا' اور یہاں بھی میری بدنصیبی نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا- نوری صاحب مجھے ان تمام حالات کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور میری طرف بڑی تیکھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں- میں نے تو کبھی یہ نہیں چاہا تھا بلکہ اپنی تمام کوششیں نوری صاحب کے حکم کی تعمیل کیلئے صرف کر دی تھیں- انور ہی مجھ پر توجہ نہیں دیتا تھا' اسے مجھ سے ہی بغض تھا' میری بیٹیوں نے بھی انور کو اپنے بھائی کی مانند ہی سمجھا لیکن انہیں بھی کبھی بھائی کا پیار نہ مل سکا اور بدنصیبی نے بالآخر یہ دن دکھا دیا- انور کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ایک حادثہ ہے لبنیٰ لیکن نوری صاحب کے انداز سے یہی محسوس ہوتا ہے جیسے میں انور کی قاتل ہوں- یہ ہے میری کہانی' تمہیں دلچسپ لگی نا-" دردانہ بیگم پھیکے سے انداز میں مسکرائیں اس مسکراہٹ میں بے پناہ غم گھلا ہوا تھا' دونوں لڑکیوں کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے' دردانہ بیگم نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا- یہ پگلیاں مسلسل رو رہی ہیں' لیکن کوئی ان کے آنسوؤں پر بھی یقین نہیں کرے گا- خیر چھوڑو ان باتوں کو لبنیٰ میں تمہاری اور کیا خدمت کر سکتی ہوں؟" میں خاموشی سے دردانہ بیگم کا چہرہ دیکھ رہی تھی- اس کہانی نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا-

بڑی انوکھی داستان تھی دیر تک خاموشی طاری رہی- پھر میں نے پوچھا- "ان لوگوں کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں؟"

"کن لوگوں کے بارے میں؟"

"جہاں انور نے شادی کی تھی؟"

"میں کیا جان سکتی ہوں' تم خود اندازہ لگا لو- نوری صاحب سے اگر کبھی کچھ معلوم کیا ہو گا تو مجھے نہیں بتایا- انہیں رخشندہ سے پیار تھا مجھ سے نہیں-"

"سیماب اور نوید کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے؟"

"وہ ان کی بیٹیاں ہیں- خیال رکھتے ہیں ان کا لیکن اب میرے حوالے سے انہیں دیکھتے ہیں تو ان کا رویہ خشک ہو جاتا ہے-"

"میں آپ کیلئے دکھی ہو گئی ہوں آنٹی-" میں نے کہا-

"سوچتا لبنیٰ میں نے تمہیں یہ کہانی بلاوجہ نہیں سنائی' تمہارے پاس قلم ہے میرا دکھ زمانے کو بتا دو شاید کسی کا بھلا ہو جائے-"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وہاں سے چلی آئی' واقعی افسردہ ہوگئی تھی عجیب حالات تھے لیکن اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا جس پر کچھ کیا جاسکتا۔ شام کو گھر آگئی تھی۔ مہمان کے استقبال کی تیاریاں ہورہی تھیں نہ جانے کیوں عجیب عجیب سا لگا۔ لیکن خود کو سنبھالے رکھا۔ مقررہ وقت پر شہریار آگیا۔ خوبصورت سوٹ میں ملبوس۔ بالکل سنجیدہ اور بردبار میرا خیال اس سے مختلف تھا اس نے جن بوکھلاہٹوں کا اظہار کیا تھا ان سے میں خوفزدہ ہوگئی تھی لیکن..... وہ مائل تھا..... اور مائل کو میں جانتی تھی۔ ڈیڈی نے اس کا پرجوش خیرمقدم کیا تھا۔

"کیسے ہیں خان صاحب؟"

"تم جیسے فرض شناس افسروں کے بل پر جی رہے ہیں" ڈیڈی نے کہا۔

"اوہ۔ خوب آپ ٹھیک ہیں مس لیئی" وہ مجھ سے بولا۔

"ہاں۔" ہم اسے اندر لے گئے۔ اور مجھے پھر حیران ہونا پڑا۔ سب لوگ موجود تھے پورے گھر والے ایسا کم ہوتا تھا خصوصی طور پر کسی اجنبی مہمان کے ساتھ۔ سب سے تعارف کرایا گیا۔ ڈیڈی بولے۔

"شہریار کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کی ہے میں نے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اپنی ذہانت کے بل پر ترقی کی بلندیوں پر چھلانگیں لگائی ہیں۔ مجھے ایسے لوگوں سے بہت عقیدت ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں ہوتا۔ یقیناً تمہیں اپنے والدین سے رہنمائی ملتی ہوگی۔"

"تقدیر کی قوتوں کا قائل ہوں جناب۔ اللہ کو جو کچھ دینا ہوتا ہے اس کے وسائل مقرر کر دیتا ہے والد کے سائے سے بچپن سے محروم ہوں والدہ خالص گھریلو خاتون ہیں بس کچھ اور سہارا ہے جنہوں نے ایک راستہ بنادیا۔"

"محکمہ پولیس کا خیال کیوں آیا؟" خان صاحب نے پوچھا۔

"لیئی صاحبہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا' تصور میں بھی محکمہ پولیس نہیں تھا یہ جانتی ہیں۔ تعلق ایسے گھرانے سے ہے جس میں تعلیم کے بعد فوری ملازمت ضروری ہوتی ہے پہلی نوکری پولیس میں ملی' کرلی اور آج تک کر رہا ہوں۔"

"ایس آئی بھرتی ہوئے تھے۔"

"جی ہاں۔"

"اور اب ڈی ایس پی ہو۔" ڈیڈی مسکرا کر بولے۔ شہریار بھی مسکرانے لگا۔ ڈیڈی اسے بہت اہمیت دے رہے تھے پرتکلف ڈنر ہوا اور میں نے خصوصی یگانگت کا مظاہرہ کیا۔ شہریار پہلی بار میرے گھر آیا تھا اسے اس کا مقام ملنا چاہئے تھا میں نے کسی جھجک کا مظاہرہ کرکے اس کی توہین نہیں کی۔ خاصی رات گئے اسے واپسی کی اجازت ملی تھی۔ دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ کسی معمول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی' میں مقررہ وقت پر دفتر پہنچی تو شہریار کو انتظار کرتے



ہوئے پایا۔ سادہ لباس میں تھا۔ میں نے کار روکی تو جلدی سے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اندر آبیٹھا۔

"ارے۔ ارے کیا مطلب ہے اس کا؟"

"چلو۔" اس نے کہا۔

"کہاں؟"

"اپنے دفتر۔"

"جناب عالی' میں اس اخبار میں نوکری کرتی ہوں۔"

"آج چھٹی کرو۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ میں نے بھی کی ہے چلو بھئی کیوں بور کر رہی ہوں" اس نے کہا اور میں نے بری سی شکل بنائی۔

"اچھا مذاق ہے۔" میں نے کار واپس موڑ دی۔ اور پھر دفتر کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"کل تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا۔"

"کیوں۔"

"یونیورسٹی میں ساتھ پڑھنے کی بات کیوں بتائی؟ مجھ سے پوچھا تھا؟"

"پہلے تم مائل کو احمق سمجھتی تھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے ڈیڈی کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔"

"اوہ کیا ان سے تمہاری یہ بات پہلے بھی ہوئی تھی۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"پھر۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم نے بتا دیا ہوگا۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔" اس نے چٹانوں سے زیادہ ٹھوس لہجے میں کہا اور میں مسکرا پڑی۔

"کل تمہاری اداکاری بہت اچھی تھی۔" میں نے کہا۔

"واپس آکر دو گھنٹے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالتا رہا تھا۔" اس نے جواب دیا۔ ہم دفتر پہنچ گئے۔ وہ بولا "کچھ اندازہ ہے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"یہ ڈنر مشکوک تھا۔"

"خدا کی قسم بالکل کچھ نہیں معلوم۔ پتہ نہیں کیا ہے؟"

"پتہ چلا سکو گی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کوشش کروں گی۔" میں نے کہا۔ چائے پیتے رہے سوچتے رہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ موضوع بدل دیا۔

"راٹھور صاحب کا کیا حال ہے؟"

"قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے اسے چند چھڑیاں تو ماری تھیں مگر ایسی کوئی ضرب نہیں ماری جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ ویسے معاملہ بہت سنگین ہوگیا ہے۔ راٹھور صاحب سخت خطرے میں ہیں۔"

"تفتیش کون کر رہا ہے؟"

"اسپیشل والے اور پھر نادر علی انچارج ہیں۔ نادر علی صاحب کی راٹھور صاحب سے چلتی ہے میرے خیال میں بس وہ پوری کوشش کریں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں علم ہے کہ معاملہ ایک مرکزی وزیر کے رشتہ دار کا ہے' سعید نوری صاحب شمشیر دارا کے گھر جا بیٹھے ہیں اور شمشیر دارا صاحب آئی جی صاحب سے مسلسل رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ بات ضرورت سے کہیں زیادہ بگڑ سکتی ہے۔" میں تشویش زدہ نظروں سے شہریار کو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

"تمہارا ذاتی خیال کیا ہے شہریار..... ایس پی راٹھور صاحب بگڑے ہوئے آدمی تو ہیں' لیکن ایسے ناتجربہ کار بھی نہیں کہ ایسا کوئی کام کر بیٹھیں۔" شہریار کچھ سوچنے لگا پھر بولا.....

"راٹھور صاحب قسمیں کھا رہے ہیں' خدا بہتر جانتا ہے کہ ان قسموں میں کس قدر سچائی ہے' لیکن معاملہ ذرا سا مشکوک ہے وہ یہ کہ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ انور سعید کسی بڑے آدمی کا بیٹا ہے اور پھر جو تفصیل علم میں آئی ہے وہ یہ کہ ایس پی صاحب منشیات فروشوں کی گرفتاری کے لئے گئے تھے اور کارکردگی دکھانے کے لئے جو بھی ان کے ہاتھ لگا اسے پکڑ لیا۔ انور سعید نے اس زعم میں ان کا سامنا کیا ہوگا کہ وہ ایک بڑے آدمی کا بیٹا ہے لیکن ایس پی صاحب کیا جانتے تھے' یہ بات انہیں ناگوار گزری' ہو سکتا ہے تھانے میں بھی اس نے کوئی تلخ کلامی کی ہو اور ایس پی صاحب برداشت نہ کر سکے ہوں۔"

"کیا خیال ہے شہریار' راٹھور صاحب سے ملاقات کی جائے.....؟"

"تم کرو گی.....؟"

"ہاں کیا حرج ہے.....!"

"مگر اس سے فائدہ.....؟"

"اگر راٹھور صاحب یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر تو کچھ کرنا پڑے گا۔ کم از کم یہ کھوج تو کی جائے کہ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر یہ کیا ہوا.....؟"

"یہ تو ٹھیک ہے' لیکن راٹھور صاحب سے تو تمہاری بھی رنجش ہے۔" شہریار بولا.....



"یہ بات تم کہہ رہے ہو شہریار....." میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا..... شہریار کو دوسرا واقعہ تو معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا جس میں بات پہلے سے بھی کہیں زیادہ بگڑ گئی تھی' مجھے راٹھور صاحب کے وہ الفاظ یاد تھے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر کبھی میں ان کے جال میں پھنس گئی تو بچنا مشکل ہو جائے گا لیکن وقت نے راٹھور صاحب کو خود ایک خوفناک جال میں پھنسا دیا تھا' مجھے ان کے الفاظ نظرانداز کرنے تھے..... ورنہ یہ خاموشی انتقام کے مترادف ہوتی۔ شہریار نے شانہ ہلاتے ہوئے کہا.....

"اگر تمہاری خواہش ہے تو ان سے ملا جا سکتا ہے بس ذرا نادر علی صاحب کو ذہن میں رکھنا ہوگا....."

"تو پھر آؤ کوشش کرتے ہیں۔" شہریار نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا.....

"طے یہ کر لیا ہے تم نے کہ کبھی سکون سے نہ رہنے دو گی۔ آج کی چھٹی سارے ہنگاموں سے دور رہ کر اس لئے کی تھی کہ کچھ شعروشاعری ہوگی' مستقبل کے افسانے گھڑے جائیں گے' کچھ ایسی باتیں کریں گے جو ذہن و دل کے لئے ٹانک کی حیثیت رکھتی ہوں' یہ سوچیں گے کہ خان صاحب کی اس نظر عنایت میں کون سے رمز پوشیدہ ہیں لیکن تم نے کبھی وہ ہونے دیا ہم نے سوچا.....؟"

"مائل کو۔ میں نے ایک خوبصورت غلاف میں ملفوف کر کے مخمل کی ایک حسین ڈبیہ میں رکھ دیا ہے' اور اس ڈبیہ کو ایک ایسے نوادرخانے میں محفوظ کر دیا گیا ہے' جہاں کسی کی نگاہ نہ پہنچے اور اس وقت شہریار کی ذات کو اتنا ہی پتھریلا ہونا چاہئے کہ اس کی حیثیت برقرار رہے' مائل کی واپسی ہوگئی تو شہریار کی حیثیت کمزور پڑ جائے گی' اس لئے مستقبل کے افسانے اور مائل کی شعروشاعری کو ابھی شہریار سے دور رکھو چلو....." میں اٹھ کر باہر نکل آئی۔ وہ میرے ساتھ پھر کار میں واپس آگیا اور تھوڑی دیر کے بعد کار پولیس ہیڈکوارٹر کی جانب چل پڑی۔ شہریار ڈی ایس پی تھا اور اتنا بے اختیار بھی نہیں تھا کہ راٹھور صاحب تک رسائی حاصل کرنے میں اسے کوئی دقت ہو سکتی۔ میں راٹھور صاحب کو دیکھ کر حیران رہ گئی' حلیہ ہی بدل گیا تھا' آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے۔ ہونٹ سوکھے ہوئے تھے بال منتشر تھے آنکھوں میں خوف منجمد تھا۔ سفید لباس میں ملبوس تھے۔ ایک طرف جائے نماز بچھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں تسبیح تھی۔ مجھے ایسے دیکھا جیسے پہچان نہ سکے ہوں پھر شاید پہچان لیا۔ آنکھیں بند کر لی تھیں انہوں نے دل دھل گیا سب کچھ بھول گئی۔ شہریار نے سلوٹ کیا اور بولا۔

"سر مس لیلیٰ آپ سے ملنا چاہتی تھیں۔" راٹھور صاحب کے چہرے پر تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں پھر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

"آپ کیسی ہیں مس لیلیٰ؟"

"ٹھیک ہوں جناب۔ زحمت کی معافی چاہتی ہوں۔ میری آرزو ہے کہ آپ سے کچھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



معلومات حاصل کروں۔"

"فرمایئے.....؟"

"سر آپ مجھے اس کیس کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے.....؟"

"میں نے اسے ہلاک نہیں کیا مس لنڈی۔ وہ بے گناہ تھا یہ بات میں جانتا تھا بس اس نے ان لوگوں کو گرفتار کرتے ہوئے مجھ سے بدزبانی کی تھی جس پر مجھے غصہ آگیا اور میں اسے بھی پکڑ لایا۔ تھانے لاکر میں نے اسے چند بید مارے جو اس کی ٹانگوں بازوؤں اور کمر پر مارے گئے تھے وہ بالکل توانا تھا بعد میں اسے لاک اپ میں ڈال دیا گیا۔ بعد میں وہ مرگیا۔"

"آپ کو اس کی موت کی اطلاع کب ملی.....؟"

"اسی رات دو بجے۔"

"کس نے اطلاع دی؟"

"ہیڈ محرر انتظار علی نے۔"

"پھر آپ نے کیا کیا.....؟"

"اس تھانے کا انچارج باہر گیا ہوا تھا۔ میں فوراً تھانے گیا اور میں نے اسے دیکھا وہ مرچکا تھا۔ میں اس کی لاش سرکاری ہسپتال لے آیا۔"

"آپ نے وہاں موجود لوگوں سے معلومات حاصل کیں۔"

"ہاں..... مگر کوئی نہیں کہتا کہ میرے بعد بھی کسی نے اسے مارا۔ میں نے اس کی ہدایت بھی نہیں کی تھی۔ خود میں نہیں سمجھ سکا کہ آخر وہ کیسے مرگیا مگر....." راٹھور صاحب گہری سانس لے کے خاموش ہوگئے۔

"سر آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ نہیں اترا.....؟" میں نے راٹھور صاحب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں مس لنڈی خدا کی قسم ایسا نہیں ہوا۔"

"تب سر' مجھے اور شہریار کو اجازت دیجئے کہ ہم اس کیس پر کام کریں۔ خدا کی قسم سر ہماری خواہش اس کے سوا کچھ نہیں ہوگی کہ ہم حقائق کو بے نقاب کریں اور اصل مجرم سامنے لے آئیں۔ آپ خدا کے بعد ہماری محنت پر یقین رکھیں ہم آپ کو انتہائی عزت کے ساتھ اس کیس سے نکالیں گے۔"

راٹھور صاحب نے گردن جھکالی آنسوؤں کے چند قطرے ان کی آنکھوں سے گر کر زمین پر پھیل گئے۔ "آپ ہمت سے کام لیں انکل۔ اگر ہم ساری سچائیاں سامنے نہ لاسکے تو یہ سارا کام چھوڑ دیں گے شہریار اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیں گے اور میں۔" میں شدت جذبات سے جملہ پورا نہ کرسکی۔ بعد میں' میں نے صرف خدا حافظ کہا اور شہریار کے ساتھ واپس چل پڑی۔ کار میں بیٹھ کر میں نے شہریار سے کہا۔



"شہریار' مجھے پوسٹ مارٹم رپورٹ چاہئے۔ مکمل رپورٹ ' زیادہ سے زیادہ کل تک.....!"

"میں حاصل کرلوں گا....." شہریار نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

شہریار نے پوسٹ مارٹم رپورٹ حاصل کرلی۔ دوسرے دن دوپہر بارہ بجے اس نے مجھے اخبار کے دفتر فون کیا۔ "لنڈی دوپہر کو کس وقت پہنچو گی.....؟"

"جس وقت تم کہو' کوئی خاص بات ہے.....؟"

"پوسٹ مارٹم مل گئی ہے۔"

"تم مصروف تو نہیں ہو....."

"نہیں بتاؤ۔"

"ایک بجے آجاؤ' میں دفتر میں ملوں گی۔" میں نے کہا۔ ٹھیک ایک بجے شہریار آگیا تھا۔ مجھے بھی پانچ منٹ ہوئے تھے اور میں گل بدر سے باتیں کر رہی تھی۔ "ہاں دکھاؤ کیا رپورٹ ہے.....؟" میں نے دلچسپی سے کہا اور شہریار نے پوسٹ مارٹم رپورٹ کی نقل میرے سامنے رکھ دی میں اس پر جھک گئی تھی۔ تفصیل یوں تھی۔ مقتول جسمانی طور پر بالکل تندرست تھا اسے کوئی بیماری نہیں تھی اس کے جسم پر بید کے پانچ نشان تھے۔ دو کمر پر ایک شانے کے نزدیک بازو پر دو پنڈلیوں پر۔ موت دل پر ضرب پڑنے سے واقع ہوئی' سینے پر کوئی نشان نہیں تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دل کے مقام پر گھونسہ مارا گیا اور اس تکنیک سے مارا گیا کہ گوشت نہ کچلے اور ضرب براہ راست ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دل پھٹ گیا جس سے فوری موت واقع ہوگئی۔

"اوہائی گاڈ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں کیا بات ہے.....؟" شہریار نے پوچھا۔

"تم نے رپورٹ پڑھ لی؟"

"ہاں.....!"

"کیا نتیجہ اخذ کیا.....؟"

"قتل' سوچا سمجھا قتل۔" شہریار پرسکون لہجے میں بولا۔ اور میں سنسنی خیز نظروں سے اسے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔

"اپنے نظریات بیان کرو.....!"

"موت کا وقت ساڑھے گیارہ بجے ہے۔ راٹھور صاحب اس وقت تھانے میں موجود نہیں تھے۔ دل پر ضرب لگی تو دل پھٹ گیا۔ ایسا فوراً" ہوا اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مقتول ضرب کے بعد کچھ گھنٹے زندہ رہا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بعد یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ بیدوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ان نشانات کا موت سے کوئی تعلق نہیں موت بعد میں اس گھونسے سے واقع ہوئی جو ساڑھے گیارہ بجے اس کے دل پر مارا گیا تھا۔ اور ساڑھے گیارہ بجے راٹھور صاحب تھانے میں نہیں تھے۔"

"مگر وہ تھانے میں تھا شہریار۔" میں نے کہا۔

"ہاں..... اس طرح پورا کھیل بدل گیا۔ بہت سی باتیں غور طلب ہیں پتہ نہیں صحیح تفتیش کیوں نہیں ہو رہی۔ بات پھر نادر علی تک پہنچ جاتی ہے اور حکام صرف اس لئے الجھے نظر آتے ہیں کہ معاملہ مرکزی وزیر کے عزیز کے بیٹے کا ہے اور اسے راٹھور صاحب نے پکڑا اور مارا تھا اس لئے وہ مجرم ہیں۔ اور نادر علی صاحب۔ راٹھور صاحب سے پرخاش رکھتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ بہت الجھا ہوا ہے شہریار۔"

"لیکن اب ہم غیر متعلق نہیں رہ سکتے' تم راٹھور صاحب سے وعدہ کر چکی ہو۔"

"غیر متعلق رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں ٹس رپورٹ کی بنیاد پر ہی راٹھور صاحب کو آزادی مل سکتی ہے۔"

"مگر ایسا نہ کرنا۔"

"کیوں.....؟"

"اس لئے کہ معاملہ مرکزی وزیر کے رشتہ دار کا ہے اگر ہم راٹھور صاحب کو رہا کرا لیتے ہیں تو فوری طور پر اصل مجرم درکار ہوگا اور خوامخواہ لے دے بچ جائے گی نادر علی ہمارے دشمن ہو جائیں گے اس طرح کم از کم نادر علی صاحب راٹھور صاحب کے گرد جال بننے میں مصروف رہیں گے اور دوسری طرف توجہ نہیں دیں گے ہم لوگوں کو کام کرنے کی آسانی رہے گی۔" مجھے ہنسی آگئی۔

"اپنی برادری کو خوب سمجھ لیا ہے تم نے" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے.....؟" شہریار نے کہا۔

"اب تو بقیہ زندگی تمہاری ہر رائے پر اتفاق کرنا پڑے گا۔" میں ہنستی ہوئی بولی۔

"ایں.....؟" شہریار اچھل پر بولا۔

"ہمیں کام کرنے کے لئے ایک لائحہ عمل بنانا ہے اور مخصوص لائنوں پر کام کرنا ہے۔ کم از کم یہ وضاحت ہو گئی کہ اس کی موت کے ذمے دار راٹھور صاحب نہیں ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"لبنیٰ.....!" شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔ اور میں اسے شرارت سے دیکھنے لگی۔ "مجھے ڈنر پر کیوں بلایا گیا تھا۔" وہ اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا اور میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

"تمہیں بتانا پڑے گا.....!" شہریار نے کہا۔

"پتہ چل گیا تو ضرور بتا دوں گی۔" میں نے بدستور ہنستے ہوئے جواب دیا۔



"تمہیں پتہ ہے۔"

"بالکل نہیں اور اب تم واپس پٹڑی پر آجاؤ۔ میں فضول باتوں سے چڑتی ہوں۔"

"خدا کی قسم لبنیٰ نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ راتوں کو جاگ رہا ہوں ایک سحر طاری ہے اس دن سے۔ آہ ان سب سے کتنی محبت محسوس ہو رہی تھی کیسے اپنے اپنے لگ رہے تھے سب۔ لبنیٰ کوئی دن ایسا آئے گا.....؟"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے شہریار....." میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں بولو..... کیا.....؟" شہریار بے چینی سے بولا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر راٹھور صاحب نے دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے نہیں مارا تو پھر وہ کیسے مرا.....؟"

شہریار غصیلی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو کروں تو شہریار کی سات پشتوں پر لعنت ہوگی۔ ہاں تو تم کہہ رہی تھیں کہ پھر وہ کیسے مرا.....؟" شہریار کے انداز پر مجھے پھر ہنسی آگئی تھی وہ بولا۔ "یہ قتل ہے کھلا قتل.....!"

"لاک اپ میں قتل۔ پولیس کسٹڈی میں قتل....."

"بالکل نئی بات نہیں ہے۔"

"قاتل وہاں کیسے پہنچا.....؟"

"تحقیق کرنا ہوگی۔"

"قاتل کون ہے اور قتل کیوں ہوا.....؟"

"معلوم کرنا پڑے گا.....؟"

"اس طرح تو یہ باقاعدہ کیس بن جاتا ہے۔"

"پہلے بھی تھا.....!"

"نہیں پہلے اسے سوچا سمجھا قتل نہیں کہا جا سکتا تھا۔ واقعات بہت سادہ تھے۔ پولیس افسر نے منشیات فروشوں کے سلسلے میں چھاپہ مارا چند لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایک شخص نے مداخلت کی تو اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ مارپیٹ ہوئی اور وہ مر گیا۔ بعد میں بات اس لئے بڑھ گئی کہ وہ ایک بڑے آدمی کا بیٹا تھا۔ اب تک کوئی قابل تحقیق بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ ایک پولیس آفیسر کے تشدد کا شکار ہوا اور پولیس افسر اس تشدد سے انکار کرتا ہے۔"

"تو میں کیا کروں.....؟" شہریار نے کہا۔

"بلاوجہ ناراض ہو رہے ہو' اس قتل کی تحقیقات کرو.....!" وہ سعید نوری صاحب کی بیوی کا سوتیلا بیٹا تھا۔"

"تو میں کیا کروں۔" شہریار نے کہا پھر ایک دم اچھل پڑا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر

مجھے دیکھا اور بولا۔

"تمہیں کیسے معلوم.....؟"

"نوری صاحب کی دو بیٹیاں اور ہیں۔ ان کی دوسری بیوی کی اولاد' انور سعید بچپن سے اپنی دوسری ماں سے نفرت کرتا تھا۔ بہنوں کے ساتھ بھی اس کا رویہ بہتر نہیں تھا۔ پھر یہ صورت حال پیش آئی۔"

"تمہاری پرانی عادت ہے۔" شہریار منہ بنا کر بولا۔

"دیکھو اب میں ناراض ہو جاؤں گی تم باز نہیں آرہے۔" میں نے کہا۔

"بقیہ زندگی میری رائے سے اتفاق کرنے کی بات کس نے کی تھی۔" وہ مجھے گھور کر بولا۔

"آئندہ نہیں کروں گی.....!" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ارے واہ..... کیوں نہیں کرو گی فی الحال انہی باتوں پر تو جی رہا ہوں۔ اور کیا معلوم ہوا ان لوگوں سے.....؟" شہریار نے کہا۔

"پہلی بیوی کی موت کے بعد نوری صاحب نے دوسری شادی کی لیکن وہ دوسری بیوی سے مطمئن نہ رہے۔"

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ کچھ مشکوک کردار ہیں۔"

"ظاہر ہے وہ قتل کیا گیا ہے۔ اس کے سسرال میں بیوی ہے اس کا بھائی ہے جو ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ ٹانگ سے معذور ہونے کے بعد ریٹائرڈ ہو گیا۔"

"کیا نام ہے.....؟"

"ارشاد علی' میں اسے جانتا ہوں بدنام آدمی ہے..... خطرناک بھی۔"

"نسرین سلطانہ اس کی بہن تھی۔"

"وہ کیا کہتی ہے.....؟" شہریار نے پوچھا۔

"ارشاد علی نے مجھے اس سے ملنے نہیں دیا۔"

"کافی کام کر چکی ہو' بے چارے راٹھور صاحب' خیر اب بتاؤ کیا کریں؟۔"

"نادر صاحب کو راٹھور صاحب میں مصروف رہنے دو ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ نوری صاحب کی بیگم سے میں مل چکی نوری صاحب سے ملنا ہے اس کے علاوہ انتظار علی' جس نے راٹھور صاحب کو موت کی اطلاع دی تھی وہ تینوں کانسٹیبل بھی قید میں ہیں کیا؟"

"نہیں انہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔"

"اس کے علاوہ انور سعید کے سسرال والے۔ اس کی بیوی۔" میں نے کہا اور شہریار گردن ہلانے لگا۔ ہم لوگ جاوید قریشی کے تھانے پہنچ گئے۔ جاوید شہریار کے سامنے مودب ہو گیا تھا۔

"انتظار علی ہیڈ محرر کو بلاؤ۔" شہریار نے کہا۔ ہیڈ محرر ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس نے سلوٹ کیا۔ "تمہاری ڈیوٹی کس وقت ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"آج دن میں ہوں سرکار۔"

"جس دن انور سعید کی موت واقعی ہوئی اس دن ڈیوٹی کب کی تھی؟"

"رات گیارہ بجے سے صبح تک"

"تم نے راٹھور صاحب کو اس کی موت کی اطلاع دی تھی؟"

"جی سر۔"

"کس وقت؟"

"رات بہت گزر چکی تھی۔ دو بجے ہوں گے۔"

"لاک اپ پر کس کی ڈیوٹی تھی؟"

"تجمل خان کی۔"

"تمہیں موت کا علم کیسے ہوا؟"

"میں نے اسے خود دیکھا تھا؟"

"کیا مطلب؟"

"تجمل خان سے سگریٹ مانگنے گیا تھا۔ میں نے لاک اپ کے قیدی کو دیکھا اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور وہ ایسے پڑا تھا جیسے زندہ نہ ہو۔"

"تجمل خان نے اسے نہیں دیکھا تھا۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟" شہریار نے کڑک کر پوچھا۔

"وہ مال خانے پر اکبر شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔"

"ڈیوٹی پر نہیں تھا۔"

"نہیں جناب۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"میں نے اللہ داد صاحب کو بتایا اور وہ میرے ساتھ دوڑ کر لاک اپ پر آئے۔ پھر تجمل خان بھی آگیا اس سے چابی لیکر ہم نے ملزم کو چیک کیا۔ وہ مر چکا تھا سب کی حالت خراب ہو گئی ہم نے فوراً ایس پی صاحب کو فون کیا۔ ایس پی صاحب آئے اور لاش لے گئے۔" انتظار علی نے تفصیل بتائی۔ شہریار نے میری طرف دیکھا تو میں نے پوچھا۔

"وہ لاک اپ میں اکیلا تھا؟"

"جی۔"

"باقی لوگ جو اس کے ساتھ پکڑے گئے تھے۔"

"انہیں تو ایس پی صاحب نے پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔"

"صرف اسے بند کیا تھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"جی۔"

"ایس پی صاحب کس وقت گئے تھے؟"

"کوئی ساڑھے نو بجے۔"

"تم نے اسے کس وقت تک زندہ دیکھا تھا؟"

"میں نے۔" انتظار علی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو اسے دیکھا ہی نہیں تھا۔"

"ایس پی صاحب تمہارے سامنے ہی گئے تھے۔"

"جی۔"

"اور دوبارہ واپس نہیں آئے۔"

"بس اس وقت آئے تھے جب میں نے انہیں بلایا تھا۔"

"وہ تینوں آدمی اس وقت ڈیوٹی پر موجود ہیں۔ میرا مطلب ہے ہیڈ کانسٹیبل اللہ داد' جمل خان اور اکبر خان۔"

"اللہ داد صاحب بیمار ہیں۔ باقی دونوں موجود ہیں۔" میں نے شہریار کو اشارہ کیا اور اس نے انتظار علی کو جانے کی اجازت دیدی۔ شہریار نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا تو میں نے گردن ہلادی۔ اب یہاں رکنا بیکار تھا۔ تھانے سے میں نے سعید نوری صاحب کے گھر فون کیا ملازم نے بتایا کہ صاحب موجود نہیں ہیں اس کے بعد ہم باہر نکل آئے تھے۔ شہریار نے کہا۔

"راٹھور صاحب تو واقعی بے قصور پھنس گئے ہیں' میرے خیال میں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔" میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"سعید نوری کو کیسے پکڑا جائے؟"

"تلاش کرکے۔"

"کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس ہیڈ آفس چلنا ہوگا۔" شہریار نے کہا اور ہم پولیس ہیڈ آفس چل پڑے۔ راستے میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہیڈ آفس کے پارکنگ لاٹ پر ابراہیم شاہ صاحب نظر آئے۔ ایک اور شخص اس کے ساتھ تھا۔ سڈول جسم اور عمدہ صحت کا مالک لیکن ادھیڑ عمر' شاہ صاحب اسے شاید اس کی گاڑی تک چھوڑنے آئے تھے۔ ہمیں دیکھ کر رک گئے۔ میں نے انہیں دور سے سلام کیا تھا اور وہ جواب دیکر اپنے ساتھی سے کچھ کہنے لگے تھے۔ ظاہر ہے مجھے ان کے قریب جانا تھا۔ شہریار نے سلوٹ کیا اور مودب ہوگیا۔ شاہ صاحب بولے۔

"ہیلو لیٹی دی گریٹ' کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں سر۔"

"آپ کیسے ہیں مسٹر شہریار؟"

"تھینک یو سر۔"



"یہ سعید نوری ہیں' ان کے ساتھ بہت بڑی ٹریجڈی ہوگئی ہے تم نے انور سعید کے بارے میں سنا ہوگا۔" میں نے اور شہریار نے چونک کر اسے اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا ہمیں شدید حیرت ہوئی تھی۔ "فخری صاحب کے دفتر میں' میں نے ان سے شہریار کا تذکرہ کیا تھا اور مشورہ دیا تھا کہ یہ ان سے مل لیں۔ اتفاق سے تم دونوں نظر آگئے۔"

"ہیلو سر۔" شہریار نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا لیکن سعید نوری نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا اور بولا۔

"نہیں مسٹر' میں پولیس کا دشمن ہوں آپ لوگوں کے ہاتھ انسانی خون سے لتھڑے ہوئے ہیں اور مجھے ان ہاتھوں سے لہو ٹپکتا محسوس ہوتا ہے۔ آپ اپنا ہاتھ سونگھئے اس سے آپ کو انسانی خون کی بو آئے گی۔" شہریار نے حیرت سے اپنا ہاتھ دیکھا اور پھر اسے ناک کی طرف بڑھاتے بڑھاتے رک گیا۔ ایس پی شاہ نے جلدی سے بات سنبھال لی۔

"آیئے نوری صاحب' تھوڑا وقت دیجئے۔ آؤ لیٹی۔" سعید نوری ناگواری کے انداز میں ہم سب کے ساتھ چل پڑا۔ شاہ صاحب ہمیں اپنے دفتر لے گئے تھے۔ انہوں نے سب کو بیٹھنے کی پیشکش کی اور دروازہ بند کرادیا۔ پھر وہ شہریار سے بولے۔

"نوری صاحب غمزدہ انسان ہیں شہریار' ان کی بات کو محسوس نہ کرنا۔ تمہیں انور سعید کی موت کے بارے میں معلوم ہے۔"

"جی سر' ایس پی راٹھور کا نام اس میں شامل ہے۔"

"پولیس بعض اوقات تشدد میں بے قابو ہو جاتی ہے لیکن اس کے کچھ خاص عوامل ہوتے ہیں جبکہ اس کیس میں یہ عوامل نہیں تھے راٹھور صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسے صرف چھڑیاں ماری تھیں جن سے وہ مر نہیں سکتا۔"

"آہ کاش' آپ لوگ اپنے گھروں میں' اپنے بچوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرکے دیکھیں۔ نہ جانے آپ لوگوں کو یہ اجازت کونسے قانون نے دی ہے۔ تھانوں میں انسان کے ساتھ وحشیانہ عمل آخر آپ کونسے قانون کے تحت کرتے ہیں۔ دنیا کے اور کون کونسے ملک میں ایسا ہوتا ہے محکمہ پولیس جرائم کے خاتمے' قانون پر عمل کرانے کا ایک ادارہ ہے۔ دوسرے تمام سرکاری اداروں کی طرح مگر یہ صرف دہشت اور بربریت کا نشان بن کر رہ گیا ہے آپ لوگ بے تکان ہر صاحب عزت کو گالیاں دیتے ہیں۔ برسرعام تھپڑ مار دیتے ہیں۔ تھانوں میں لاکر انہیں مارتے ہیں۔ کیوں..... سزا دلوادیں یہ آپ کا کام ہے یہ سزائیں آپ خود کیوں دیتے ہیں۔ یہ قانون کہاں سے آیا ہے۔ ماں باپ خون جگر سے اپنے جگر گوشوں کو پالتے ہیں اور آپ آسانی سے انہیں چند چھڑیاں مار دیتے ہیں۔ چند چھڑیاں۔"

سب خاموش تھے۔ نوری صاحب نے کہا۔ "جی شاہ صاحب کیا کرنا ہے مجھے؟"

"تھوڑا سا تعاون کیجئے نوری صاحب۔" شہریار نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"جی۔ فرمائیے؟"

"راٹھور صاحب گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ اگر وہ انور سعید کے قاتل ثابت ہو گئے تو قانون انہیں اپنے اختیارات سے تجاوز کرنے کی سزا دے گا لیکن یہ بات آپ خود بھی جانتے ہیں کہ انہیں انور سعید سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ہم پورے عوامل سے واقف ہو کر ان کے خلاف قانون کی مدد کریں گے۔ ہو سکتا ہے انور سعید کی موت راٹھور صاحب کے ہاتھوں نہ ہوئی ہو۔ اگر ایسا ہوا ہے تو پھر انور سعید کے قتل کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟"

"دیکھا آپ نے شاہ صاحب میرے خدشات کی تصدیق ہو گئی۔ قاتل تو عام حالات میں بھی بچا لیا جاتا ہے یہ تو ایک بڑے پولیس آفیسر کا معاملہ ہے مگر میں نے بھی یہ بات شمشیر بھائی کے کانوں میں ڈال دی ہے میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ اس بار قاتل ایک پولیس افسر ہے۔ محکمہ پولیس اپنے افسر کو بچانے کی پوری کوشش کرے گا۔ زیادہ ہی مشکل پیش آئی تو پھانسی کا پھندہ کسی بے گناہ کی گردن میں فٹ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ محترم ڈی ایس پی صاحب' ایس پی صاحب نے ایک بے گناہ کو صرف اس لئے گرفتار کیا کہ اس نے چند دوسرے بے گناہوں کی گرفتاری پر احتجاج کیا تھا۔ انہوں نے اسے لاک اپ میں بند کر دیا جہاں وہ مر گیا۔ یعنی اس کی موت لاک اپ میں پولیس کی تحویل میں ہوئی اور آپ اس کے قتل کے بیرونی اسباب تلاش کر رہے ہیں۔ خوب۔ بہت خوب۔" سعید نوری نے شدید طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ایسے واقعات پہلے بھی ہو چکے ہیں جناب' کورٹ ایریا میں کمرہ عدالت میں' لاک اپ میں' جیل میں ہسپتال میں۔ قاتل پوری ذہانت سے پلاننگ کرتا ہے اور اپنا کام کر گزرتا ہے ہم قتل کا الزام کسی دوسرے پر نہیں ڈالنا چاہتے بلکہ اصل قاتل کو تلاش کرنا چاہتے ہیں" شہریار نے اس طنز کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔

"تو میں کب انکار کر رہا ہوں۔ ضرور تلاش کیجئے آپ قاتل کو' مگر وہ میری جیب میں کہاں ہے۔ میں کیا تعاون کر سکتا ہوں۔ مجھ سے کیا چاہتے ہیں آپ کیا میں قاتل کو جانتا ہوں۔"

"اس کے لئے آپ کو کچھ سوالات کے جواب دینا ہوں گے۔"

"اور آپ ان جوابات سے قاتل تلاش کر لیں گے۔ تلاش کیجئے۔ آپ کے خیال میں قاتل کون ہو سکتا ہے؟"

"خود آپ بھی اپنے بیٹے کے قاتل ہو سکتے ہیں نوری صاحب' کیونکہ اس نے آپ سے بغاوت کی تھی آپ کے خاندانی وقار کا خیال کئے بغیر اس نے ایک پسماندہ گھرانے میں شادی کر لی تھی۔" شہریار بولا اور سعید نوری کھڑا ہو گیا۔

"دس از نو مچ شاہ صاحب۔ آپ کو میری اس توہین کی جوابدہی کرنی ہو گی۔"

"بیٹھ جائیے نوری صاحب' آپ اپنی مملکت میں یا اپنے وزیر رشتے دار کی کوٹھی میں نہیں ہیں۔ یہ پولیس ہیڈ آفس ہے اور یہاں کے کچھ آداب ہوتے ہیں ایک ادنے کانسٹیبل آپ



کو گردن سے پکڑ کر لاک اپ میں بند کر سکتا ہے اور پھر آپ کی زبان کھلوا سکتا ہے۔ بیٹھ جائیے اور پولیس کی توہین میں کوئی دوسرا لفظ منہ سے نہ نکالئے ورنہ آپ کو خمیازہ بھگتنا ہو گا۔" شہریار کی گرجدار آواز ابھری۔ ابراہیم شاہ صاحب نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے۔ سعید نوری ایکدم نروس ہو گیا تھا اور پھر غیر اختیاری انداز میں بیٹھ گیا تھا۔ مگر شہریار کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور ان میں بے پناہ چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "اب آپ کو بہتر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ پولیس کو بعض اوقات قانون کیوں ہاتھ میں لینا پڑتا ہے ہم قانون کے ملازم ہیں اور اس کی برتری جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں مگر آپ جیسے رشتے دار قانون کو بے بی کھلونا سمجھتے ہیں اور اس کی توہین ناکارہ کرنا چاہتے ہیں ہمیں یہ توہین گوارہ نہیں ہوتی۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔ جواب دیں۔"

"جی۔" سعید نوری کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"انور سعید آپ کا بیٹا تھا پھر وہ اس گندی سی بستی کے گندے سے مکان میں کیوں رہتا تھا۔"

"اس نے میری مرضی کے خلاف اس گھرانے کی لڑکی سے شادی کر لی تھی۔"

"کیا اس نے وہ شادی آپ کے ذریعے نہیں کرنا چاہی تھی؟"

"چاہی تھی۔"

"پھر؟"

"میں نے انکار کر دیا۔"

"اور اسے گھر سے نکال دیا۔"

"ہاں میں اپنے خاندان میں ایسی لڑکی کو نہیں برداشت کر سکتا تھا۔"

"اس کا قتل آپ کے اس غصے کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے نوری صاحب۔" شہریار نے کہا۔

"آپ نے..... آپ نے مجھے قاتل ثابت کرنے کیلئے روکا تھا شاہ صاحب' میں اس کا باپ' اپنے اکلوتے بیٹے کو قتل کر سکتا ہوں۔" سعید نوری نے پھر فریاد کی۔

"آپ کی بے پناہ محبت اس وقت نہیں جاگی جب وہ ایک معمولی سی نوکری کر کے گزر بسر کر رہا تھا۔ اس تھرڈ کلاس گھر میں گزارا کر رہا تھا۔ آپ کی محبت اس وقت نہیں جاگی جب آپ اس کے لئے سوتیلی ماں لائے تھے۔ اس نے بچپن سے جوانی تک کی عمر سخت گھٹن اور ذہنی کرب میں گزاری' کیا اس نے آپ کی دوسری بیوی کو ماں کی حیثیت سے قبول کیا۔ کیا اس نے آپ کی دوسری بیوی کی بیٹیوں کو بہن کی حیثیت سے قبول کیا۔ آپ نے اسے ساری زندگی کرب کا شکار رکھا اور اس کی آخری یا پہلی خوشی کو بھی پورا نہ کیا اور اسے گھر سے نکال دیا۔ کیا یہ قتل اس توہین کا نتیجہ نہیں ہو سکتا جو آپ نے محسوس کی۔ یا پھر یہ قتل ان تین شخصیتوں کے ایما پر بھی ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنے اور آپ کے درمیان ہمیشہ انور سعید کو حائل سمجھا۔ آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نے ہمیشہ اپنی بیوی کو عدم اعتماد کو شکار رکھا اور اس کی وجہ انور تھا۔ کیا وہ یہ انتقامی کاروائی نہیں کرسکتی.....!"

شہریار نے ایسا دھماکہ کیا تھا کہ سعید نوری پتھرا گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ شاہ صاحب بھی منہ کھولے رہ گئے تھے۔ میں بہت مسرور تھی۔ شہریار نے ان معلومات کا بہترین فائدہ حاصل کیا تھا۔

"آپ کو..... آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا ہے۔" نہ جانے کس طرح سعید نوری کے حلق سے آواز نکلی!"

"میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں نوری صاحب کہ تصویر کے ہر رخ کو سامنے رکھنا پڑتا ہے ہم آپ کے غم میں شریک ہیں لیکن ہمیں اس قتل کی صحیح تفتیش کرنی ہے اگر ایس پی راٹھور اس کے ذمہ دار ہوئے تو ان کے خلاف رپورٹ پیش کر دی جائیگی۔ اور عدالت فیصلہ کریگی لیکن صحیح رہنمائی کیلئے ہمیں معلومات تو فراہم کریں۔" سعید نوری گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر بولا۔

"سوری آفیسر۔ میں آپ سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔"

"شکریہ نوری صاحب' انور سعید کیسے مزاج کا مالک تھا؟"

"بہت تلخ..... بہت سخت۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کی دوسری بیگم کا رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ سے خراب رہا؟" شہریار نے سوال کیا۔ سعید نوری نے چند لمحات سوچا اور پھر بولا۔

"نہیں ڈی ایس پی صاحب ایسی بات نہیں میں نے لاکھ کوشش کے باوجود ایک لمحہ ایسا نہیں پایا جس میں اس نے انور کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو مگر نہ جانے کیوں۔ نہ جانے کیوں انور اس سے مانوس نہ ہوسکا۔"

"اور آپ.....؟ شہریار نے سوال کیا۔

"جی.....؟" نوری حیرانی سے بولا۔

"آپ نے اپنی بیوی سے انصاف کیا۔"

"وہ میری دو بیٹیوں کی ماں ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے نوری صاحب میں صرف معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

سعید نوری شہریار کے الفاظ سے مطمئن نہیں ہوا تھا جس کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا تھا اس نے بے یقینی کے انداز میں کہا۔

"آپ مجھے بتانا پسند کریں گے آفیسر کہ یہ خیال۔ یا ان معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"ہم اس قتل کے ہر رخ پر غور کر رہے ہیں نوری صاحب اور اصل مجرم کے بارے میں پوری چھان بین کرلینا چاہتے ہیں آپ کا جواب نامکمل رہ گیا۔"



"اس کا جواب صرف یہی دے سکتا ہوں کہ میری بیوی سازشی ذہن نہیں رکھتی نہ ہی وہ انتقامی کاروائی کرسکتی ہے۔ ہاں بس ہمارے درمیان مکمل ذہنی ہم آہنگی نہیں ہوسکی اور یہ کمی بھی میری طرف سے رہی ہے دراصل میں اپنی پہلی بیوی کو کبھی نہیں بھول سکا۔"

"نہایت اہم سوال کر رہا ہوں نوری صاحب' جواب دیں۔ آپ کو اندازہ تھا کہ آپ کا بیٹا سرکش ہے وہ سب کچھ کر گزر سکتا ہے آپ اسے پہلی بیوی کے حوالے سے بہت زیادہ چاہتے بھی تھے پھر آپ نے اس کی یہ خوشی پوری کیوں نہ کردی اس کے لئے آپ اتنے سخت کیوں ہوگئے؟"

"میں بھی ذہنی گھٹن کا شکار تھا میں نے صرف اس کی وجہ سے دردانہ کو غیر مطمئن رکھا اس کے ساتھ سخت رہا لیکن انور نے کبھی مجھے وہ حیثیت نہیں دی جو اسے دینی چاہئے تھی اس نے اپنے سرکش رویے کو میرے ساتھ بھی جاری رکھا بس یہاں میں اس سے تعاون نہ کرسکا۔"

"بعد میں آپ نے ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں جہاں اس نے شادی کی تھی؟"

"بعد میں نہیں بلکہ شادی سے پہلے میں نے ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرائی تھیں' وہ لڑکی نسرین سلطانہ انور سعید کی کلاس فیلو تھی' دونوں کے درمیان کافی عرصے سے معاشقہ چل رہا تھا اور انور سعید' نسرین سلطانہ کے گھر جایا کرتا تھا' نسرین کے اہل خاندان کو اس بارے میں معلومات حاصل تھیں' نسرین کے ماں باپ نہیں ہیں' اور بھائی اور بھاوج ہیں' بھائی کے کچھ بچے بھی ہیں وہ محکمہ پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل تھا' ایک حادثے میں اس کی ٹانگ کٹ گئی' جس کی بنا پر اسے ریٹائر کر دیا گیا' اس کے ذرائع آمدنی بہتر نہیں تھے اور ویسے بھی وہ کوئی نیک نام کانسٹیبل نہیں تھا' میں نے یہ بات بھی انور کو سمجھانے کی کوشش کی تھیں لیکن اس پر جنون سوار تھا اور ہر بات کا ایک جواز موجود تھا اس کے پاس' اس کے بعد جب اس نے شادی کرلی تو میں نے اس سے کوئی رابطہ ہی نہیں رکھا اور بعد میں میری اس سے کوئی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔"

"بیگم صاحبہ کا رویہ اس سلسلے میں کیا رہا تھا؟" شہریار نے سوال کیا.....؟"

"آپ کی مراد دردانہ سے ہے؟"

"جی۔ جی۔"

"دردانہ نے اسی دوران مجھ سے گفتگو کی تھی اور کہا تھا کہ اگر انور اس طرح سے خوش رہ سکتا ہے تو مجھے اتنا سخت نہیں ہونا چاہئے' بچوں کی خوشی تو عزیز رکھنا ہوتی ہے اگر وہ درمیانے خاندان کی ہے تو کیا ہوا' پڑھی لکھی تو ہے' ہمارے گھر میں آجائے گی تو ہر طرح سے سنبھال لیں گے اسے اور اپنے معیار کا بنانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے دردانہ کے ساتھ کبھی بہتر سلوک ہی نہیں کیا..... اس کے اس مشورے سے مجھے چڑ پیدا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہوگئی' میں نے اس سے کہا کہ وہ اس معاملے میں مداخلت نہ کرے' انور اس کا بیٹا نہیں ہے درحقیقت ڈی ایس پی صاحب' مجھے میری زیادتیوں کی سزا بھی ملی ہے۔ اپنے اکلوتے بیٹے کو کھو کر اور آپ سے گزارش ہے کہ آپ کسی بھی طور دردانہ پر شبہ نہ کریں' کم از کم اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ انور کے لئے کوئی بری بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی' زیادتی مجھ سے ہوئی تھی' آہ زیادتی مجھ سے ہی ہوئی تھی اور دل دکھانے کی سزا ضرور ملتی ہے آج میرا دل رو رہا ہے' میری آنکھیں اپنے لخت جگر کو تلاش کر رہی ہیں آہ وہ آخری بار جب میرے پاس سے گیا تو پھر مجھے نظر نہیں آیا اور اب۔" سعید نوری صاحب بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ ہم سب دکھی ہوگئے تھے' سعید نوری کچھ دیر روتا رہا۔ پھر اس نے شہریار سے کہا۔

"اور کچھ پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"ایک دو باتیں اور....."

"جی فرمایئے۔" سعید نوری نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"انور اپنے ساتھ کچھ لے گیا تھا' یقینی طور پر اس کا کچھ بینک بیلنس بھی ہوگا اور دوسری ایسی چیزیں بھی' جن سے وہ اپنے لئے کچھ کر سکتا تھا؟"

"نہیں۔ وہ اپنی چیک بکیں میرے منہ پر مار گیا تھا اور سب سے معمولی لباس پہن کر گھر سے نکل گیا تھا۔ اس نے کہا کہ جو کچھ اب تک ہو چکا ہے وہ اس پر شرمسار ہے باقی زندگی وہ مجھے کوئی تکلیف نہیں دے گا' یہ کہہ کر وہ چلا گیا تھا۔"

"ہوں بعد میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی میرا مطلب ہے رقم وغیرہ کا مسئلہ؟"

"میں کہہ چکا ہوں نا کہ اس کے بعد میں نے کبھی اس کی صورت نہیں دیکھی۔ ہاں ایک بات میں آپ کو اور بتادوں' کہ اس کا دس لاکھ روپے کا بیمہ تھا جو بہت پہلے کیا گیا تھا اور اب اس میں شاید چند ماہ ہی باقی رہ گئے ہیں۔ میں برابر اس کی پریمیم ادا کرتا رہا ہوں۔ یہ بات میں نے خصوصی طور پر آپ کے کانوں میں ڈال دی ہے۔"

"یقیناً یہ کارآمد ہے۔"

"براہ کرم اب مجھے اجازت دیں میری طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے۔ ویسے آپ جب بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہیں میرے گھر آجائیں میں۔" سعید نوری نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا ہم میں سے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ شاہ صاحب کے دفتر سے نکل گیا۔ اور کچھ دیر تک ہم لوگ خاموشی سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہے پھر شاہ صاحب نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی۔

"کمال ہے بھئی کیا کیا کہانیاں بکھری ہوئی ہیں اس دنیا میں۔ کون غلط ہے کون درست اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر شہریار کیا تم اس سلسلے میں کام کر رہے ہو؟"

"نہیں سر' میں یونہی۔ بات راٹھور صاحب پر آرہی ہے اگر انہوں نے یہ نہیں کیا ہے تو



ان کی گلوخلاصی ہونی چاہئے۔"

"لیٹی بھی اس معاملے میں ساتھ ہیں۔ یقیناً" ہوں گی۔ تمہارے ایک جملے نے سعید نوری کو چت کر دیا یہ معلومات کوشش کرکے ہی حاصل کی گئی ہوں گی۔"

"جی سر۔" شہریار نے جواب دیا۔

"تم لوگ واقعی بڑے ہو' بہت بڑے ہو' غیر سرکاری طور پر ہی سہی' مگر کام کرو اس سلسلے میں۔ اچھے لوگوں کے لئے تو سب ہی سوچتے ہیں بروں کے ساتھ بھلائی کرنا بڑا کام ہے اور پھر یہ محکمے کی عزت کا سوال بھی ہے۔"

شاہ صاحب کے پاس سے اٹھ کر باہر نکل آئے۔ شہریار نے کہا۔ "آؤ آفس میں کچھ دیر بیٹھیں جلدی تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی مجھ سے؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری اجازت کے بغیر مسز نوری کی بات چھیڑ بیٹھا تھا۔"

"زیادہ بننے کی کوشش مت کیا کرو؟"

"کیوں؟"

"تم نے سوالات کئے تھے نوری سے کیا وہ ہو بھی میں نے ہی بتائے تھے؟"

"مطلب نہیں سمجھا؟"

"بہت عمدگی سے تم نے وہ سوالات کئے بڑی کام کی باتیں تھیں۔"

"واقعی۔ یا طنز کر رہی ہو۔" شہریار نے خوش ہو کر کہا مگر پھر فوراً" سنبھل گیا۔ اچانک سامنے سے ایس پی نادر علی آگئے تھے۔ شہریار نے انہیں سلوٹ کیا۔ تو وہ رک گئے۔

"ہیلو شہریار' ہیلو مس لیٹی کیسی ہیں آپ؟"

"سر آپ کی دعائیں ہیں۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"بھئی وہ تمہارے دشمن نمبر ایک تو کیفرکردار کو پہنچ گئے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ میں راٹھور صاحب کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ نہیں سر' میری تو ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔" میں نے کہا

"فرشتہ بننے کی کوشش نہ کرو' اس لئے کہ تم فرشتہ نہیں ہو۔ مجھے انسپکٹر جاوید سے تمہاری جھڑپ کی تفصیل معلوم ہوئی تھی۔ راٹھور نے تمہیں چیلنج کیا تھا کہ وہ تمہیں کسی جال میں پھانسنے کی کوشش کریں گے۔"

"نہیں سر' آپ سے غلط الفاظ کہے گئے ہیں۔" میں نے کہا اور نادر علی ہنسنے لگے پھر شانے ہلا کر بولے۔ "نہ تسلیم کرو لیکن اس کا بچنا مشکل نظر آتا ہے۔ اوکے۔" نادر آگے بڑھ گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



شہریار میرے ساتھ دفتر میں آگیا تھا۔ کرسی پر بیٹھ کر اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا قصہ تھا؟"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"لبنیٰ۔" شہریار سرد لہجے میں بولا۔

"جی فرمایئے؟"

"یہ بے اعتمادی نہیں ہے؟"

"ان کے الفاظ یہ نہیں تھے۔"

"کب کی بات ہے۔" شہریار نے پوچھا اور میں نے اسے راٹھور صاحب کے ہسپتال میں ملنے کا مقصد سنا دیا۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا گیا۔"

"ضروری نہیں سمجھا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ جناب جوش میں آجاتے"

"راٹھور صاحب اس قابل تو نہیں ہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔" شہریار نے ناک پھلاتے ہوئے کہا۔

"شہریار، گھٹیا بات کر رہے ہو۔ صرف اپنی انا کے لئے جینا پسند کرتے ہو تم۔" میں فاتح لہجے میں بولی۔

"نہیں خیر ہمیں جو کرنا ہے وہ تو کریں گے۔ مگر تم مختلف اوقات میں میرے ساتھ زیادتی کرتی رہتی ہو۔"

"ایک رجسٹر بنالو۔ بعد میں بدلے لے لینا مجھ سے۔"

"بہت شاطر ہو تم۔ یہ بعد کا تذکرہ کرکے میری کھوپڑی ہی الٹ دیتی ہو۔ آہ بعد کا تصور کتنا حسین ہے۔ لبنیٰ بعد میں اور کیا کیا ہوگا۔" اس نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ نوری صاحب سے گفتگو کرکے تم نے کوئی اندازہ لگایا؟"

"اس سے پہلے کبھی لگایا ہے تم بتاؤ اب کیا کرنا ہے مجھے؟"

"نوری صاحب سے ایک اور ملاقات کرو ان سے بیمہ کمپنی کے تمام کوائف معلوم کرو۔ اور پھر بیمہ کمپنی سے معلوم کرو کہ بکے کے کاغذات میں کوئی تبدیلی تو نہیں کرائی گئی ہے۔"

"اوہ تم نسرین سلطانہ پر شک کر رہی ہو۔"

"میں صرف معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"سنو لبنیٰ ہم لوگ ارشاد علی سے کیوں نہ ملیں۔ نسرین سلطانہ سے بھی ملاقات کرکے تفصیلات معلوم کریں ہو سکتا ہے کچھ معلوم ہو جائے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔



"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

"پھر؟"

"حالات اس کے لئے سازگار نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب پہیلیاں بجھا رہی ہو.....؟"

"بھئی میں گئی تھی وہاں۔ پولیس کے سلسلے میں وہاں بہت برے تاثرات پائے جاتے ہیں اور تم ایسی بستیوں کے بارے میں جانتے ہی ہو، قانون کو ہاتھ میں لے لینا ان لوگوں کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہوتا، بعد میں جو نتائج ہوتے ہیں وہ کسی کے لئے خوشگوار نہیں ہوتے۔"

"تم تو گئیں تھی وہاں؟"

"ہاں ہاں گئی تھی۔ میں نے ارشاد علی سے ملاقات بھی کی تھی حالانکہ خود بھی پولیس میں رہ چکا ہے، لیکن اب وہ باتیں نہیں کرتا۔ ویسے کافی شاطر آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے نسرین سلطانہ سے بھی ملاقات کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس نے اس میں مجھے کامیاب نہیں ہونے دیا، اور مجھے وہاں سے نامراد واپس آنا پڑا....."

"لبنیٰ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی، تم چاہے مجھ سے کچھ بھی کہہ لو لیکن یہ چیز میں نے ہمیشہ سے محسوس کی ہے کہ ایسے معاملات میں تم خفیہ طور پر بھی کاروائیاں شروع کر دیتی ہو اور عموماً ایسا ہی ہوا ہے کہ بعد میں تم نے مجھ پر انکشافات کئے ہیں، اس سے تمہارا مقصد کیا ہوتا ہے؟" میں ہنس پڑی اور میں نے کہا۔ "تمہارے خیال میں یہ سب کچھ کیا ہو سکتا ہے؟"

"مجھ پر اپنی برتری ظاہر کرنے کی کوشش....."

"تو اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے، ظاہر ہے مستقبل میں تم مجھ پر رعب نہیں جما سکو گے، اس کے لئے ابھی سے کاروائیاں کر رہی ہوں"

"بس بس اب میں اس جھانسے میں آنے والا نہیں ہوں، سارے کام کر لیتی ہو، اس کے بعد تاج میرے سر پر رکھ دیتی ہو احسان کے طور پر....."

"لڑنے کے موڈ میں ہوں، جا رہی ہوں۔" میں نے کہا اور اپنی کرسی پیچھے کھسکالی۔

"بیٹھو، بیٹھو۔ میں بھی مستقبل میں تمہارا مجازی خدا ہوں سمجھیں۔ گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو۔ تو۔" شہریار خاموش ہوگیا۔

"تم باتیں ہی ایسی کر رہے ہو۔ بھئی ظاہر ہے اگر میں کسی معاملے میں معلومات حاصل کر لیتی ہوں تو ان سے تنہا فائدہ اٹھانے کی کوشش تو نہیں کرتی۔ ان معلومات سے تمہیں آگاہ کر دیتی ہوں۔ اب ہر مسئلے میں تمہیں ساتھ ساتھ لئے پھروں تو ظاہر ہے بہت سے دوسرے مسئلے پیدا ہو جاتے ہیں اس سے۔ خیر اب بے کار باتیں مت کرو۔ فضول باتیں بہت ہو گئیں میں نے جو تم سے کہا ہے وہ کرو۔ کل بیمہ کمپنی کی رپورٹ چاہئے مجھے .....؟"

"اور ارشاد علی کے بارے میں کیا ارادہ ہے.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"یہ بعد میں فیصلہ کریں گے' میرا خیال ہے ارے ہاں تم نے یہ بھی تو کہا تھا کہ تم ارشاد علی کے شناسا ہو؟"

"ہاں ظاہر ہے ہیڈ کانسٹیبل تھا' صاحب خان کے پاس بھی رہ چکا ہے۔ لیکن اب جب یہ صورت حال ہے تو وہ ہم سے تعاون نہیں کرے گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں' ہم اس سے تعاون نہیں چاہیں گے بلکہ کوئی اور ہی ترکیب کرنی پڑے گی۔ خیر کل کا دن نکال لیتے ہیں' تم ذرا بیمہ کمپنی کی رپورٹ لے لو اس کے بعد ارشاد علی کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔"

"ٹھیک۔"

"اب واقعی میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور شہریار کو وہیں چھوڑ کر باہر نکل آئی' راستے میں نجانے کیا کیا خیالات آتے رہے۔ راٹھور صاحب 'سعید نوری' ان کا گھرانہ ' ارشادہ علی' نسرین سلطانہ - نسرین سلطانہ سے ملنا واقعی بے حد ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے کیا ترکیب کی جائے؟"

رات کو بہت دیر تک ذہن دوڑاتی رہی تھی کہیں کچھ پوشیدہ تھا' کہیں کچھ تھا جہاں تک ذہن نہیں جا رہا تھا۔ کیا ہو سکتا ہے اگر راٹھور صاحب نے وہ نہیں کیا جو ان سے منسوب ہے تو پھر پولیس لاک اپ میں یہ حرکت کون کر سکتا ہے اگر انور سعید کو قتل کرنا تھا تو۔ تو۔ تو! اور ذہن میں کچھ نکتے ابھر آئے یہ ہو سکتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ دوسری صبح جلدی جلدی تیار ہوئی ناشتہ کیا اور کوٹھی سے نکل آئی جاوید قریشی کے تھانے کا رخ کیا تھا۔ جاوید قریشی موجود نہیں تھا۔ انتظار علی ہیڈ محرر مل گیا۔

"قریشی صاحب ابھی نہیں آئے؟"

"نہیں بی بی صاحب ابھی نہیں آئے۔"

"لاک اپ ڈیوٹی پر کون ہے؟"

"غلام رسول' شمیم خان۔"

"اکبر خان' تجمل خاں اور اللہ داد کی ڈیوٹی کب ہے؟"

"ڈبل شفٹ ہوگی۔"

"وہ موجود نہیں؟"

"نہیں۔"

"مجھے ان کا پتہ مل سکتا ہے؟"

"گھروں کا پتہ؟"

"جی"! میں نے کہا اور انتظار علی نے گردن ہلادی پھر اس نے مجھے ان تینوں کے گھروں کے پتے بتا دیئے۔ اکبر خان اسی بستی میں رہتا تھا جس میں ارشاد علی کا قیام تھا۔ میں نے انتظار علی



کا شکریہ ادا کیا اور پھر پوچھا۔ "جاوید قریشی صاحب کب تک آئیں گے؟"

"وہ آگئے"۔ انتظار علی نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا اور میں اس کے پاس سے اٹھ گئی۔ جاوید قریشی مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"اتنی صبح؟"

"کوئی کام ہے مجھ سے؟"

"ہاں جاوید۔ اہم اور ذاتی"

"خدا کی قسم مجھے خوشی ہوگی۔" جاوید قریشی نے خلوص سے کہا۔

"جاوید مجھے راٹھور صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات بتاؤ۔ کیا یہ موت ان کے ہاتھوں ہوئی ہے۔"

"خدا کی قسم لبنیٰ صاحبہ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا۔ راٹھور صاحب غصہ ور ہیں' سخت طیش میں آجاتے ہیں لیکن موت جس انداز میں ہوئی ہے اس میں وہ نہیں نظر آتے۔"

"ڈیوٹی کانسٹیبلوں میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے لیکن بلاوجہ نہیں۔ اور وجہ ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکی۔"

"میں نے انتظار علی سے اللہ داد' اکبر خاں اور تجمل خاں کے گھر کے پتے لئے ہیں۔ میں انہیں چیک کرنا چاہتی ہوں۔ تم انتظار علی کو سختی سے یہ ہدایت کردو کہ انہیں یہ بات معلوم نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے نہیں ہوگی مگر آپ ان میں سے کس پر شبہ کر رہی ہیں؟"

"صرف شبہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جاوید قریشی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ ایک نیک کام کر رہی ہیں۔ اگر راٹھور صاحب بے گناہ ثابت ہو جائیں تو مجھے خوشی ہوگی یہ وقت ہم میں سے کسی پر بھی آسکتا ہے۔ میرا پورا تعاون آپ کو حاصل رہے گا۔"

"شکری جاوید۔ میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور تھانے سے باہر نکل آئی۔ یہاں سے دفتر کا رخ کیا اب سب سے اہم چیز بیمہ کمپنی سے حاصل شدہ رپورٹ تھی جو بہت سے اہم انکشافات کر سکتی تھی۔

شہریار نے بیمہ کمپنی سے رپورٹ حاصل کر لی اور ہم دونوں سنسنی کا شکار ہوگئے۔ دس لاکھ روپے کا بیمہ کوئی نو سال پہلے کرایا گیا تھا اور اب اس کی معیاد پوری ہونے میں بہت مختصر وقت رہ گیا تھا۔ بنکے کے پریمیم باقاعدگی سے ادا ہوتی رہی تھیں کیونکہ یہ ادائیگی سعید نوری کے دفتری بجٹ سے ہوتی تھی۔ بنکے کی شرائط میں پالیسی ہولڈر کی اچانک موت کے بعد رقم کی ادائیگی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا گیا تھا اور یہ خانہ خصوصی طور پر خالی رکھا گیا تھا اور عارضی طور پر ایک لیٹر منسلک کیا گیا تھا جس میں درج تھا کہ اگر اس خانے کی تکمیل سے پہلے پالیسی ہولڈر کی موت واقع ہو جائے تو یہ رقم سعید نوری کی فرم کو ادا کر دی جائے گی ایک دو ماہ قبل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



یہ لیٹر واپس لے لیا گیا تھا اور خانہ پر کر دیا گیا تھا۔ اس میں رقم کا حقدار پالیسی ہولڈر کی بیوی نسرین سلطانہ کو قرار دیا گیا تھا اور اس کے شناختی کارڈ کی فوٹو سٹیٹ وغیرہ جمع کرا دی گئی تھیں۔

ہم دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ "میرا خیال ہے کہ پانسہ پلٹ گیا" شہریار نے کہا۔

"آسان نہیں ہوگا" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"ابھی تو صرف شبہ کیا جاسکتا ہے" سعید نوری اپنی بیوی اور بیٹیوں کو آخر کیا تاثر دینا چاہتا ہے"

"کیا مطلب؟ شہریار حیرت سے بولا۔

"ابتدا میں تحقیق پر مسز نوری میری نگاہ میں مشکوک ہوگئی تھیں کیونکہ انور سعید کی موت سے انہیں بے پناہ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے سعید نوری نے اسے گھر سے نکال دیا تھا مگر اسے اپنے اثاثوں سے محروم نہیں کیا تھا اس کی موت کے بعد انور سعید کو کوئی بھی اس کے حق سے محروم نہیں کر سکتا تھا"

"یہ تم نے نئی بحث نکالی ہے" شہریار جھلا کر بولا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو کسی نکتے کو نظرانداز کرنا مناسب ہوتا ہے کیا؟"

"مناسب ہوتا تو نہیں ہے لیکن آپ صرف اپنے مطلب کے پہلوؤں کو نظرانداز نہیں کرتیں' حالانکہ دوسرے بہت سے پہلو بھی ہوتے ہیں۔"

"مثلاً" - میں نے سنجیدگی سے "سوال کیا۔

"مثلاً" میری زندگی۔ آپ نے میری زندگی کو کس طرح نظرانداز کر رکھا ہے' آپ کو اس کا احساس ہے محترمہ؟ شہریار نے کہا اور میں بے اختیار مسکرا دی۔

"نہیں شہریار' ایسا تو میں نے کبھی نہیں کیا بلکہ اگر تم خلوص دل سے مجھ پر نگاہیں دوڑاؤ تو ہر لمحہ تمہارے لئے پریشان رہی ہوں' ہمیشہ یہ سوچتی رہی ہوں کہ میرے اور تمہارے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں انکار کرو گے اس بات سے؟"

"ارے ارے' خدا کی قسم ٹک گئیں' ٹک گئیں اس موضوع پر بھی حالانکہ اسے ہمیشہ فضول باتیں کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے"

"جو باتیں وقت سے پہلے ہوں شہریار' انہیں بے مقصد ہی کہا جاتا ہے' ہمیں وقت کا انتظار کرنا چاہئے' وقت ہی ہمارے بارے میں صحیح فیصلہ کرے گا"

شہریار میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ یہاں وہی کیفیت ہے کہ دن گنا کرتے ہیں اس دن کے لئے"

"دن گننے کی بجائے آگے بڑھتے رہو تو کیا زیادہ بہتر نہیں ہوگا"



"ٹھیک کہا۔ یہاں کس کم بخت کو انکار ہے' بھلا پولیس کی نوکری بھی کوئی نوکری ہوتی ہے' لیکن آپ دیکھ لیجئے ایک ذمہ دار ٹٹو کی طرح سارے وزن لادے ہوئے گاڑی کھینچ رہے ہیں کبھی انکار کیا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ چابک گاڑی بان کے ہاتھ میں ہے جدھر دیتا ہے چل پڑتے ہیں کبھی انکار نہیں کرتے۔ سمجھ لو یہ سب کچھ جس مقصد کے تحت ہو رہا ہے اس کا حصول ہی ہماری زندگی ہے"

"خدا تمہیں سلامت رکھے شہریار۔ میں تو ہمیشہ تمہاری زندگی کی دعائیں مانگتی رہتی ہوں"

"ناشتے میں کیا کھایا تھا آج" شہریار نے پوچھا۔

"مذاق نہیں' ہمیں سنجیدگی سے اس موضوع پر گفتگو کرنی چاہئے"

"جی بہتر۔ میں اس سنجیدگی کو برقرار رکھنے کے لئے جان کی بازی لگادوں گا۔ تو بات ہو رہی تھی مسز نوری کی کیا آپ کے ذہن میں اب بھی ان کے لئے کوئی شبہ باقی ہے؟"

"نہیں بالکل نہیں..... البتہ سعید نوری کے رویے پر میں نے خصوصی طور پر غور کیا تھا اس کی بیوی نے جیسا کہ اس کے بارے میں بتایا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعید نوری اپنی بیوی کی جانب سے غیر مطمئن تھا ہمیشہ ہی غیر مطمئن رہا' لیکن بات ذرا ناقابل یقین% ہے مسز نوری نے اتنے عرصے کے بعد اگر انور سعید کے بارے میں کوئی سازش کی تو یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے اس کے لئے تو اسے طویل وقفہ مل چکا تھا اس دوران اس نے یہ سب کچھ کیوں نہیں کیا اور پھر اب تو حالات اور بھی مخدوش تھے' ویسے بھی سعید نوری کی گفتگو میں یہ اعتراف شامل تھا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی کی ہے' حالانکہ اس وقت تو اسے اپنے مقتول بیٹے کے لئے شدید دکھ ہو رہا ہے اور وہ تمام باتیں یاد آرہی ہیں جو اس کی حق تلفی میں ہوئیں۔ خیر ہمیں نئے موضوع کی طرف نہیں جانا چاہئے۔ بات ہو رہی تھی اس بیمہ پالیسی کی جس کے تحت اب نسرین سلطانہ سوفیصد دس لاکھ روپے کی رقم کی حقدار ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رقم اسے ملے گی' ضرور ملے گی' اس کا بھائی ارشاد علی....." میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی' پھر میں نے کہا۔

"وہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے شہریار' اس کے ٹارے میں بڑا سوچ سمجھ کر کام کرنا ہوگا" شہریار بھی گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"بالکل درست کہا تم نے' معاملہ واقعی خاصا گڑبڑ ہے' کیا خیال ہے' ارشاد علی کے سلسلے میں کام شروع کیا جائے۔"

"وہاں صورت حال ذرا مختلف ہوگئی ہے' انور سعید کی موت سے وہ لوگ مشتعل ہیں اور موت جس انداز میں ہوئی ہے اس سے بہرطور انہیں غلط نہیں کہا جاسکتا' ایسے واقعات ایک دوبار پہلے بھی ہو چکے ہیں بعض اوقات پولیس تفتیش کے معاملے میں انتہا پسند ہو جاتی ہے اور اس کے خلاف اکثر احتجاج ہوئے ہیں' اگر ارشاد علی کو باقاعدہ وہاں سے گرفتار کیا گیا تو صورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



حال زیادہ ہی خطرناک ہو جائے گی ان دنوں عوام بھی ذرا زیادہ ہی بیدار ہوگئے ہیں' ہر معاملے میں ٹانگ اڑا دیتے ہیں"

"یہی تو لئنی' مسائل اتنے الجھے ہوئے ہیں کہ صحیح فیصلے کرنا مشکل ہو جاتا ہے' کہیں کوئی انتہا پسند ہوتا ہے اور کہیں کوئی اور..... اب پہلے ہی معاملات کو دیکھو' مثلاً" پچھلا ہی معاملہ لے لو' باقاعدہ سیاسی اسکینڈل بن گیا تھا' لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہی نکلا"

"تو پھر ہمارا کام ہے کیا شہریار..... ان سارے مسئلوں کو مردانہ وار دیکھنا ہوتا ہے اور اپنا کام بھی کرنا ہوتا ہے' پولیس کا کام اتنا آسان تو نہیں ہوتا جتنا سمجھ لیا گیا ہے یا پھر بنا لیا گیا ہے"

"بنا لیا گیا ہے تمہاری مراد ہے" شہریار نے پوچھا.....؟"

"بھئی اپنے خان صاحب کو دیکھ لو..... اور بھی بہت سے ایسے آفیسر ہیں- اب نادر علی صاحب کا ہی مسئلہ لے لو' وہ صرف اس لئے محنت کر رہے ہیں بلکہ اس کام پر محنت کر رہے ہیں کہ کسی طرح راٹھور صاحب کو مجرم قرار دے دیں"

"ارے ہاں یاد آیا- راٹھور صاحب کا پیغام ملا ہے وہ ہم دونوں سے ملنا چاہتے ہیں"

"کس کے ذریعے ملا ہے یہ پیغام.....؟"

"شاہ صاحب نے بتایا ہے' راٹھور صاحب خصوصی طور پر ہم سے ملنا چاہتے ہیں.....؟"

"تو پھر مل لیں ان سے.....؟"

"ضرور ملیں گے' لیکن پہلے یہ طے کرو اس بارے میں کیا ہونا چاہئے' بیمہ کمپنی سے حاصل شدہ معلومات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ معاملہ کچھ مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے ایک بات میں تم سے کہوں لئنی پہلے اس مسئلے کو بالکل ہی صفر سمجھ لیا گیا تھا' یعنی بات صرف اتنی سی قرار دی گئی تھی کہ ایک پولیس آفیسر نے چند افراد کو گرفتار کیا' ایک شخص نے اس کام میں مداخلت کی' اسے بھی مداخلت کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا' بعد میں ذرا راٹھور صاحب کی جھلاہٹ نے دوسرا رنگ دکھایا- لیکن سچی بات یہ ہے کہ راٹھور صاحب اس حد تک نہیں جاسکتے تھے- اچھا اب ہم ان باتوں کو نظرانداز کرکے صرف یہ سوچیں گے کہ ارشاد علی کے سلسلے میں کیا کیا جائے"

"بہت سوچ سمجھ کر کام کرنا ہوگا' کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جاسکتا' جس' سے بات بگڑ جائے اور پھر یہ کیس تو تمہارے پاس ہے بھی نہیں' بس یوں سمجھو کہ ہم راٹھور صاحب کے لئے کام کر رہے ہیں....." شہریار مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے تعریفی لہجے میں کہا-

"بہت بڑی ہو تم لئنی' واقعی بہت بڑی ہو' نادر علی صرف اس لئے راٹھور صاحب کے خلاف ہیں کہ انہیں ان سے اختلاف ہے حالانکہ معاملہ راٹھور صاحب کی زندگی پر بن گیا ہے لیکن نادر علی صاحب کے دل میں کوئی رحم نہیں ہے جبکہ تم راٹھور صاحب کے ہاتھوں دوبار



ذہنی کوفت کا شکار ہو چکی ہو....." میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا.....

"چھوڑو شہریار انسان سے محبت کرنا سیکھو' انسان کو چاہو' چھوٹی موٹی غلطیاں ہم میں سے کون نہیں کرتا لیکن اس کے لئے انتقام تو نہیں لیا جاسکتا' ہمارے دل میں اس وقت راٹھور صاحب کے لئے وہی جذبہ ہے جو کسی بھی بے گناہ کے لئے ہوتا ہے- راٹھور صاحب کیا حامد فخری صاحب ہوتے یا کوئی اور صاحب بھی ہوتے اور مجرم ہوتے تو ظاہر ہے کسی بھی قیمت پر ہم انہیں بچانے کی کوشش نہیں کرتے- یہ کیا بات ہوئی کہ ایک شخص جرم کرتا ہے تو اسے موت کی سزا مل جاتی ہے اور دوسرا جو ہمارا پسندیدہ دشمن ہوتا ہے زندگی کے راستوں پر بدستور چلتا رہتا ہے اپنے جرم کے باوجود-" کافی دیر تک ہم لوگ اس تاثر میں ڈوبے رہے پھر میں نے شہریار سے کہا-

"میں ایک بار پھر نسرین سلطانہ سے ملنے کی کوشش کرتی ہوں اس وقت تک تم ایک دوسرا کام کرو' وہ یہ کہ بڑی احتیاط کے ساتھ کسی ایسے اجنبی شخص کو ارشاد علی کے پیچھے لگا دو جسے ارشاد علی نہ جانتا ہو- پولیس کا آدمی ہے- ہر شخص سے واقفیت رکھتا ہوگا- کچھ ایسے لوگوں کو منتخب کرو اس کام کے لئے جن کے بارے میں ارشاد علی کچھ نہ جانتا ہو اور احتیاط بھی کرنا ہوگی ان لوگوں کو وہیں کے لوگوں کی حیثیت سے کام کرنا ہوگا..... اجنبی ہوئے تو ارشاد علی چوکنا ہو جائے گا-" شہریار پرخیال انداز میں گردن ہلاتا تھا- پھر اس نے کہا-

"ٹھیک ہے باس یہ کام میں کرلوں گا-

"اگر ممکن ہو سکا تو ہم شہریار' ارشاد علی کو اغوا کرلیں گے.....؟"

"اغوا.....؟"

"ہاں..... ظاہر ہے اس سے معلومات بھی حاصل کرنا ہوں گی اور اسے منظرعام سے ہٹا کر بھی کام کرنا ہوگا اور اس کے لئے ہمیں ایک تھوڑی سی مجرمانہ کاروائی کرنا ہوگی' ویسے بھی یہ کیس چونکہ ہمارے پاس' میرا مطلب ہے تمہارے پاس نہیں ہے اس لئے سارے کام پرائیویٹ ہی کرنا ہوں گے- راٹھور صاحب کی زندگی کے لئے اور' حقیقی مجرم کو منظرعام پر لانے کے لئے....."

"فرض کرو اگر ارشاد علی کو اغوا کیا جائے تو ہم اسے پولیس لاک اپ میں تو نہیں لے جاسکتے.....؟"

"تم ایسی کوئی جگہ نہیں بنا سکتے جہاں اسے عارضی طور پر رکھا جاسکے.....؟"

"لو مشکل ہی کیا ہے' باآسانی ہو سکتا ہے یہ کام' کئی ایسے شناسا ہیں جن کے پاس ایسی جگہیں موجود ہیں اب اتنا بھی بے حقیقت نہ سمجھو' اپنے اس ڈی ایس پی کو....." شہریار نے کہا-

"اچھا پھر اٹھو' چلو راٹھور صاحب سے مل لیتے ہیں اور اس کے بعد میں اس بستی کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



طرف روانہ ہو جاؤں گی تم اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا۔" میں نے مشورہ دیا اور شہریار اس کے لئے تیار ہوگیا۔ ہم پولیس ہیڈ کوارٹر چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد راٹھور صاحب تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے راٹھور صاحب کی حالت واقعی قابل رحم ہوگئی تھی' بہت زیادہ مضمحل نظر آرہے تھے..... خون بھی کافی کم ہوگیا تھا..... آنکھیں حلقوں میں دھنس گئی تھیں' ہونٹ خشک تھے اور یقینی طور پر وہ مستقبل کے اندیشوں کا شکار تھے۔ انسان ہر حالت میں اپنی ایک الگ فطرت رکھتا ہے محکمہ پولیس میں وہ ایک خطرناک آدمی تسلیم کئے جاتے تھے اور یقینی طور پر انہوں نے ایسے جابرانہ کارنامے انجام دیئے ہوں گے جن کے تحت ان کی شخصیت سے خوف محسوس کیا جاتا ہوگا لیکن اس وقت وہ اپنے خوف کا شکار تھے' درحقیقت اس کا بھی ایک پس منظر ہوتا ہے انسان کو برے لمحات میں اپنی برائیاں یاد آتی ہیں ورنہ اچھے وقت میں وہ اپنی تمام برائیوں کو بھولے رہتا ہے۔ راٹھور صاحب نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہمارا خیرمقدم کیا' مجھ سے تو وہ آنکھیں ہی نہیں ملا رہے تھے کہنے لگے۔

"بات کچھ نہیں ہے' بس کبھی کبھی ان سہاروں کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے جن سے زندگی کی امیدیں وابستہ ہو جاتی ہیں۔ نادر علی صاحب صرف ایک راستے پر کام کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی طرح مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچائیں..... میں نے ان کی گفتگو سے ان کے الفاظ سے یہی اندازہ لگایا ہے' میرے اہل خاندان بھی بہت پریشان ہیں ہمارے گھر میں سوگ پڑا ہوا ہے' لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں تو مجھے ایسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جیسے میں ان سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانے والا ہوں' لگتی میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں' کیا میں اب اپنے اہل خاندان کے درمیان کبھی واپس نہ جا سکوں گا....." راٹھور صاحب کی آواز میں نمی آگئی میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر ان کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا۔

"راٹھور صاحب آپ میرے بزرگ ہیں' میرے اپنے ہیں آپ سمجھ لیجئے کہ ہم لوگ اپنی زندگی میں ایسا نہیں ہونے دیں گے آپ اگر بے گناہ ہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' آپ اطمینان رکھئے۔"

"اگر کا لفظ تم نے واقعی صحیح استعمال کیا ہے' بعض اوقات انسان عالم ہوش میں بہت سی باتوں کو نظرانداز کر جاتا ہے کسی اور مسئلے پر تم اگر یہ "اگر" کا لفظ استعمال کرتیں تو میں غالباً اس پر توجہ بھی نہیں دیتا..... لیکن اس وقت صورت حال ایسی ہی ہے لگتی میں تمہیں بیٹی کہوں تو غلط نہیں ہوگا' بہن کہوں تو غلط نہیں ہوگا' مجھے ایک سنگدل بھائی یا چچا سمجھ لینا' جس نے تمہارے ساتھ آج تک بدتمیزی ہی کی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اگر مجھے زندگی کی جانب لے جاؤ تو میں ان زیادتیوں کا ازالہ کروں گا..... لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ میں ان ساری زیادتیوں پر شرمندہ ہوں....."

"اس وقت ان الفاظ کا کیا موقع ہے راٹھور صاحب.....؟"



"دراصل..... دراصل..... اب مجھے دلوں کو گداز کرنے کی ضرورت ہے اپنے لئے رحم کے جذبے حاصل کرنا اب میری زندگی کا مقصد بن گیا ہے کیونکہ زندگی کے تار کسی کے رحم کے جذبے ہی سے وابستہ ہوگئے ہیں میرے لئے کام کرو' میں بے گناہ ہوں' یقین کرو میں بے گناہ ہوں' میں نے اسے قتل نہیں کیا' میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کسی دباؤ کا شکار تو نہیں ہوگئے تم لوگ۔ میرے لئے کچھ کر رہے ہو نا.....؟"

"ہم آپ سے وعدہ کرکے گئے تھے راٹھور صاحب اور اس وعدے کی پابندی ہمارے خون سے وابستہ ہے' ہمارے خاندان' ہماری نسل اور ہمارے ایمان سے وابستہ ہے' آپ ان ساری چیزوں پر اطمینان رکھیں ہم کسی بھی طرح آپ کو نظرانداز نہیں کریں گے....."

"میں تو نہیں' خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔ بڑا اطمینان ہوا ہے تم سے ملاقات کرکے' سب لوگ مجھ سے تعاون کر رہے ہیں سوائے چند لوگوں کے' شاہ صاحب سے میں نے درخواست کی تھی کہ مجھے ایک بار تم لوگوں سے ملوادیا جائے' بہت سکون ہوا ہے' خدا مجھے معاف کرے اگر میں کم از کم اس مسئلے میں سچا ہوں تو میری مدد کرے وہ اور تمہیں روشن راستے دکھائے....." راٹھور صاحب کا لہجہ بڑا ٹوٹا ہوا تھا ہم وہاں سے واپس آئے تو ہمارے دلوں میں نیا عزم تھا ہرچند کہ ان کی باتوں سے ہم افسردہ ہوگئے تھے اور اس کے بعد پروگرام کے مطابق میں اس بستی کی جانب چل پڑی' شہریار کو میں نے پولیس ہیڈ کوارٹر ہی میں چھوڑ دیا تھا.....

بستی میں داخل ہو کر میں نے کار ایک مناسب جگہ چھوڑ دی اور پیدل چل پڑی امید نہیں تھی کہ کامیابی حاصل ہوگی لیکن کوشش تو کرنا ہی تھی۔ خوش قسمتی سے اس وقت آس پاس بھی کوئی موجود نہیں تھا لیکن دروازہ بند تھا میں نے دھڑکتے دل سے دروازے پر دستک دی۔ تیسری دستک پر اندر سے آواز سنائی دی۔

"ارے کون ہے' دروازے توڑ دو گے کیا دھائیں دھائیں کئے جا رہے ہو' کھولتی ہوں نا' تھوڑا سا صبر کرو" آواز نسوانی ہی تھی لیکن بڑی خوفناک اور پھر دروازہ کھولنے والی خاتون بھی درحقیقت بے حد خوفناک تھیں' غیر معمولی طور پر بے حد لمبی چوڑی' چہرے پر بے پناہ کرختگی' انہوں نے خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورا اور تیکھے لہجے میں بولیں....."

"کیا بات ہے' کون ہو تم.....؟"

"ارشاد علی صاحب تشریف رکھتے ہیں گھر پر؟"

"نہیں رکھتے' گئے ہوئے ہیں..... عورت نے برا سا منہ بنا کر کہا اور دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا "سنئے تو سہی' بات نہیں سنیں گی آپ"

"کیا بات ہے بی بی' گھر کے سارے کام پڑے ہوئے ہیں مصیبت ہی ہے' جلدی کہو کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



بات ہے؟"

"میں نسرین سلطانہ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

کیا کام ہے تمہیں اس سے اور کہاں سے آئی ہو اور کون ہو تم.....؟"

"جی میں اس کی یونیورسٹی کی دوست ہوں' اس کی بہت گہری سہیلی ہوں"

"معاف کرنا بی بی' اس کے ساتھ ایک حادثہ پیش آگیا ہے اور میرے مرد نے منع کر دیا ہے مجھے کہ کسی کو اس سے نہ ملنے دیا جائے۔ مجبوری ہے اس نے ایک بار پھر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تب میں دو قدم اور آگے بڑھی اور دروازے سے اندر داخل ہوگئی۔

"مگر میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے....." عورت مردماری پر اتر آئی میری طرف گھور کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔

"اب ٹھنڈی ٹھنڈی نکل جاؤ یہاں سے' میں بہت بری عورت ہوں جب میں نے تم سے کہہ دیا کہ میرے مرد کی اجازت نہیں ہے تو پھر تم نے گھر کے اندر قدم کیسے رکھا' کیا سمجھتی ہو' ڈاکہ ڈالو گی گھر میں' چلو نکلو یہاں سے"

مجھے یقین ہوگیا تھا کہ اگر میں نے فوراً" ہی قدم باہر نہ نکال دیئے تو وہ ہاتھا پائی پر اتر آئے گی۔ پہلے بھی خدشہ تھا اس بات کا' ارشاد علی ہی کون سا شریف آدمی تھا کہ اس شریف عورت سے اور ملاقات ہوگئی۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر دروازے سے باہر نکل آئی۔ یقین ہوگیا تھا کہ تیل سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس ترکیب پر عمل کیا جائے جو میرے اور شہریار کے درمیان طے ہوگئی تھی پھر وہاں رکنا بے کار ہی سمجھا میں نے خوا مخواہ خود کو دوسروں کی نگاہوں میں لانا مناسب نہیں تھا اور پھر اس بستی میں خطرات ہی زیادہ ہوسکتے تھے چنانچہ میں لار میں بیٹھی اور واپس چل پڑی..... بہت دیر تک سوچتی رہی کہ اب کیا کرنا چاہئے..... اور اس کے بعد آج کا کام ختم ہی کر دیا تھا اب جو کچھ بھی کرنا ہے کل ہی کیا جائے گا لیکن اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ رات کو اپنے بیڈروم سے میں نے شہریار کو ٹیلیفون کیا پہلے تو انتظار کیا تھا کہ شاید اس کا ٹیلیفون آئے لیکن جب وقت گزر گیا تو میں نے خود ہی اسے فون کیا شہریار گھر پر موجود تھا' میری آواز پہچان کر بولا.....

"اوہو خیریت' یہ الٹی گنگا کیسے بہنے لگی.....؟"

"شہریار میں ارشاد علی کے گھر پر گئی تھی" میں نے اس وقت شہریار کو فضول باتیں کرنے کا موقع نہیں دیا.....

"خوب پھر کیا ہوا.....؟"

"بھئی وہ تو بڑی خطرناک جگہ ہے..... میاں صاحب تو جو کچھ ہوں گے وہ تو ہوں گے ہی لیکن بیگم صاحبہ ان سے بھی کچھ دو چار ہاتھ آگے ہیں' شہریار تم نے ارشاد علی کی نگرانی پر



لوگوں کو لگایا نہیں.....؟"

"حضور کا حکم اور میں اس سے انحراف کرتا' اس کی نگرانی ہو رہی ہے....."

"کل اسے اغوا کرلو" میں نے حتمی لہجے میں کہا۔

"ہوں....."

"اس کے بعد باقی صورت حال بعد میں سنبھالی جائے گی کل کس وقت مل رہے ہو.....؟"

"جب کہو.....؟"

"تو پھر یوں کرلو کہ کل صبح دس بجے ملاقات کرلو....."

"میں دفتر پہنچ جاؤں گی....." میں نے کہا۔

"اپنے دفتر.....؟"

"ہاں....."

"ٹھیک ہے میں وہیں ملوں گا" شہریار نے کہا اور اس کے بعد کچھ رسمی گفتگو ہوئی' شہریار نے حسب معمول کچھ بے وقوفی کی باتیں کیں اور پھر ٹیلیفون بند کر دیا۔ دوسرے دن دس بجے جب وہ مجھے دفتر میں ملا تو بالکل سنجیدہ تھا۔

"جی اب بتاؤ کیا کرنا ہے.....؟"

"ارشاد علی کو اغوا کرکے صرف بند کر دینا ہے اسے دراصل گھر سے ہٹانا ہے اور اس کے بعد ہم اسے میرا مطلب ہے اس کی بیوی کو اطلاع دیں گے کہ اس کا حادثہ ہوگیا ہے۔ ایک ایمبولینس کسی ہسپتال سے اس کے گھر بھیج دی جائے گی اور اس کی بیوی کو تفصیلات بتائی جائیں گی اور اس کے بعد اس کی بیوی کو بھی وہاں سے ہٹالیا جائے گا..... میں اس کے گھر کے قریب رہوں گی اور اس وقت میں نسرین سلطانہ سے ملاقات کر لونگی"..... شہریار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' تو پھر آج کا دن تو تمہیں میرے ساتھ ہی رہنا ہوگا میرا مطلب ہے ان تمام کاروائیوں کے دوران....."

"جیسا تم کہو یا پھر یوں کرلو میں دفتر میں موجود رہتی ہوں' اس دوران جب تم یہ سارے کام کرلو میرا مطلب ہے ارشاد علی کو حاصل کرنے کا کام' تو پھر مجھے دفتر ٹیلیفون کر دینا' تم جہاں کہو گے وہاں پہنچ جاؤں گی"

"ٹھیک ہے....." شہریار ہر طرح سے تعاون پر آمادہ نظر آرہا تھا.....

پھر یہی ہوا' میں اپنے دفتر میں ہی رہی' تقریباً" ساڑھے بارہ بجے مجھے شہریار کا فون موصول ہوا اس نے کہا ارشاد علی کو مناسب جگہ پہنچا دیا گیا ہے اور اس وقت میدان خالی ہے' ایمبولینس کا بندوبست بھی ہوگیا جو ارشاد علی کے گھر جا کر اس کی بیوی کو ارشاد علی کے حادثے کی اطلاع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



دے گی اس کے لئے مجھے اس کے گھر کے آس پاس ہی موجود رہنا چاہئے۔

"یوں کرتی ہوں کسی مناسب جگہ پہنچ جاتی ہوں' وہاں سے میں اور ایمبولینس ساتھ ساتھ چل پڑیں گے....."

"اوکے" شہریار نے کہا اور پھر مجھے ایک جگہ کا پتا بتا دیا۔ میں دفتر سے باہر نکل آئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد میں کار اسٹارٹ کرکے اس جگہ پہنچ گئی' جہاں کا پتہ مجھے شہریار نے دیا تھا۔ میرے پہنچنے کے چند ہی لمحات کے بعد ایمبولینس بھی وہاں پہنچ گئی اور اس کے ساتھ شہریار کی گاڑی بھی۔ شہریار میرے پاس آگیا اس نے مجھے بتایا۔

"ایمبولینس میں موجود افراد کو یہ ہدایت کر دی گئی ہے' ویسے اس کی بیوی کو بھی کہیں لے جانا ہے یا بس ایسے ہی کسی مناسب جگہ چھوڑ دینا ہے۔

"اگر وہ ایمبولینس میں ہسپتال جانے کے لئے تیار ہو جائے تو پھر اسے جس ہسپتال کا پتہ بتایا جائے کم از کم وہاں تک ضرور پہنچا دیا جائے..... میرا خیال ہے مجھے اپنے کام کے لئے پندرہ منٹ درکار ہوں گے۔ میں صرف نسرین سلطانہ سے ملنا چاہتی ہوں وہاں پہنچ کر اسے کوئی الٹا سیدھا پتہ بتا دیا جائے اور پھر ایمبولینس والے غائب ہو جائیں' بس اتنا سا کام کرنا ہے۔"

"اوکے..... میں نے انہیں ہدایت کئے دیتا ہوں۔" شہریار نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں' شہریار خود بھی میرے ساتھ اس بستی تک گیا تھا لیکن بعد میں وہاں سے واپس پلٹ آیا تھا کیونکہ پولیس کی وردی میں تھا اور اس وقت بستی والے پولیس کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

ایمبولینس اس جگہ پہنچ گئی جہاں ارشاد علی کا مکان تھا اور پھر دو آدمی نیچے اتر کر ارشاد علی کے دروازے پر پہنچ گئے۔ میں کافی فاصلے سے یہ نظارہ دیکھ رہی تھی..... کام مرضی کے مطابق ہی ہوا..... چند ہی لمحات کے بعد ارشاد علی کی بیوی ہانپتی کانپتی ایمبولینس میں جا بیٹھی اور ایمبولینس اشارٹ ہو کر وہاں سے چل پڑی۔ یہ بھی شکر تھا کہ اس نے محلے والوں کو جمع نہیں کر لیا تھا۔ میں تیر کی طرح اس کے گھر کی جانب چل پڑی اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا اس وقت گھر میں نسرین سلطانہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہونا چاہئے تھا۔

دروازہ کھلا ہی ہوا تھا' میں آہستہ سے دستک دے کر اندر داخل ہو گئی' چھوٹے سے صحن میں پہنچ کر میں نے آواز لگائی..... "کوئی ہے.....؟" اور ایک کمرے سے خوب صورت سی لڑکی باہر نکل آئی..... ایک نگاہ دیکھنے سے ہی مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ نسرین سلطانہ ہے..... بکھرے ہوئے بال' قابل رحم چہرہ' سوجی ہوئی آنکھیں' عجیب و غریب کیفیت ہو رہی تھی اس کی ' جسم پر میلا کچیلا لباس تھا ہونٹ خشک تھے اور چہرے سے نقاہت ٹپکتی تھی' مجھے دیکھ کر وہ کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگی لیکن شاید اس کی آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔ میں ہمدردانہ انداز میں اس کے قریب پہنچ گئی' میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔



"میرا نام لیلیٰ ہے' دو بار تم سے ملنے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن تمہارے بھائی ارشاد علی اور تمہاری بھاوج نے مجھے تم سے ملاقات نہیں کرنے دی۔ میرا تعلق ایک اخبار سے ہے' پولیس کے لئے بھی کام کرتی ہوں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی' تمہارا نام نسرین سلطانہ ہی ہے نا.....؟" اس نے دہشت بھری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا' میرا بازو پکڑ لیا پھر اس کے حلق سے بھنچی بھنچی چیخیں نکلنے لگیں' اس کی حالت بے حد خراب ہو گئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہہ رہا تھا اور وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن چیخوں کے علاوہ منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

میں نے پوری طرح اسے سنبھالا اور صحن میں بچھے ہوئے ایک پلنگ پر بٹھا دیا اس کے بعد تیزی سے واپس پلٹی' دروازہ اندر سے بند کیا اور اس کے قریب پہنچ گئی۔

"بالکل بے فکر رہو نسرین' میں تمہاری ہمدرد ہوں' تمہاری مددگار ہوں' مجھے جو احساس تھا' تمہارے اس انداز سے اس کی تصدیق ہو رہی ہے۔ براہ کرم خود کو سنبھالو میں تمہارے شوہر کے موت کے سلسلے میں تم سے معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے طاقت سے میرا بازو بھینچ لیا اور بمشکل تمام اس کے حلق سے بھنچی بھنچی آواز نکلی۔

"مجھے لے چلو۔ خدا کے لئے مجھے یہاں سے لے چلو..... خدا کے لئے مجھے یہاں سے لے چلو..... یہاں میں مر جاؤں گی۔ میرا دم گھٹ رہا ہے لے چلو..... مجھے یہاں سے لے چلو....."

میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا' یہ ایک خطرناک کام تھا لیکن اس کی حالت کے پیش نگاہ میں سب کچھ کرنے کو تیار تھی۔ غالباً اسے کسی کے آجانے کا خدشہ تھا' ویسے بھی بالغ اور شادی شدہ لڑکی تھی اور اپنی مرضی کے مطابق سب کچھ کر سکتی تھی..... چنانچہ ایک لمحے سوچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"اگر ممکن ہو سکے تو لباس تبدیل کرلو....."

"نہیں نہیں وہ لوگ آجائیں گے..... وہ لوگ آجائیں گے....."

"نہیں کوئی نہیں آئے گا' تم بالکل بے فکر رہو' جاؤ لباس تبدیل کرلو..... اپنا حلیہ درست کرلو....." میں اسے بمشکل تمام اس کام کے لئے آمادہ کر سکی۔ لڑکی کچھ اس طرح بدحواس اور بے چین نظر آرہی تھی کہ اس نے یہ بھی نہیں سوچا کہ کہیں میں اسے دھوکا تو نہیں دے رہی۔ اس کی حالت حد سے زیادہ خراب تھی' میں نے ایک لمحے کے اندر چند فیصلے کر لئے تھے چنانچہ جب اس نے لباس تبدیل کرلیا تو میں نے اسے ساتھ لیا اور دروازے سے باہر نکل آئی..... وہ کافی دہشت زدہ نظر آرہی تھی اکادکا لوگوں نے اگر ہمیں دیکھا ہو تو دیکھا ہو لیکن میں نے کسی کی پرواہ نہیں کی اور اسے اپنی کار میں بٹھایا اور اس کے بعد چل پڑی..... میں نے پورے اعتماد کے ساتھ ڈاکٹر تانیا کے کلینک کا رخ کیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ان تمام لوگوں پر مجھے بھرپور اعتماد تھا' یہ میرے دست و بازو تھے' ویسے بھی اس وقت ڈاکٹر تانیا اپنے ہسپتال ہی میں موجود ہوں گے' مجھے اس بات کا یقین تھا اور اس یقین کی تصدیق ہسپتال پہنچ کر ہوگئی اسپتال کے عملے کے تمام افراد مجھے پہچانتے تھے چنانچہ فوری طور پر میری پذیرائی کی گئی اور مجھے ڈاکٹر تانیا کے پاس پہنچا دیا گیا' نسرین سلطانہ کو بھی میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا.....

ڈاکٹر تانیا میرا نام سن کر ہی سنبھل گئے تھے اور انہوں نے مجھ سے زیادہ گہری نگاہوں سے نسرین سلطانہ کو دیکھا تھا۔ پھر وہ اٹھتے ہوئے بولے۔ "آؤ ان کا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے' کمرے میں لے چلتے ہیں انہیں....." نسرین سلطانہ اب بھی وحشت زدہ نظر آرہی تھی' میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا" ڈرہ برابر فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے نسرین سلطانہ' اگر تمہارے دل میں کوئی خوف ہے تو یوں سمجھ لو کہ اب تم اپنے دشمنوں سے دور ہو" اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ڈاکٹر تانیا اسے ایک کمرے میں لے گئے' بستر پر لٹایا اور چند لمحات اس کا جائزہ لیتے رہے پھر انہوں نے وہیں سے انٹرکام پر کچھ ہدایات دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نرس آگئی' اس نے ڈاکٹر تانیا کی ہدایت کے مطابق نسرین سلطانہ کو دو انجکشن دیئے اور پھر جوس کا ایک گلاس اسے پلایا گیا۔ نسرین سلطانہ خاموشی سے ہماری ہدایات پر عمل کر رہی تھی اس کی کوشش سے اسے واقعی سکون محسوس ہوا تھا جس کے آثار اس کے چہرے سے جھلک رہے تھے..... ڈاکٹر تانیا نے چند لمحات کے بعد دور ہٹ کر مجھ سے پوچھا....." کیا قصہ ہے.....؟"

"آپ نے بروقت اقدام کیا ہے ڈاکٹر تانیا اس لڑکی کے بارے میں آپ نے کوئی اندازہ لگایا.....؟"

"کافی خراب کیفیت کا شکار ہے' انتہائی کمزور ہے اندر سے اور یوں لگتا ہے جیسے کسی حادثے کا شکار ہوگئی ہے"

"ہاں ایسی ہی بات ہے۔"

"کون ہے یہ.....؟"

"بس ایک کیس میں ملوث ہے' اس سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں' اس سے ملاقات کرکے اسے اس کی حالت کے پیش نگاہ سیدھا یہاں لے آئی ہوں' آپ اب اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں.....؟"

"نہیں..... میں نے اس کا معائنہ کر لیا ہے کوئی ایسی خطرناک بات نہیں ہے' نقاہت کمزوری اور اگر کوئی حادثہ ہوا ہے تو اس کے اثرات۔ ویسے مجموعی طور پر ٹھیک ہے۔"

"تو پھر میں اس سے کچھ معلومات حاصل کروں گی"

"اوکے بے بی" ڈاکٹر تانیا نے کہا اور وہاں سے نکل گئے۔



میں عجیب سی نظروں سے دروازے کو دیکھتی رہ گئی تھی ان لوگوں نے مجھے کتنا اعتماد بخشا تھا کتنا بھروسہ کرتے ہیں یہ مجھ پر' حالانکہ مجھ سے انہیں کیا ملا تھا۔ سچ یہ تھا کہ ایسے ہی لوگوں نے نیکی اور بدی میں توازن قائم کر رکھا ہے ورنہ زمانہ بہت برا ہے نسرین سلطانہ آنکھیں بند کئے لیٹی تھی میں اس کے پاس جاکر بیٹھ گئی میں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نسرین کیسی طبیعت ہے؟" اس نے آنکھیں کھول دیں اور سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی "تم تعلیمیافتہ ہو نسرین حالات کے بارے میں سوچ سکتی ہو اس کا تجزیہ کر سکتی ہو۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ وہاں اس گھر میں تم کس قدر مجبور تھیں کتنی خوفزدہ تھیں وہاں کے ماحول سے میرے بارے میں پوری طرح جانے بغیر تم میرے ساتھ چلی آئیں۔ اب جب تم نے مجھ پر اعتماد کیا ہے تو اسی اعتماد کو قائم رکھتے ہوئے مجھ سے مزید گفتگو کرو۔ میں ایک بار پھر تمہیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتادوں۔ میرا نام لبنیٰ ہے ایک اخبار میں نوکری کرتی ہوں اور پولیس سے میرا براہ راست تعلق ہے۔ میں تمہارے شوہر کے قتل کے بارے میں تم سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن تمہارے بھائی اور بھاوج نے مجھ سے بہت سخت رویہ اختیار کیا اور مجھے تم تک نہیں پہنچنے دیا مجبوراً مجھے چالاکی کرنا پڑی اور انہیں گھر سے ہٹا کر میں تمہارے پاس پہنچ گئی۔ میں تم سے تمہارے شوہر کی موت کے کچھ حقائق معلوم کرنا چاہتی ہوں کیا تم میری مدد کروگی.....!"

نسرین سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے اس کے ہونٹ کپکپانے لگے نتھنے پھولنے پچکنے لگے پھر اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"مار دیا انہوں نے مار دیا آخر میرے انور کو انہوں نے آہ! اسے مار دیا وہ..... وہ" اس کی ہچکیاں بندھ گئیں میں اسے سنبھالتی رہی خوب رونے سے شاید اس کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا' تو میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم دونوں یونیورسٹی کے ساتھی تھے مجھے علم ہے کہ اس نے تمہارے لئے اپنے باپ کی دولت ٹھکرا دی تھی۔ ایک معمولی سی نوکری کرکے وہ تمہارے ساتھ خوش تھا۔

"وہ وفاشعار تھا' قول کا پکا تھا' اس کے باپ نے کہا تھا کہ نیچ ذات بہرحال نیچ ذات ہوتے ہیں وہ غلطی کر رہا ہے مگر سچ کہا تھا انہوں نے ہم نیچ ذاتوں نے اسے قتل کر دیا۔ دولت کے لئے صرف دولت کے لئے"

"مجھے تفصیل بتاؤ نسرین..... براہ کرم مجھے تفصیل بتاؤ"

"میں اسے کہتی تھی "انور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں لگتا' تمہارے والد مجھے قبول نہیں کریں گے تو وہ ہنس کر کہتا کہ نہیں نسرین یہ فرسودہ محاورے ہیں نہ تم ٹاٹ پیوند میں مخمل تم نسرین ہو اور میں انور۔ باقی رہے سعید نوری صاحب تو انہوں نے اپنی وابستگی کا سامنا کیا ہوا ہے زیادہ سے زیادہ وہ ہمیں اپنے گھر میں جگہ نہیں دیں گے۔ شہر وسیع ہے کہیں بھی گھر بنا لیں گے اس نے نوری صاحب سے بات کی وہ تیار نہیں ہوئے تو اس نے گھر چھوڑ دیا۔ میرے بھائی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اس نے مردانہ وار بات کی اور ارشاد علی تیار ہوگیا۔ اس نے انور کا شانہ تھپکا تھا اسے ایک جرات مند مرد قرار دیا تھا اور پھر بڑی خوشی سے اس نے ہم دونوں کا نکاح کیا۔ اس سے پہلے ہی اس نے کہہ دیا تھا کہ ہمیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے گھر موجود ہے ہم بہت خوش تھے اس نے نوکری تلاش کرلی تھی کہتا تھا کہ ایک دن مجھے وہ سب کچھ دے گا جو میرا حق ہے ابتدا میں بس سنبھالے کی ضرورت ہے کچھ وقت گزر گیا پھر..... پھر....." اس نے چند سسکیاں لیں اور پھر بولی "پھر میرے بھائی نے اصل رنگ دکھایا اس نے مجھ سے کہا"

"اس بے وقوف کا اپنا کوئی بینک بیلنس نہیں تھا.....؟"

"تھا مگر وہ سب کچھ اپنے باپ کے منہ پر مار آیا" میں نے فخر سے جواب دیا۔

"دنیا کے بارے میں کچھ جانتی ہو شہزادی کچھ اندازہ ہے کہ ہم نے تمہاری تعلیم کا شوق کیسے پورا کیا ہے"

"میں سمجھی نہیں بھیا.....!"

"میرے حالات کا اندازہ نہیں تمہیں' لنگڑا ہو چکا ہوں معذور ہوں کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ پینشن میں گزارا کہاں ہو سکتا ہے مجھے رقم چاہئے اس سے کہو اپنے باپ سے اپنا حصہ وصول کرے سب کچھ اس کی سوتیلی بہنوں کو مل جائے گا تمہارے ہاتھ کیا آئے گا"

"ہمیں کچھ چاہئے بھی نہیں بھیا"

"ہوش درست ہیں یا کردوں"

"بھیا کیا ہوگیا آپ کو" میں حیرت سے بولی۔

"تو بے عقل ہے تجھے کیا ملا مجھے کیا ملا محض ایک کلرک وہ تو کہیں سے بھی مل جاتا ہمیں"

"بھیا میں تو خوش ہوں"

"مگر میں خوش نہیں ہوں میں خود اس سے بات کروں گا" پھر ارشاد علی نے اس سے کہا۔

"تمہاری سوتیلی ماں کو خوب موقع مل گیا اب وہ اور اس کی بیٹیاں اس دولت سے ہمیشہ گلچھرے اڑائیں گی میری بہن کو کیا ملا' کوئی مضبوطی ہے اس کے لئے کچھ دیا ہے تم نے اسے.....؟"

"میں اس کے لئے دن رات محنت کروں گا ارشاد بھائی"

"محنت۔ اس دور میں محنت جو کچھ دیتی ہے تم بھی جانتے ہو۔ میں تمہیں کچھ مشورے دینا چاہتا ہوں"

"کیا ارشاد بھائی؟"

"اپنے باپ سے ملو۔ اس سے اپنا ترکہ مانگو۔ میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا میرے ہر جگہ تعلقات ہیں کوئی گڑبڑ ہوئی تو میں سنبھال لوں گا"



"نہیں ارشاد بھائی۔ میں یہ نہیں کرسکتا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"

"پھر بہت مشکل پیش آئے گی تمہیں۔ سارے خواب چکنا چور ہو جائیں گے تمہارے۔ غور کرلو یہ ضروری ہے" انہوں نے مجھ سے کہا۔

"میں دفتر سے ایک ہفتے کی چھٹی لے رہا ہوں نسرین۔ ہمیں گھر تلاش کرنا ہے ارشاد بھائی نے مجھ سے کچھ عجیب سی باتیں کی ہیں میں خود ان باتوں کو سن چکی تھی۔ میں نے اس سے اتفاق کیا لیکن میری بھاوج بھی کن سوئے لے رہی تھی بھائی کو سب کچھ معلوم ہوگیا تھا۔ صبح کو وہ سخت لہجے میں بولے۔

"تم دوسرا گھر تلاش کر رہے ہو انور"

"جی ارشاد بھائی جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں نہیں کر سکتا" نسرین نہیں جاسکے گی تمہارے ساتھ میں نے اور میری بیوی نے اسے ماں اور باپ کی طرح پالا ہے اسے اپنی حیثیت سے بڑھ کر تعلیم دلائی ہے صرف اس لئے کہ اس کا مستقبل بہتر ہو۔ میں نے تمہارے راستے نہیں روکے لیکن تم پر بھی فرض ہے کہ اس کے لئے سوچو"

"ارشاد بھائی میں....."

"کچھ نہیں انور میاں۔ مجھے سختی پر آمادہ نہ کرو تمہیں اپنے باپ سے ملنا ہوگا ورنہ تم نہ یہاں رہ سکو گے اور نہ نسرین کو پاسکو گے" وہ بے حد پریشان ہوگیا پھر اسے کچھ یاد آیا اور وہ کوشش کرنے لگا پھر اس نے دو دن کے بعد ارشاد علی سے کہا۔

"ارشاد بھائی۔ ڈیڈی نے میرا دس لاکھ کا بیمہ کرایا تھا نو سال پورے ہو چکے ہیں بس ایک سال کچھ ماہ باقی ہیں ہر چند کہ وہ رقم بھی میں کبھی نہ لیتا مگر آپ کا اصرار ہے تو میں اس کے لئے کوشش کئے لیتا ہوں۔ میں نے کچھ کام کیا ہے کل اس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا" پھر اس نے بتایا۔ میں نے نسرین کو بھی کی رقم کے لئے نامزد کر دیا ہے۔ اب وہ رقم ڈیڈی کو نہیں بلکہ نسرین کو ملے گی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ بس ایک سال کی بات ہے"

"ایک سال" ارشاد علی نے کہا۔ وہ خاموش ہوگئے بظاہر سکون ہوگیا تھا۔ مگر ایک وقت میں نے اپنے بھائی اور بھابی کی باتیں سنیں وہ کہہ رہے تھے ٹانگ نے ساتھ چھوڑ دیا ورنہ لکھ پتی بن چکا تھا مگر دماغ ابھی ٹھیک ہے کچھ کرنا ہے جمیلہ۔ کچھ کرنا پڑے گا"

"کیا کرو گے؟"

"یہ سسرا انور اگر کسی حادثے کا شکار ہوجائے تو دس لاکھ روپے مل سکتے ہیں مگر حادثہ"

"ایکسیڈنٹ کرادو کسی ٹرک والے سے کہہ کر۔ تمہارے جاننے والے تو ہوں گے" میری بھابی نے کہا۔

"کچا کام نہیں' کچا کام نہیں ہونا چاہئے"

"پھر کیا کرو گے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"سوچنا پڑے گا" ارشاد علی خاموش ہوگیا۔ میں کانپ گئی تھی میری نظروں میں تاریکی ہوگئی تھی میرا بھائی میرا سہاگ اجاڑنا چاہتا تھا اس کا دل سیاہ ہو گیا تھا۔ کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اگر ارشاد علی کو یہ بتا دیا کہ میں نے اس کی باتیں سن لی ہیں تو وہ خاموشی سے میری گردن مروڑ دے گا۔ میں اس کی سنگدلی سے واقف تھی۔ اس نے انتقام کے طور پر اسی بستی کے ایک نوسال کے لڑکے کو گٹر میں ڈال کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے باپ سے دشمنی ہوگئی تھی اس کی۔ لڑکا غائب ہوگیا اور پھر کئی دن کے بعد گٹر سے اسکی لاش دستیاب ہوئی۔ کسی کو ارشاد علی کا نام بھی نہیں معلوم ہوسکا۔ اس نے خود ہی بہت دن کے بعد بھابی کو اپنا یہ کارنامہ سنایا تھا۔

"اوہ۔ میرے خدا۔ وہ انسان ہے یا درندہ۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"آہ۔ میں نے بھی اس کے اس جرم کی پردہ پوشی کی تھی۔ میں نے بھی تو کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ آہ کاش۔ میں اپنا فرض پورا کر دیتی۔ ایک بھیڑیے کو منظرعام پر لے آتی۔ مگر وہ میرا بھائی تھا۔ آہ میں" نسرین ایک بار پھر زاروقطار رونے لگی۔ میں سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

نسرین نے ارشاد علی کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے وہ اتنا درندہ صفت تھا کہ اس نے دشمنی کی بناء پر کسی معصوم بچے کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ انکشاف اس کی سگی بہن نے کیا تھا پھر نسرین نے کہا۔ "اس وقت مجھے ارشاد علی کے دل کا حال نہیں معلوم تھا ہم دونوں کے بارے میں اسے معلوم ہوا تو اس نے کوئی واویلا نہیں کیا کوئی سختی نہیں کی اس نے انور سے ملاقات کی اس سے باتیں کیں اس کے تمام حالات پوچھے اس نے وہ رنگ دکھائے جو میں..... آہ میری بزدلی نے مجھ سے میرا انور چھین لیا۔ کاش میں اسی وقت انور کو اس خطرے سے خبردار کر دیتی۔"

"ہاں میں یہ پوچھنا چاہتی تھی۔ نسرین..... تم نے ان لوگوں کی باتوں کا تذکرہ انور سے نہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"خدا مجھے غارت کر دیتا۔ کاش خدا مجھے غارت کر دیتا۔ ہمت نہیں کر سکی تھی اس کی....." اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"خوف تھا مجھے۔ میں سوچتی تھی کہ انور کیا سوچے گا کہیں اسے میرے بھائی کے اس کردار سے نفرت نہ ہو جائے اور یہ نفرت کہیں میری طرف منتقل نہ ہو جائے۔ وہ بہت جذباتی تھا۔ بچپن سے اس کا دل دکھا ہوا تھا۔ اسے سوتیلی ماں سے نفرت تھی اور اس کی وجہ وہ صرف یہ



بتاتا تھا کہ اس کا باپ اپنی بیوی کے ساتھ خوش رہتا تھا جبکہ وہ انور کی ماں نہیں تھی۔ بہت الجھا ہوا تھا وہ اور مجھے اس کے نازک احساسات کا خیال تھا۔ البتہ میں اس سے یہ اصرار ضرور کرتی تھی کہ وہ یہاں سے نکل چلے۔"

"وہ کیا کہتا تھا؟"

"کوشش کر رہا تھا مگر حالات ساتھ نہ دے پا رہے تھے۔ کہتا تھا انتہائی مجبور ہو کر اس نے صرف میرے بھائی کا منہ بند کرنے کے لئے یہ گندی کوشش کی ہے۔ ورنہ وہ اپنے باپ کا ایک پیسہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔"

"پھر کیا ہوا نسرین؟"

"قتل کر دیا انہوں نے میرے انور کو۔ مار دیا انہوں نے اسے' یہ صلہ ملا اسے میری محبت کا' میرے لئے سب کچھ چھوڑ دینے کا' ہم نیچ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں ہمارے لئے جذباتی ہونا موت خریدنا ہوتا ہے اس نے موت خریدی تھی میری شکل میں۔" نسرین نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

"نسرین تمہیں علم ہے کہ ایک پولیس آفیسر نے اسے قتل کیا ہے۔"

"ارشاد علی پولیس میں رہ چکا ہے اس نے اکبر خان سے اسے قتل کرادیا ہے۔ اکبر خان پولیس کانسٹیبل ہے ہمارے محلے میں ہی رہتا ہے یہاں فائرنگ ہوئی کچھ لوگ بے گناہ پکڑ لئے گئے انور نے ان کی حمایت میں کچھ کہا تو اسے بھی پکڑ لیا گیا۔ اکبر خان ہمارے گھر آیا اور..... اور۔"

"ہاں نسرین آگے بولو..... آگے کہو۔" میں نے شدید ہیجانی انداز میں کہا نسرین نے نہایت سادگی سے وہ انکشاف کر دیا جو میرے ذہن میں موجود تھا۔

اکبر خان نے کہا کہ انور کو اس معاملے میں نہیں بولنا چاہئے تھا وہ مشکل میں پڑ جائے گا تو ارشاد علی نے اس سے کہا اکبر خان اس سے اچھا موقع نہیں مل سکتا۔ وہ تمہارا ہی تھانہ ہے نا' اکبر خان نے اعتراف کیا اور کہا انور سعید کو اس کے تھانے میں لے جایا جائے گا تو ارشاد علی بولا "او میرے یار..... لگتا ہے دس لاکھ کا چیک کیش ہونے جا رہا ہے۔" اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ میں نے یہ گفتگو سنی تھی مگر سمجھ نہیں پائی تھی ..... پھر مجھے انور کی موت کی خبر ملی آہ' اس کی موت کی خبر سن کر مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی مگر ارشاد علی اور جمیلہ بیگم ' میری بھابی بہت خوش تھے ان کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ میں نے ارشاد علی کے الفاظ سنے تھے۔

"اری کمبخت دنیا دکھاوا تو کر" وہ میرا نندوئی تھا پھر اکبر خان کی بیوی ہمارے ہاں آئی اور اس نے مجھے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"ہائے نسرین تیرے بھائی نے تجھے ڈس لیا" اس وقت جمیلہ بھابی آگئی اور اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اکبر خان کی بیوی کے بال پکڑ کر اسے باہر نکال دیا۔ دونوں میں ہاتھا پائی ہوئی اور اکبر خان کی بیوی چلی گئی۔ وہ پھر نہیں آئی نہ جانے اس پر کیا گزری رات کو میرے بھائی نے بتایا کہ انور تو پولیس کے تشدد سے مارا گیا اس نے محلے والوں کو پولیس کے خلاف خوب بھڑکا دیا۔ اس طرح لوگ اس کام میں مصروف ہو گئے۔ مجھ سے کسی کو نہیں ملنے دیا تھا' جمیلہ بھابی سخت نگرانی کرتی تھیں میری یونیورسٹی کی دوست لڑکیوں کو اس حادثے کا علم ہوا تو وہ بھی مجھ سے ملنے آئیں' مگر نہایت سختی کے ساتھ انہیں واپس کر دیا گیا' میرے بھائی اور بھابی میری طرف سے خوف زدہ ہو گئے تھے' میں دعویٰ سے کہتی ہوں کہ انور پولیس تشدد سے نہیں مارا گیا اسے پولیس لاک اپ میں قتل کرایا گیا ہے اور اس قتل میں پولیس کانسٹیبل اکبر خان کا ہاتھ ہے' میرے بھائی ارشاد کا ہاتھ ہے' اگر تحقیقات کی جائیں تو یہ بات کھل جائے گی' صاف پتہ چل جائے گا کہ کیا ہوا ہے' آہ انہوں نے میری بینائی چھین لی' انہوں نے میری آنکھوں کی روشنی چھین لی' انہوں نے میرے سر کا سایہ چھین لیا۔"

کیا تم اپنا یہ بیان تحریر میں دے سکتی ہو؟"

"مجھے کسی چوراہے پر لے جا کر کھڑا کر دو میں چیخ چیخ کر یہ ساری تفصیلات ایک ایک فرد کو بتا دوں گی۔ میرے بھائی اور بھاوج میرے ہمدرد نہیں ہیں' وہ میرے کوئی بھی نہیں ہیں۔ انہوں نے ڈاکہ ڈالا ہے ہمارے گھر میں..... میرے دس لاکھ روپے لوٹے ہیں' میرے انور کو قتل کر دیا ہے۔ ان ڈاکوؤں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے ان کی زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

نسرین کے تیار ہونے پر میں نے فوری طور پر انتظامات کئے ڈاکٹر تانیا کو بھی اپنے پاس طلب کر لیا اور ان کی موجودگی میں نسرین نے اپنے ہاتھوں سے یہ بیان کاغذ پر لکھ کر مجھے دیا۔ گواہ کے طور پر ڈاکٹر تانیا کے دستخط ہو گئے تھے پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ یہاں اس ہسپتال کے کمرے میں آرام کرے اگر وہ واپس اپنے گھر جائے گی تو اس کے ساتھ جو سلوک ہو گا وہ جانتی ہے جواب میں نسرین کہنے لگی۔

"مجھے کسی سلوک کا کوئی خوف نہیں ہے' ارشاد علی زیادہ سے زیادہ مجھے قتل کر دے گا نا' مرنا تو میں دل سے چاہتی ہوں۔ لیکن اپنے انور کے قاتلوں کو سزا دلوانے کے بعد' مجھے اب کوئی خوف نہیں ہے' تم مجھے بتاؤ' مجھے کیا کرنا چاہئے"

"اس اعتراف کے بعد تمہیں کچھ وقت یہاں گزارنا ہو گا' بے فکری سے اس ہسپتال میں رہو اور ہم سے پورا پورا تعاون کرو' ہم تمہارے ہمدرد ہیں۔"

"میں تیار ہوں....." ڈاکٹر تانیا کو پہلی بار اس بیان کے دوران صورت حال کا علم ہوا تھا



بعد میں ان کے کمرے میں جا کر میں نے انہیں تفصیلات بتائیں۔

"نسرین کو یہاں رکھنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"بالکل اس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔" ڈاکٹر تانیا نے کہا اور میں بے فکر ہو کر وہاں سے نکل آئی۔

شہریار اپنا کام کر رہا تھا ارشاد علی اس کے قبضے میں تھا۔ اس کی بیوی جمیلہ بالآخر پریشان ہو کر گھر واپس چلی گئی ہو گی اور اسے گھر جا کر نسرین کی گمشدگی کا علم ہوا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ وہ ہنگامہ کر رہی ہو گی ارشاد علی کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ شہریار اسے میری اجازت کے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے اب مجھے دوسرا کام کرنا تھا۔ میں وہاں سے سیدھی جاوید قریشی کے پاس پہنچ گئی۔ یہ شخص بھی بیشتر معاملات میں میرا بڑا معاون رہا تھا۔ شکر تھا تھانے میں مل گیا۔

"زے ہے نصیب ان دنوں ہمارے تھانے کی تقدیر عروج پر ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اکبر خان کانسٹیبل کہاں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"گارڈ ڈیوٹی پر ہے..... بلاؤں۔"

"نہیں۔" تم سے ایک کام ہے۔

"بسر و چشم" اس نے گردن خم کر کے کہا۔

"اس کی ڈیوٹی کب ختم ہو گی۔"

"رات کو نو بجے۔"

"اسے روکنا ہے' بلکہ اس کی نگرانی کرنی ہے فرار نہ ہونے پائے' اشد ضروری ہے۔"

"ہو جائے گا فکر نہ کریں' کچھ اور پوچھ سکتا ہوں۔"

"صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ راٹھور صاحب کیس ہے اور بہت جلد یہ مسئلہ حل ہو جائے گا"

"اس کا تو مجھے یقین تھا' خیر اس سے زیادہ کچھ نہیں پوچھوں گا خلاف آداب۔"

"اکبر خان اب تمہاری ذمے داری ہے کسی اور کو بھی بھنک نہ ملنے پائے ورنہ بات بگڑ جائے گی۔"

"یہ کام میں خود کرونگا اور جب بھی آپ کو اس کی ضرورت ہو گی اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دونگا۔"

"بے حد شکریہ' اب میں چلتی ہوں" میں نے مسکرا کر کہا اور پھر یہاں سے چل پڑی۔ اکبر خان کے گھر کا پتہ جاوید سے پہلے ہی معلوم کر چکی تھی نسرین کے ایک جملے نے ہمت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



بندھائی تھی یعنی اکبر خان کی بیوی نے اس سے کہا تھا کہ نسرین تجھے تیرے بھائی نے ڈس لیا۔ عورت کام کی ثابت ہو سکتی تھی چنانچہ اب اس سے ملنا ضروری تھا لیکن اس سے پہلے شہریار کو ارشاد علی کے سلسلے میں ہوشیار کرنا ضروری تھا۔ راستے میں ایک میڈیکل اسٹور سے اسے اس کے دفتر میں فون کیا اور وہ مل گیا۔

"کہاں غائب ہو بھئی' دوبار گلبدر کو فون کیا ہے' اخبار کے دفتر میں بھی پوچھا تھا۔"

"اور تم آفس میں گھسے ہوئے ہو آفیسر۔"

"سڑکوں پر گشت کروں گا تو تمہیں ہی ناگوار گزرے گا کہاں سے بول رہی ہو۔"

"ایک میڈیکل اسٹور سے' ارشاد علی کا کیا ہوا۔"

"ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا۔ البتہ اسکی بیوی کے سلسلے میں میرے پاس رپورٹ موجود ہے اسے ہسپتال چھوڑ دیا گیا تھا وہ وہاں ایک گھنٹے تک ارشاد علی کو تلاش کرتی رہی پھر واپس چلی گئی۔ تمہارا کام ہو گیا۔

"ہاں کافی حد تک' اب تمہیں ارشاد علی کو روکنا ہے۔"

"اوہ روکنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"اسے چھوڑنا نہیں ہے' جب تک ہمارا کام مکمل نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے کام کب تک مکمل ہو جائے گا؟"

"یہ خدا بہتر جانتا ہے ویسے تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی خاص نہیں ابھی دفتر میں ہوں یہاں سے اٹھا تو گلبدر کو فون کر کے بتادوں گا کہ کہاں ہوں۔"

"اوکے شہریار" میں نے فون بند کیا پیسے دیئے اور میڈیکل اسٹور سے باہر نکل آئی۔ میری کار ایک بار پھر بستی کی طرف چل پڑی۔ یہاں کافی احتیاط کی ضرورت تھی پتہ نہیں ارشاد علی کی بیوی نے نسرین کو نہ پا کر محلے میں کیا ہنگامہ برپا کیا ہو۔ کار بہت دور کھڑی کر کے پیدل چل پڑی۔ اکبر خان کے گھر کی تلاش میں چھوٹے چھوٹے بچوں سے رابطہ کیا تھا کسی بڑے کو مخاطب نہیں کیا تھا بالآخر پہنچ گئی۔ گھر کا دروازہ ایک نوجوان عورت نے کھولا تھا جس کی بائیں آنکھ کے نیچے رخسار پر ایک پتلا نشان نظر آرہا تھا۔ ٹھوڑی پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ پیشانی پر کھرنڈ جما ہوا تھا' کھردرے چہرے والی تیز طرار عورت تھی میں نے مسکرا کر اسے سلام کیا تو وہ بولی میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

"میں بیگم اکبر خان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"بیگم" اس نے کسی قدر حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولی۔ "میں اکبر خان کی



بیوی ہوں۔"

"آپ ہی سے تو ملنے آئی تھی میں۔" میں نے مسکرا کر کہا لفظ بیگم نے شاید اسے خوش کر دیا تھا پھر اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے مجھ سے کہا "آؤ اندر آجاؤ۔"

میں نے ارشاد علی کی بیوی کو دیکھا تھا' سخت خطرناک عورت معلوم ہوتی تھی اور دوسری خاتون یہ تھی کم یہ بھی نہیں لگتی تھیں' لیکن اس کے چہرے کے نشانات نے مجھے ذرا چوکنا کر دیا تھا۔ یقیناً یہ مار پیٹ کے نشانات تھے میں اندر داخل ہو گئی۔ چھوٹا سا گھر تھا لیکن اسے سجانے اور سنوارنے کی کوشش کی گئی تھی اور خاصا سامان اس جگہ سمایا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے"

"اس کی فکر چھوڑو..... یہ بتاؤ کون ہو اور کیوں ملنا چاہتی تھیں مجھ سے؟"

"دیکھیں بیگم صاحبہ میرا تعلق ایک اخبار سے ہے اور میں اخبار میں رپورٹنگ کرتی ہوں آپ سے ایک خاص سلسلے میں تھوڑی سی معلومات حاصل کرنی تھیں۔"

"ارے کس نے کہہ دیا تم سے کہ ہم بیگم صاحبہ ہیں' نالی کے کیڑے ہیں نالی کے کیڑے..... ہم لوگ سمجھیں' اس گندی سی بستی میں بیگمات کہاں رہتی ہیں' بیگمات تو کوٹھیوں میں ہوتی ہیں۔ میرا نام رفعیہ ہے کہو اخبار کے لئے مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتی ہو۔"

"بیگم صاحبہ' معاف کیجئے گا رفعیہ بیگم آپ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا انور سعید' بے چارہ قتل ہو گیا اور آپ کے شوہر اکبر خان صاحب اسی تھانے میں تعینات ہیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ شوہر بیویوں کو بہت کچھ بتادیتے ہیں' میں آپ کا انٹرویو کرنے آئی تھی اور یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا آپ کے شوہر نے آپ کو اس قتل کے بارے میں کچھ بتایا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ رفعیہ بیگم صاحبہ کہ شوہر بیویوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور انہیں دفتروں میں ہونے والی باتیں بھی بتادیتے ہیں۔ ہمارے اخبار کو آپ کے ذریعے کچھ معلومات حاصل ہو گئیں تو ہماری نوکری بھی قائم رہے گی اور ہم آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے' آپ چاہیں تو میں اپنے اخبار میں ایک فوٹو بھی چھاپ سکتی ہوں آپ کا۔"

"ارے گڑ میں ڈالو ہمارے فوٹو کو اور ہمارے انٹرویو کو..... ہماری مصیبت کی کہانی لکھنا چاہتی ہو تو ضرور لکھو۔ بلکہ مجھے تو ایسے کسی آدمی کی تلاش تھی جو میرے سینے کی لگی بجھادے' جہنم سلگ رہا ہے میرے سینے میں جہنم' میں بھی اب بدلے لینے پر اتر آئی ہوں' ساری زندگی گزر گئی اسی طرح مار کھاتے ہوئے' ستم سہتے ہوئے' ماں باپ کم بخت اندھے ہوتے ہیں' خدا انہیں غارت کرے' جہاں دل چاہا بے زبان لڑکیوں کو پکڑا اور کمر پر لات مار دی کہ جاؤ جہنم میں جا گھسو' جلتے رہو' سلگتے رہو' تم ہی کہو کیا پیدا کرنے کے بعد یہ فرض نہیں ہے کہ اولاد کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



مستقبل کا بھی خیال رکھیں کم از کم کسی ایسے کے پلے تو باندھیں جو تھوڑا بہت انسان ہو۔ ارے جس دن سے اس گھر میں آئی ہوں' سکون کا ایک سانس نہیں لیا۔ میاں پولیس میں تھا' پولیس والوں کے لچھن ارے کوئی میرے دل سے پوچھے' زمانے بھر کا بدمعاش' ارے کیا کیا نہ برداشت کیا میں نے اس گھر میں رہ کر' میری آنکھوں کے سامنے برائیں ہوتی رہیں' جوئے کھیلے گئے' بری عورتیں گھر میں آتی رہیں اور کبھی زبان کھولی تو دیکھ رہی ہو یہ..... یہ نشان دیکھ رہی ہو تم' کب تک برداشت کروں' لوگ کہتے ہیں بیویوں کو صبروسکون کے ساتھ شوہر کا ساتھ دینا چاہئے' ارے انسان تو انسان ہی ہے۔ دل میں چھالے پڑ جائیں تو کب تک ان کی جلن برداشت کی جائے' ایک وقت پر تو زبان کھلتی ہے' بیٹھو بی بی بیٹھو بتاتی ہوں تمہیں ساری کہانی..... ذرا دروازہ بند کر آؤں..... کہیں وہ آ ہی نہ جائے۔" خاتون آگے بڑھیں' دروازہ تھا ہی کتنے قدم پر' جا کر بند کر دیا۔ مگر میرے دل میں ٹھنڈک اتر رہی تھی۔

تقدیر میرا ساتھ دے رہی تھی اور ہمیشہ ہی دیتی تھی ایسے راستے نکل آتے تھے کہ میرا کام بن جاتا تھا۔ خاتون دروازہ بند کر کے میرے سامنے آبیٹھیں۔ پان کھانے کی شوقین تھیں بڑی سی پٹاری نکالی اور سامنے رکھ کر بولی۔ "پان کھاؤ گی؟"

"جی نہیں' بس چھالی کے دو دانے دے دیجئے" میں نے ان خاتون کو شیشے میں اتارنے کیلئے کہا حالانکہ زندگی میں کبھی چھالی نہیں کھائی تھی۔ مگر ان کی وجہ سے محبت اور قربت پیدا کرنے کی وجہ سے' چھالی منہ میں ڈالنا پڑی اور میں ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"میں سناتی ہوں تمہیں قصہ اور قصہ ہی نہیں سناؤں گی ثبوت بھی دوں گی۔ میاں جی بڑے پولیس والے بنتے ہیں' بڑے مجرموں کے سراغ لگاتے ہیں پتہ چلے گا انہیں کہ کیسے جال میں کوئی پھنستا ہے میں بتاتی ہوں' تمہیں سنو۔ بے چارہ انور' بے چاری نسرین' ارے ایسی بے زبان لڑکی' بھائی نے کالج میں تو پڑھا دیا لیکن مقصد دوسرا ہی تھا اس کا' ارے غلیظ بستی کا گندا آدمی تھا' ٹانگ ٹوٹا کم بخت' دل میں نجانے کیا کیا خیالات لئے بیٹھا تھا۔ وہ انور بے چارہ اس کی یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ ارے وہیں سے چکر چل گیا' بڑے گھر کا تھا پر ساری دولت پر لات مار کر آ گیا' مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ کن لوگوں میں آ رہا ہے' نسرین اپنی طبیعت سے بہت اچھی لڑکی ہے سارے محلے کے کام آنے والی۔ اتنی پڑھی لکھی ہے' میرے میکے کے سارے خط وہی لکھتی تھی بے چاری' کبھی پیشانی پر شکن جو ڈالی ہو' جو چاہو لکھوالو اور جب چاہو لکھوالو' بڑا دکھ ہے مجھے اس کے بیوہ ہو جانے کا' اور اس کا کم بخت بھائی' وہ لنگڑا مردود' وہی تو اس کے میاں کا قاتل ہے۔ بی بی ہم سے پوچھو ہم سے اتنا بڑا راز چھاتی میں چھپائے بیٹھے ہیں کیا کریں' وہ بھی پھنس رہا ہے اس میں' مگر مگر پھنسنے دو جی۔ برا ماں باپ نے کیا۔ میں نے تو نہیں کیا تھا' کب تک سستی



رہوں یہ چارچوٹ کی مار' ارے جب دیکھو جوتی اٹھاتا ہے شروع ہو جاتا ہے کیسے نشان دکھاؤں تمہیں اپنے بدن کے' ربڑ کی چپل سے مارتا ہے اور ایک چپل جب بدن پر پڑتی ہے تو چوبیس گھنٹے اس جگہ جلن ہوتی رہتی ہے' ۳۶ نشان ہیں میرے بدن پر' ساری تقدیر ہی پھوٹی تھی کیا کرتی مگر اب صبر نہیں ہوتا۔ ارے لکھ دو اخبار والی بی بی میری کہانی۔ میرا میاں اکبر خان اس لنگڑے کا دوست ہے اور وہ کمبخت مارا' ٹانگ چلی گئی مگر کرتوت ختم نہ ہوئے۔ بری عادتیں نہ چھوٹیں اللہ کے غضب سے نہ ڈرا وہ۔ میرے میاں سے سارے مشورے کرتا تھا بہن کی شادی کا مشورہ بھی اس نے اکبر خان سے کیا تھا۔ کہنے لگا ابھی اس کے پاس پلے کچھ نہیں ہے مگر اکیلا لونڈا ہے اپنے باپ کا ماں سوتیلی ہے دو بہنیں ہیں اس کا حصہ بھلا کون چھینے گا' میرے میاں نے کہا فوراً" شادی کر لو آسامی ہاتھ سے نہ نکل جائے اور بی بی شادی ہو گئی۔ مگر اس لنگڑے کو جوا کھیلنے اور عیاشی کرنے کیلئے مال کہاں سے ملتا۔ کوئی بیمہ ویمہ تھا اس لونڈے کا' چکر چلتے رہے اکبر خان سے میں نے رو کر کہا اللہ سے ڈرو اکبر خان' تم ان چکروں میں نہ پڑو مگر اکبر کہاں مانتا یار کی یاری جو پیاری تھی۔ ارے نسرین کو بیوہ کر دیا دونوں نے ملکر۔"

"دونوں نے" میں نے پوچھا۔

"ہاں دونوں نے' میں بھی شیخ کلن کی لونڈیا ہوں کچی گولیاں نہیں کھیلیں میں نے' رکو تمہیں بتاتی ہوں۔" رفیعہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھیں اندر گئیں اور کچھ دیر کے بعد ایک ٹیپ ریکارڈ لئے واپس آ گئیں۔ اس میں غالباً" بیٹری پڑی ہوئی تھی انہوں نے ٹیپ ریکارڈر میں لگا کیسٹ ریوائنڈ کیا اور پھر اس کا پلے بٹن دبا دیا۔ اس سے آوازیں ابھرنے لگیں۔

"کام ہو گیا بادشاہ۔"

"ارے جیتا رہ میری جان' جلدی بتا میرا سانس پھول رہا ہے۔" یہ آواز ارشاد علی کی تھی جسے میں نے پہچان لیا۔

"ایس پی صاحب غصے میں آ گئے تھے' تینوں کو چھوڑ دیا اسے بند کر دیا۔"

"پھر؟"

"گارڈ ڈیوٹی میری نہیں تھی تجمل خان ڈیوٹی پر تھا مگر وہ چائے پینے چلا گیا۔ بس کام بن گیا۔ میں تالا کھول کر اندر گیا اور پھر ایک ہی ہاتھ میں لمبا کر دیا بھوتنی والے کو۔"

"کیسے؟"

"دل پر گھونسہ مارا تھا' نیں ہو گیا۔" دوسری آواز نے کہا۔

"پکا کام ہو گیا نا۔"

"یار تجربہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"پھر بھی تصدیق ہو گئی کیا؟"

"ابے لاش بھی ہسپتال چلی گئی۔ کیس ایس پی صاحب پر بنے گا۔"

"ارے زندہ باد اکبر خان تو نے یاری نبھادی ہے۔ تیرا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا؟"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"تیرے ایک لاکھ روپے پکے اکبر خان' بس کچھ وقت لگے گا۔"

"کتنا وقت لگ جائے گا؟"

"دیکھ پیارے ابھی کیس اوپن ہوگا۔ ایس پی صاحب کی ٹنگڑی بنے گی اس کے باپ کو پتہ چلے گا پھر میری بہن کی فریاد اخباروں میں آئے گی ہو سکتا ہے کہ اس کے باپ سے بھی کچھ ہاتھ آجائے ورنہ دس لاکھ روپے کا بیمہ تو ہے ہی اس کی بیوہ کا۔ اور اس میں سے ایک لاکھ تیرے"

"وقت بہت لگ جائے گا۔"

"رقم بھی تو تگڑی ہاتھ آئے گی۔"

"یار کچھ ایڈوانس تو دے دو۔"

"یہ پانچ سو روپے رکھ لے' حساب سے الگ مٹھائی کھانے کیلئے" پھر ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"اچھا چلتا ہوں۔" آواز بند ہوگئی اور رفیعہ بیگم نے ٹیپ بھی بند کردیا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں یہ تو پورا اعتراف نامہ تھا۔ ناقابل تردید ثبوت مگر۔ رفیعہ بیگم نے کہا۔

"ایسے ایسے کیسٹ ہیں میرے پاس کہ سنوگی تو شرم سے منہ لال ہو جائے گا۔ یہ میرا دل گردہ ہے کہ ماں باپ کی عزت نبھائے جارہی ہوں۔"

"مگر رفیعہ بیگم' یہ باتیں آپ نے کیسے ریکارڈ کرلیں؟"

"پکی بیٹھی ہوں پھوڑے کی طرح۔ یہ سارے مردوے اپنی بیویوں کو الو سمجھیں ہیں کسی سے دکھڑا روتی تو وہ میری چغلے دیتا۔ پار سا بن جاتا کوئی ثبوت تو ہوتا پولیس افسر صاحب کے خلاف۔ میں نے یہ ترکیب کرلی۔ یہ ٹیپ ریکارڈ چارپائی کے نیچے چھپادیا اس میں کیسٹ لگادی۔ ریکارڈ کرنے والے دونوں بٹن دبا دیئے اور ایک کھولنے اور بند کرنے والے مائیک کا تار لمبا کرکے ٹیپ ریکارڈ میں لگالیا پھر اسے نالی سے نکالر کر اپنے پاس رکھ لیا جب بھی یہاں محفل جمی میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے آگے سرکا لیا اور اندر کی باتیں کیسٹ پر ثبوت ہیں میرے پاس ان کی برائیوں کے کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے میاں جی کو۔ ایسے کیسٹوں کی تعداد تیس کے قریب



ہے۔"

"آپ بہت عظیم ہیں رفیعہ بیگم' آپ جیسی عورت ہونا مشکل ہے۔ یہ سب کیسے برداشت کررہی ہیں آپ؟" میں نے اپنے کام کا آغاز کردیا۔

"اب گھڑا بھر چکا ہے بی بی۔ بہت ہوگئی' بس اب بہت ہوگئی۔ میں بھی چھٹکارا چاہتی ہوں۔ بے اولاد ہوں کہیں بھی پڑی رہوں گی۔ اب یہ مار نہیں سہی جاتی۔" رفیعہ بیگم نے کہا۔

"کیسے ہیں اکبر خان صاحب' ارشاد علی تو اپنی بیوی کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا" میں نے کہا۔

"وہ ہاتھ لگائے گا' مجنوں تو ہے وہ' بیوی جو کہتی ہے وہی کرتا ہے مجال ہے اس کی آنکھ کے اشارے سے ہٹ جائے۔"

"جمیلہ اپنے شوہر کو نہیں روکتی۔"

"کیوں روکے گی۔ خوب کھاتی ہے خوب پہنتی ہے اچھے سے اچھا ملتا ہے۔ میاں بھاڑ میں جائے اس کا کام چلتا رہے۔"

"اور ایک آپ ہیں یہ نشان بھی مار کے لگتے ہیں" میں نے کہا۔

"تو اور کیا' نسرین کا میاں پکڑا گیا رات کو پولیس لے گئی اسے' ارشاد اور اکبر میں مسکوٹ ہوئی۔ صبح ہی صبح ارشاد اکبر کے پاس آیا اور اکبر نے اسے یہ رام کہانی سنائی۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ نسرین کا میاں مرگیا ہے۔ ہائے کیسا پیارا جوان تھا میرا تو دل رودیا۔ نسرین کے پاس گئی اور میں نے تو صاف کہہ دیا کہ تجھے تیرے بھائی نے ڈس لیا ہے۔ مگر جمیلہ خود اپنے میاں کے ساتھ شریک تھی۔ مجھ سے لڑی کمبخت ماری' ہاتھا پائی پر اتر آئی اور مجھے گھر سے نکال دیا۔ پول جو کھول رہی تھی۔ کچا چٹھا جو سامنے آرہا تھا۔ مگر مجھے اس کا اتنا رنج نہ ہوا وہ تو غیر تھی مگر اس کے کہنے سے اکبر نے مجھے مارا۔ ہائے یہ برداشت نہیں ہوتا۔"

"آپ کے دکھ پر میرا دل رورہا ہے رفیعہ بیگم' کاش میں اکبر خان کو سمجھا سکتی"۔ میں نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"اللہ سمجھائے گا اسے۔ اب تو اس سے اللہ ہی سمجھے گا۔ چھوڑوں گی نہیں اب اسے گھڑا بھر گیا ہے اس کا' ارشاد علی کے ہاں پہنچا دونوں میاں بیوی نے کان بھرے اور واپس آکر مجھ پر پل پڑا۔ کیا دکھاؤں تمہیں اپنے بدن کے نشان بی بی۔ یہ تو اوپری چوٹیں ہیں؟"

"آہ' میں آپ کیلئے کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میری سچی کہانی چھاپ دو اخبار میں' میری فریاد چھاپ دو' ٹھہرو میں تمہیں سارے کیسٹ دیتی ہوں۔ انہیں ثبوت کے طور پر رکھو سننا انہیں اور میری فریاد دنیا کو سنادینا۔" وہ اٹھ گئی میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ ایک تم رسیدہ عورت بغاوت پر اتر آئی تھی۔ ایک خون سر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



چڑھ کر بول رہا تھا' گنہگاروں کے لئے آسمان سے سزا تجویز ہو گئی تھی۔ ایک بے گناہ کی دادرسی ہو رہی تھی اور یہ سب عوامل تھے' ذرائع تھے یہی قانون قدرت ہے۔ اس اہم کیسٹ کے ساتھ میں نے دوسرے کیسٹ بھی اپنی تحویل میں لے لئے۔ پھر میں نے کہا۔

"آپ کی اجازت سے یہ کہانی ضرور چھاپ دوں گی رفیعہ بیگم۔ آپ کو مالی تکلیف تو نہیں ہے"

"دو سرا دن ہے اناج کا کوئی دانہ پیٹ میں نہیں گیا ہے۔ بگڑا ہوا ہے مجھ سے خود تو باہر کھا لیتا ہے مجھے سزا دے رہا ہے تمہیں چائے تک نہیں پلا سکتی۔" اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

"مجھے بہن مان لیں گی۔" میں نے کہا۔

"کیوں نہ مانوں گی۔"

"یہ پانچ سو روپے رکھ لیں۔ خاموشی سے اپنا کام چلائیں۔ میں آپ کو اور بھی روپے دوں گی فکر نہ کریں آپ کا پورا ساتھ دوں گی۔" رفیعہ بیگم کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھے۔ پانچ سو روپے اس نے فوراً" قبول کر لئے تھے" اور ہاں بہن آپ کے پاس کوئی دوسرا خالی کیسٹ ہے۔"

"خالی کیسٹ؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں جس پر آپ ان دونوں کی آئندہ گفتگو ٹیپ کر سکیں۔"

"خالی کیسٹ تو نہیں ہے میرے پاس ' گانوں کے بھرے ہوئے کیسٹ ہیں یہ سب ویسے ہی ہیں' دوبارہ ٹیپ کر لیتی ہوں ان پر" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی پھر بولی۔

"کوئی اور اچھا سا کیسٹ اس ٹیپ ریکارڈ میں لگا لیجئے اور اب جب بھی وہ دونوں ملیں ان کی گفتگو بڑی احتیاط سے ٹیپ کر لیں۔"

"وہ تو میں کروں گی' چھوڑنا نہیں ہے اس بار مجھے اکبر خان کو۔ غیر مرد تو غیر مرد ہے' مگر میرا یہ مرد کیسا ہے جو صرف غیروں ہی کی باتیں سنتا ہے اور میرے لئے کبھی کچھ نہیں سوچتا اب کیسے صبر کروں؟"

"تو آپ یہ تیاری ابھی کر لیجئے۔ میں آپ کی یہ کہانی اخبار میں چھاپنے کیلئے تیار کرتی ہوں آپ ان لوگوں کی نئی گفتگو ضرور ٹیپ کریں اور پوری احتیاط کے ساتھ۔ اور میری اور اپنی ملاقات کا تذکرہ کسی سے نہ کریں۔"

"لو میں کوئی پاگل ہوں' جو ایسی باتیں کسی اور کو بتاؤں گی تمہارا بہت شکریہ' ارے ہاں مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم....."

"بعد میں اپنا نام بتاؤں گی آپ کو بہن کہا ہے تو آپ کیلئے اور بھی بہت کچھ کرنا ہو گا' اچھا



بہن اب اجازت دیجئے گا۔" میں نے کیسٹ سنبھال کر اپنے پاس محفوظ کئے اور پھر وہاں سے چل پڑی۔ میرے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے جو ثبوت میں اپنے ساتھ لئے جا رہی تھی وہ ناقابل تردید تھے۔ اکبر خان انور سعید کا قاتل ہے' یہ بات اب ذرہ برابر شبہے میں نہیں رہی تھی اور یہ قتل ارشاد علی کے ایماء پر ہوا۔ دونوں ہی کی گردنیں پھنس جائیں گی اور دونوں ہی کو بدترین سزائیں ملیں گی۔ بے چارے راٹھور صاحب مصیبت سے نکل آئیں گے۔ کار تک پہنچتے پہنچتے میرے ذہن میں نجانے کیا کیا تصورات آئے تھے۔ یہ معصوم عورت جوش انتقام میں اتنی آگے بڑھ گئی کہ اس نے اپنا سہاگ بھی گنوا دیا۔ یہ میری نگاہوں میں مظلوم تھی جہاں تک ارشاد علی اور اس کی بیوی کا تعلق تھا تو وہ دونوں ذہنی طور پر بھی مجرم تھے مگر یہ صرف ستم رسیدہ عورت تھی۔ بہرحال اصل مجرم کو تو کسی طور پر بچایا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ ہاں اس عورت کا خیال رکھنا پڑے گا' جہاں تک ممکن ہو سکا اسے مدد دینی ہو گی کہ کتنی معصوم اور آنے والے لمحات سے بے خبر ہے' نجانے کیا ہو گا اس بے چاری کا' لیکن ایسے ایسے تو نجانے کتنے گھروں میں بکھرے پڑے ہیں لوگ انسانوں کے ساتھ بھی جانوروں جیسا سلوک کرتے ہیں وہ اگر بغاوت پر اتر آئی تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر حیرانی ہوتی۔ سمجھدار ہوتی تو شاید شوہر کی زندگی بچانے کی کوشش کرتی لیکن وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی تھی' اور ہو سکتا ہے حالات اس کیلئے اتنے ہی سنگین ہوں۔ طبیعت پر اضمحلال سا طاری ہو گیا تھا' ایک تو اصل ثبوت مل جانے کی خوشی تھی اور راٹھور صاحب کی گردن بچ جانے کی۔ مگر دوسرا دکھ اس عورت کے بے سہارا ہو جانے کا تھا جس نے وقتی طور پر جوش میں آکر یہ سب کچھ کر ڈالا تھا' مستقبل سے بے خبر ہو کر' اس کے بعد شہریار تک پہنچنا ضروری تھا۔

آج کا دن شدید محنت میں گزارا تھا اور اس وقت کافی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے دفتر ہی کا رخ کیا۔ وہاں جا کر شہریار کو تلاش کر لوں گی لیکن دفتر کے سامنے شہریار کی گاڑی دیکھ کر دل کو کچھ سکون سا ہوا۔ وہ دفتر میں آچکا تھا میرا استقبال اس نے بڑے پرتپاک انداز میں کیا۔ آنکھوں میں وہی شرارت تھی ' مجھے کرسی پر بٹھا کر اس نے گلبدر سے کہا کہ وہ چائے کا سامان لگا دے۔ چائے کے ساتھ اس نے کافی لوازمات بھی منگوائے تھے۔ پھر اس نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

بہت تھک گئی ہو' آج کا دن تو تم نے طوفانی انداز میں گزارا ہے۔"

"ہاں مگر ایک کامیاب دن۔" میں نے جواب دیا اور شہریار سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ چند منٹ وہ میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر کہنے لگا۔

"جہاں پناہ کچھ ارشاد ہو جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"چائے پینے دو بھئی' بور مت کرو۔" میں نے کہا اور چائے کے ساتھ آنے والی لوازمات پر ٹوٹ پڑی۔ شہریار نے واقعی بڑا تکلف کیا تھا۔ چائے کی دو پیالیاں پینے کے بعد طبیعت کچھ پرسکون ہوئی تو میں نے شہریار سے کہا "کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔"

"تمام تو نہیں ہو چکا" شہریار نے پوچھا اور میں پھیکے سے انداز میں ہنس پڑی تب وہ تشویش سے بولا.....!"

"کیا بات ہے لبنیٰ' کچھ ضرورت سے زیادہ ہی مضمحل نظر آرہی ہو؟"

"ہاں شہریار بعض اوقات حالات اتنا دکھی کر دیتے ہیں کہ اس دنیا سے بڑی اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے۔"

"سنو سنو اس لئے کہتا ہوں کہ اس شعبے کو چھوڑ دو' تم بھی اور میں بھی..... ہم نے ابھی اس دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ ظاہر ہے چند جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں انسان کو صبح سے شام تک نجانے کیسے کیسے ذہنی حادثات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہسپتال' پولیس اسٹیشن اور کسی حد تک اخبار میں' عجیب عجیب کیس آتے ہیں' عجیب عجیب حالات سامنے آتے ہیں' ظاہر ہے انسان بے حس تو نہیں ہوتا۔"

"چھوڑو شہریار' آنکھیں بند کر لینے سے بلی تو نہیں بھاگ جاتی' واقعات تو ہوتے ہیں' ہوتے رہیں گے' ہمارے علم میں آجاتے ہیں تو ہم کون سا کسی کو کچھ کر لینے سے روک لیتے ہیں۔"

"اچھا اب بتاؤ ہوا کیا؟"

"ارشاد علی یہاں ہے؟"

"جہاں بھی ہے خیریت سے ہے' کافی تلملا رہا ہے اور خوب گالیاں بک رہا ہے۔ لیکن میں ابھی اس کے سامنے نہیں آیا۔"

"قاتل ارشاد علی ہے اور اکبر خان اس کا دست راست اکبر خان کانسٹیبل ہے اور وہ آج کل جاوید قریشی کے تھانے میں تعینات ہے" میں نے کہا۔

شہریار بھونچکا سا ہو کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا اور میری صورت دیکھتا رہا۔ میں نے گلبدر کو آواز دی اور گلبدر اندر آگیا۔ "ٹیپ ریکارڈر اٹھا لاؤ۔" میں نے اسے حکم دیا اور گلبدر باہر چلا گیا۔

"موسیقی سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہو۔" شہریار نے کہا' انداز جلا کٹا تھا مجھے ہنسی آگئی۔ گلبدر نے ٹیپ ریکارڈر لا کر رکھ دیا اور میں وہ کیسٹ ریوائنڈ کرنے لگی جو سن چکی تھی۔ اس کے بعد میں نے اسے پلے کر دیا۔ شہریار غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا لیکن پھر وہ چونک پڑا اور



کیسٹ کی گفتگو سننے لگا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔ پھر جب کیسٹ ختم ہوئی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اس کے بعد خونی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا پھر چیخ کر بولا۔ "کچھ اور نہیں بتاؤ گی؟"

"چیخ کر بات نہ کرو شہریار میں بہت دکھی ہوں۔"

"خدا کیلئے مجھے کچھ بتاؤ میرا دماغ پھٹ جائے گا" وہ بے بسی سے بولا اور میں اسے آج کے دن کی طوفانی کاروائی کی تفصیل بتانے لگی شہریار بغور سن رہا تھا اسے میں نے ایک ایک لفظ بتا دیا اور وہ گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر رندھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اب کیا کرنا ہے۔"

"کام' طوفانی انداز میں کام۔"

"یہ سارا کام آج ہی نمٹا دینا ہے۔"

"تم چاہو تو کل پر ملتوی کر دیں۔"

"کیسے؟"

"اکبر خان کا اب کوئی خطرہ نہیں ہے ویسے بھی نو بجے تک وہ ڈیوٹی پر ہے نو بجے وہ گھر جائے گا اور کوئی خاص بات نہیں ہوگی۔ ارشاد علی کو چھوڑنے کے بعد اصل کھیل شروع ہوگا اسے آج نہیں کل چھوڑ دیں گے۔"

"نہیں لبنیٰ ہم رسک نہیں لیں گے ہو سکتا ہے کہ اکبر خان کی سادہ لوح بیوی کچھ بول جائے وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"مگر وقت بہت لگ جائے گا' شام ہو چکی ہے۔"

"کوئی فکر نہیں کام بھی بہت بڑا ہے میں گھر میں فون کر دوں گی۔"

"خدا کی قسم لبنیٰ' خدا نے تمہیں بہت بڑا دماغ دیا ہے۔ یہ کام آسان نہیں۔ تمہارے راٹھور صاحب تو صاف بچ گئے اور یہ سب کچھ۔ اس میں تمہارے عورت پن کا ہاتھ بھی ہے۔ بتاؤ کوئی مرد کسی عورت کی زبان اس طرح کیسے کھلوا سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کسی طرح یہ؟"

"نہیں شہریار' اللہ پر ایمان پختہ ہونا چاہئے۔ وہ سبیل پیدا کرتا ہے یہ دیکھو کتنے لوگ اس میں ملوث ہیں۔ راٹھور صاحب جن کی عزت' نوکری اور سب سے بڑھ کر زندگی داؤ پر لگ گئی تھی۔ مظلوم نسرین جس کے ساتھ بدترین سلوک کیا گیا ہے اور وہ مظلوم انسان جس سے زندگی چھین لی گئی۔ گنہگار اپنی ذہانت پر ناز کرتے ہیں خدائی برتری بھول جاتے ہیں وہ خود کو اسی طرح یاد دلاتا ہے ہر کام اس طرح نہ ہوتا کسی اور طرح ہوتا کیونکہ خدا اسے کرانا چاہتا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ہاں یہ سچ ہے۔" شہریار نے کہا پھر بولا "اب کیا پروگرام ہے"

"پروگرام ترتیب دینا ہوگا۔"

"اوکے" شہریار نے کہا اور پھر وہ ایک کاغذ قلم لیکر بیٹھ گیا۔ میں کچھ دیر بیٹھی رہی پھر میں نے کہا۔

"نمبر ایک' سب سے پہلے جاوید قریشی کو فون کرکے اس سے کہنا ہے کے اکبر خان کو وقت پر چھٹی دے دیدی جائے۔"

"ٹھیک..... نمبر دو" شہریار نے پوچھا۔

"ساڑھے سات بجے ارشاد علی کو چھوڑ دیا جائے ہمیں کچھ مسلح افراد کے ساتھ اس کا تعاقب کرنا ہوگا نہایت ہوشیاری کے ساتھ۔ وہ گھر جائے گا وہاں جاکر اسے اپنی بیوی سے حالات معلوم ہوں گے نسرین کی گمشدگی کا پتہ چلے گا اس کے بعد دیکھا جائے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ نو بجے اکبر خان گھر پہنچے گا اگر ارشاد علی اس کے پاس جاتا ہے تو سمجھ لو کام بن گیا۔ ہم انہیں تھوڑا سا موقع دیں گے تاکہ وہ گفتگو کریں اس کے بعد انہیں گرفتار کرلیں گے حالانکہ ہم یہ کام اس کے بغیر بھی کرسکتے ہیں لیکن بہتر ہے کہ ثبوتوں کو اور پختگی مل جائے۔"

"شاندار..... ایک اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں اس میں"

"کیا۔"

"اگر شاہ صاحب کو بھی اس پروگرام میں شریک کرلیا جائے تو ہمیں فائدہ ہوسکتا ہے"

"تجویز منظور۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تو یوں کرتے ہیں کہ پہلے جاوید قریشی کو فون کردیں' نمبر ملاؤں؟" شہریار نے پوچھا اور میں نے گردن ہلادی شہریار نے فون پاس سرکا لیا تھا پھر دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوگیا تو اس نے ریسیور مجھے دیدیا۔ فون جاوید قریشی نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"قریشی صاحب میں لبنیٰ بول رہی ہوں۔"

"خیریت لبنیٰ صاحبہ۔"

"ہاں میں نے آپ سے ایک درخواست کی تھی اسے کینسل کرانا چاہتی ہوں۔ اسے وقت پر چھٹی دیدی جائے۔"

"جی بہت بہتر۔" جاوید قریشی نے کہا اور رسمی علیک سلیک کے بعد میں نے فون بند کردیا۔ پھر شہریار کے ایماء پر میں نے اپنے گھر فون کرکے بتایا کہ آج کچھ خصوصی مصروفیت ہیں جن کی وجہ سے دیر ہو جائے گی کوئی پریشان نہ ہو۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے گھڑی دیکھی اور شہریار سے بولی۔



"پونے چھ بج رہے ہیں ہمیں شاہ صاحب سے مل لینا چاہئے کچھ وقت وہاں بھی لگے گا اور اس کے بعد دوسری تیاریاں بھی کرنا ہوں گی۔"

"اوکے!" شہریار سعادت مندی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ہم دونوں پولیس ہیڈ آفس چل پڑے۔

پولیس ہیڈ آفس میں وہی سب کچھ تھا جو یہاں کے معمولات میں شامل ہے شاہ صاحب کے اردلی نے بتایا کہ وہ موجود نہیں ہیں کہاں گئے ہیں اس کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ شہریار کچھ پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے کہا۔ "ویسے تو کوئی بات نہیں ہے لیکن کیس چونکہ ہمارے پاس نہیں ہے اور معاملہ کچھ رقابتوں کا ہے اس لئے بعد میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔" میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سوچ میں گم ہوگئی۔ پھر میں نے کہا۔ "کیا مشکل پیش آسکتی ہے؟"

شہریار چند لمحات خاموشی سے کچھ سوچتا رہا' پھر بولا۔ "چونکہ معاملہ میرے سپرد نہیں ہے' شاہ صاحب نے ذاتی طور پر اس سلسلے میں کام کی اجازت دی ہے' لیکن اس قسم کے کام ٹھوس بنیادوں پر ہوتے ہیں' جن لوگوں کو میں اس کام میں مصروف کروں گا ان کے بارے میں روزنامچہ تیار کرنا پڑتا ہے اور اگر ناکامی ہوگی تو پھر جواب دینا پڑتا ہے' عام معاملات میں کسی ناکامی کی جوابدہی کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا' جتنا ایسے کسی معاملے میں' جس میں اپنا قدم بھی نہ الجھا ہوا ہو' شاہ صاحب اگر ہوتے تو یہ مشکل پیش نہ آتی' میں نے احتیاط" ہی ان کا نام شامل کر لیا تھا۔"

"کچھ اور نہیں ہوسکتا شہریار؟"

"کیا.....؟" شہریار نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"اس کیس کو تم گول ہی کر جاؤ یا کسی ایسے شعبے کا حوالہ دے دینا' جس کی بناء پر تمہیں اس بستی میں کچھ لوگوں کی تلاش ہوسکتی ہے' جن لوگوں کو تم اس کام کے لئے مخصوص کرو وہ ایسے ہونے چاہئیں' جو تمہارے لئے قابل اعتماد ہوں۔"

"اوہ ادھر دیکھو' نادر صاحب دندناتے چلے آرہے ہیں۔ ہمیں دیکھ لیا گیا ہے۔ ایس پی نادر علی صاحب' درحقیقت نادر شاہ درانی ہی معلوم ہوتے تھے' ویسے تو محکمہ پولیس میں کام کرنے والوں کی شکلوں میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے' میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گی' کیونکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اس طرح شخصیتوں پر تبصرہ آرائی ہوسکتی ہے' بہرحال نادر علی صاحب بھی کسی طور کروفر میں ایس پی راٹھور صاحب سے کم نہیں تھے ہمیں گھورتے ہوئے وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے' چہرے پر خوشگوار تاثرات نہیں تھے' مجھ سے کہنے لگے۔

"خاتون آپ کے بارے میں محکمہ پولیس کے مختلف افراد کی زبانوں پر بہت سے کلمات آتے ہیں۔ میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کلمات کیا ہوتے ہیں' لیکن ایک سوال ضرور کروں گا آپ سے' وہ یہ کہ پولیس ہیڈ آفس ایک اہم جگہ ہے' آپ کتنے ہی بڑے آدمی کی بیٹی کیوں نہ ہوں' ہر جگہ کے کچھ آداب ہوتے ہیں اور بہرحال آپ پریس رپورٹر ہیں' ہر وقت آپ کا پولیس والوں میں گھسے رہنا میرے خیال میں ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔"

ایس پی راٹھور صاحب ہی کی زبان بولی جارہی تھی۔ حالانکہ وہ بے چارے اپنی تمام تر شخصیت کے باوجود اس وقت قابل رحم تھے بہرحال ایسے معاملات میں کوئی جذباتی کیفیت نامناسب ہوتی ہے' میں نے فوراً" ہی پسپائی اختیار کی اور کسی قدر شرمندہ لہجے میں نادر علی صاحب سے بولی۔

"سر کیا کیا جائے' یہ کم بخت فرائض اور ذمہ داریاں بعض اوقات انسان کو بڑا پست کر دیتی ہیں اور اسے دوسروں کے سامنے خوامخواہ شرمندہ ہونا پڑتا ہے' میں آپ سے معذرت خواہ ہوں بلاشبہ آپ کا فرمانا درست ہے' بس یوں سمجھ لیجئے کہ اپنے فرائض کو پورا کرنے کے سلسلے میں یہاں آجاتی ہوں' آپ مجھے واپس چلے جانے کا حکم دیں۔"

"نہیں۔ پولیس ہیڈ آفس میری ملکیت نہیں ہے' لیکن میں آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ہر جگہ کے کچھ آداب ہوتے ہیں شہریار تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔ آؤ تم بھی آؤ۔" انہوں نے فوراً" ہی مجھ سے کہا۔ شہریار نے بے بسی سے مجھے دیکھا' اگر میں ہلکا سا اشارہ بھی کر دیتی تو وہ ایس پی صاحب کیا' آئی جی صاحب کا حکم بھی نہیں مانتا' لیکن میں ایسے اشارے کرکے اس کا مستقبل تباہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے غیر محسوس انداز میں اسے حکم دیا کہ نادر علی کے ساتھ خاموشی سے چلا جائے گو اس بات کا احساس مجھے بھی تھا کہ جو عمل ہم کر رہے ہیں اس میں وقت کم ہے۔ لیکن ایسے مسائل سے نمٹنا ہوتا ہے۔ ہم نادر علی صاحب کے کمرے میں پہنچ گئے۔ نادر علی صاحب نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر بولے۔ "اڑتی اڑتی یہ خبر میرے کانوں تک پہنچی ہے کہ ایس پی راٹھور صاحب نے تم لوگوں کو اپنے اس جرم کی پردہ پوشی کے لئے شامل کیا ہے۔ میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر اور ایک ذمہ دار صحافی خاتون سے یہ امید تو نہیں رکھتا



کہ کسی ایسے مسئلے میں وہ کسی جرم کرنے والے پر پردہ پوشی کریں گی۔ لیکن اس کے باوجود میں تم سے یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم لوگ ایس پی راٹھور صاحب کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہو؟"

میرے بجائے شہریار نے فوراً" ہی کہا....." نہیں ایس پی صاحب' ایسی کوئی بات نہیں ہے' یہ ایک اخلاقی جرم بھی ہے اور قانون کے معاملے میں مداخلت بے جا بھی' کسی جرم کی پردہ پوشی کرنے والے کو معاف کیا جاسکتا ہے۔ وہ تو برابر کا مجرم بن جاتا ہے۔" میں شہریار کے الفاظ پر مسرور ہوئی اس نے نہایت خوبصورتی سے جواب دیا تھا' اصل بات بھی گول ہوگئی تھی اور نادر علی صاحب کے چہرے پر نظر آنے والے تاثرات میں بھی نمایاں فرق پیدا ہوا تھا۔

"کیوں خاتون آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"ایس پی صاحب اگر آپ مجھ سے واقف ہیں اور میرا کالم میزان پڑھتے رہتے ہیں' تو آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ میں تو جرم کی بدترین مخالف ہوں اور جہاں تک میری بساط ہے میں اس کے خلاف لکھتی رہتی ہوں۔ ایک مجرم کو واقعی قانون کی پناہ کبھی نہیں ملنی چاہیے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر راٹھور صاحب نے اس بے گناہ نوجوان کو اپنے جنون کا شکار بنادیا ہے تو یہ جرم بھی ہے اور ظلم بھی۔ اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے مترادف۔"

"بے شک بھئی' ہم لوگ بھی کبھی کسی غلط آدمی پر تشدد کرتے ہیں' لیکن انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے' انسانی قوت برداشت سے باہر کوئی کام کرنا تو ذاتی دشمنی کہلاتی ہے اور ہماری ذاتی دشمنی کسی سے نہیں ہوتی۔"

نادر علی صاحب غالباً" اس بات سے مطمئن ہوگئے تھے یقیناً" کہیں نہ کہیں سے یہ بات ان کے کانوں تک پہنچی ہوگی اور انہیں تشویش پیدا ہوگئی ہوگی' لیکن اس وقت ان کی یہ گفتگو بھی ہمارے لئے عذاب جان تھی۔ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل بھاگنا چاہتے تھے ہماری خوش قسمتی نے ساتھ دیا۔ نادر علی صاحب کے سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی اور پھر انہوں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا تھا۔ پھر وہ ایک دم چوکنے ہو کر سیدھے ہوگئے۔ غالباً" کسی بڑے پولیس آفیسر کا فون تھا' انہوں نے کہا "جی سر۔ جی سر۔ ابھی ابھی واپس آیا ہوں وہیں سے' جی ہاں کافی حد تک معاملات سمجھ میں آگئے ہیں۔ جی حکم' جی بہتر۔ آرہا ہوں۔ نہیں ابھی آرہا ہوں۔ جی سر جی۔ بہت بہتر۔" انہوں نے ٹیلی فون بند کردیا۔ پھر معذرت آمیز نظروں سے ہمیں دیکھتے ہوئے بولے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"بھئی سوچا تو یہ تھا کہ خاص طور سے لبنیٰ بی بی کے ساتھ ایک پیالی چائے پی جائے' لیکن ڈی آئی جی صاحب کا فون آیا ہے' ضروری کام ہے۔ لبنیٰ بی بی آپ کی چائے ادھار رہی آپ ضرور آیئے اور میرے ساتھ ایک چائے کی پیالی پیجئے۔"

"جب آپ حکم دیں گے سر' میں حاضر ہو جاؤں گی۔" میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً" اٹھتے ہوئے کہا۔ اور ایس پی نادر علی صاحب بھی ہم دونوں کے ساتھ فوراً" ہی باہر نکل آئے۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو شہریار نے سکون کی گہری سانس لی۔ پھر بولا۔

"بعض اوقات ایسی ناگہانی بھی پیش آتی ہے۔ بہرحال لبنیٰ میرے لئے تمہیں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے' میں جانتا ہوں۔"

"ادھر دیکھو۔ میرا خیال ہے اس تھوڑی سی مشکل کا جو نتیجہ سامنے آیا ہے وہ ہمارے لئے باعث خوشی ہے۔" شہریار نے میرے اشارے کی طرف دیکھا تو خوش ہو گیا۔ ایس ایس پی شاہ صاحب اپنے دفتر کے دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ دو انسپکٹر اور ایک سب انسپکٹر بھی تھے۔ ہم دونوں تیزی سے ان کی جانب چل پڑے۔ اس وقت وہ کتنے ہی مصروف ہوں ان سے ملاقات کرنا بے حد ضروری تھا اور پھر ہم بلا تکلف ان کے دفتر میں داخل ہو گئے۔ شاہ صاحب ان تینوں افراد کو کچھ ہدایات دے رہے تھے اور ایک فائل ان کے ہاتھ میں تھا۔ ہمیں دیکھ کر انہوں نے گردن ہلائی' شہریار کے سلیوٹ کا گردن کے اشارے سے جواب دیا اور اس کے بعد فائل انسپکٹر کو دیتے ہوئے بولے۔

"تم لوگ چلے جاؤ' وقت کتنا ہی گزر جائے' میں اگر یہاں نہ ہوا تو گھر پر موجود ہوں گا' مجھے رپورٹ دینا' ویسے بھی بارہ ایک بج ہی جائے گا۔"

"جی سر۔" انسپکٹر نے فائل ادب سے شاہ صاحب کے ہاتھ سے لے لیا۔

"بس تم لوگ جاؤ" اور وہ تینوں سلام کر کے باہر نکل گئے تب شاہ صاحب نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور بولے۔

"بعض اوقات مصروفیات اتنی اکٹھی ہو جاتی ہیں کہ آدمی گھن چکر بن کر رہ جاتا ہے' ہاں بھئی تم لوگ بیٹھو' کھڑے کیوں ہو' کوئی خاص بات ہے کیا.....؟"

"جی سر اگر خاص بات نہ ہوتی تو آپ کی ان مصروفیات میں خلل اندازی نہ کی جاتی۔"

شاہ صاحب مسکرا دیئے اور پھر انہوں نے کہا۔

"نہیں لبنیٰ بیٹے تمہاری آمد تو مجھے ہمیشہ خوشی کا پیغام دیتی ہے بڑا فخر کرتا ہوں میں تم پر



اور شہریار پر' کہو کیا سلسلہ ہے؟"

"سر آپ جو حکم ہمیں دیتے ہیں وہ ہمارے لئے بڑی اہمیت اختیار کر جاتا ہے' راٹھور صاحب کے سلسلے میں آپ نے جو ہدایت دی ہے' ہمیں بھلا ہماری مجال کہ اس سے ایک لمحہ بھی روگردانی کر لیتے۔" میں نے کہا اور شاہ صاحب ہنس پڑے۔

"لگتا ہے کوئی بڑا ہی اہم معاملہ دریافت ہو گیا ہے۔ کہو بے تکلفی سے کہو' کچھ پو گئے؟"

"نہیں سر۔ وقت بے حد کم ہے اور ہم آپ سے بہت سی باتیں کرنا ہیں۔" ایس ایس پی شاہ صاحب مستعد ہو گئے اور انہوں نے مجھے اور شہریار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر فوراً" کہو' کیا بات ہے؟۔ میں نے شہریار کو اشارہ کیا اور شہریار سنبھل کر بولا۔ "سر راٹھور صاحب کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس بے شمار ثبوت تھے' جن کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں موت کا وقت جو تعین کیا گیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ موت اس وقت کے بہت دیر کے بعد ہوئی' جب راٹھور صاحب تھانے سے واپس چلے آئے تھے' ان کی مصروفیات کے ثبوت بھی مل سکتے ہیں اس کے علاوہ موت دل پھٹنے سے واقع ہوئی ہے اور دل کے مقام پر کوئی ایسی زور دار ضرب لگائی گئی ہے جو کسی ہتھیار یا کسی آلے سے نہیں لگائی جا سکتی' چونکہ اس کے نشانات سینے پر ہونے چاہئے تھے۔ پھر اس بات کے بھی بے شمار ثبوت مل گئے ہیں کہ راٹھور صاحب نے انور سعید کو صرف چند چھڑیاں ماری تھیں اور غصے میں آکر اسے بند کرا دیا گیا تھا۔ موت تو کافی دیر کے بعد واقع ہوئی اور کسی نئی ضرب سے ہوئی' یہ بات ثابت کر دینا بالکل مشکل کام نہیں تھا۔ مگر ہم لوگ۔ میرا مطلب ہے لبنیٰ صاحبہ کا بھی یہی خیال تھا کہ صرف ان چند ثبوتوں کی بنیاد پر بات ختم نہیں ہو سکتی بلکہ پولیس پر یہ الزام آئے گا کہ اس نے اپنے ایک ساتھی کو بچانے کے لئے من گھڑت کہانی گھڑلی' ہم یہ چاہتے تھے کہ اصل واقعہ بھی سامنے آئے اور سر اصل واقعہ کافی حد تک سامنے آچکا ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہمیں انور سعید کے قاتل پر آخری ضرب لگانی ہے۔"

ابراہم شاہ صاحب بہت زیادہ متجسس ہو گئے' ان کے چہرے پر دلچسپی کے آثار نظر آئے اور انہوں نے کہا۔

"بہت خوب' بہت ہی خوب۔ بھئی جلدی بتاؤ پورا قصہ کیا ہے؟"

"سر ایک جال پھینکا ہے ہم نے مجرم پر اور آپ کو ہمارے ساتھ زحمت کرنا ہوگی۔ مختصر تفصیل یہ ہے۔" شہریار نے میری طرف دیکھا غالباً" معلوم کرنا چاہتا تھا کہ شاہ صاحب کو پوری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تفصیل بتائی جائے یا نہیں میں نے فوراً" اسے سنبھالا دیا۔

"شاہ صاحب کو ہر پہلو بتانا ضروری ہے مسٹر شہریار تاکہ ہماری رہنمائی ہو سکے۔" شہریار نے مطمئن ہو کر کہا۔

"سر اس کی ہلاکت لاک اپ میں ہوئی تھی اور ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ عمل راٹھور صاحب کا نہیں ہے چنانچہ ہم نے انہی لائنوں پر کام شروع کیا۔ اگر یہ کوشش بیرونی طور پر ہوتی تو لاک اپ کے اندر بند کسی شخص کو زیادہ سے زیادہ گولی مار کر ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی عمل ممکن نہیں تھا۔ ہم نے انور سعید کے اردگرد کی صورت حال کا جائزہ لیا۔ ان عوامل کا اندازہ لگایا جن کے تحت اس کا قتل ہو سکتا تھا۔ انور سعید کے والدین۔ اس کی ماں سوتیلی ہے' دو بہنیں ہیں وہ بھی سوتیلی ماں سے ہیں۔ ان کے اور انور سعید کے درمیان کبھی سمجھوتہ نہیں ہو سکا۔ سعید نوری اپنے اکلوتے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں لیکن وہ بھی انتہا پسند آدمی ہیں اور ایک پسماندہ گھر کی لڑکی کو وہ بہو کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکے۔ ان لوگوں کا جائزہ لے کر ہم اس گھر کی جانب متوجہ ہوئے جہاں انور سعید کی شادی کی تھی۔" شہریار ایک لمحے کے لئے رکا۔ شاہ صاحب کے چہرے پر انتہائی دلچسپی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"اب تو چائے بے حد ضروری ہو گئی ہے بھئی۔ میرا خیال ہے تم لوگ بھی موڈ بنا لو۔"

"منگوا لیجئے۔" میں نے کہا۔ اور شاہ صاحب نے گھنٹی بجا دی۔ اردلی سے انہوں نے چائے کے لئے کہا پھر بولے۔

"شہریار' واقعی تم دونوں پر ناز کرتا ہوں پیشہ ورانہ فرائض ادا کرنا ایک الگ کام ہوتا ہے۔ دیانتدار سے دیانت دار افسر اپنا کام واقعی مستعدی سے کرتا ہے لیکن تم جس انداز سے کام کرتے ہو اس میں ایک تڑپ ایک لگن پائی جاتی ہے حق کو حق ' باطل کو باطل ثابت کرنے کی لگن' ہر قیمت پر' ہر حال میں میرے نزدیک یہ عبادت ہے۔ کوئی بھی اس انداز میں سوچنے کے لئے تیار نہیں ہے لوگ سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ ہر قیمت پر راٹھور صاحب کو اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے۔ اس کی کچھ وجوہات بھی ہیں۔ پیشہ کوئی بھی ہو انسانیت اچھا اخلاق اور رویے میں لچک بے حد ضروری ہے۔ راٹھور صاحب نے کبھی اس کا خیال نہیں رکھا وہ ہمیشہ پتھر کی طرح سخت رہے نتیجے میں دوسروں کی ہمدردیاں کھو بیٹھے۔ تم واحد شخص ہو جو میرے خیال میں صرف راٹھور صاحب کے لئے اس قدر جدوجہد کر رہے ہو جبکہ اس کیس سے تمہارا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔" شاہ صاحب کے ان الفاظ سے شہریار جذباتی ہو گیا۔ اس نے فوراً" کہا۔



"سر میں انسان ہوں۔ اس قدر بے غیرت بھی نہیں ہوں کہ کسی حقدار کے سامنے بیٹھ کر اس کے سارے حقوق اپنے قبضے میں کرتا رہوں۔ سر بیشمار کہانیاں ہیں ان کی تفصیل نہیں بتاؤں گا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ یہ تحریک بھی مس لبنیٰ کی تھی۔ اور اس لئے تھی کہ راٹھور صاحب نے مس لبنیٰ کو دھمکیاں دی تھی۔"

پھر چائے آ گئی۔ اور میں نے چائے بنائی۔ شاہ صاحب چائے کے چند گھونٹ لینے کے بعد بولے۔ "بات ادھوری رہ گئی۔" شہریار نے کہا

"اس گھر کا جائزہ لیا گیا۔ ارشاد علی ایک ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل ہے ایک پاؤں سے محروم ہونے کے بعد سے پولیس کی نوکری سے سبکدوش کیا گیا۔ وہ ایک چالاک اور سفاک انسان ہے۔ اس نے اپنی بہن کی شادی بخوشی انور سعید کے ساتھ کر دی اور اس کے بعد انتظار کرتا رہا کہ کب سعید نوری اپنے بیٹے کو معاف کرتا ہے۔ پھر اکتا گیا اور اس نے دوسرے طریقے سوچنا شروع کر دئے۔" شہریار نے انتہائی احتیاط سے پوری تفصیل شاہ صاحب کو سنا دی۔ شاہ صاحب نے کہا۔

"تو گویا اب تمہاری رائے ہے کہ ارشاد علی نے اکبر خان کانسٹیبل کو اپنا آلہ کار بنایا ہے"

"جی سر۔ اس کا ثبوت وہ کیسٹ بھی ہیں جن کے بارے میں' میں نے آپ کو بتایا ہے۔"

"دوسرا بڑا ثبوت خود ارشاد علی کی بہن ہے۔"

"جی سر۔!"

"گڈ۔ اب کیا پروگرام ہے کیا کرنا ہے؟"

"سر ساڑھے سات بجے ارشاد علی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اپنے گھر پہنچے گا۔ اسے معلوم ہو گا کہ اس کی بہن غائب ہے۔ پھر اسے اپنا اغواء اور اپنی بیوی کی جھوٹی اطلاع کے بارے میں معلوم ہو گا ہمارا خیال ہے کہ اس موقع پر وہ اکبر خان سے ضرور ملاقات کرے گا اور ہم اسے عین وقت پر گرفتار کریں گے۔"

"بہترین پلان ہے۔ میں اس سلسلے میں ہر تعاون کے لئے تیار ہوں۔ البتہ ایک نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا سر؟"

"وہ اسے پولیس کا جال سمجھ کر محتاط بھی ہو سکتا ہے کیونکہ سارے گر جانتا ہے؟" شاہ صاحب بولے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"یہ خطرہ تو مول لینا پڑے گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اس نے زیادہ گڑ بڑ کی تو اسے سنبھالا بھی جاسکتا ہے ویسے میری ایک اور رائے ہے۔"

"کیا سر؟"

"اکبر خان ابھی ڈیوٹی پر ہوگا؟"

"جی سر"!

"اور ارشاد علی تمہارے قبضے میں ہے"

"بالکل"!

"اکبر خان کی بیوی تعاون کر رہی ہے تو پھر اس کمرے میں ایک ڈکٹا فون اور پہنچادو۔ حالانکہ اگر ایک ڈکٹا فون ارشاد علی کے گھر میں بھی لگا دیا جاتا تو اور آسانی ہوسکتی تھی۔ مگر یہ کر لیا جائے تو بہتر ہے اسطرح ہم اس کی بیوی کی کاروائی کے ساتھ براہ راست بھی وہاں ہونے والی گفتگو سن سکتے ہیں۔"

"سر یہ تو بہت شاندار رہے گا۔ لبنیٰ آپ یہ کام کرسکتی ہیں؟" شہریار نے مجھ سے پوچھا۔

"دیکھو شہریار' اکبر خان کی بیوی ایک غریب بستی کی وفاشعار عورت ہے وہ وقتی جنون کا شکار ہے کیونکہ اس کے شوہر نے اسے مارا پیٹا ہے۔ اگر اس کا یہ جنون فرو ہوگیا تو وہ پھر شوہر پرست بن جائے گی اور شوہر کے خلاف کسی سازش میں حصہ نہیں لے گی بلکہ اب بھی خطرہ ہے ممکن ہے میرے آنے کے بعد اسے ہوش آگیا ہو۔ ممکن ہے تعاون نہ کرے۔"

"لبنیٰ کا خیال درست ہے مگر ایک اور ترکیب کی جاسکتی ہے" شاہ صاحب نے کہا۔

"وہ کیا سر؟" میں نے پوچھا۔

"اس گھر میں اکبر خان اور اس کی بیوی کے علاوہ بھی کوئی رہتا ہے؟"

"نہیں سر؟"

"تو پھر ہمارا کوئی آدمی یہ کام کرسکتا ہے۔ تمہاری اس سے شناسائی ہوچکی ہے لبنیٰ۔ صرف اتنا کرنا کہ اسے کچھ دیر کے لئے باتوں میں لگالینا۔ یا گھر سے باہر نکال لانا ہم اپنا کام کرلیں گے۔"

"یہ بہت موزوں ہے سر۔"

"وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ ہمیں کام شروع کر دینا چاہئے۔" شاہ صاحب نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر بولے۔ "ہمیں کیا کیا بندوبست کرنا ہے۔"



"کچھ لوگوں کی ضرورت ہوگی سر! ارشاد علی کو جب چھوڑا جائے گا تو اس کا تعاقب ہوگا۔ اور اس کے تمام اقدامات سے ہمیں وائرلیس پر آگاہ رکھا جائے گا۔ تاکہ ہم ہوشیار رہیں اور سر یہ ڈکٹا فون کا کام بھی کرنا ہے کچھ لوگوں کو اکبر خان کے گھر کے پاس بھی لگانا ہے تاکہ فوری ضرورت پر فوری علم ہوسکے۔"

"میں انتظامات کئے دیتا ہوں۔ شاہ صاحب نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے کہا۔ "شہریار تم بھی میرے ساتھ آؤ۔ سوری لبنیٰ بس دس منٹ درکار ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے سر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دونوں باہر نکل گئے۔ پروگرام بڑا اطمینان بخش ہوگیا تھا۔ شاہ صاحب کی اس پروگرام میں شرکت سے ہمیں بڑا سہارا مل گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد بہت سے لوگ اندر آگئے شاہ صاحب اور شہریار بھی تھے۔ شاہ صاحب نے چار آدمیوں کو الگ کیا اور مجھ سے بولے۔

"لبنیٰ یہ چار افراد تمہارے ساتھ جائیں گے' تم اکبر خان کی بیوی کو باہر بلاؤ گی اور اسے صرف دس منٹ کے لئے باتوں میں لگالوگی۔ اس دوران کام ہو جائے گا۔ یہ تین آدمی اس گھر کے پاس رک جائیں گے اور یہ چوتھا آدمی تمہارے پاس رہے گا تاکہ ڈکٹا فون ریسیو آپریٹ کرے۔ ہم لوگ بھی کچھ دیر کے بعد پہنچ جائیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"بالکل ٹھیک جناب"

"تو پھر تم جاؤ۔ زاہد تم لبنیٰ کے ساتھ اس کی گاڑی میں جاؤ اور تم لوگ ٹیکسی کرلو!" میں ان چاروں کے ساتھ باہر نکل آئی اور کچھ دیر کے بعد اس بستی کی طرف چل پڑی۔ میرا ذہن سوچوں میں گم تھا اور میں ان تمام حالات پر غور کر رہی تھی۔ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔

"میڈم میرا نام زاہد ہے۔" میں خیالات سے چونک پڑی اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں مجھے معلوم ہے' شاہ صاحب نے تمہیں اس نام سے پکارا تھا۔"

"میڈم کیا آپ اس گھر کو دیکھ چکی ہیں جہاں مجھے یہ کام کرنا ہے؟"

"ہاں زاہد۔"

"کچھ سچوئیشن معلوم ہوسکے گی مجھے وہاں کی؟"

"میں نے دراصل اس نظریے سے غور نہیں کیا چھوٹی سی بستی ہے اور کچے پکے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ گھر پکا بنا ہوا ہے جہاں ہمیں یہ کام کرنا ہے' شائد دو کمرے ہیں وہاں ایک بڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ایک چھوٹا صحن ہے' وہی انداز ہے' جو عام گھروں کا ہوتا ہے۔"

"میڈم پچھلی گلی ہے وہاں.....؟"

"ہاں میرے خیال میں ہے....."

"بس تو پھر کوئی فکر ہی نہیں ہے' یہی معلوم کرنا چاہتا تھا میں آپ سے ' مجھے بتایا گیا ہے کہ اس گھر میں کوئی نہیں رہتا' صرف وہی ایک خاتون ہوں گی جنہیں آپ دروازے پر بلالیں گی۔"

"بالکل ایسا ہی ہے۔" میں نے جواب دیا اور زاہد خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس بستی میں داخل ہوگئے' گاڑی میں معمول کے مطابق کافی فاصلے پر ایسی جگہ کھڑی کی تھی جہاں سے اس پر شبہ نہ کیا جاسکے' تھوڑے ہی فاصلے پر ایک موٹر مکینک کی دوکان تھی جہاں کام ہو رہا تھا۔ رات تقریباً" آہی گئی تھی اور اچھا خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔

میں زاہد کو ساتھ لئے ہوئے آگے بڑھ گئی اس کے پاس کینوس کا ایک تھیلا تھا' جس میں یقینی طور پر وہ سارا سامان موجود ہوگا۔ ایسی اشیاء پولیس ہی کے پاس دستیاب ہو سکتی ہیں عام لوگوں کے لئے ان کا حصول ممکن نہیں ہے۔

اکبر خان کے گھر کے اطراف میں سناٹا طاری تھا۔ ویسے بھی ہمیں زیادہ لوگ نظر نہیں آرہے تھے۔ ایک بستی کے جو معمولات ہوسکتے ہیں وہی نظر آرہے تھے۔ چھوٹی موٹی دکانیں گھروں کے دروازوں پر کھلی ہوئی تھیں اور وہاں خریداری ہو رہی تھی۔ میں نے زاہد کو اکبر خان کا گھر دکھایا اور زاہد نے صحیح طور پر اندازہ لگایا۔ اس کے بعد وہ آخری سرے سے گھوم کر عقبی گلی کی جانب چل پڑا اور میں اپنا کام سرانجام دینے کے لئے تیار ہوگئی۔ اکبر خان کی بیوی سے کی جانے والی گفتگو کے بارے میں' میں نے لائحہ عمل تیار کرلیا تھا۔ پھر میں نے دروازے پر دستک دی اور دوسری دستک پر ہی اکبر خان کی بیوی نے دروازہ کھول دیا میں نے اسے مودبانہ لہجے میں سلام کیا' وہ مجھے فوراً" ہی پہچان گئی اور بولی۔ "خیریت کیسے آنا ہوا' آؤ اندر آجاؤ۔"

"ایک اور تکلیف دینے آئی ہوں آپ کو بہت شرمندہ ہوں' سوچ رہی تھی نجانے آپ کس کام میں مصروف ہوں؟"

"نہیں کوئی خاص کام نہیں ہے مجھے' اکبر خان تھوڑی دیر کے بعد ڈیوٹی سے آجائے گا میں نے کھانا وغیرہ کھالیا ہے اس کے لئے تم فکر مت کرو جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس پر پورا پورا عمل کروں گی اسے بھی تو ذرا آنے والے کا بھاؤ معلوم ہو.....؟"



"ایک ذرا سی تکلیف دینی تھی آپ کو.....؟"

"ہاں ہاں کہو' بے تکلفی سے کہو۔" اس نے نرم لہجے میں کہا اور میں نے سکون کا گہرا سانس لیا اس کا مطلب تھا کہ معاملات ہموار تھے اور ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جس کے بارے میں ہم لوگوں کے درمیان گفتگو ہوئی تھی۔ غالباً" یہ عورت بھی بہت زیادہ ستائی گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے شوہر سے بری طرح برگشتہ ہوگئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"ارشاد علی کا گھر آپ کے گھر سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

"فاصلہ بہت زیادہ تو نہیں ہے' بس تھوڑا ہی فاصلہ ہے۔"

"ذرا آپ مجھے اس کے بارے میں یہیں سے بتادیں تھوڑا سا بس اشارے سے بتادیں کہ اس کا گھر کہاں ہے؟"

"چلو میں پہنچادوں تمہیں اس کے گھر۔" اکبر خان کی بیوی نے کہا۔

"نہیں نہیں میں جانا نہیں چاہتی۔ دیکھا تو تھا میں نے ارشاد علی کا گھر' لیکن اب بھول گئی۔ میں نے سوچا کہ آپ ہی سے معلوم کرلوں بس مجھے دور سے بتادیں۔"

"ایک منٹ چل رہی ہوں۔" اس نے کہا اور اندر کی جانب مڑ گئی' میرا دل دھک سے رہ گیا تھا کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ زاہد نے فوراً" ہی اپنا کام شروع کردیا ہو اور ابھی تھوڑی دیر کے بعد اندر سے چور چور کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ میں کان لگائے رہی لیکن ایسی کوئی آواز نہ آئی اور چند ہی لمحات کے بعد اکبر علی کی بیوی میرے ساتھ جانے کے لئے باہر نکل آئی۔

"آپ کو تکلیف دیتے ہوئے مجھے بے حد شرمندگی محسوس ہو رہی ہے آپ بس تھوڑی دور چل کر مجھے بتادیجئے کہ وہ گھر کہاں ہے.....؟"

"ہاں ہاں میں تمہیں ایسی جگہ چھوڑ دیتی ہوں جہاں سے تم وہاں چلی جاؤ۔ ویسے بھی میرا وہاں جانا ابھی ٹھیک نہیں ہے۔ ورنہ میں تمہیں گھر کے دروازے تک چھوڑ کر آتی۔" یہ اندازہ مجھے اس کی گفتگو سے مزید ہوگیا کہ دن کے واقعات کا کم از کم اکبر خان کی بیوی کو کوئی علم نہیں ہے۔ یعنی نسرین سلطانہ کی گمشدگی اور ارشاد علی کا اغواء اور اس کی بیوی کے ساتھ ہونے والی دھوکہ دہی۔ تقریباً" دو سو قدم چلنا پڑا تھا اور یہاں پہنچنے کے بعد رک گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو وہ جو روشنی نظر آرہی ہے نا' سیدھی وہاں چلی جاؤ' وہاں سے سیدھے ہاتھ کو مڑ جانا' بس وہاں سے چوتھا گھر ارشاد علی کا ہے' پہنچ جاؤ گی نا.....؟"

"جی جی بالکل۔ اس روشنی سے سیدھے ہاتھ پر....."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ہاں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ' میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔" اس نے کہا۔

"آپ نے وہ کام کر لیا ہے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا؟"

"ہاں بالکل کر لیا ہے اور مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں ہے ارے ہاں ایسے جینے سے تو نہ جینا بہتر ہے' بار بار مر مر کر جیتی رہتی ہوں یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ اچھا خیر چھوڑو۔ تم تو پہنچ جاؤ گی نا۔"

"ہاں۔ میں پہنچ جاؤں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میں جاؤں.....؟"

"جی بے حد شکریہ۔"

میں نے جواب دیا۔ پھر جلدی سے بولی۔ "اور کہئے میرے لائق بھی تو کوئی خدمت بتایئے میں آپ کو اتنا پریشان کر رہی ہوں آپ کے کسی کام آکر مجھے دلی خوشی ہوگی۔" وہ مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

"لو بی بی۔ تم نے مجھے کیا پریشان کیا بس دعا کرنا میرے لئے کہ اللہ مجھے پار لگائے بڑی اکتا گئی ہوں اس زندگی سے۔"

"آپ کے رشتے دار وغیرہ نہیں ہیں۔"

"وقت بہت بدل گیا ہے بی بی۔ سارے رشتے مصلحتوں کے نیچے دب گئے ہیں اب سب سے بڑا رشتہ دولت کا ہے کتنے ہی دور کے رشتے ہوں اگر جیب گرم ہے تو پھر دیکھو دن رات سلام ہوں گے محبتیں پھٹ پڑیں گی اور اگر حال پتلا ہے تو سگے بہن بھائی بھی اس طرح ملیں گے جیسے خیریت پوچھ کر بھی احسان کر رہے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔"

"بیٹھتیں تھوڑی دیر میرے پاس ایک پیالی چائے بھی پیش نہ ہو سکی تھیں!"

"پھر آؤں گی آپ کے پاس اور چائے ضرور پیؤں گی۔ اچھا خدا حافظ۔" میں نے کہا دس منٹ ہو چکے تھے اور مجھے یقین تھا کہ زاہد اپنا کام کر چکا ہوگا۔ ویسے اکبر خان کی بیوی کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی یقیناً عوامل ایسے ہوں گے۔ کار کے قریب پہنچی تو دور سے ہی زاہد کو دیکھ لیا وہ کار کی چھت پر کہنی ٹکائے کھڑا ہوا تھا۔



"ہاں زاہد؟"

"کام ہو گیا میڈم۔ ایسے گھروں میں داخل ہونا مشکل نہیں ہوتا میں نے بڑے کمرے میں ڈکٹافون لگا دیا ہے۔" میں نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ لوگ نظر نہیں آرہے؟"

"سب نے مورچے سنبھال لئے ہیں نظر آجائیں تو پھر کام کیسے ہوگا؟ یہ ریسیور سیٹ ہے چاہیں تو چیک کر لیں۔" اس نے کینوس کے تھیلے سے انٹرکام جیسا ایک چوکور بکس نکالا اور اسے میری کار کے ڈیش بورڈ کے اوپر رکھ دیا۔ پھر اس کے دو بٹن آن کر دیئے اور اس پر سرخ بلب روشن ہو گیا۔ دوسری طرف خاموشی ہی تھی لیکن چند ہی لمحات کے بعد حساس آلے نے کام شروع کر دیا۔ وہ دور تک کی آوازیں پیش کر رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز اور پھر برتنوں کی آوازیں وغیرہ۔

"اسے آن رکھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔"

"نہیں میڈم!"

"بیٹھ جاؤ زاہد۔"

"نہیں میڈم شکریہ۔ اس میں ریکارڈر بھی ہے یہ تیسرا بٹن دبا دیں تو اس میں سنائی دینے والی آوازیں ریکارڈ ہو جائیں گی!"

"اوہ' شاندار اگر یہ معلوم ہوتا تو پھر..... میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ کوئی بیس منٹ کے بعد دو آدمی ٹہلتے ہوئے اس طرف آتے نظر آئے۔ یہ شلوار قمیض میں ملبوس تھے قریب آئے تو میں حیران رہ گئی۔ شاہ صاحب اور شہریار تھے۔ میں نے کار سے اترنے کی کوشش کی تو شاہ صاحب جلدی سے بولے "بیٹھی رہو۔ بیٹھی رہو۔ کیا رپورٹ ہے؟"

"کام ہو گیا؟" میں نے جواب دیا۔

"گڈ۔ ارشاد علی گھر واپس آگیا ہے۔" شاہ صاحب نے کہا۔

"سیدھا گھر آیا ہے؟"

"ہاں! کاش اس کے گھر پر انتظام ہو سکتا۔ چلو کوئی بات نہیں ہے۔ ادھر تو کام ہو رہا ہے۔"

"آپ تشریف رکھیے سر!"

"ایں۔ ہاں ٹھیک ہے۔ بیٹھو شہریار۔" تم بھی بیٹھ جاؤ زاہد شاہ صاحب نے کہا۔ پھر وہ خود میرے پاس بیٹھ گئے شہریار کے پاس شائد وائرلیس کا ریسیور تھا کیونکہ وہ بیٹھا ہی تھا کہ ایک سیٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سنائی دی۔ اور وہ مستعد ہوگیا۔

"ہاں!" اس نے کہا۔

"عورت گھر سے نکلی ہے۔ مرد گھر میں ہے عورت سامنے جا رہی ہے وہ مغربی سمت مڑی ہے اور اب وہ سامنے والی گلی میں داخل ہو رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کافی ہے۔"

"پیچھا کیا جائے۔"

"نہیں" شہریار نے کہا۔ اور آواز بند ہوگئی۔ ہم سب خاموش تھے۔ پھر میں نے اس عورت کو دیکھ لیا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا ارشاد علی کی بیوی تھی اور میرے اندازے کے مطابق اکبر خان کے گھر جا رہی تھی میں نے شاہ صاحب کو اس کے بارے میں بتایا۔ وہ بولے۔

"یقیناً" وہیں جا رہی ہوگی۔ ڈکٹافون دو سو فٹ کے دائرے میں کام کرتا ہے ان کی آوازیں سنائی دیں گی۔" ہم انتظار کرتے رہے اور پھر دروازے کی دستک صاف سنائی دی تھی۔

"اس کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز۔ پھر ایک عورت کی آواز۔

"اکبر بھائی آگئے؟"

"نہیں"

"کب تک آئیں گے؟"

"پتہ نہیں"

"ارشاد نے پوچھا ہے"

"تو میں کیا کروں۔" کھردری آواز سنائی دی۔

"ارے تم تو لڑنے کو دوڑ رہی ہو' کیا ہوگیا ہے تمہیں؟"

"کوئی اور کام ہے۔" یہ آواز یقیناً اکبر خان کی بیوی کی تھی۔

"نہیں بس یہی معلوم کرنے آئی تھی۔"

"تو پھر سن لیا تم نے' اکبر خان نہیں آیا اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب تک آئے گا؟" دروازے زور سے بند ہونے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد پھر خاموشی ہوگئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی شاہ صاحب بھی بڑی مسخری سی صورت بنائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہم نے بھی کوئی تبصرہ نہیں کیا' کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ اکبر خان کی بیوی نے ارشاد علی کی بیوی کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔ وقت گزرتا رہا یہ



لمحات بڑے صبر آزما تھے' پھر ہم نے اکبر خان کو دیکھا جو اپنے گھر کی جانب جا رہا تھا ابھی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا تھا کہ وائی ٹاکی پر آواز سنائی دی۔

"ہیلو"

"ہاں۔" شہریار جلدی سے بولا۔

"مرد گھر سے باہر نکلا ہے اور عورت کے واپس آجانے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ ایک منٹ انتظار کرو۔" شہریار نے کہا اور شاہ صاحب جلدی سے بولے۔

"تعاقب جاری رکھا جائے۔"

"یس سر۔" آواز بلند ہوگئی اور اس کے بعد ہم لوگ بھی مستعد ہوگئے۔ ہم نے لنگڑے ارشاد علی کو اکبر خان کے گھر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور اس سے کافی فاصلے پر دو آدمی بڑی احتیاط سے اس کا پیچھا کر رہے تھے ایس پی شاہ صاحب نے معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولے۔

"سارے اندازے حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہے ہیں۔" میں خاموش رہی شہریار بھی خاموش ہی رہا تھا۔ زاہد گاڑی سے اتر کر ایک جانب چلا گیا تھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد دستک سنائی دی اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز۔

"اکبر بھیا آگئے؟" یہ ارشاد علی کی آواز تھی۔

"ہاں ہاں ابھی ابھی آئے ہیں' پیچھا کرتے ہوئے آئے ہوگے تم تو اس کا۔ کوئی کام ہے کیا؟"

"ملنا ہے۔" ارشاد علی کی آواز سنائی دی۔

"رک جاؤ۔ خبر دے دوں۔" اکبر خان کی بیوی نے کہا اور پھر اکبر خان کی آواز سنائی دی۔

"ارے ارشاد آؤ اندر آؤ' خیریت تو ہے' آؤ اندر آؤ باہر کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

"تمہاری بیوی مجھے کتوں کی طرح باہر ہی دروازے سے دھتکار دیتی ہے۔"

"اسے تو میں سمجھ لوں گا اچھی طرح' تم فکر مت کرو۔ اب اس عورت کا میرے گھر میں رہنا مشکل ہی ہوگیا ہے' اس سے چھٹکارہ پانے کی ترکیبیں سوچ رہا ہوں' کوئی نہ کوئی ترکیب نکال لوں گا۔" اکبر خان کی آواز ابھری اور پھر گھر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ پھر اکبر خان نے چیخ کر بیوی سے کہا۔ "چائے بنادے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"گھر میں چائے بنانے کا سامان نہیں ہے لاکر دیا تھا کیا تو نے؟" اکبر خان کی بیوی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' آجا' ارشاد اندر آجا۔" اکبر خان کی آواز سنائی دی اور پھر دوسرا دروازہ کھلا اور یقینی طور پر وہ دونوں اندر داخل ہوگئے۔ ڈکٹا فون شاندار طریقے سے اپنا کام سرانجام دے رہا تھا میں نے اس کا ٹیپ ریکارڈر بھی آن کر دیا۔

"یار اکبر خان غضب ہوگیا ہے۔" یہ ارشاد علی کی آواز تھی۔

"کیا ہوگیا؟"

"نسرین کو اغواء کر لیا گیا ہے"

"کیا؟"

"ہاں لمبا جال بچھایا گیا ہے یار میری تو جان نکل رہی ہے۔ پہلے مجھے اٹھالیا گیا اور ایک نامعلوم جگہ بند کر دیا گیا۔ پھر تیری بھابھی کو خبر دی گئی کہ میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے ایک ایمبولینس آئی تھی اور وہ باؤلی اسی میں بیٹھ کر چل پڑی تھی اسے ایک ہسپتال کے احاطے میں اتار کر ایمبولنس چلی گئی اور وہ پورے ہسپتال میں مجھے تلاش کرتی پھری۔ پھر مایوس ہو کر واپس آئی تو نسرین گھر سے غائب تھی"

"کیا کہہ رہے ہو ارشاد؟"

"خدا کی قسم جان نکلی ہوئی ہے میری تو"

"ایمبولنس کونسے ہسپتال کی تھی؟"

"وہ جاہل کیا بتاسکتی ہے وہ تو ہسپتال کا نام بھی نہیں بتاسکتی وہاں سے رکشہ میں بیٹھ کر آگئی تھی۔"

"مگر نسرین کو کیوں اغواء کرایا گیا۔"

"یار خطرہ لگ رہا ہے"!

"کیا؟"

"وہ زبان نہ کھول دے اسے ہم پر شبہ ہے۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں پولیس نے؟"

"تو اور کیا سوچا جاسکتا ہے۔"

"اگر نسرین نے ہمارے خلاف بیان دے بھی دیا تو ثبوت کیسے دے گی۔ مگر ارشاد بھائی



تمہیں خیال رکھنا چاہئے تھا۔"

"یار جو کچھ ہوا مجھے بتا چکا ہوں۔ میں کیا کرتا سالے دھوکے سے اٹھالے گئے تھے۔"

"کسی تھانہ میں رکھا تھا؟"

"نہیں پرائیویٹ جگہ تھی؟"

"کسی کو پہچانتے نہیں؟"

"نہیں"!

"مگر ارشاد بھائی پولیس ہوتی تو کھل کر کام کرتی۔ وہ نسرین کو ایسے بھی تفتیش کے لئے لے جاسکتے تھے یہ لمبا چکر کیوں چلایا گیا؟"

"ہاں یہ بات بھی ہے۔"

"ایک اور خیال آرہا ہے میرے دماغ میں۔"

"کیا؟"

"یہ سعید نوری کی چال تو نہیں ہے بڑا آدمی ہے اور یہ بڑے آدمی کام کے چھوکرے پال کر رکھتے ہیں ممکن ہے سعید نوری کو شبہ ہوا ہو اور اس نے نسرین کو اٹھوایا ہو۔"

"سعید نوری۔" ارشاد علی نے پرخیال لہجے میں کہا۔ اور کچھ دیر کے لئے خاموشی چھاگئی۔ ہماری سانسیں رکی ہوئی تھیں اعصاب تنے ہوئے تھے۔ اتنی شاندار کامیابی کی امید نہیں تھی لیکن وہی سب کچھ ہو رہا تھا جو ہمارے ذہنوں میں تھا۔ دوسری طرف سے پھر آواز ابھری تو ہم مستعد ہوگئے۔

ہمارے کان ان آوازوں پر لگے ہوئے تھے اور ہم سانس تک احتیاط سے لے رہے تھے حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن صورت حال ایسی ہی سنسنی خیز تھی اس بار ابھرنے والی آواز اکبر خان کی تھی۔

"تم نے پورا بھروسہ دلایا تھا ارشاد بھائی اور اب معاملہ بھی تمہاری وجہ سے بگڑا ہے کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں ہے ایس پی صاحب نہیں بچ سکے تو میں کیا میری بساط کیا۔"

"ان باتوں سے کوئی فائدہ ہے اکبر خان میں بھی تو نہیں بچ سکوں گا ان باتوں کے بجائے یہ سوچنا ہے کہ کریں کیا۔"

"بات تو ٹھیک ٹھاک ٹل گئی تھی ایس پی راٹھور صاحب پھنس گئے تھے پھر شبہ کیسے ہوا۔" اکبر خان نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"تیری وہ بات دل کو لگتی ہے ممکن ہے یہ کام پولیس کا نہ ہو بلکہ سعید نوری چکر چلا رہا ہو۔ ویسے اس وقت گارڈ ڈیوٹی پر تجمل خان کے علاوہ اور کوئی بھی تھا.....؟"

"نہیں بس تجمل خان تھا۔"

"وہ بھروسے کا آدمی ہے۔ اس نے تو زبان تو نہیں کھول دی۔"

"اس کے تو فرشتوں کو بھی شبہ نہیں ہو سکا ہیڈ کانسٹیبل صاحب موجود تھے میں نے چالاکی سے سگریٹ سلگائی اور تجمل خان کو آنکھ سے اشارہ کیا وہ سگریٹ کا رسیا ہے ایک اشارے پر دوڑ کر آگیا۔ میں نے سگریٹ اسے تھمائی چابی اور رائفل خود لے لی اور وہ سگریٹ لے کر بیرک کے پیچھے چلا گیا۔ میں نے فوراً ہی لاک اپ کھول کر انور سعید کو آواز دی اور پھر تاک کر اس کے دل پر گھونسہ جڑ دیا ہائے بھی نہیں کر سکا تھا مگر پھر بھی میں نے اندر گھس کر اس کی ناک اور منہ بند کر دیا پھر اطمینان کرنے کے بعد اسے اندر لٹا دیا اور تالا لگا دیا واپس آکر تجمل خان نے رائفل اور چابی مجھ سے لے لی اسے کوئی شبہ ہی نہیں ہوا۔

"جاوید قریشی نے تو اس سے کچھ نہیں پوچھا؟"

"اگر پوچھتے تو تجمل خاں مجھے ضرور بتاتا ویسے بھی بزدل آدمی ہے جرم اس پر بھی لگتا کیونکہ اس نے ڈیوٹی چھوڑی تھی۔ نہیں ارشاد بھائی میرا دل کہتا ہے یہ کام پولیس کا نہیں ہے"

"تب پھر کیا کیا جائے۔"

"یہ تم سوچو.....!"

"میری عقل کام نہیں کر رہی' پریشان ہو گیا ہوں بری طرح میرا ساتھ دے اکبر خان اسی میں دونوں کا بھلا ہے۔"

"جان تو نکال دی ہے تم نے ارشاد بھائی دھیلا پائی ملی نہیں اور جان خطرے میں پڑ گئی بہن پر بھروسہ نہیں تھا تو اتنا بڑا کام کیوں کیا تھا۔ ارے تمہیں نسرین کو اعتماد میں لینا تھا۔"

"یہ کہتا اس سے کہ تیرے خصم کو مار رہا ہوں۔" ارشاد علی جھلا کر بولا۔

"کچھ تو کہنا ہی تھا اب اس نے زبان کھول دی تو کیا ہو گا۔"

"ثبوت کیا دے گی ہمارے خلاف"

"پولس والے ہو کر یہ بات کر رہے ہو ارشاد بھائی"

"یار تو اور میرا دماغ خراب کر رہا ہے بیکار آیا تیرے پاس گھر والی کیا کر رہی ہے تیری"

"کیوں.....؟"



"سن تو نہیں رہی ہماری باتیں؟"

"سن بھی لے گی تو کیا کرے گی۔ ایک لفظ منہ سے نکالا تو زبان باہر نکال کر رکھ دوں گا۔" اکبر خان نے کہا۔

"یار ایک خیال آیا ہے میرے دل میں چھنگا سے تیری دوستی ہے.....؟"

"چھنگا کباڑیئے سے.....؟"

"اسے صرف کباڑیہ کہہ رہا ہے پوڈر کا کام کرتا ہے اور کئی مسٹنڈے پال رکھے ہیں اس نے۔"

"ارے تمہیں کیسے معلوم.....؟"

"ٹانگ نے ساتھ چھوڑا ہے اکبر خان عقل نے نہیں' تیری اور اس کی یاری پتہ ہے مجھے اس وقت اس سے کام لے اکبر خان"

"کیا کروں.....؟"

"سعید نوری کے گھر چلا جا نسرین کو تلاش کر کے نکال لا بس اتنا کام کر دے باقی سنبھال لوں گا ارشاد علی خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں چھنگا کے آدمیوں کو لے کر سعید نوری کے گھر حملہ کروں؟" اکبر خان نے کہا۔

"ہاں اکبر خان بس نسرین کو نکال لے اگر وہ اس کے قبضے میں ہے تو۔"

"کمال کرتے ہو ارشاد بھائی بالکل پاگل سمجھ لیا ہے تم نے مجھے پہلے تم نے میرے ہاتھوں انور سعید کو قتل کرایا اور اب سعید نوری کے گھر گھس جانے کو کہہ رہے ہو پکڑا گیا تو جانتے ہو کیا ہو گا پھر چھنگا یہ کام صرف دوستی میں کیوں کرے گا کچھ لینے دینے کی بات ہوتی تو شاید وہ تیار بھی ہو جاتا۔"

"بچے کے دس لاکھ اب ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں میں نے تمہیں ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی تھی دو لاکھ دوں گا اگر اکبر خاں کہو تو لکھ کر دیدوں جس طرح بھی بن پڑے یہ کام کر دو ورنہ جان بچانا مشکل ہو جائے گا دونوں مارے جائیں گے نہ تم بچو گے نہ میں"

"اور اگر یہ کام سعید نوری کا نہ ہوا تھا.....؟"

"تب میں اپنی بہن کے اغوا کا کیس بناؤں گا ایک لمبا چکر چلاؤں گا اغوا کا شبہ سعید نوری پر لگاؤں گا بلکہ ایک اور بھی کام سوچا ہے میں نے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کیا.....؟"

"یہ بلا ٹل جائے پھر دیکھنا میرا کمال' انور سعید کے قتل کا کیس بھی سعید نوری پر ڈال دوں گا اس کی بیوی اور بیٹیوں کو جال میں پھانسوں گا رقم تو اسے اگلنی ہی پڑے گی بس نسرین ہاتھ لگ جائے یہ بڑی چوٹ ہوگئی ہے"

"بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے تم نے ارشاد بھائی ٹھیک ہے نکلتا ہوں دیکھو کیا ہوتا ہے۔" اکبر خان راضی ہوگیا۔"

شاہ صاحب کا چہرہ ستا ہوا تھا انہوں نے آہستہ سے کہا۔ سارے مسئلے حل ہوگئے"

"چلیں سر۔" شہریار نے پوچھا۔

"ہاں احتیاط سے لبنیٰ بیٹے تم یہیں رکو.....!" شاہ صاحب بولے اور میں نے گردن ہلادی یہ لوگ آگے بڑھ گئے تھے اور میں تنہا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتی رہی تھی پھر کچھ افراتفری ہوئی کچھ آوازیں ابھریں اور پھر خاموشی چھا گئی غالباً انہیں بہت احتیاط اور خاموشی سے گرفتار کیا گیا تھا۔ پولیس کی دوسری گاڑیاں بھی آگئیں اور کچھ دیر کے بعد شہریار میرے پاس آگیا.....!"

"چلیں۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں..... کام ہوگیا.....؟"

"ہاں" شہریار نے کہا اور اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

"تم ڈرائیو کرو گے.....؟" میں نے پوچھا۔

"جی..... ہر وقت مجھ پر حاوی نہ رہا کریں۔" شہریار نے کہا اور میں مسکرا پڑی۔ راستے میں' میں نے کہا۔ "سر ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہیڈ آفس.....؟"

"اندر سے ڈکٹافون وغیرہ ہٹا لے گئے.....؟"

"ہاں۔"

"اکبر خان کی بیوی نے کوئی مداخلت نہیں کی.....؟"

"بالکل نہیں وہ سکتے کے عالم میں کھڑی رہ گئی تھی" میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی تھی مگر میں نے ایک فیصلہ بھی کیا تھا اس مظلوم عورت کو تنہا اور بے سہارا نہیں چھوڑوں گی۔ شہریار نے کہا۔ "جلدی تو نہیں ہے لبنیٰ۔"



"نہیں گھر فون کر دیا تھا لیکن اب کیا کرنا ہے.....؟"

"پتہ نہیں شاہ صاحب نے یہی کہا ہے کہ ہیڈ آفس پہنچیں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"اوکے شہریار' میرے پاس وہ کیسٹ بھی ہیں جن میں ان لوگوں کے دوسرے جرائم کی تفصیل موجود ہے اس کے علاوہ ارشاد علی نے دشمنی کی بنیاد پر ایک چھوٹے سے بچے کو بھی گٹر میں ڈال کر ہلاک کر دیا تھا۔"

"اوہ! میرے خدا اس بستی کا یہ کیس مجھے یاد ہے۔"

شہریار نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا میری کار پولیس ہیڈ آفس میں داخل ہوگئی شاہ صاحب بقیہ افراد کے ساتھ پہنچ چکے تھے ارشاد علی اور اکبر خان کو نیچے اتار کر اندر پہنچا دیا گیا اور پھر ارشاد صاحب بولے۔

"فخری صاحب سے رابطہ کرنا ہے میں انہیں فون کئے دیتا ہوں شہریار تم انہیں رپورٹ دو گے اس لئے رپورٹ تیار کرلو اپنے دفتر چلے جاؤ لیکن دس منٹ سے زیادہ مت صرف کرنا۔"

"اوکے سر.....!"

"لبنیٰ تم شہریار کی مدد کر سکتی ہو۔" شاہ صاحب نے کہا اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے شہریار کے دفتر میں بیٹھ کر ہم کام میں مصروف ہوگئے۔ شہریار خود بھی ساری تفصیلات جانتا تھا اس کے باوجود مفصل رپورٹ کی تیاری میں اس نے میری مدد لی تھی۔ دس منٹ گزر گئے اور ہم نے بالآخر رپورٹ تیار کرلی شہریار نے کہا۔

"کیا ہم شاہ صاحب کے دفتر چلیں؟"

"انہوں نے کچھ کہا تو نہیں تھا۔"

"پھر بھی انہیں بتانا ہے۔"

"ٹھیک ہے چلو" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں باہر آگئے شاہ صاحب ہمارا انتظار کر رہے تھے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کرکے بولے۔

"فخری صاحب خود آرہے ہیں فون پر میں نے مختصر الفاظ میں انہیں بتایا ہے وہ بھی حیران ہو رہے تھے" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"سر میرا یہاں موجود ہونا مناسب ہوگا یا نہیں؟" شاہ صاحب نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر بے اختیار مسکرا دیئے کہنے لگے۔

"دیکھو بھئی اب تم دونوں کو الگ الگ نہیں سمجھا جاتا بے شک لبنیٰ تمہارا محکمہ پولیس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ اہم معاملات میں تم شہریار کی اسسٹنٹ ہوتی ہو اور اس کی ہدایات پر کام کرتی ہو' چنانچہ فخری صاحب بھی اس سے لاعلم نہیں ہیں وہ تمہیں پسند کرتے ہیں جس کا ثبوت وہ خصوصی اجازت نامہ ہے جس کے تحت تم پولیس کے معاملات میں براہ راست مداخلت کر کے کام کر سکتی ہو اس لئے اب یہ تکلف وغیرہ ختم کردو۔"

"نہیں سر اس کے باوجود قانون کے ضروری امور میں کسی بیرونی شخص کی مداخلت پسند تو نہیں کی جاتی۔"

"ہاں بشرطیکہ کوئی بیرونی مداخلت ہو' تم تو بھئی' ہم ہی میں سے ہو۔" میں خاموش ہوگئی' شاہ صاحب شہریار سے رپورٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ہمیں فخری صاحب کی آمد کی اطلاع مل گئی' انہوں نے شاہ صاحب کو طلب کرلیا تھا۔ چنانچہ ہم تینوں فخری صاحب کے پاس چل پڑے۔ فخری صاحب خود بھی مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آتے تھے اس وقت بھی انہوں نے مجھے دیکھ کر نہایت خوش اخلاقی سے کہا۔

"تو یہ معاملہ ہے۔" محترمہ لبنیٰ بھی اس سلسلے میں براہ راست کام کر رہی ہیں گڈ تب تو یقینی طور پر بہت دور کی کوڑی لائی گئی ہوگی' ہاں بھئی مسٹر شہریار' شاہ صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے راٹھور صاحب کو اس طرح اس کیس میں سے نکال لیا ہے جس طرح دودھ میں سے مکھی۔ بہرحال راٹھور صاحب ہمارے اہم کارکن ہیں اور بڑے آفیسر بھی' یہ بدنامی اچھی تو نہیں تھی۔ خدا کرے ساری صورت حال بہتر ہی ہو میں تفصیلی رپورٹ چاہتا ہوں اور بالکل فرصت میں ہوں تم مجھے ابتدا سے تمام حالات بتاؤ۔" شہریار مستعد ہوگیا اور پھر اس نے اپنی تیار کردہ رپورٹ سامنے کرلی۔

"جناب عالی ایک نواحی بستی میں چند منشیات کے اسمگلروں کے درمیان جھگڑا ہوا' فائرنگ کی گئی' اس کی رپورٹ متعلقہ تھانے کو کر دی گئی چونکہ تھانے کے انچارج جاوید قریشی اس وقت سرکاری ڈیوٹی سے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے اس لئے براہ راست ایس پی راٹھور نے اس کیس کو دیکھا اور اس بستی میں پہنچ گئے یہاں انہوں نے معلومات حاصل کیں اور شبہ کی بنیاد پر چند افراد کو گرفتار کرلیا۔ انہی میں انور سعید بھی تھا' تھانے لانے کے بعد راٹھور صاحب نے ان لوگوں سے معلومات حاصل کیں۔ انور سعید نے کچھ گستاخیاں کیں' جن کی بناء پر راٹھور صاحب نے ناراض ہو کر اسے چند چھڑیاں ماریں اور پھر لاک اپ میں بند کر دیا



جبکہ باقی تین افراد کو چھوڑ دیا گیا..... راٹھور صاحب کا مقصد یہ نہیں تھا کہ انور سعید کو کوئی نقصان پہنچایا جائے' بلکہ ایک پولیس آفیسر کی توہین کے سلسلے میں انہوں نے اسے ایک رات کے لئے لاک اپ میں بند کردیا تھا وہ وہاں سے واپس آگئے اور انور سعید لاک اپ میں رہا لیکن پھر تقریباً" دو بجے راٹھور صاحب کو اطلاع دی گئی کہ انور سعید مرچکا ہے اور یہ موت تشدد کی بناء پر ہوئی تھی۔ راٹھور صاحب نے فوری طور پر ضروری کاروائیاں کیں اور اس کے بعد یہ الزام راٹھور صاحب پر عائد ہوگیا کہ ان کے تشدد سے انور سعید کی موت رونما ہوئی ہے راٹھور صاحب حیران تھے اور انہوں نے ہمیں تفصیلات بتائی تھیں چھڑیوں کے نشانات انور سعید کے جسم کے مختلف حصوں میں پائے گئے تھے اور ان میں سے کوئی بھی ضرب اتنی شدید نہیں تھی جس سے موت واقع ہو جائے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ بتاتی ہے کہ موت سینے پر دل کے مقام پر ایک زور دار ضرب لگنے سے واقع ہوئی جس سے دل پھٹ گیا اور فوری موت واقع ہوگئی سر موت کا وقت بھی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں درج ہے اور یہ وہ وقت تھا جب راٹھور صاحب اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر اپنے گھر پر آرام کر رہے تھے اور گہری نیند سو چکے تھے اس کی تصدیق تھانے کے تمام متعلقہ افراد سے ہوگئی ہے ہمیں راٹھور صاحب سے تفصیلات معلوم کرنے کے بعد شبہ ہوا کہ ان معاملات کا کچھ اور پس منظر ہے چنانچہ ہم نے اپنے طور پر کاوشیں شروع کردیں۔ ایک لائحہ عمل تیار کیا گیا اور یہ معلومات حاصل کرنے کی کوششیں شروع کردی گئیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے اور اس کے لئے ہم نے اس بستی سے رجوع کیا جہاں انور سعید رہتا تھا اسی دوران یہ معلوم بھی ہوگیا کہ انور سعید درحقیقت اس بستی کا آدمی نہیں بلکہ وہ سعید نوری صاحب کا بیٹا تھا اور سعید نوری نے اسے ناراض ہو کر گھر سے نکال دیا تھا اور یہ ناراضگی اس لڑکی سے شادی کی بناء پر تھی۔ جو درحقیقت سعید نوری کے معیار کی نہیں تھی۔ ہم نے معلومات حاصل کرنا شروع کردیں تو ہمیں پتہ چلا کہ انور سعید کی بیوی ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتی ہے جو ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل تھا اور ایک ٹانگ سے معذور ہونے کی وجہ سے اپنی ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا اس شخص کا نام ارشاد علی تھا ارشاد کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے جب اس بات کا انکشاف ہوا کہ یہ شخص بے حد سنگدل ہے اور اس نے دشمنی کی بنیاد پر اپنے پڑوس کے ایک بچے کو گٹر میں پھینک کر ہلاک کر دیا تھا یہ کیس' چونکہ کوئی ثبوت نہیں حاصل ہو سکا تھا اس لئے ختم ہوگیا تھا لیکن اس کی تصدیق بہت ہی باوثوق ذرائع سے ہوئی کہ اس کے پس پردہ ارشاد علی کا ہاتھ تھا ایک ایسے سنگدل شخص سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہر جرم کی توقع کی جاسکتی تھی چنانچہ ہمارے شبہے کو تقویت ملی اور ہم نے مزید کاروائیاں کیں جن کی بناء پر یہ پتہ چلا کہ انور سعید اپنی انا سے مغلوب ہو کر اپنے باپ کی تمام دولت کو ٹھوکر مار کر چلا آیا ہے لیکن چونکہ ارشاد علی یہ سمجھتا تھا کہ اس کی بہن ایک ایسے دولت مند شخص کی بہو بنے گی' جو فوری طور پر نہ سہی' بعد میں اپنے بیٹے سے رجوع کرے گ اور بالآخر وہ بڑی دولت اسے مل جائے گی لیکن بعد میں ارشاد علی کو احساس ہوا کہ اسکا یہ خیال غلط ہے' انور سعید کے اپنے باپ سے تعلقات تقریباً" ختم ہو چکے ہیں اور اس کی ایک سوتیلی ماں اور دو بہنیں اس کے باپ کے بعد اس دولت کی وارث ہیں چنانچہ وہ بگڑ گیا اور اس نے اس موضوع پر انور سعید کو پریشان کرنا شروع کردیا بحالت مجبوری انور سعید نے اس بنکے کی رقم کو اپنی بیوی کے نام منتقل کرایا جو اس کے باپ نے کرایا ہوا تھا اور اس پالیسی کی تکمیل میں مختصرمدت رہ گئی تھی۔ بنکے کی رقم کو حاصل کرنے کے لئے ارشاد علی نے سازشیں شروع کردیں اور اس کا ایک ہی طریقہ کار اس کی سمجھ میں آیا کہ انور سعید کو ہلاک کردے لیکن یہ کام اسے خاصا مشکل نظر آیا تھا۔ پھر اتفاق سے اسے موقع مل گیا۔ انور سعید کو گرفتار کر لیا گیا اور ارشاد علی کے سازشی ذہن نے فوراً" ہی ایک منصوبہ بنایا اسی بستی میں ایک ایسا کانسٹیبل رہتا تھا جو اتفاق سے اسی تھانے میں تعینات تھا جہاں انور سعید کو لے جایا گیا تھا۔ چنانچہ ارشاد علی نے فوری طور پر کانسٹیبل اکبر خان سے رابطہ قائم کیا اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ لاک اپ میں انور سعید کو ہلاک کردے اکبر خان کو اس نے ایک لاکھ روپے کی رقم کی پیشکش کی تھی جو بیمہ کی رقم میں سے اسے ادا کی جانے والی تھی ارشاد علی کا منصوبہ تھا کہ یہ ابتدائی ہنگامہ ختم ہو تو اس سلسلے میں حکومت سے رابطہ قائم کرے گا اور اپنی مظلوم بہن کے لئے دس لاکھ روپے کے بنکے کی وہ رقم حاصل کرلے گا اس کا منصوبہ بہت مکمل تھا اس کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ لاک اپ میں ہونے والے قتل کا کوئی معاون تھا اور اکبر خان نے اس کی ہدایت کے مطابق نہایت خوبصورتی سے اپنا یہ کام اس وقت انجام دے۔دیا جب وہ گارڈ ڈیوٹی پر موجود تھا شہریار نے اس وقت کی تفصیلات بتائیں اور اس کے بعد کہا۔

اس منصوبے میں صرف دو افراد شریک تھے یعنی اکبر خان اور ارشاد علی..... لیکن اس کے بارے میں ارشاد علی کی بیوی کو بھی تھوڑا بہت علم ہوچکا تھا اور وہ اپنے شوہر کی شریک کار تھی' جبکہ انور سعید کی بیوی نسرین سلطانہ اس سے لاعلم تھی' البتہ ارشاد علی کی کچھ باتوں سے اسے یہ خوف ضرور لاحق ہوگیا تھا کہ شاید اس کا بھائی اس کے شوہر کو قتل کرنے کی کوشش



کرے' سر ہم نے اسی بنیاد پر کام کیا اور کوشش کرکے اس بات کو منظر عام پر لے آئے کہ ارشاد علی کی سازش سے یہ قتل ہوا ہے اور راٹھور صاحب بے قصور ہیں' نسرین سلطانہ سے اس سلسلے میں بڑی چالاکی سے رجوع کیا گیا اور اس کے لئے اسے وہاں سے ہٹایا گیا کیونکہ ارشاد علی اس سے کسی کو ملنے نہیں دیتا تھا۔ نسرین سلطانہ اپنے بھائی کو اپنے شوہر کا قاتل سمجھتی تھی ہمارے پاس آنے کے بعد اس نے تفصیلی بیان دیا اور ہمارے شبہہ کی تصدیق ہوگئی' بعد میں ہم نے اکبر خان کی بیوی سے رجوع کیا تو اس نے ہماری بہت مدد کی اور ہمیں کچھ ایسے کیسٹ فراہم کئے جو اس نے اپنے شوہر کی آوارہ فطرت سے مجبور ہو کر ریکارڈ کئے تھے ان کیسٹوں میں ارشاد علی اور اکبر خان کی گفتگو موجود ہے اور اس سے ان کے تمام منصوبے کی تفصیلات مل جاتی ہیں بعد میں میں نے انہی لائنوں پر کام کیا اور عین اس وقت جب ارشاد علی پریشان ہو کر اپنے دوست اکبر کے پاس پہنچا اور اس نے اسے بتایا کہ اس کی بہن نسرین سلطانہ غائب ہوگئی ہے اور اسے شبہہ ہے کہ پولیس یا سعید نوری نے اسے اغوا کرکے اس کیس کی تفصیل معلوم کی ہیں۔ ہم ان لوگوں کی نگرانی پر تھے اور شاہ صاحب کی ہدایت پر ہم نے اکبر خان کے گھر میں کاروائی کرکے ڈکٹافون لگوا دیئے تھے تاکہ ان لوگوں کی گفتگو باآسانی سنی جاسکے اور اسے ریکارڈ کیا جاسکے چنانچہ سر ہم نے وہ گفتگو ریکارڈ کرلی ہے اور ہماری خوش بختی اور تائید غیبی ہے کہ اس وقت ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے ہمارے تمام خیالات کی تصدیق ہوگئی اور ان کا منصوبہ کھل کر سامنے آگیا۔ سر میں ٹیپ ریکارڈ اور کیسٹ لیکر آیا ہوں تاکہ آپ بھی ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لیں۔" فخری صاحب کے اشارے پر شہریار نے کیسٹ نکالا اور اس چھوٹے سے پاکٹ ٹیپ ریکارڈر پر اسے لگا کر آن کر دیا گیا۔ حامد فخری صاحب یہ پوری گفتگو سن رہے تھے اور ان کے چہرے پر عجیب وغریب تاثرات تھے۔ تمام گفتگو سننے کے بعد انہوں نے گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولے۔

"یقیناً" ان کا اعتراف اس میں موجود ہے۔ شاہ صاحب کیا دونوں ملزمان آپ کی تحویل میں ہیں۔"

"جی سر۔" ایس ایس پی شاہ صاحب نے مودب لہجے میں کہا۔

"بلوایئے..... فخری صاحب نے حکم دیا اور تھوڑی دیر کے بعد لنگڑے ارشاد علی اور اکبر خان کو حامد فخری صاحب کے سامنے پیش کر دیا گیا دونوں تھر تھر کانپ رہے تھے۔ دونوں ہی ڈی آئی جی صاحب کو پہچانتے تھے حامد فخری نے اکبر خان اور ارشاد علی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"تمہارے تمام جرائم پولیس کے ریکارڈ میں آچکے ہیں بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کا اعتراف کرلو تاکہ قانون اس حیثیت سے تمہارے ساتھ کچھ رعایت کرسکے کہ تمہارا تعلق بھی محکمہ پولیس ہی سے ہے اگر ضد کی اور چالاک بننے کی کوشش کی تو شاید کوئی بھی تمہیں پھانسی سے نہ بچا سکے ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل ارشاد علی' تم نے اپنے بہنوئی انور سعید کو بھتے کے دس لاکھ روپے کی رقم حاصل کرنے کیلئے اکبر خان کے ہاتھوں قتل کرایا کیا یہ غلط ہے؟"

ارشاد علی نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی حامد فخری صاحب نے کہا۔

"اس سلسلے میں تمہاری بہن نسرین سلطانہ گواہی دینے کو تیار ہے۔ لیکن ہمیں اس گواہی کی ضرورت نہیں' تمہارا اپنا اعتراف ہمارے پاس موجود ہے۔" ڈی آئی جی نے کیسٹ ریوائنڈ کرکے اسے آن کردیا اور کمرے میں ان دونوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ دونوں ہی ہونق بن کر رہ گئے تھے اور ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے۔

"صرف یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ تمہاری پہلی گفتگو کے کیسٹ بھی ہمارے پاس موجود ہیں اور ان کے ذریعے تمہیں پھانسی تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ اتنی رعایت میں صرف اس وقت دے رہا ہوں تمہیں کہ تمام سچائیاں میرے سامنے بیان کردو تاکہ میں تمہارے لئے اس کیس میں کوئی نرمی کراسکوں۔" ارشاد علی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"نن نہیں سر..... میرا..... میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے اکبر خان..... اکبر خان خود ہی..... خود ہی....."

"شرم کرو..... کچھ ارشاد علی' شرم کر..... میں نے تجھے ہمیشہ ارشاد بھائی کہا ہے' وقت پڑنے پر ہمیشہ تمہارا ساتھ دیا ہے اور اب تو مجھے اکیلا پھنسانا چاہتا ہے۔ نہیں صاحب جی میرا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا سوائے ایک لاکھ روپے کے لالچ کے..... میں نے یہ جرم کیا ہے اور ارشاد علی کے کہنے سے کیا ہے اس سے پہلے بھی میں اس کے ایک جرم کی پردہ پوشی کرچکا ہوں اس نے ایک معصوم بچے کو قتل کیا تھا۔ اور یہ بات پوری طرح میرے علم میں تھی صاحب گناہ میں نے کیا ہے' لیکن اس کم بخت کے کہنے سے' جو آج موت کو سامنے دیکھ کر سارے رشتے بھول گیا ہے۔" حامد فخری صاحب نے آنکھیں بند کرلی تھیں پھر انہوں نے شاہ صاحب کو حکم دیا۔

"ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ بند رکھو' میں بعد میں دوسری کاروائی کا حکم دونگا۔"



شاہ صاحب نے فوری طور پر عمل کیا تھا حامد فخری صاحب نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ "بے چارے راٹھور صاحب بلاوجہ مصیبت میں گرفتار ہوئے براہ کرم شاہ صاحب انہیں فوری طور پر رہا کردیں اور یہ پورا کیس تیار کریں میں اس سلسلے میں متعلقہ افراد کو ہدایات جاری کردوں گا۔" پھر وہ کافی دیر تک سوچ میں ڈوبے رہے اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔

"دونوں ہی برابر کے مجرم ہیں' بھلا رعایت کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے' راٹھور صاحب کو فوری طور پر چھوڑ دیا جائے میں بعد میں ان سے گفتگو کرلوں گا" پھر وہ مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگے' اور بولے....." شیرنی یقیناً" اس سلسلے میں ہماری شیرنی کا بھی بھرپور کردار ہوگا جیتی رہو لبنیٰ بہت مدد کرتی ہو تم پولیس کی۔"

"سر اس سلسلے میں آپ کی اجازت ہو تو میں تفصیلی رپورٹ تیار کرکے اپنے اخبار کو دے دوں تاکہ صبح کو صرف میرے اخبار میں اس بارے میں تفصیلات آجائیں۔"

"بالکل دے دو' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ یہ بہت ضروری ہے اس سے مجھے اپنی کاروائی میں مدد حاصل ہوگی۔"

"بے حد شکریہ سر..... میں اجازت چاہتی ہوں۔" ڈی آئی جی صاحب خود بھی اٹھ گئے تھے شاہ صاحب نے شہریار سے کہا۔

"شہریار تمہیں میری مدد کیلئے رکنا ہوگا۔"

"جی سر....." مین نے شہریار سے کہا۔ "میں چلتی ہوں' کل ملاقات ہوگی یہاں سے اخبار کے دفتر جاؤں گی' شہریار نے گردن ہلا دی تھی میں بے حد خوش تھی اور پولیس ہیڈ آفس کی عمارت سے سیدھی اپنے اخبار کے دفتر پہنچی تھی۔ بہت ہی گرم خبر تھی اور مجھے خوشی تھی کہ کل میرے اخبار میں اس بارے میں مفصل تفصیلات آئیں گی۔

نیوز ایڈیٹر صاحب موجود تھے' اخبار کا کام تیز رفتاری سے جاری تھا مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے..... "اچانک لبنیٰ خیریت تو ہے کوئی گرم خبر ہے کیا؟ تمہارا اس وقت آنا اسی بات کی دلالت کرتا ہے۔"

"جی ایڈیٹر صاحب آپ براہ کرم مجھ سے تفصیلات سن لیجئے۔ ایڈیٹر صاحب نے مجھ سے تفصیلات سنیں اور فوراً" ہی اس خبر کو بڑی خبر کے طور پر چھاپنے کیلئے تیار ہوگئے چنانچہ میں اپنے دفتر میں بیٹھ کر خبر تیار کرنے لگی اور پھر تمام چیزوں کی نگرانی کرتی رہی۔ کتابت کی پروف ریڈنگ بھی میں نے ہی کی اور تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد گھر چل پڑی۔ نیند کا آنکھوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



دور دور تک شائبہ نہیں تھا ایک عجیب سی کیفیت دل و دماغ پر طاری تھی۔ بہرحال راٹھور صاحب بچ گئے اور یہ بات میرے لئے نہایت خوشی کا باعث تھی کہ ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا البتہ ذہن میں کچھ اور خیالات بھی تھے مثلاً" نسرین سلطانہ' جس بے چاری کا مستقبل تاریک ہوگیا تھا اور اس سے زیادہ اکبر خان کی بیوی' جس کی تقدیر میں کالی راتوں کے علاوہ کچھ نہیں آیا تھا اور اب اس کا پورا مستقبل تنہا ہوگیا تھا۔

اس کیلئے یقیناً" اعلیٰ پیمانے پر کچھ کرنا ہوگا باقی رہ گیا ارشاد علی کا مسئلہ تو اس کی بیوی اس کے لئے قابل رحم نہیں تھی کہ وہ اپنے شوہر کے جرم میں برابر کی شریک تھی اسے اپنے مسائل سے خود نمٹنا ہوگا' گھر میں میرے لئے کوئی پریشانی نہیں تھی اس لئے کہ میری طرف سے اطلاع آچکی تھی دوسرے دن البتہ میں دیر تک سوتی رہی اور دفتر جانے کا وقت بھی نکل گیا۔ میں نے سب سے پہلے اپنا اخبار طلب کیا تھا اور دیر تک اس میں اس خبر کی تفصیلات پڑھتی رہی تھی اس کے بعد میں دفتر جانے کی تیاریاں کرنے لگی۔ دفتر کے معمولات جاری تھے کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ پھر بارہ بجے کے قریب شہریار کا فون آیا۔

"لبنیٰ۔"

"ہاں شہریار کہو سب خیریت ہے۔"

"بالکل خیریت ہے سوائے اس کے کہ حامد فخری صاحب نے خصوصی طور پر یہ کیس میرے سپرد کردیا ہے۔"

"گڈ..... اچھی بات ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نادر علی صاحب سے باقاعدہ چل جائیگی۔"

"بے قاعدہ نہیں چلنی چاہئے باقاعدہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے" میں نے ہنس کر کہا۔

"اچھا تو نہیں ہوتا یہ سب کچھ۔"

"خدا کے بندے کیا نادر علی صاحب کی خوشنودی کیلئے ہم راٹھور صاحب کو سزا دلوادیتے۔"

"ہاں یہ تو نہیں ہوسکتا تھا خیر ہاں نسرین سلطانہ کہاں ہے اس کا تفصیلی بیان ضروری ہے۔"

"اوہ میرے خدا کتنی اہم بات بھول گئی اس کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے اگر دوبارہ بیان کی ضرورت پیش آئی تو وہ بیان دیدے گی میں نے اسے ابھی ڈاکٹر تانیا کے کلینک میں



بھی رکھا ہے۔"

"اس سلسلے میں کوئی دقت تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں جناب مجھ سے محبت کرنے والے ہمیشہ سچی اور پائیدار محبت کرتے ہیں کیا سمجھے آپ۔"

"اوہ..... شکریہ' بے حد شکریہ اس اعتماد کا' اس میں شک ہی کیا ہے۔" شہریار نے شرارت سے کہا۔

"واقعی کوئی شک نہیں اور کوئی خدمت۔"

"دوپہر کا کیا پروگرام ہے۔"

"فرصت ہے تمہیں۔"

"ہاں ایسے کیس مجھے پسند ہیں بس تفصیلی رپورٹ پیش کرنی ہے اس کے لئے اکبر خان کی بیوی سے بھی بیان لینا ہوگا۔"

"ہاں یقیناً"

"چلوگی وہاں"

"کیوں نہیں ویسے اس نے میری بڑی مدد کی ہے اس کیلئے کچھ کرنا ہے شہریار بالکل بے یارومددگار ہے۔"

"یقیناً" کریں گے تو پھر ڈیڑھ بجے تک آجاؤ"

"راٹھور صاحب سے ملاقات ہوئی"

"نہیں..... انہیں رات ہی کو چھوڑ دیا گیا تھا سیدھے گھر چلے گئے۔"

"اوکے شہریار میں ڈیڑھ بجے دفتر پہنچ جاؤں گی۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ ڈیڑھ بجے میں دفتر پہنچ گئی تھی شہریار ابھی نہیں آیا تھا۔ گل بدر سے باتیں کرتی رہی پھر شہریار آگیا لیکن میں اس کے ساتھ سعید نوری کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی سعید نوری کے چہرے پر غم کے تاثرات چھائے ہوئے تھے میں نے سعید نوری کو سلام کیا اور وہ ٹھنڈی سانس لیکر بیٹھ گیا۔

"تو آپ لوگوں نے میرے بیٹے کے قاتلوں کو پکڑلیا۔" اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کاش ہمارے پاس آپ کیلئے خوشی کی کوئی خبر ہوتی نوری صاحب" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ہاں مجھ جیسے بدنصیب خود اپنے لئے گڑھے کھودتے ہیں میں خود بھی اس کے قاتلوں میں شامل ہوں شہریار صاحب سے میں نے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا جو بیوہ ہو چکی ہے انہوں نے بتایا وہ آپ کے پاس ہے اس کے بارے میں معلوم کرنے آیا ہوں۔"

"قاتلوں کی نشاندہی اسی نے کی ہے آپ ذرا اس کا بیان دیکھئے" میں نے وہ کاغذ نکال کر نوری صاحب کو پیش کر دیا جس میں نسرین نے درد بھرے انداز میں اپنے شوہر کے قاتلوں کے خلاف بیان دیا تھا اس نے کہا تھا۔

انور سعید نے میرے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا تھا میرے بھائی نے اس سے زندگی چھین لی ارشاد علی میرا بھائی ہے لیکن انور میری کائنات تھا میں خود بھی سزا کی مستحق ہوں کہ انور کے قاتل کی بہن ہوں۔ سعید نوری پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور ہم اسے سنبھالنے لگے اس نے روتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میرا بیٹا دنیا میں نہیں رہا لیکن اسکی بیوہ کو سہارا دے کر اس کی بے چین روح کو سکون دینا چاہتا ہوں میری آدھی دولت کی وارث وہ بچی ہوگی خدا کی قسم میں اسے بیٹوں سے زیادہ پیار دوں گا آپ لوگ خدا کے لئے اسے میرے حوالے کر دیں میں اس کی خدمت کرکے اپنے بیٹے کی روح کو خوش کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ آپ کی عزت ہے نوری صاحب آپ کا یہ فیصلہ بہت اچھا ہے ہم ابھی آپ کو اس کے پاس لے چلتے ہیں۔"

"مجھے بہت بڑا سبق ملا ہے بہت کچھ کھویا ہے میں نے اور اس میں میری فطرت کا دخل ہے تمام غلطیاں میری ہیں لبنیٰ صاحبہ میری بیوی اور بیٹیوں نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں نسرین کو گھر لے آؤں وہ..... درحقیقت انور سے پیار کرتی تھیں میں ہی نابینا تھا۔" سعید نوری نے سسکتے ہوئے کہا۔

"کیا خیال ہے شہریار صاحب چلیں؟"

"نوری صاحب کو چائے پلوائیے لبنیٰ"

"نہیں اس وقت معذرت قبول کرو' میں تم لوگوں کا شکریہ ادا کروں گا ابھی میری ذہنی کیفیت خراب ہے۔" دفتر سے باہر آکر نوری نے کہا "ایک اور درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی نوری صاحب فرمائیے۔"

"تمہیں تکلیف تو ہوگی میری گھر کی طرف سے نکل چلو میں اپنی بیوی اور بیٹیوں کو ساتھ



لینا چاہتا ہوں"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے فراخدلی سے کہا اور پھر ہم اپنی کار میں اور نوری اپنی کار میں چل پڑے اس کی بیوی اور بیٹیوں نے مجھے پہچان لیا تھا اور بہت اچھی طرح ملی تھیں اور ہم تانیا کلینک پہنچ گئے ڈاکٹر تانیا سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے پوری تفصیل پوچھی میرا اخبار نسرین کے پاس موجود تھا مجھے دیکھ کر وہ سسک پڑی۔

"تمہاری شکر گزار ہوں میں لبنیٰ ڈاکٹر تانیا سے تمہارے بارے میں تفصیلی باتیں ہوئی تھیں ارشاد بھائی نے میرے انور کو بڑا بے قیمت سمجھ لیا تھا انہیں سزا ملنی چاہئے تھی وہ ظالم ہیں وحشی ہیں انہیں میری قیمت وصول کرنے کا کیا حق تھا۔"

"کچھ لوگ تم سے ملنا چاہتے ہیں نسرین۔"

"کون ہیں؟ اس نے پوچھا اور میں نے نوری صاحب وغیرہ کو اندر بلا لیا اس کے بعد بڑے رقت انگیز مناظر سامنے آئے تھے نسرین بے حال ہوگئی تھی اس نے روتے ہوئے کہا۔

"مجھے وہاں نہ لے جائیے جہاں انور مجھے لے جانا چاہتے تھے وہ تشنہ آرزو رہے تھے اور اب میں وہاں جا کر کیا کروں گی میرا تو آپ سے کوئی رشتہ نہ رہا".....! جواب میں نوری صاحب نے بھی رو رو کر بہت کچھ کہا ڈاکٹر تانیا نے بھی نسرین کو سمجھایا اور وہ تیار ہوگئی یہاں ہمارا کام ختم ہوگیا تھا میں نے اور شہریار نے اجازت طلب کرلی۔

ہسپتال سے باہر آکر شہریار نے کہا "اب تم بھی بیوہ ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ لبنیٰ۔"

"کیا بکواس ہے.....؟"

"نہیں لبنیٰ یقین کرو وہ وقت آگیا ہے افسوس ہم بھی نامراد رہے خیر تقدیر کو یہی منظور تھا۔" شہریار ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"گھٹیا مذاق ہے مجھے پسند نہیں آیا۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور وہ آنکھیں نکال کر پھٹ پڑا۔

"کمال کرتی ہو' گھڑی دیکھو کیا بج رہا ہے صبح کو ناشتے میں صرف دو سلائس کھائے تھے اور یہ وقت ہو رہا ہے اس کا نتیجہ میری موت کے علاوہ بھی اور کچھ ہو سکتا ہے۔"

"ارے توبہ..... ارے توبہ..... وہ دیکھو سامنے ریستوران ہے جلدی چلو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا اور ہم دونوں ریستوران میں داخل ہوگئے شہریار نے ڈٹ کر کھانا کھایا تھا پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا "اب میں سونا چاہتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"ہوش میں ہو یا نہیں اکبر خان کی بیوی کے پاس جانا ہے۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا کچھ دیر کے بعد ہم اکبر خان کے گھر کے سامنے تھے اجڑے ہوئے چہرے اور بے نور آنکھوں سے اس نے ہمیں دیکھا اور پھٹے پھٹے لہجے میں بولی۔

"پکڑے گئے دونوں' پولیس لے گئی دونوں کو اب یہ گھر خالی ہوگیا ہے کچھ نہیں رہا یہاں' کہتی تھی اکبر خان اللہ کو بھی یاد کرلیا کر دل نرم ہوتا ہے بھول گیا تھا سب کچھ ارے بری صحبت کا نتیجہ کبھی اچھا ہوتا ہے پھانسی چڑھے گا اب آنکھیں نکل پڑیں گی زبان باہر آجائے گی کوئی مدد نہیں کرے گا پوچھے سب سے ہے کوئی..... ارے کوئی ہے جو مدد کرے..... کوئی ہے..... کوئی ہے جو مدد کرے۔" وہ کان پر ہاتھ رکھ کر چیخنے لگی اور میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔"

"شہریار....." میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں وہ ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔" شہریار نے بھاری لہجے میں کہا اکبر خان کی بیوی اندر چلی گئی تھی اور اس کی آوازیں گونج رہی تھیں کوئی ہے جو مدد کرے آس پاس کے گھر والے لوگ باہر نکل آئے تھے میں نے فوری فیصلہ کیا اور لوگوں کی مدد سے اکبر خان کی بیوی کو گاڑی میں بٹھا کر چل پڑی' شہریار نے اسے سنبھالا ہوا تھا میں نے ایک بار پھر ڈاکٹر تانیا کے کلینک کا رخ کیا تھا ایک لفظ پوچھے بغیر تانیا نے اکبر خان کی بیوی کی فوری خبرگیری کی اور بہت دیر تک اس میں مصروف رہا پھر اسے انجکشن دے کر سلا دیا گیا تب میں نے اس کے بارے میں فوری تفصیل ڈاکٹر تانیا کو بتائی اور اس کے چہرے پر تاسف کے آثار پھیل گئے میں نے کہا۔

"آپ بھی کیا سوچتے ہوں گے ڈاکٹر۔ میں نے ان تعلقات کی آڑ لے کر آپ کے کلینک کو تماشا گاہ بنا رکھا ہے۔"

"مس لبنیٰ' یہ کہہ کر اپنے اور میرے درمیان موجود اعتماد کو مجروح نہ کریں خدا جانتا ہے کہ یہ چند نیکیاں آپ کی وجہ سے کرنے کا موقع مل گیا ہے خدا کرے کسی نیکی کے بدلے میری قبر کی سختیاں کم ہو جائیں مجھے اس مختصر زندگی میں ایسی نیکیاں کرنے کا موقع عطا کرتی رہیں' میں شکر گزار رہوں گا۔ میں اس عورت کو زندگی بھر یہاں رکھنے کی پیشکش کرتا ہوں" آنسو نکل آئے تھے ڈاکٹر تانیا کی بات پر..... لیکن دل کو سکون بھی ملا تھا۔

"مس لبنیٰ" ہسپتال سے واپسی پر شہریار نے بھکاریوں کے انداز میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی کوئی ایک آدھ نیکی کرنے کا موقع ہمیں بھی عطا فرمائیے جس کے عوض ہماری بھی



کوئی مراد پوری ہو جائے۔"

"مت ہنساؤ شہریار' بڑی اداس ہوگئی ہوں میں۔"

"کمال ہے ہماری کسی مشکل پر بھی آپ کو صرف ہنسی آتی ہے۔"

"خدا کی قسم شہریار بڑی بددل ہوگئی تھی ابتدا میں بڑا عجیب لگتا تھا سب کچھ' یوں لگتا تھا جیسے میرے وطن والے تمام انسانی اقدار بھول گئے ہوں۔ بہت برے لگتے تھے مجھے مگر سب کچھ بدل گیا۔ توازن ہے شہریار' توازن ہے یہاں تانیا' ابراہیم شاہ' حامد فخری جیسے لوگ بھی ہیں' سب کچھ ہے یہاں شہریار مجھے بڑا اطمینان ہوا ہے ان سب سے برے ہر جگہ ہوتے ہیں کہاں نہیں ہوتے جو اچھے ہیں وہ بہت اچھے ہیں۔

"میرے متعلق آپ کی کیا رائے ہے مس لبنیٰ؟" شہریار نے منہ ٹیڑھا کرکے پوچھا اور میں ہنسنے لگی۔

بڑا ہنگامی دن رہا تھا واقعات سے بھرپور۔ شام ڈھلے گھر پہنچی تھی اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی کہ ایک کزن آگئی۔

"لبنیٰ باجی تایا میاں بلا رہے ہیں۔"

"ڈیڈی.....؟"

"ہاں.....!"

"اپنے کمرے میں ہیں....."

"نہیں ڈرائنگ روم میں کوئی اور صاحب بھی ہیں۔"

"اوہ کون ہے" میں حیرانی سے کہا اور الٹے پاؤں باہر نکل آئی۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ڈیڈی کے ساتھ جن صاحب کو دیکھا انہیں ایک لمحے تک پہچان بھی نہیں سکی لیکن پھر پہچان لیا راٹھور صاحب مدھم لہجے میں ڈیڈی سے بولے "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں تنہائی میں باتیں کرنے دیں گے"

"ضروری ایس پی صاحب' ضرور۔" ڈیڈی نے کہا اور ڈرائنگ روم سے باہر چلے گئے۔

"خیریت راٹھور صاحب' خیریت تو ہے نا.....؟" میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہوں تمہارے پاس نیک کام سے آیا ہوں۔"

"جی..... فرمائیے میں نے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ راٹھور صاحب کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں چہرے پر بڑے گھمبیر تاثرات پھیلے ہوئے تھے وہ بولنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کی پیشانی پر پسینہ آنے لگا تھا مجھے ان کی کیفیت کا اندازہ ہو رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ آپ کہہ دیں انکل جو کچھ کہنا چاہتے ہیں پلیز کیا بات ہے۔"

"غلطیاں معاف بھی تو کر دی جاتی ہیں بیٹی۔ مجھے معاف کر سکتی ہو ان کی آواز آخر میں سسکی بن گئی۔

"مجھے ذلیل کر رہے ہیں انکل ' بزرگ ہیں آپ میرے مجھے آپ کی کوئی بات یاد نہیں خدا آپ کا سایہ رکھے مجھ پر۔ بہت قیمتی ہیں آپ میرے لئے مجھ سے گستاخی ہی کرانا چاہتے ہیں تو پورے خلوص سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں آپ کے سارے الفاظ میں بھول گئی۔"

"شکریہ لبنیٰ ' بے حد شکریہ" راٹھور صاحب بدستور بھرائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"انکل کہا ہے میں نے آپ کو میرے سر پر ہمیشہ ہاتھ رکھیں حکم دیا کریں مجھے کہیں غلطی ہو تو نشاندہی کر دیا کریں۔"

راٹھور صاحب نے ایسا ہاتھ سر پر رکھا کہ بہت سی مشکلیں حل ہو گئیں بلاشبہ انہوں نے اس خلوص کا جو صلہ دیا وہ پوری زندگی پر محیط تھا بات ختم ہو گئی تھی یہ کیس بھی معمول کے مطابق عدالت میں پہنچ گیا زندگی پھر اسی ڈگر پر چلنے لگی ایک رات محترمہ والدہ صاحبہ نے بڑے اہتمام سے کہا۔

"لبنیٰ ' ڈی ایس پی شہریار کو جانتی ہو نا وہ نوجوان افسر ہے ایک بار خان صاحب نے گھر پر بلایا تھا۔"

"جی ممی کیا بات ہے" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"وہ راٹھور صاحب نے شاید تمہارے ڈیڈی سے اس کے رشتے کی بات کی ہے اور خان صاحب کچھ تیار معلوم ہوتے ہیں مجھ سے کہا ہے کہ تم سے بات کروں اور بالکل صاف بات کر کے انہیں کل جواب دوں۔ شہریار کی والدہ آنا چاہتی ہیں.....!" میرا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

والدہ صاحبہ نے کہا "جواب ضروری ہے لبنیٰ خان صاحب انتظار کریں گے۔"

"ممی.....! میں نے کچھ دیر کے بعد کہا" ڈیڈی سے میں نے صرف ایک ضد کی تھی ' اپنی پسند کے پیشے کے لئے انہوں نے میری وہ ضد پوری کر دی۔ اب ان کے کسی اور حکم سے مجھے اختلاف نہیں.....!"

"میں بتا دوں کہ تم خاموشی سے آمادہ ہو"



"جی.....!" میں نے کہا سر پھر کر رہ گیا تھا بلاشبہ میں خود بجھی ہوئی تھی شہریار کو تو ڈانٹ کر خاموش کر دیتی تھی لیکن بارہا یہ خیال دل میں آیا تھا کہ یہ بیل منڈھے کیسے چڑھے گی لیکن راٹھور صاحب نے سارا قرض مع سود ادا کر دیا تھا جہاندیدہ آدمی تھے کچھ غور کیا ہو گا ہم دونوں پر۔

گیارہ بجے تھے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو میں اچھل پڑی اس وقت صرف شہریار فون کرتا تھا میں نے فون اٹھایا تو اس نے پھنسی پھنسی آواز سنائی دی "لبنیٰ کوئی اطلاع ملی ہے تمہیں"

"کیسی اطلاع.....!"

"لبنیٰ راٹھور صاحب میری والدہ سے ملے تھے لبنیٰ عجیب باتیں کر رہے تھے تمہیں کوئی اطلاع ملی ہے۔"

"جی ہاں۔ فون بند کر دیں۔"

"لبنیٰ ' امی تمہارے گھر جا رہی ہیں میرا رشتہ لے کر لبنیٰ.....!"

"شہریار فون بند کر دو مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"لبنیٰ..... لبنیٰ..... اب کیا ہو گا" شہریار حلق کے بل بول رہا تھا۔

"شٹ اپ" میں نے ریسیور رکھ دیا چند لمحات کے بعد فون کی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی تھی.....!"

○ ---------- ☆ ---------- ○

ختم شد